آسان تفسیرِ

پارہ عمّ

① بین السطور ترجمہ ② شانِ نُزول ③ غلط تفسیری روایات کا رَدّ
④ تفصیلی حلِ لُغات ⑤ مکمل ترکیب اور دیگر خوبیوں کے ساتھ

مؤلف

جامع المعقول والمنقول

مولانا مجیب الرحمٰن صاحب

مہتمم، دارالعلوم الاسلامیہ، ماھرہ

ناشر

مکتبہ امدادیہ

مُلتان، پاکستان

فون: ۰۶۱-۴۵۴۴۴۹۵

آسان تفسیر پارہ

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْن

① بین السطور ترجمہ ② حل لغات ③ شان نزول

④ فرقِ ضالہ کے غلط استدلالات کے رد

⑤ مستند تفسیر مع حوالہ جات ⑥ آخر میں مکمل پارہ کی ترکیب

مصنفہ

مولانا مجیب الرحمٰن صاحب

مہتمم دار العلوم الاسلامیہ، ماہڑہ

ڈیرہ اسماعیل خان

ناشر

مکتبہ امدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان پاکستان

فون: ٠٦١-٤٥٤٤٩٦٥

نام کتاب : آسان تفسیر پارہ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْن

تالیف : مولانا مجیب الرحمٰن صاحب

دارالعلوم الاسلامیہ مانسہرہ

ناشر : مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

(Phone Number 061-4544965
0300-7828402

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی

ضروری گزارش: اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کے باوجود کہیں کتابتی اغلاط نظر آئیں تو نشاندہی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی تصحیح کی جا سکے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین ——— (ادارہ)

فہرست پارہ عم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین و علی من تبعھم باحسان الی یوم الدین. امابعد

تفسیر قرآن مجید سب سے اہم مضمون ہے اور اس کی خدمت اہم الخدمات ہے، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب میں اول پارہ عمّ کی تفسیر، پھر مزید دس دس پاروں کی تفسیر، پھر جلالین، پھر بیضاوی کا کچھ حصہ اسی اہمیت کے پیش نظر شامل نصاب ہے، مختلف مدارس میں دورۂ تفسیر کا اہتمام بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔

مگر عام طور پر مدارس میں قرآن مجید کے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ ہے کہ تجوید جس کا تعلق الفاظ قرآن ولہجہ سے ہے تجوید سے نابلد استاذ فرفر پڑھاتے ہیں، اور ایسے استاذ پڑھاتے ہیں جن کا تجوید سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یاللعجب

اور تفسیر بھی کما حقہ تو کیا بقدر ضرورت محنت سے بھی کم درجہ محنت سے پڑھائی جاتی ہے ،بعض استاذ ایک ایک کلمہ کے معنی سے بھی ناواقف ہوتے ہیں اور پھر مراد اللہ کو جیسے چاہیں بیان کر دیتے ہیں، اس میں کچھ قصور اصحاب مدارس کا بھی ہے کہ اساتذہ کے ذمہ اسباق اتنے لگا دیئے جاتے ہیں کہ وہ پورا مطالعہ نہیں کر سکتے اور پھر مہتمم لوگ کوتاہی کی ذمہ داری بھی پوری پوری مدرسین پر ڈال دیتے ہیں، ہاں اس سے بڑھ کر قصور عوام مسلمانوں کا ہے کہ مدارس سے اتنا زیادہ تعاون نہیں کرتے کہ جس سے اصحاب مدارس مدرسین کی مناسب تعداد بڑھا سکیں۔

بہرحال تفسیر جتنی مشکل ہے مدرسین اس کو اتنا آسان سمجھتے ہیں، روزانہ مطالعہ اور مختلف تفاسیر اور حسب موقع کلامی، فقہی ابحاث کو مختلف کتابوں سے دیکھنا وغیرہ ضروری چیزیں ہیں۔

راقم نے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ، مکمل جلالین اور بیضاوی پڑھائی ہیں تاہم اپنے میں، میں لیاقت پیدا نہیں کر سکا، تاہم جتنی خدمات ہو سکتی ہے، کی ہے اور کر رہا ہوں۔

خواہش ہوئی کہ درسی انداز سے قرآن مجید کی تفسیر وتشریح لکھوں، پارہ عم سے ابتدا کر دی

ہے، ارادہ سارے قرآن مجید کی تفسیر کا ہے، اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں اور قبول فرمائیں، آمین

اس تحریر کے سامنے رکھتے وقت کئی باتیں پیش نظر رہیں:

① کوشش کی ہے کہ ترجمہ مدرّسانہ انداز میں ہو۔

② لغوی تحقیق میں مفردات امام راغب اور متعدد لغات و اصطلاحات کی کتابیں اور تفاسیر پیش نظر رکھی ہیں۔

③ اگر نبی کریم ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی تفسیر منقول ہے تو اس کو لینا مناسب سمجھا اور اسی کو ترجیح دی ہے۔

④ تفاسیر اور کتابوں میں بعض کچی باتیں بھی بیان ہوئی ہیں ان سے پرہیز کیا ہے اور جہاں مناسب ہوا ایسی باتوں کی نشاندہی کر دی ہے۔

⑤ اس موقع پر بھی اور زندگی کے گذرے ہوئے دنوں کے تجربہ سے سمجھ آیا ہے کہ لکھنے اور بیان کرنے والے کو ہرگز لکیر کا فقیر نہ بننا چاہیے، اگر کسی بڑے سے بڑے مصنف نے بھی کوئی بات تحریر کی ہے تو حسب قدرت اس کی تحقیق لازمی ہے، بسا اوقات آدمی کسی مصنف پر اعتماد کر کے بات، روایت لکھ دیتا ہے اور اس میں غلطی ہوتی ہے، جدید محققین اور مستشرقین اور ریسرچ کرنے والے، آزاد خیال لوگوں کو ہنسی کا موقع آجاتا ہے جیسا کہ غامدی وغیرہ جیسے لوگ علماء و مدرسین پر تبصرہ کر رہے ہیں، منبروں پر بھی بہت سی بے بنیاد باتیں بیان ہو کر مشہور ہو گئی ہیں، ایسا نہ ہونا چاہیے۔

⑥ نبی کریم ﷺ کی حدیث نقل کرنے میں روایت بالمعنیٰ نہیں کی، نہ ہی کسی مفسر پر اعتماد کیا، بلکہ اصل کتب حدیث سے تلاش کے بعد تحریر کی ہیں، ایسی حدیث نہیں لکھی جو متونِ حدیث میں نہیں ملی اور تفسیروں میں ہے۔

⑦ اگر کسی حدیث سے کوئی مسئلہ یا فائدہ معلوم ہوا اس کو لکھ دیا ہے، چاہے اپنے ذہن میں آیا یا احکام القرآن وغیرہ جیسے عنوان پر لکھی ہوئی کتابوں میں آیا ہے۔

⑧ ہر ہر بات کے لیے حوالہ دینے کا التزام نہ کر سکا، جہاں ضروری سمجھا وہاں حوالہ دیدیا ہے۔

⑨ اگر کسی مصنف یا فریق نے کسی آیت سے کوئی غلط استدلال کیا ہے اور راقم کے علم میں آیا ہے تو اس استدلال اور رد کو لکھ دیا ہے۔

⑩ وفاق المدارس کے نصاب میں پارہ عم کی ترکیب نحوی بھی شامل ہے، آخر میں علیحدہ مستقل رسالہ "جزء فی اعراب الجزء الثلاثین" شامل کر دیا ہے، اس طرح تفسیر الگ اور ترکیب الگ کر دی ہے۔

قارئین، طلبہ و مدرسین سے اصلاح کی درخواست ہے۔ فقط

مجیب الرحمن عفا اللہ عنہ

دار العلوم الاسلامیہ ماہڑہ شہر، تحصیل پروآ

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علم تفسیر کے مبادی

علم تفسیر کی تعریف:

هو علم باصول يعرف بها معاني كلام الله بحسب الطاقة البشرية وہ ایسے اصول کا جاننا ہے جن کے ذریعے انسانی طاقت کے مطابق کلامِ الٰہی کے معانی معلوم ہوں۔

موضوع:

قرآنی آیات ہیں معانی کے سمجھنے اور جن مضامین کی طرف اشارہ کریں اُن پر واقفیت کی حیثیت سے۔

غرض:

اللہ تک پہنچانے والی مضبوط رسی کو مضبوط تھامنا اور سعادتِ دارین کے حصول تک پہنچنا۔

غایت:

کتاب میں موجود احکام کا پوری طرح علم حاصل کر لینا۔

واضع:

نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم۔

حکم:

ہر گاؤں اور شہر والوں پر واجب کفائی ہے۔

(کتاب بیان المعانی ۱/۶ مؤلف، علامہ عبدالقادر بن ملا حویش العانی، متوفی ۱۳۹۸ھ)

چند اصطلاحات

قرآن:

قرآن مجید کا نام قرآن ہے اس کا معنی اور وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس بارے میں دو قول ہیں،

اول: قرآن بروزن فُعلان کا مادہ ق . ر . ن ہے۔ قرن از ضرب نصر بمعنی ملانا، جمع کرنا۔ قرآن بمعنی اسم مفعول مقرون ہے ملایا ہوا، یعنی اس کے مضامین، آیات، سورتیں باہم ملائی گئی ہیں ترتیب کے اعتبار سے اور مضمون کے اعتبار سے۔ قرآن مجید کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے واقعات، امر و نہی، وعد و وعید، آیات و سورتیں اپنے اندر جمع کی ہوئی ہیں۔ (مجمع بحار الانوار)

دوم: اس کا مادہ ق، ر، ء ہے۔ قرءَ از فتح بمعنی پڑھنا، اس صورت میں بھی بمعنی اسم مفعول ہے مقروء پڑھا ہوا۔ چونکہ قرآن مجید بار بار پڑھا جاتا ہے اور بار بار پڑھنے سے دل نہیں اکتاتا اس لئے اس کو قرآن کہتے ہیں۔

آیت:

قرآن مجید کا وہ خاص حصہ جس کی ابتداء اور انتہاء ہو، اور ماقبل و مابعد سے کٹا ہوا ہو، کل آیات چھ ہزار دو سو ایک۔

سورت:

قرآن مجید کا وہ ٹکڑا جو متعدد آیات پر مشتمل ہو، کم از کم تین آیات ہوں، سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ ہے۔

رکوع:

چونکہ نماز میں تلاوت کرتے ہوئے رکوع جتنی مقدار آیات پڑھ کر آدمی رکوع کرتا ہے اس لئے اس کو رکوع کہتے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین و علینا و علی من تبعھم باحسان الی یوم الدین .امابعد!

سورۃ النباء مکیۃ

اس سورت کے کئی نام ہیں: سورۃ النباء ،سورۃ عم ،عم یتساءلون، التساؤل ، المعصرات وغیرہ،اس میں چالیس یا اکتالیس آیات ،ایک سو تہتر کلمات اور نو سو ستر حروف ہیں۔

مکی اور مدنی کا مطلب:

راجح قول یہ ہے کہ مکی وہ سورت ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی چاہے جہاں بھی نازل ہوئی ہو،اور مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی، چاہے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان بے حد رحم کرنے والا ہے
عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲﴾ الَّذِیۡ ہُمۡ
کس چیز کے بارے میں وہ لوگ پوچھتے ہیں، بڑی خبر کے بارے میں (پوچھتے ہیں)،وہ (خبر) جس کے بارے
فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۳﴾ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾
میں وہ لوگ اختلاف کرنے والے ہیں، ہرگز نہیں عنقریب وہ جان لیں گے، پھر ہرگز نہیں عنقریب وہ جان لیں گے

لغوی تحقیق:

عمّ اصل میں عن ما پھر عما ہے کثرت استعمال کی وجہ سے ما سے الف حذف کیا گیا۔ عن حرف جار ہے ،ما استفہامیہ ہے ،ما استفہامیہ عام طور پر حقیقت

وماہیت پوچھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن کبھی اس کے ذریعہ حال وصفت کا سوال ہوتا ہے، یہاں ما وقوع قیامت کے متعلق سوال کے لئے ہے جو قیامت کا حال ہے، قیامت کی عظمت وہیبت کے اظہار کے لئے استفہام لایا گیا۔ یتساءلون فعل مضارع معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از باب تفاعل ہے۔یتساءلون میں ضمیر محذوف اہل مکہ کی طرف راجع ہے۔النبأ مطلق خبر کو نبأ نہیں کہتے بلکہ بہت زیادہ فائدہ پہنچانے والی خبر جس سے یقین یا غلبہ ظن حاصل ہو،اور جھوٹ سے بالکل خالی ہو،اس لئے متواتر کو اور اللہ اور نبی کی خبر کو نباء کہتے ہیں،اسی سے لفظ نبی ہے کیوں کہ نبی ایسی باتیں بیان کرتا ہے جو ذہین عقلوں کو تسکین پہنچاتی ہیں، جیسے متواتر سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے (مفردات راغب) العظیم: النباء کی صفت برائے تاکید ہے (روح المعانی) کیوں کہ عظیم سے جو عظمت ظاہر ہے وہ النبأ میں بھی ہے،ہر بڑی چیز کو عظیم کہتے ہیں محسوس ہو یا معقول، عین ہو یا معنی، اعیان میں استعمال ہو تو اجزاء متصلہ میں استعمال ہوتا ہے اور کثیر اجزاء منفصلہ میں استعمال ہوتا ہے،لیکن کبھی اجزاء منفصلہ میں بھی عظیم استعمال ہوتا ہے اس وقت عظیم بمعنی کثیر ہوتا ہے (مفردات) الذی: اسم موصول برائے واحد مذکر، هم ضمیر مرفوع منفصل برائے جمع مذکر غائب۔ فیه: میں فی حرف جار ہے،ہ ضمیر مجرور متصل برائے واحد مذکر غائب، مختلفون صیغہ اسم فاعل جمع مذکر سالم از افتعال ۔ کَلَّا حرف ردع ہے یعنی ڈانٹ کے لئے اور کسی قائل کے قول کے رد کے لئے آتا ہے، یہ بمقابلہ ای (جی ہاں) استعمال ہوتا ہے،سیعلمون میں س اپنے مدخول مضمون کو قریب بتانے کے لئے اور تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے،یعنی س کا مدخول مضمون جلدی ظاہر ہونے والا ہے۔ یعلمون: فعل مضارع معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از باب سمع ہے،یعلمون کا مفعول حذف کیا گیا اظہار ہیبت وعظمت کے لئے،اس کے بعد ثم کلاسیعلمون میں ثم حرف عطف ہے جو اپنے مابعد کو ماقبل سے مؤخر ہونے کو بتانے کے لئے ہوتا ہے چاہے اس کا مؤخر ہونا ذات کے اعتبار سے ہو یا مرتبہ کے اعتبار سے ہو یا محض ذکر کے اعتبار سے۔

تفسیر:

ربط: سورۃ المرسلات میں قیامت اور اُس کے حالات ذکر ہیں، اس سورت میں بھی قیامت کا اثبات اور اُس کے حالات اور اُس میں جزاوسزا کا ذکر ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز ﷫ فرماتے ہیں لفظی ربط بھی ہے کہ سورۃ المرسلات میں اذا السماء فرجت ہے یہاں فتحت السماء ہے، اُس میں الم نجعل الارض کفاتا ہے یہاں الم نجعل الارض مهٰدًا ہے، وہاں جعلنا فیها رواسی ہے یہاں والجبال اوتادًا ہے، وہاں اسقینا کم ماءً فراتا ہے یہاں انزلنا من المعصرات ماءً ثجاجًا ہے، نیز دونوں میں یوم الفصل اور دونوں میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے

(تفسیر عزیزی پارہ عم ص ۱)

عم یتساءلون: جب رسول کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ نے اہل مکہ کو قرآن سنایا قیامت آنے کی خبر دی اور عقیدہ توحید کی دعوت دی تو قیامت (بعث بعد الموت) سے متعلق کفار ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ حضرت محمد ﷺ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا کیا تذکرہ کرتے ہیں؟ تو اس بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں واللہ اعلم (قرطبی)

فرمایا "کس چیز کے بارے میں وہ لوگ پوچھتے ہیں" یعنی وہ تو اتنی ہولناک اور ڈر کی چیز ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے آدمی کو ڈر لگنا چاہیئے یہ لوگ بطور مذاق ایسی چیز کا سوال کرتے ہیں؟،

جس طرح سمجھانے والا مثلاً استاذ یا والد اظہار شفقت کے لئے جس بات کو سمجھانا چاہتا ہے اول سوال کرتا ہے پھر وہ بات سمجھاتا ہے، یہاں اللہ تعالی نے بھی وہی اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ عم یتساءلون سے قیامت کے متعلق سوال کا انداز اختیار فرمایا، پھر قیامت کے اثبات کے لئے دلائل بیان فرمائے۔

یتساءلون : مکہ والے لوگ بطور مذاق پوچھتے ہیں۔

سوال: یتساءلون میں ضمیر فاعل کا مرجع اہل مکہ ہیں، ماقبل میں اہل مکہ کا ذکر نہیں تو وہ

مرجع کیسے ہوئے؟

جواب: چونکہ وہی قیامت کے منکر تھے اس لئے حاضر فی الذہن ہوئے تو ان کو مرجع بنانا درست ہوا۔

النباء العظیم: کی تفسیر میں کئی قول ہیں ۔راجح یہ ہے کہ نباء عظیم سے مراد قیامت ہے، یہی صحیح قول ہے کیوں کہ اگلی آیات اُسی کی حقانیت کے اثبات کے لئے ہیں جس کو نباء عظیم سے ذکر کیا گیا اور ظاہر ہے کہ اگلی آیات سے قیامت کا حال اور اثبات ہے۔ (روح المعانی ۳۰/۴) دوسرا قول یہ ہے کہ مراد قرآن مجید ہے۔

الذی ھم فیہ مختلفون: اسم موصول کا صلہ جملہ اسمیہ لانے سے اشارہ ہے کہ ان لوگوں نے ہمیشہ اس اختلاف پر رہنا ہے، کیوں کہ جملہ اسمیہ میں دوام وثبات کا مفہوم ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ جو اپنے باطل نظریہ کو حق سمجھتا ہے وہ اُس سے ہٹنے کو تیار نہیں ہوتا۔

کلاسیعلمون ۞ ثم کلاسیعلمون: کَلَّا حرف ردع ہے مقصود یہ ہے کہ بعث بعد الموت ایسی چیز نہیں جس میں شک کیا جائے یا انکار کیا جائے، اور ایک دوسرے سے پوچھیں، عنقریب اُنہیں علم ہو جائے گا کہ قیامت حق ہے، بلاشک ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ کَلَّا ردع کے لئے نہیں بلکہ حقًا کے معنی میں ہے۔

سیعلمون: دونوں ایک فعل ہیں درمیان میں ثم حرف عطف ہے، ممکن ہے کہ دونوں فعلوں میں ایک ہی قسم کا علم مراد ہو اور دوسرا سیعلمون پہلے کے لئے محض تاکید ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کی مراد میں فرق ہو کہ معطوف ومعطوف علیہ میں تغایر ہوتا ہے اور تاسیس تاکید سے اولی ہے، پھر فرق کی تقریر کئی طرح کی گئی ہے۔

اول: علم عذاب شدید کے وقت اور دوسرا عذاب اشد کے وقت ہو جیسے فرمان الٰہی ہے زدناھم عذابًا فوق العذاب. کلما خبت زدناھم سعیرًا . لن نزید کم الا عذابًا.

دوم: پہلا علم نزع کی سختی اور قبر کے عذاب کے وقت، اور دوسرا دوزخ کے عذاب کے وقت (روح المعانی وغیرہ)

سوم:　اول قیامت میں دوسرا جہنم میں ہوگا (حسن)

چہارم اول سیعلمون کی ضمیر فاعل کافروں کی طرف راجع ہے کہ کافر جان لیں گے جب جہنم میں جائیں گے، دوسرے سیعلمون میں ضمیر فاعل مومنوں کی طرف راجع ہے کہ مومنین بھی جان لیں گے جب جنت میں جائیں گے (ضحاک، تفسیر الماوردی)

سوال:　سورۃ التکاثر میں سوف تعلمون ہے یہاں سیعلمون ہے۔ سوف میں تاخیر زیادہ ہونے کا معنی ہے اور س میں جلدی بلا تاخیر کا معنی ہے، تو اگر قیامت نزدیک ہے تو سوف کیوں استعمال ہوا، اور اگر دور ہے تو س کیوں استعمال ہوا؟

جواب: سورۃ التکاثر میں براہ راست کافر مخاطب ہیں جو اپنے خیال میں قیامت کو بہت دور سمجھتے تھے تو ان کے خیال کے مطابق سوف لایا گیا، اور یہاں مومنین کو کافروں کا حال بتایا گیا ہے اور مومنین قیامت کو نزدیک سمجھتے ہیں اس لئے س استعمال ہوا۔

(تفسیر عزیزی پ عم ص ۴، ۵)

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿٦﴾ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا

کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو بچھی ہوئی، اور پہاڑوں کو میخیں؟، اور تم کو جوڑے بنا کر پیدا کیا، اور تمہاری

نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَبَنَيْنَا

نیند کو موت جیسا بنایا، اور رات کو پردہ میں چھپانے والی بنایا، اور دن کو زندگی کا وقت بنایا، اور تمہارے

فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ

اوپر سات مضبوط آسمان بنائے، اور ہم نے خوب روشن چراغ بنایا، اور ہم نے بھرے بادلوں سے

مَاءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ﴿١٦﴾

بکثرت پانی اتارا، تاکہ ہم اس کے ذریعے نکالیں غلے اور سبزہ، اور گھنے باغات۔

لغوی تحقیق:

أ: الم نجعل کے شروع میں أ ہے اس کو ہمزہ استفہام یا استخبار کا کہتے ہیں موقع محل

کے مطابق اس کی کئی اغراض ہوتی ہیں انکار، نفی، شرمندہ کرنا، برابری بیان کرنا، اگر کلام منفی پر داخل ہو تو اثبات کا فائدہ دیتا ہے جس کو استفہام تقریری کہتے ہیں، اور مثبت پر داخل ہو تو نفی کا فائدہ دیتا ہے، جس کو استفہام انکاری کہتے ہیں (مفردات راغب) یہاں استفہام تقریری ہے۔لم حرف نفی جحد کا ہے، جو حروف جازمہ میں سے ہے مدخول کو مجزوم بناتا ہے، اور مضارع پر داخل ہو کر اس کو ماضی منفی کے معنی میں کرتا ہے۔لم نجعل کا معنی ''ہم نے نہیں بنایا'' لم نجعل: فعل جحد معلوم از فتح، صیغہ جمع متکلم، فعل جعل بمعنی صار و طفق استعمال ہو تو متعدی نہیں ہوتا لازم ہوتا ہے، اوجدَ کے معنی میں ہو تو متعدی بیک مفعول ہوتا ہے، بمعنی صَیَّرَ ہو تو متعدی بدو مفعول ہوتا ہے یہاں بمعنی صیّر استعمال ہے اس لئے آگے دو مفعول ذکر ہیں (مفردات) الارض: سماء کے مقابل ہے جمع ارضون ہے قرآن پاک میں اس کی جمع نہیں آئی احادیث میں ذکر ہوئی ہے، کبھی بطور مجاز نیچے والی چیز کو ارض اور اوپر والی کو سماء سے تعبیر کرتے ہیں۔مهادا: مهد اور مهاد مصدر ہیں دونوں کا ایک ہی معنی ہوتا ہے بچھائی ہوئی چیز جس کو روندا جائے، بطور ظرف مکان استعمال ہوتے ہیں جیسے بچے کو سلانے کے لئے جو جگہ بنائی جائے اور ماں کی گود اس کو مهد کہتے ہیں جیسے مقولہ ہے اطلبوا العلم من المهد الی اللحد. و الجبال: واوٌ حرف عطف کا ہے، الجبال: جبل کی جمع ہے پہاڑ، کسی اچھی بات پر ڈٹ جانے والے کو بھی بطور تشبیہ جبل کہتے ہیں، اوتاد: وَتِد کی جمع ہے بمعنی میخ، خلقنا: ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم از نصر بمعنی چیز کی اصل اور مادہ نہ ہوتے ہوئے چیز کو بنالینا، کبھی ایک چیز سے دوسری چیز بنانے میں بھی استعمال ہوتا ہے، پہلے معنی میں اللہ تعالی کے سوا کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا، دوسرے معنی میں غیر اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے و اذ تخلق من الطین کهیئة الطیر. انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر و هم یُخْلَقُون (مفردات) کُمْ ضمیر منصوب متصل برائے جمع مذکر حاضر ہے۔ازواج: زوج کی جمع ہے ہر دو مرد و عورت (میاں بیوی) زوجان ہیں یہاں کُمْ ضمیر جمع پر حمل کرنے کے لئے ازواج جمع لایا گیا، زوج کا اطلاق نر مادہ دونوں پر ہوتا ہے، اس لئے جب مادہ پر اطلاق

ہوتو قرینہ کے لئے علامت مؤنث ساتھ لگا کر زوجہ بولتے ہیں۔ازواج بمعنی مختلف اقسام بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ثمانیۃ ازواج. جعلنا: فعل ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم از فتح ۔نوم : نیند، اصل میں نوم دماغ کی طرف چڑھنے والے بخارات کی رطوبت کے ذریعے دماغ کے اعصاب کے ڈھیلا ہونے کا نام ہے، اس لئے جولوگ مجاہدے اور محنت کے کام کرتے ہیں اُن میں رطوبات کم ہونے کے سبب نیند کم ہوجاتی ہے۔ سُبَاتْ: کے کئی معنی آتے ہیں بمعنی موت، اور بمعنی کام سے رکاوٹ، ہفتہ کے دن کو سبت کہتے ہیں کیوں کہ نظام کائنات کے سب انتظامات ہفتہ کے دن سے پہلے جمعہ کے دن تک مکمل ہو گئے تھے، یہاں موت کا معنی ارجح بتایا گیا ہے (روح المعانی ۸/۳۰، تفسیر کبیر وغیرہ) اللیل: لیلۃ بھی بولا جاتا ہے بمعنی رات اس کی جمع لیال لیائل لیلات ہے ۔لباسًا: لباس وہ چیز جو پہنی جائے۔النھار: لیل کا مقابل ہے بمعنی دن، صبح صادق سے غروب آفتاب تک کا وقت نھار ہے۔معاشًا: مصدر میمی ہے بمعنی زندگی، یا اسم ظرف زمان ہے بمعنی دن معاش اور روزگار کا وقت ہے۔بنینا: ضرب سے ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم بمعنی تعمیر کرنا۔فوق: کئی معنی ہیں، اوپر، اونچا، بڑھیا، بلند، یہ جسم، عدد، درجہ، زمان ،مکان ہرایک کے لئے موقع محل کے مطابق استعمال ہوتا ہے۔ سبع: سات عدد۔ شداد: مضبوط بناوٹ والی چیز۔سراج: چراغ، ہر روشنی کرنے والی چیز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، حسن میں سورج کو چراغ سے تشبیہ دینے کے لئے اس کو سراج فرمایا گیا۔ وھاج: خوب روشن و چمکنے۔انزلنا: فعل ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم از اِفعال اوپر سے نیچے کی طرف اتارنا چاہے چیز کی ذات کو اتارا جائے یا اس کے اسباب کو، انزال عام ہے چاہے چیز یک بارگی مکمل اتاری جائے یا تھوڑی تھوڑی کرکے اتاری جائے ، اور تنزیل خاص ہے تھوڑی تھوڑی کرکے اتارنا۔مِنْ :حرف جار ہے۔المعصرات: معصرۃ کی جمع ہے صیغہ اسم فاعل جمع مؤنث سالم از افعال وہ بادل جو بارش برسانے کے قریب ہوں، یا گرد اڑانے والی ہواؤں والے بادل جو ضرور بارش برساتے ہیں۔ماء: اور ماہ بمعنی پانی، اصل میں مَوَہٌ ہے پھر واؤ الف سے بدلی اور ھا کبھی حذف ہوتی ہے، اور کبھی

اس کی جگہ ھمزہ ذکر ہوتا ہے، ماہ اور ماء اور ما تینوں آتے ہیں۔ ثجاج: بکثرت بہنا۔ لِ: لام تعلیلیہ ہے جس سے مقصود ما قبل کی علت بیان کرنا ہوتا ہے، اِس لام کے بعد اَنْ مصدر یہ مقدر ہوتا ہے اس لئے اَنْ مقدر کے سبب لام کا مدخول منصوب ہوتا ہے، اس لئے یہاں نخرج منصوب ہے۔ نخرج : مضارع معلوم صیغہ جمع متکلم از افعال، بمعنی نکالنا، ظاہر کرنا۔ بِہٖ: با حرف جار۔ ہٖ ضمیر مجرور متصل برائے واحد مذکر غائب۔ حبًّا: دانہ دار غلہ ،گندم جَو وغیرہ۔ نباتًا: ہر وہ چیز جو زمین سے نکلے چاہے تنا والی ہو جیسے درخت یا بغیر تنا ہو جیسے بوٹیاں، عرف عام میں بغیر تنا والی بوٹیوں سے خاص ہو گیا، عام لوگوں نے نبات اس گھاس سے خاص کر دیا ہے جو جانور کھاتے ہیں یہاں آیت میں یہی مراد ہے۔ جنات :جنۃ کی جمع ہے، جنت ہر وہ باغ ہے جو درختوں سے زمین چھپا دے، بہشت کو جنت یا اس لئے کہتے ہیں کہ وہ زمین کے باغوں کی طرح ہوگی اگر چہ دنیا کے باغوں اور بہشت میں بہت ہی فرق ہے، یا اس لئے جنت کہتے ہیں کہ جیسے باغ کے درختوں سے زمین چھپ جاتی ہے ایسے بہشت ہم سے چھپی ہوئی ہے، اور بہشت کے لئے قرآن مجید میں لفظ جنّات جمع اس لئے آیا کہ بہشت ایک نہیں سات بہشتیں ہیں (مفردات)۔ الفافًا: بکثرت درخت ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے، اور ایک دوسرے میں گھسے ہوئے۔ (مفردات، روح المعانی)

تفسیر:

ربط : ماقبل میں قیامت کے منکروں کا انکار ذکر ہوا کلا سیعلمون سے انکار پر حاکمانہ رد کیا گیا، اب حکیمانہ طریقے سے قیامت قائم ہونے پر دلائل بیان کئے جا رہے ہیں

تو ان آیات میں اللہ تعالی نے اپنی قدرتِ عامہ بیان کر کے بعث بعد الموت کو ثابت کیا کہ جس اللہ تعالی نے یہ سب کام کئے اور تم بھی مانتے ہو کہ اللہ نے کئے تو وہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، یا اللہ تعالی حکیم ذات ہے اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا تو اگر کائنات کی چیزوں اور انسانوں کی فنا کے بعد وہ انصاف کا دن نہ ہو جس میں اچھے، برے، نیک اخلاق والا اور بد اخلاق، فرمانبردار نافرمان ممتاز نہ

ہوں تو یہ سب نظام چلانا بیکار ٹھہرے گا جس سے اللہ پاک ہے۔

زمین کی تخلیق، زمینوں کی تعداد:

الم نجعل الارض مھاداً: کیا ہم نے زمین کو بچھی ہوئی نہیں بنایا یعنی زمین کو بچھی ہوئی بنایا ہے جس طرح بستر پر آدمی آرام کرسکتا ہے، لیٹ سکتا ہے زمین پر بھی لیٹ سکتا ہے، زمین صرف ایک نہیں سات ہیں جیسا کہ خلق سبع سموات و من الارض مثلھن میں ذکر ہے حدیث میں رب السموات السبع و رب الارضین السبع آیا ہے (نسائی کبری ح ٨٧٧٥) لك الحمد ملء السموات السبع و ملء الارضین السبع (ابن ابی شیبة ح ٢٨٩٠) من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقه خسف به یوم القیامة الی سبع ارضین (مشکوٰۃ) مشہور حدیث ہے، چوں کہ قرآن مجید کا مخاطب عام ان پڑھ آدمی بھی ہے اور وہ ایک زمین جانتا ہے، اس لئے اللہ تعالی نے سب انسانوں کے علم کے مطابق ارض مفرد ذکر کیا جمع ذکر نہیں کیا، گویا اس سے کلموا الناس علی قدر عقولھم کی تعلیم بھی ہے، اور چونکہ اولیں مخاطب لوگوں نے آسمانوں کا سات ہونا سن رکھا تھا اس لئے آسمان جمع لائے اور سات کا عدد ذکر فرمایا،

پہاڑوں کی تخلیق:

والجبال اوتاداً: اور پہاڑوں کو میخیں بنایا کیوں کہ زمین پانی پر ہے، اور اُس کے اندر جوش مارنے والے مادے، اور مختلف مزاج کے معدنیات ہیں، تو وہ ہلتی رہتی، اور ٹھہرنا، بسنا اور زمین سے دوسرے منافع حاصل کرنا مشکل تھا تو اللہ تعالی نے زمین پر پہاڑ رکھ دیئے القی فی الارض رواسی ان تمید بکم، تو پہاڑ زمین کے لئے مضبوطی اور ٹھہراؤ کا ذریعہ بنے جیسے میخوں کے ذریعے متعدد لکڑیاں باہم مل کر مضبوط دروازے وغیرہ بن جاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالی نے زمین کو پیدا کیا تو ہلنے لگی تو اللہ تعالی نے پہاڑ پیدا کر کے اس پر ڈالے تو ٹھہر گئی تو فرشتوں نے

پہاڑوں کی تخلیق سے تعجب کیا اور عرض کیا کہ کیا آپ کی مخلوق میں پہاڑوں سے زیادہ مضبوط کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں لوہا ہے، عرض کیا لوہے سے زیادہ مضبوط کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں آگ ہے، عرض کیا آگ سے زیادہ مضبوط؟ فرمایا ہاں پانی ہے، عرض کیا پانی سے زیادہ مضبوط؟ فرمایا ہاں ہوا ہے، عرض کیا ہوا سے بھی زیادہ مضبوط کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں انسان جو دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ کرے کہ بائیں سے بھی چھپالے (یہ ہوا سے بھی تیز و مضبوط ہے) (ترمذی ح ۳۳۶۹، مسند احمد ح ۱۲۲۵۳)

پہاڑوں کی تخلیق اتوار کے دن ہوئی (مسلم ح ۲۷۸۹/۲۷) سب سے پہلا پہاڑ جبل ابی قبیس ہے (مستدرک ۳۸۸۹، اخبار مکۃ للفاکہی ۳/۱۸۹، رقم ۲۰۰۳، اخبار مکۃ للازرقی ۱/۳۲)

سوال: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے بغیر پہاڑوں کے بھی زمین کو ٹھہرا سکتے ہیں، پھر پہاڑوں کو اس مقصد کے لئے کیوں بنایا؟

جواب: اس لئے کہ جیسے دنیا کے سارے کاموں کو اسباب سے جوڑ دیا ہے، زمین کے ٹھہراؤ کو بھی اِس سبب سے جوڑ دیا، پھر اگر پہاڑ نہ ہوتے تو پہاڑوں کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے وہ نہ ہوتا، نیز صرف زمین سے بھی قدرتِ الٰہی کا اظہار ہوتا، لیکن پہاڑ بھی بہت سی نعمِ الٰہیہ کو اپنے اندر لئے ہوئے اور خود بھی نعمت ہیں، اس لئے اِس نعمت سے بھی انسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کر دیئے۔

انسانوں کے جوڑے بنائے:

وخلقناکم ازواجًا: اور تم کو پیدا کیا جوڑے جوڑے یعنی نر مادہ، مرد و عورت، تا کہ تمہارا توالد و تناسل ہو اور انسان بڑھیں، اور کاروبار زندگی بہتر چلے، مرد کمائے، گھر کی دیکھ بھال کرے، عورت گھریلو کام کاج سنبھالے، بچوں کی تربیت کرے، دونوں ایک دوسرے کے سکون و راحت کا سبب بنیں۔

اور خلقناکم ازواجًا میں یہ مفہوم بھی داخل ہے کہ پیدا کیا تم کو مختلف رنگوں اور مزاجوں اور زبانوں اور حالات والے بنا کر، معلوم ہوا کہ اللہ عام القدرت و تام القدرت

ہے تو جو یہ کرسکتا ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے تو دوبارہ کیوں زندہ نہیں کرسکتا؟

نیند نعمت:

وجعلنا نومکم سباتًا: اور ہم نے بنایا تمہاری نیند کو موت جیسا، یا راحت، سبات کا معنی موت کی مثل، اور راحت اور عمل سے بندش بھی کیا گیا، نیند بھی راحت کا سبب ہے، اور ہر کام اور حرکت سے رکاوٹ ہے، اور موت بھی عمل سے رکاوٹ اور نیک کے لئے راحت کا سبب ہے، تو نیند کو موت سے تشبیہ دیتے ہوئے نیند کو سبات فرمایا گیا کیوں کہ النوم اخو الموت نیند موت کی مثل ہے (الزھد لابن المبارك، شعب الایمان ح ۴۴۱۶) یعنی اس بات میں موت کی مثل ہے کہ دونوں عمل سے رکاوٹ ہیں۔

نیند نعمت ہے کہ بیداری میں جو تھکاوٹ اور سستی ہوتی ہے نیند اُس کو ختم کر کے چست کر دیتی ہے، اگر نیند نہ ہوتی مسلسل محنت کر کے انسان کام کاج سے بے کار ہو جاتا،

رات بھی نعمت:

وجعلنا الليل لباسًا: اور ہم نے رات کو لباس (کی طرح) بنایا، یعنی جس طرح لباس سے جسم چھپ جاتا ہے ایسے رات کے اندھیرے سے مخلوق چھپ جاتی ہے، یا جیسے لباس سے جسم چھپاتے ہو رات کو لحاف سے اپنے کو چھپاتے ہو۔

رات کا لباس کئی طرح نعمت ہے، اپنے محبوب اللہ تعالی سے ملاقات اور ہم کلامی کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے سب رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں، مخلصین کے اخلاص کو آسان کرنے کے لئے ریاکاری کے اسباب خود بخود بند ہو جاتے ہیں، اپنی محبوب بیوی سے ملاپ کے لئے بہتر موقع میسر آتا ہے۔

اِس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالی اتنا مہربان ہے کہ بندے کے اچھے برے پر پردہ ڈالتا ہے، اور پردے کے اسباب پیدا کرتا ہے، یہ پھر انسان کی ناسمجھی کہ وہ خود اپنے عیب ظاہر کرے، یا اُس کا ہمراز اُس کے عیب ظاہر کرے، ورنہ اللہ تعالی تو خود بھی پردہ ڈالتے ہیں، اور خود انسان کو بھی اور اُس کے ہمراز کو بھی عیبوں پر پردے کا حکم دیتے ہیں، اور پردہ ڈالنے

والے سے خوش ہوتے ہیں،

اندھیرے میں ننگے حال میں نماز:

بعض نے اِس آیت سے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر آدمی رات کو تاریک گھر میں ننگے نماز پڑھ لے تو اُس کی نماز صحیح ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو لباس فرمایا تو اندھیرا ایسے شخص کے لئے ستر بن جائے گا اور وہ ننگے کے حکم میں نہیں ہوگا، مگر یہ استدلال بالکل غلط ہے کیوں کہ سترِ عورت نماز کے لئے ہر حالت میں فرض ہے چاہے اندھیرا ہو یا روشنی، اور کوئی مسلمان اِس کا قائل نہیں کہ روشنی میں تو سترِ عورت فرض ہے اور اندھیرے میں فرض نہیں، لہٰذا آیت سے یہ استدلال اجماعِ امت کے خلاف ہے، اور کسی آیت کا وہ مفہوم ہرگز معتبر نہیں جو اجماعِ امت کے خلاف ہو۔ (احکام القرآن لابن العربی)

نکاح کی مجلس رات کے وقت:

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تفسیر عزیزی پارہ عم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کسی نے پوچھا کہ عقد نکاح کی مجلس رات کو ہونی چاہیے یا دن کو؟ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں رات کو لباس فرمایا اور سورہ بقرہ میں بیویوں کو بھی لباس فرمایا هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ تو ایک لباس کو دوسرے سے پوری مناسبت ہے (عزیزی پ عم ص ۸)

دن کی نعمت:

و جعلنا النهار معاشًا: اور ہم نے دن کو زندگی بنایا، نیند جیسی موت سے بیدار کر کے زندگی دے دی، معلوم ہوا کہ روشنی زندگی ہے، اندھیرا موت ہے، اِسی سے روحانی زندگی و موت سمجھ آتی ہے، علم، اللہ تعالیٰ کی معرفت، ذکرُ اللہ روح کی روشنی ہے، یہ چیزیں روح کو زندگی اور چین بخشتی ہیں، اور جہالت، اللہ تعالیٰ سے لاعلمی اور غفلت روح کے لئے اندھیرا ہے، یہ روح کی موت ہیں، ظاہری روشنی بھی نعمت ہے، باطنی روشنی بھی نعمت ہے۔

معاش: ظرف ہو تو معنی ہے دن کو معاش کا وقت بنایا جس میں تم لوگ روزگار کے

اسباب سے زندگی کی ضروریات حاصل کرتے ہو، یہ معنی ماقبل آیت سے تب مناسبت رکھے گا جب سبات بمعنی عمل سے بندش ہو یعنی ہم نے نیند کو عمل سے رک جانے کا ذریعہ بنایا اور دن کو عمل و محنت کرنے کا ذریعہ بنایا، رات کی نیند اور پھر دن میں بیداری موت کے بعد زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

دن کو معاش فرمانے سے اشارہ ہے کہ اللہ تعالی رازق ہے، مگر اللہ تعالی کا قانون یہ ہے کہ رزق و معاش کے لئے اسباب بنائے ہیں، اُن اسباب کے اختیار کرنے سے رزق عطا کرتے ہیں، بغیر اسباب رزق عطا کرنا اللہ تعالی کا قانون نہیں ہے، ہاں اللہ تعالی اپنے کسی قانون کا پابند بھی نہیں وہ چاہے تو بلا اسباب روزی کا انتظام کردے، جو شخص اللہ تعالیٰ سے بغیر اسباب رزق لینے پر اصرار کرتا ہے، اللہ تعالی کے اِس قانون پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے، ہاں انسان یوں مانگ سکتا ہے کہ یا اللہ میرے لئے رزق حلال کے اسباب آسان فرما، نبی کریم ﷺ کی دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَ سَهِّلْ لَنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ. اے اللہ! ہمارے لئے رحمت کے دروازے کھول دے اور رزق کے دروازے آسان فرمادے (آمین)

سات آسمان اور اُن کی تخلیق:

وبنينا فوقكم سبعًا شدادًا: اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط بنائے یعنی سات آسمان مضبوط بنائے، جو باوجود ستونوں پر قائم نہ ہونے کے نہ گرتے ہیں نہ پھٹن ہوتی ہے و جعلنا السمآء سقفًا محفوظًا. فارجع البصر هل ترىٰ من فطور. ثم ارجع البصر كرتين الأية، آسمان خیمہ کی طرح کھڑے ہیں۔

چونکہ یہ آیات الم نجعل کے استفہام کے تحت ہیں اس لئے اس سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ آسمان سات ہونے سے واقف تھے چاہے علم کا ذریعہ کچھ بھی ہو (روح المعانی ۹/۳۰) اور یہ بھی ممکن ہے کہ و خلقنا کم سے آگے کی آیات استفہام کے تحت نہ ہوں، یا استفہام تقریری ہونے کی وجہ سے تقدیر عبارت جعلنا الاض مهادا

و الجبال او تادا الخ ہوتو پھر اللہ تعالیٰ کا مقصود خبر دینا ہوگا کہ ہم نے تمہاری خاطر یہ سب کام کئے، اس صورت میں سات آسمانوں کا پہلے علم ہونا ضروری نہیں (روح المعانی)

سورج کی نعمت، اور سورج کا محل وقوع:

و جعلنا سراجًا وّھاجًا: اور ہم نے بنایا چراغ خوب چمکتا ہوا جوش مارتا ہوا، یعنی جس میں روشنی بھی ہے اور گرمائش بھی ہے، مراد سورج ہے، سورج کو چراغ سے حسن میں تشبیہ دینے کے لئے سراج فرمایا گیا، سورج کہاں پر ہے؟

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ظاہر نصوص سے آفتاب کا آسمانِ اول پر ہونا معلوم ہوتا ہے''۔

(خطبات ۱۸، مفاسد گناہ صفحہ ۱۴۴)

امام احمد بن الحسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۵۸ ھ) اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

خلق اللہ سبع سموات و خلق فوق السابعة الماء و جعل فوق الماء العرش وجعل فی السماء الدنیا الشمس و القمر و النجوم و الرجوم.

(الاسماء والصفات ص ۴۰۷، ح ۸۵۳ باسناد صحیح)

اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے، ساتویں آسمان کے اوپر پانی بنایا، پانی کے اوپر عرش بنایا، اور آسمانِ دنیا میں سورج، چاند، ستارے اور رجوم (شیاطین کو مارے جانے والے سیارے) بنائے۔

ظاہر ہے کہ صحابی ایسی بات اپنی طرف سے بیان نہیں کرسکتا، اس لئے صحابی کا ایسا فرمان حدیثِ نبوی کے حکم میں ہے۔

امام ابن مردویہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما السماء الدنیا فانّ اللہ خلقها من دخان و جعل فیها سراجا و قمرا

منیرا و زینھا بمصابیح الحدیث (ذیل الصواعق لمحو الاباطیل و المخارق للعلامۃ حمود بن عبداللہ بن حمود تویجری م ۱۴۱۳ھ صف ۱۱۱)

آسمانِ دنیا کو اللہ تعالی نے دھوئیں سے پیدا کیا، اور اُس میں سورج اور روشن چاند بنایا اور اُس کو چراغوں (ستاروں) سے مزیّن کیا۔

یہ روایات صریح ہیں کہ سورج آسمانِ دنیا پر ہے، اس لئے یہی سمجھنا چاہیئے۔

البتہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ سورج چوتھے فَلَک میں ہے اور افلاک اہل شرع کے نزدیک آسمانوں کے سوا ہیں (فتح الباری ۶/ ۳۴۰) جس کا مطلب یہ ہے کہ افلاک آسمانوں سے نیچے کی چیزیں ہیں، گو اہل شرع اُن افلاک کو آسمانوں کے ماسوا مخلوق مانتے ہیں، مگر اہل ہیئت اُنہی افلاک کو آسمان کہتے ہیں، اس طرح اہل شرع و اہل ہیئت دونوں اس پر متفق ہوئے کہ سورج آسمانِ دنیا سے نیچے ہے، پھر نیچے جہاں ہے اُسی کو اہل ہیئت چوتھا آسمان کہہ دیتے ہیں، اور اہل شرع چوتھا فلک کہتے ہیں۔

بادلوں سے بارش:

وانزلنا من المعصرات ماءً ثجّاجًا: اور ہم نے بھرے بادلوں سے بکثرت پانی برسایا۔ **معصرات:** کا معنی نچڑنے والے کیوں کہ پانی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ **ثجاج:** بکثرت بہنے والے کو کہتے ہیں جیسے حدیث میں ہے **افضل الحج العج والثج** افضل حج وہ ہے جس میں تلبیہ میں خوب آواز بلند کی جائے، اور (قربانی کے جانور کا) خوب خون بہایا جائے، اِس میں ثج کا معنی خوب خون بہانا ہے۔

سوال: یہاں فرمایا کہ ہم نے بھرے بادلوں سے خوب پانی بہایا، یعنی بارش بادل میں سے نکلتی ہے، جب کہ دوسری جگہ ہے **وانزل من السمآء ماء** اللہ تعالی آسمان سے بارش برساتا ہے، اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش آسمان سے ہوتی ہے، تو تعارض ہے؟

جواب: دونوں باتوں میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ (۱) بارش اول آسمان سے بادل میں آتی ہے پھر بادل سے زمین پر آتی ہے۔ (۲) اور اگر بارش بادل سے آتی ہو، آسمان سے نہ

آتی ہو تو بادلوں سے اُس کے برسنے کا سبب اسباب سماویہ ہیں کہ بادلوں میں سورج کی حرارت پہنچتی ہے، جس سے بارش قطرات بن کر برستی ہے، تو سورج سماوی چیز ہے اس لئے مجازاً بارش کی نسبت آسمان کی طرف کی گئی۔ (۳) نیچے کی چیزوں کی بہ نسبت اوپر کی چیزوں پر سماء کا اطلاق ہوتا ہے، یہاں بادل پر ہی سماء کا اطلاق ہوا ہے کیوں کہ ہم سے کافی اوپر ہوتا ہے۔

لنخرج بہ حبا و نباتًا. و جنّٰت الفافًا: تا کہ ہم پانی کے ذریعے نکالیں غلہ اور سبزہ اور ایک دوسرے میں گھسے ہوئے درختوں والے باغات، اس میں اللہ تعالی نے بارش کا فائدہ بیان فرمایا، انسان کی اپنی ضرورت کی چیز غلہ کو اللہ تعالی نے پہلے ذکر کیا، انسان کے خادم یعنی جانوروں کی خوراک کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا، اور باغات جن سے پھل حاصل ہوتے ہیں ان کو تیسرے نمبر پر ذکر کیا کیوں کہ پہلی دو چیزوں کی ضرورت زیادہ ہے پھل تو محض بطور تلذذ کھائے جاتے ہیں، تو حبًا و نباتًا و جنّٰتٍ کے ذکر میں درجوں کی ترتیب کا لحاظ کیا گیا۔

اور اِس آیت میں زمین سے اگنے والی کُل چیزوں کو تین قسم بنا کر سب کو ذکر کر دیا گیا، اول: تنے والی چیزیں، اور وہ بھی ایسی کہ جب ایک دوسرے میں گھسیں اور بکثرت ہو جائیں اِس کو باغ کہتے ہیں، ثانی: وہ جس کے دانے غلافوں میں چھپائے گئے ہوں جیسے غلہ۔ ثالث: وہ چیزیں جن کا نہ تنا ہو نہ غلاف ہو جیسے گھاس۔

فائدہ: لنخرج کا ل مصلحت کے لئے ہے، غرض کے لئے نہیں ہے، معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے افعال اللہ تعالیٰ کی کسی غرض سے وابستہ ہیں، وہ ل کو غرض کے لئے لیتے ہیں، اہل حق کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے افعال سے اس کی ذات کی کوئی غرض نہیں، ناقص ذات کے افعال معلل بالاغراض ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اِس سے پاک ہے۔

دلائل قدرت قیامت کی دلیل:

حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے اپنی یہ مصنوعات ذکر فرما کر قیامت میں زندہ ہونے پر دلیل

قائم کی ہے، اُس کی تقریر اس طرح ہے:

(۱) کہ جو اللہ بغیر نمونے کے یہ سب چیزیں بنانے پر قادر ہے اور اِس کو تم مانتے ہو وہ اللہ تعالی انسانوں کو ایک بار پیدا کرنے کے بعد (جب فنا ہو جائیں گے) ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اولی قادر ہے وهو الذی يبدأُ الخلق ثم يعيده وهو اهونُ عليه.

(۲) ان نعمتوں سے نفع اٹھانے میں سب شریک ہیں کافر و مسلمان، نیک و بد اور ان میں کوئی فرق نہیں تو ایک ایسا دن ہونا ضروری ہے جس دن فرق ہو جائے اور وہ قیامت کا دن ہے۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿١٧﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَفُتِحَتِ
بیشک فیصلے کا دن مقرر ہے، جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو تم لوگ جماعت در جماعت آ ؤ گے، اور آسمان کھول
السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾
دیئے جائیں گے تو دروازے ہو جائیں گے اور پہاڑ چلا دیئے جائیں گے تو ریت (کی طرح) ہو جائیں گے

لغوی تحقیق:

اِنَّ: حرف از حروف مشبہ بالفعل، فعل کے ساتھ مشابہت تعداد حروف میں ہے کہ فعل میں کم از کم تین حرف ہوتے ہیں اور اس میں بھی تین حرف ہیں همزہ اور دو نون، معنی میں بھی فعل کے مشابہ ہے کہ اِنَّ بمعنی حقَّقَ یا حقَّقْتُ۔ یوم: طلوع آفتاب سے غروب تک کا وقت، کبھی مطلق وقت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ الفصل: دو چیزوں میں سے ایک کو دوسری سے اس طرح جدا کرنا کہ دونوں کے درمیان فاصلہ ہو جائے، قیامت کے دن نافرمان و فرمانبردار جدا کر دیئے جائیں گے اس لئے اس کو یوم الفصل کہتے ہیں۔ کَانَ: فعل از افعال ناقصہ، بطور فعل تام بھی استعمال ہوتا ہے، اگر ناقص ہو تو معنی ہے تھا وہ دن اللہ کے علم میں مقرر وقت پر، اور فعل تام ہو تو معنی ہے کہ وہ دن ہے مقرر وقت پر، یا کان بمعنی یکون ہو تو معنی ہے وہ دن ہوگا مقرر وقت پر، پھر اس کے یقینی ہونے کو بتانے کے

لئے ماضی سے تعبیر کیا گیا کہ وہ ایسے یقینی ہے جیسے زمانہ ماضی کا واقعہ جس کا وقوع ہو چکا ہوتا ہے، میقاتًا: ظرف زمان ہے بمعنی کسی شیء کا مقرر وقت، ظرف مکان کے طور پر بھی میقات آیا ہے یعنی کسی شیء کے لئے مقرر وقت کی جگہ جیسے احرام کے لئے مواقیت ہیں، یہاں ظرف زمان ہے۔ ینفخ: فعل مضارع مجہول از نصر صیغہ واحد مذکر غائب۔ نفخ: بمعنی کسی شیء میں ہوا بھرنا، ایسے ہی روح پھونکنے کے لئے بھی استعمال ہوا و نفختُ فیہ من روحی۔ فی: حرف جار، الصور: ایک خاص قسم کا آلہ ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے، یہ ایک سینگ سا ہے (البدور السافرۃ ۸۲/ ح ۲۸، بحوالہ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان۔ حاکم۔ البعث للبیہقی الزھد لابن المبارک) وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی روحوں کی تعداد کے برابر صور میں سوراخ ہیں، اور صور کے درمیان میں نالی سی ہے جو آسمان وزمین کی گولائی کے برابر ہے، اسی نالی پر اسرافیل علیہ السلام منہ رکھے ہوئے ہوں گے (کتاب العظمۃ لابی الشیخ ح۳۸۹) چونکہ وہب بن منبہ اسرائیلیات بھی بیان کرتے تھے اس لئے یہ باتیں پوری طرح یقینی نہیں کہی جاسکتیں واللہ اعلم۔ فتأتون: ف فصیحیہ ہے جو محذوف جملہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی فَتَحْیَوْنَ فَتُبْعَثُوْنَ مِنْ قُبُوْرِکُمْ فَتَأْتُوْنَ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ کر فوراً میدان حشر میں آؤ گے۔ تأتون: فعل مضارع معلوم از ضرب صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اتیان: بمعنی آنا مصدر ہے باب افعال میں جا کر آتی یؤتی بمعنی دینا کے معنی میں ہوتا ہے۔ افواجًا: فوج کی جمع ہے بمعنی تیز رفتار پیدل جماعت۔ فتحت: از فتح کھولنا۔ فکانت: ف فصیحیہ، جملہ فَانْفَتَحَتْ حذف ہے۔ کانت: فعل ماضی معلوم ناقص صیغہ واحد مؤنث غائب از نصر۔ ابوابًا: بابٌ کی جمع ہے دروازہ، داخل ہونے کا راستہ، سیرت: فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب از باب تفعیل بمعنی چلانا۔ سرابًا: صحراء میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت۔

تفسیر:

ربط: پوچھنے والے قیامت کا دن آنے میں جلدی چاہتے تو یہاں سے اس کی تاخیر کی وجہ بیان کی جارہی ہے، یا گذشتہ آیات سے قیامت اور بعث بعدالموت پر قدرتِ خداوندی کو بیان کیا گیا تو گویا سوال کیا گیا کہ کب آئے گی تو جواب دیا گیا ان یوم الفصل کان میقاتا الخ.

قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے:

ان یوم الفصل کان میقاتًا: یعنی تمہارے جلدی مچانے سے قیامت نہیں آئے گی بلکہ اس کا ایک وقت مقرر ہے وہ اپنے وقت پر آئے گی، یہ عقلمندی نہیں ہے کہ ایسی ہولناک ہلاکت خیز چیز کو جلدی مانگا جائے، وہ تو ڈر کی چیز ہے۔

قیامت کب آئے گی؟ اجمالی طور پر صرف اتنا معلوم ہے کہ جمعہ کا دن محرم کی دس تاریخ ہوگی، کتنے سال بعد، کونسی صدی میں؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ان الله عندهٗ علم الساعة. وقت اس لئے نہیں بتایا گیا کہ قیامت نے اچانک آنا ہے، اور وقت بتانا حکمت کے خلاف تھا، اگر وقت بتایا جاتا تو کوئی دن بھی ایسا نہ آتا جس میں کوئی اللہ کو یاد کرنے والا آخرت کا ڈر رکھنے والا توبہ کرنے والا نہ ہوتا، تو پھر قیامت قائم کرنے کی نوبت نہ آتی، اور جب غفلت ہوگی، کوئی اللہ کو یاد کرنے والا نہ ہوگا تو قیامت قائم ہوگی۔

قیامت کا نام یوم الفصل:

یوم الفصل: قیامت کے دن کو یوم الفصل فرمایا جس کے دو معنی ہو سکتے ہیں اول: جدائی کا دن کہ کافر و مسلمان، فرمانبردار و نافرمان الگ الگ کردیئے جائیں گے جب کہ دنیا میں سب اکٹھے ہیں، دوم: فیصلے کا دن، کہ اللہ تعالیٰ اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے کہ اہل حق کو جنت میں اور اہل باطل کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

صور پھونکنے کی تعداد:

یوم ینفخ فی الصور: قیامت اس دن ہوگی جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی، صور پھونکنے کی تعداد میں دو قول ہیں:

اول: دوبار پھونکا جائے گا پہلی بار نفخ صور سے سب جاندار مرجائیں گے، حتی کہ فرشتے بھی مرجائیں گے، کوئی بھی زندہ نہ بچے گا کل من علیھا فانٍ و یبقٰی وجہ ربك ذوا الجلال و الا کرام. کل شیء ھالك الا وجھهٗ. اس وقت اللہ تعالی تین بار فرمائیں گے لِمَنِ الملك الیوم ؟ کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا پھر اللہ تعالی خود ہی جواب دیں گے للہ الواحد القھار (ابن کثیر ۴/ ۷۴) اور دوسری بار نفخ صور سے سب زندہ ہوجائیں گے ثم نفخ فیہ اخرٰی فاذا ھم قیام ینظرون، یہی جمہور کا قول ہے

-

دوم: دوسرا قول یہ ہے کہ نفخ صور تین بار ہوگا اول نفخ صور سے سب گھبرا جائیں گے و یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوات و من فی الارض الا من شاء اللہ، اور دوسرے نفخ صور سے بیہوش ہوکر مرجائیں گے فصعق من فی السمٰوات و من فی الارض الا من شاء اللہ، تیسرے نفخ صور سے دوبارہ زندہ ہوکر کھڑے ہو جائیں گے، یہ ابن العربی کا قول ہے، اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں تین بار نفخ صور ذکر ہے (البدور السافرۃ / ٦٦ ح ۱) مگر اس کا راوی اسماعیل بن رافع متکلم فیہ ہے اس لئے امام بیہقی و عبدالحق و ابن حجر رحمہم اللہ اس کو ضعیف کہتے ہیں (البدور السافرۃ / ۴۲) اس کے مقابلہ میں قرآن کریم کی یہ آیت و نفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوات و من فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون دوبار نفخ صور ہونے میں واضح ہے اور فصعق اور ففزع میں تعارض نہیں ہے کیوں کہ پہلی بار نفخ صور سے ابتداءً سب جاندار گھبرا جائیں گے اور پھر بیہوش ہوکر مرجائیں گے۔

قیامت کے دن لوگوں کے مختلف حال:

فتأتون افواجا: تو تم گروہ در گروہ آؤ گے، ہر نبی کے امتی اس کے ساتھ ہوں گے تو ہر نبی کی امت ایک گروہ ہوگی، اور مسلمان اور کافر الگ الگ، اور مسلمانوں میں کسی خاص خاص عمل اور مذہب والوں کے الگ الگ گروہ ہوں گے، اور مختلف حالتوں میں

ہوں گے سواری پر سوار، پیدل، سر کے بل چلنے والے، وغیرہ، سود خور جن کے چھوئے ہوئے پاگل کی طرح ہوں گے، یتیموں کا مال ناحق کھانے والوں کے مونہوں سے نکلتی ہوئی آگ بھڑک رہی ہوگی، قرآن پڑھ کر بھلانے والے اور جھوٹی قسم کھا کر سامان فرخت کرنے والے جذام کے مریض ہو کر، متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں، بے ضرورت لوگوں سے سوال کرنے والوں کے چہروں پر گوشت نہ ہوگا، ایسے ہی قرآن پڑھ کر اس کو روزی کمانے کا ذریعہ بنانے والوں کے چہروں پر گوشت نہ ہوگا، دوغلے آدمی کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی دو بیویوں میں برابری نہ کرنے والے کا ایک پہلو مارا ہوا ہوگا، چغل خور، طعنہ زن، لوگوں کو برے القاب دینے والے کی ناک کی دونوں جانبوں پر داغ دیا گیا ہوگا، دوسروں کی زمین، مال ناحق لینے والوں کی گردنوں پر وہ زمین اور مال ہوگا، وغیرہ (البدور السافرۃ)

وفتحت السماء فكانت ابوابًا: آسمان کھول دیا جائے گا تو دروازے ہو جائے گا، یعنی اتنا وسیع کھلا ہو جائے گا جیسے ایک ایک دروازہ کئی دروازوں کے برابر ہو، اور فرشتوں کے نیچے اترنے کے لئے مختلف راستے بن جائیں گے اور فرشتے اتر آئیں گے۔

وسيرت الجبال: پہاڑ چلا دیئے جائیں گے، قرآن مجید میں پہاڑوں کے تین حال بیان ہوئے، اول کوٹ کر ٹکڑے کر دیئے جائیں گے، ثانی اڑتی ہوئی رنگ برنگی روئی کی طرح ہو جائیں گے، ثالث پس کر اڑتی ریت کی طرح برابر ہو جائیں گے، زمین پر اونچ نیچ نہ رہے گی، عمارت، درخت، سب ختم ہو جائیں گے، **فيذرها قاعًا صفصفًا لا ترى فيها عوجًا ولا امتًا.**

فكانت سرابا: جیسے ریت دور سے پانی نظر آتی ہے، ایسے ہی فضاء میں پہاڑ دیکھنے میں پہاڑ معلوم ہوں گے لیکن وہ پہاڑ نہیں ہوں گے گاڑھی [illegible] ہوگی (روح المعانی ۳۰/۱۵)

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوقُونَ

بیشک جہنم گھات کی جگہ ہے، سرکشوں کے لئے ٹھکانہ ہے، وہ اس میں رہیں گے زمانوں تک، نہیں چکھیں گے اس

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾

میں ٹھنڈک اور نہ پانی، مگر کھولتا ہوا پانی اور پیپ، بدلہ دیئے جائیں گے پورا پورا۔

لغوی تحقیق:

جھنم : مجرموں کے لئے جلائی جانے والی آگ کا ایک نام ہے، بمعنی انتہائی گہرائی والی۔ مرصادًا : از نصر اسم مکان ہے گھات لگانے کی جگہ، یا بمعنی اسم مفعول ہے ای مُعَدٌّ تیار کی ہوئی۔ للطاغین : ل حرف جار، طاغین: طاغیٌ کی جمع ہے مجرور بحرف جر ہے اصل طاغون ہے، جمع مذکر سالم، از فتح و سمع بمعنی نافرمانی میں حد سے گذر جانا، مراد کافر و مشرک ہیں جو اللہ کی نافرمانی میں حد سے گذرے ہوئے ہیں۔ مآبًا: از نصر ظرف مکان لوٹنے اور ٹھہرنے کی جگہ، ٹھکانہ۔ لٰبثین : حالت جر میں ہے اصل لٰبثون ہے صیغہ اسم فاعل جمع مذکر سالم از سمع ۔لبث : ٹھہرنا۔ فی: حرف جار، ھا : ضمیر مجرور بحرف جر برائے واحد مؤنث غائب ہے۔ احقابًا : حُقُبٌ کی جمع ہے ،لامحدود زمانہ، ایک قول یہ ہے کہ حقب اُسی سال ہوتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ غیر معلوم مدتِ زمانہ حقب ہے (مفردات) لا یذوقون : فعل نفی مستقبل معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از نصر بمعنی چکھنا۔ بردًا : ٹھنڈک، ٹھنڈی چیز، مجازاً نیند اور موت کو بھی برد کہتے ہیں کیوں کہ نیند اور موت سے کھال ٹھنڈی ہو جاتی ہے یا اس لئے کہ سکون حاصل ہوتا ہے، یہاں سکون اور ٹھنڈک اور لذت کا سامان بھی مراد ہو سکتا ہے۔ شرابًا : بمعنی مشروب یعنی پانی۔ الا : حرف استثناء ہے جس کے ذریعے اُس کے ماقبل سے مابعد کو خارج کیا جاتا ہے۔ حمیم : انتہائی گرم پانی۔ غساق: جہنمیوں کی کھالوں سے بہنے والا مادہ پیپ وغیرہ، جزاءً : کافی ہونے والا بدلہ۔ وفاقًا : وِفق سے مصدر دو چیزوں کے درمیان برابری ،یعنی ایسا بدلہ جو اُن کے اعمال کے موافق ہوگا، یا بمعنی اسم فاعل ہے برابر ہونے والا۔

تفسیر:

ربط : ماقبل میں قیامت کے کچھ حالات بیان ہوئے اب قیامت کے دن کے فیصلے کے

بعد کے حالات بیان ہو رہے ہیں، یا یوں کہیں کہ پہلے یوم الفصل یعنی فیصلے کے دن کا ذکر تھا اب اُس دن کے فیصلے کا ذکر ہے کہ اہل باطل کے لئے جہنم اور اہل حق کے لئے جنت کا فیصلہ ہوگا۔

ان جھنم کانت مرصادًا: بیشک جہنم گھات کی جگہ ہے کہ اس میں موجود فرشتے مجرموں کو عذاب دینے کے لئے انتظار میں ہیں، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم پر چیک پوسٹ ہے، یعنی وہ ایسی جگہ ہے جس کے اوپر پل صراط ہوگا، اُس پل صراط پر فرشتے جنتی اور جہنمی لوگوں کو الگ الگ کرنے کے لئے مقرر ہیں، جس کے پاس جنت کا اجازت نامہ (ویزا) ہوگا وہ جہنم سے بچ کر آگے گذر جائے گا، نجات پالے گا، اور جس کے پاس اجازت نامہ نہیں ہوگا اُس کو فرشتے روک دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ۸/۳۰۹)

للطاغین مآبًا: حد سے نکلنے والے بندوں کا ٹھکانہ ہوگا، مراد کافر اور مشرک ہیں، ایسے ہی جو اپنے کو مسلمان کہیں مگر اسلام و ایمان کی حدود سے نکل کر مرتد اور کافر ہو گئے ہوں جیسے ضروریات دین میں سے کسی کے منکر، منکرین حدیث، مرزائی، وغیرہ، وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

غیر مسلم ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے:

لٰبثین فیہا احقابًا: یہ مجرم دوزخ میں زمانوں تک رہیں گے، فسق وضلالت میں مبتلا مسلمان تو ایک محدود وقت تک رہیں گے اور ایک دن دوزخ سے نکل آئیں گے، لیکن کفر میں مبتلا انسان لامحدود زمانوں تک یعنی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے۔

سوال: احقابًا کا لفظ تو ظاہر کرتا ہے کہ کچھ زمانوں تک رہیں گے یعنی اُن زمانوں کے گذرنے کے بعد جہنم سے نکل جائیں گے، جب کہ دوسری آیات میں ان کا ہمیشہ جہنم میں رہنا ذکر ہے وما ھم بخٰرجین منہا ولھم عذاب مقیم. لا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سمّ الخیاط وغیرہ؟

جواب(۱): اللہ تعالیٰ نے یہ تو بیان فرمایا کہ زمانوں تک رہیں گے لیکن یہ نہیں

فرمایا کہ کبھی نکال بھی دیئے جائیں گے یہ مفہوم مخالف ہے جو صریح نصوص کے خلاف ہے اور صریح نص کے خلاف مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔

جواب (۲): عرب لوگ کسی چیز کے متعلق بولتے کہ احقاب تک یوں ہوگا مراد دوام لیتے، یہاں بھی عرب کے محاورہ کے مطابق یہ انداز اختیار کیا گیا مراد جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، گویا مطلب یہ ہے کہ جب بھی ایک زمانہ دراز گذرے گا، دوسرا زمانہ دراز شروع ہو جائے گا، اور یکے بعد دیگرے یہ زمانے آتے رہیں گے، ختم نہیں ہوں گے۔

جواب (۳): لٰبثین فیہا احقابًا میں لٰبثین کی ضمیر فاعل ذوالحال ہے لا یذوقون فیہا بردًا و لا شرابًا جملہ بتاویل صیغہ اسم فاعل ہو کر حال ہے ای غیر ذائقین فیہا بردًا و لا شرابًا اور حال ذوالحال کے عامل کی قید ہوتا ہے تو لا یذوقون فیہا قید ہوا اور لٰبثین مقید ہوا تو مراد یہ ہے کہ وہ زمانوں تک اس حال میں رہیں گے کہ نہ ٹھنڈک چکھیں گے نہ پانی، تو ایسا رہنا احقاب تک ہوگا نہ کہ جہنم کی مطلق رہائش محدود زمانوں تک ہوگی۔ (احکام القرآن لابن الفرس ۶۱۱/۳)

سوال: اِن طاغین نے دنیا میں جتنی عمر گذاری ۵۰، ۶۰، ۷۰، ۸۰، ۹۰، ۱۰۰ سال اِن کو جہنم میں اتنے سال سزا ملنا تو درست ہے، اُس سے زیادہ عرصہ سزا کیا ظلم نہیں؟

جواب: آسان جواب یہ ہے (۱) کہ ہر مذہب والے کو اس کا مذہب اور عقیدہ اتنا محبوب ہوتا ہے کہ اس کی نیت ہمیشہ اُسی مذہب پر رہنے کی ہوتی ہے، اور نیت پر اعمال کا دارومدار ہے، تو کافر و مشرک کی نیت بھی ہمیشہ کفر و شرک والے عقیدہ پر رہنے کی تھی تو اس کا کفر و شرک دائمی ہوا اس لئے اس کو سزا بھی دائمی ہوگی، کسی ملک کے قانون میں سزا کے لئے جرم کی مدت زمانہ نہیں دیکھی جاتی، جرم کی نوعیت دیکھی جاتی ہے۔

(۲) کفر سے اللہ تعالیٰ کے کُل حقوق کا انکار و ضیاع ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حقوق غیر متناہی ہیں، اس لئے اُس کی سزا بھی غیر متناہی ہوگی۔ (اشرف الجواب ص ۲۰، ۲۱)

سوال: ہمیشہ گرمی میں رہنے والا عادی بن جاتا ہے اور ہمیشہ سردی میں رہنے والا بھی سردی کا عادی بن جاتا ہے اور یہ سردی گرمی قابل برداشت ہو جاتی ہے تو جہنمیوں کو بھی اِس

عذاب کی عادت ہو جائے گی تو برداشت کرلیں گے تو پھر عذاب عذاب نہ رہے گا؟

جواب: عذاب ہمیشہ بڑھتا رہے گا ہر بعد والا پہلے والے سے سخت ہوگا اور کھالیں بھی گل سڑ جانے کے بعد نئی اور تازی ہوتی رہیں گی اس لئے عادت نہیں بنے گی۔ (عزیزی)

کافروں کے ہمیشہ جہنم میں رہنے کے خلاف بعض روایات:

بعض روایات و آثار ہیں جو مفسرین نے دوسرے موقع میں درج کئے یہاں اُن سے متعلق وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے، نامعلوم وہ جس مقام سے متعلق منقول ہیں وہاں تک پہنچنے تک زندگی وفا کرے گی یا نہ، اُن آثار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی وقت ایسا آئے گا کہ جہنم میں کوئی نہیں رہے گا، جس سے یہ سمجھ آتا ہے کہ کسی دن کافر جہنم سے نکال دیئے جائیں گے مرزائی لوگوں کا یہی نظریہ منقول ہے، وہ روایات درج ذیل ہیں

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے نقل ہے فرمایا لیأتین علی جھنم یوم یصفق فیہ ابوابھا لیس فیھا احد یعنی جہنم پر ایسا دن بھی آئے گا جس میں جہنم کے دروازے بند کردیئے جائیں گے، جہنم میں کوئی نہیں ہوگا، یہ روایت مسند بزار میں ہے۔ (ح ۲۴۷۸)

اِس کی سند میں ابوبلیج ہے نام یحیٰی بن سُلیم فرازی ہے، امام بخاری فرماتے ہیں اِس راوی میں نظر ہے، امام احمد فرماتے ہیں منکر حدیث نقل کرتا ہے۔ امام ابن حبان کہتے ہیں غلطیاں کرتا ہے (المغنی فی الضعفاء) امام ذہبی فرماتے ہیں ڈھیلا راوی ہے (المقتنی ۹۳۶) جوزجانی کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے (احوال الرجال/۱۹۰) سعدی کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے (مختصر الکامل ۲۱۲۸) ابن حبان کہتے ہیں میری رائے میں جس روایت میں اکیلا ہو اُس سے حجت نہیں لی جاتی (المجروحین)۔

اِس روایت کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں روایت منکر ہے (میزان الاعتدال)

حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے اِس روایت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اِس روایت کا انکار کیا (میزان الاعتدال، تہذیب

(روح المعانی ۳۴۰/۶) التھذیب) امام ابن جوزی کہتے ہیں من گھڑت ہے
اگر اس اثر کی کچھ حیثیت ہو تو روایت کے بعد ہی لکھا ہے یعنی من الموحدین مراد توحید کے ماننے والے ہیں کہ اُن میں سے کوئی نہیں رہے گا، گناہ کی سزا بھگت کر نکل جائیں گے اور جن طبقوں میں ہوں گے اُن کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

(۲) ابن عدی نے الکامل میں بسند محمد بن ابراھیم بن نیروذ قال حدثنا زکریا بن یحیی المدائنی قال حدثنا عبدالملك بن الصباح بن سهل بن داؤد قال حدثنا العلاء بن زيدل الثقفي عن انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضرور جہنم پر ایسا دن آئے گا جس میں اُس کے دَر بند کر دیئے جائیں گے اُس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اُمتی باقی نہیں رہے گا۔

اِس میں راوی زکریا بن یحیی بن ایوب المدائنی مجہول الحال ہے (مجمع الزوائد ۴/ ۳۰۳) اور عبدالملک بن الصباح بن سہل بن داؤد بھی مجہول راوی ہے، اور العلاء بن زیدل یا زید ثقفی ہے۔ ذہبی فرماتے ہیں واہی ہے، علی بن المدینی فرماتے ہیں حدیث گھڑتا تھا (المغنی فی الضعفاء ۴۱۸۰) ابوحاتم ودارقطنی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے، بخاری وغیرہ فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے، ابن حبان فرماتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک من گھڑت نسخہ روایت کرتا ہے (میزان الاعتدال) امام عقیلی وابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے، ابوداؤد بھی متروک الحدیث کہتے ہیں، امام احمد بھی اُس میں کلام کرتے ہیں، نسائی ضعیف کہتے ہیں، حاکم اور ابونعیم کہتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے من گھڑت روایتیں کرتا ہے، ابوولید طیالسی نے جھوٹ سے منسوب کیا ہے، ابن معین کہتے ہیں ثقہ نہیں۔

(تھذیب التھذیب)

(۳) ایسی روایت امام ابن الجوزی نے موضوعات میں بسند جعفر بن الزبیر عن القاسم حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم پر ایسا دن آئے گا کہ اُس میں اولادِ آدم میں سے کوئی نہیں رہے گا اُس کے دَر بند کر دیئے جائیں گے۔

ابن جوزی نے فرمایا کہ (اگر بالفرض صحیح ہوتو) موحد لوگ مراد ہیں لیکن (صحیح یہ ہے کہ) یہ من گھڑت ہے جعفر راوی کے متعلق شعبہ کہتے ہیں جھوٹ بولتا تھا، امام بخاری، نسائی، دارقطنی متروک کہتے ہیں (تخریج احادیث الکشاف للزیلعی ۱۴۸/۲، ۱۴۹) امام شعبہ نے اِس کو جھوٹا کہا، ابن معین نے فرمایا ثقہ نہیں، بخاری نے فرمایا محدثین نے اِس کو چھوڑ دیا، ابن عدی کہتے ہیں اِس کی حدیث پر ضعف واضح ہے (میزان الاعتدال) جوزجانی کہتے ہیں اِس کی حدیث محدثین نے پھینک دی، ابوزرعہ کہتے ہیں لیس بشیء ہے، ابوحاتم کہتے ہیں حدیث میں گیا گذرا تھا، علی بن جنید اور ابوالفتح ازدی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے، ابن حبان کہتے ہیں قاسم سے من گھڑت باتیں روایت کرتا ہے، ابن جوزی نے اِس کے متروک ہونے پر اجماع نقل کیا (تہذیب التہذیب) کسی بھی محدث سے اِس کی تعریف وتوثیق منقول نہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں جعفر نے تاریک سند کے ساتھ ابوامامہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (میزان الاعتدال)

(۴) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل ہے کہ فرمایا ضرور جہنم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اُس کے دَر بند کردیئے جائیں گے اور اُس میں کوئی نہیں رہے گا، اور یہ بات کئی احقاب جہنم میں لوگوں کے رہ چکنے کے بعد ہوگی (تفسیر طبری ۴۸۴/۱۵ ح ۱۸۵۸۰ ابلفظ حدثتُ عن سعید بن المسیب عمن ذکرہٗ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

اِس اثر کی پوری سند ہی غائب ہے باوجود تلاش بسیار کے معلوم نہیں ہوسکی، طبری سے سمجھ یہ آتا ہے کہ اِس کی سند صرف اتنی ہے سعید بن مسیب مبہم راوی سے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، سعید بن مسیب تک کون راوی ہیں؟ معلوم نہیں۔ سعید سے آگے کون راوی ہیں؟ وہ بھی مجہول الاسم والحال ہیں، ایسی روایت پر کس طرح اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اور کیسے حجت بن سکتی ہے؟۔

(۵) امام شعبی سے بسند ابن حمید، حدثنا جریر عن بیان عن الشعبی منقول ہے کہ فرمایا:

جهنم اسرع الدارين عمرا نا واسرعهما خرابا یعنی جہنم دونوں جہانوں میں سے زیادہ جلدی آباد ہوگی اور زیادہ جلدی ویران ہوجائے گی (ابن جریر ح١٨٥٨١)
اِس اثر میں راوی ابن حمید محمد بن حمید رازی ہے، کچھ محدثین نے اِس کی توثیق کی ہے، اور کئی محدثین کلام کرتے ہیں، اس لئے روایت پوری طرح قابل وثوق نہیں ہوسکتی۔

(٦) علامہ ابن القیم حادی الارواح میں امام اسحاق بن راہویہ کی سند سے روایت ذکر کرتے ہیں اسحاق قال حدثنا عبيد الله (بن معاذ) حدثنا ابی حدثنا شعبة عن يحيى بن ايوب عن ابی زرعة عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: انه سيأتی علی جهنم يوم لا يبقٰی فيها احد وقرأ قوله (فاما الذين شقوا ففی النار لهم فيها زفير و شهيق) الأية قال عبيد الله كان اصحابنا يقولون يعنی به الموحدين.

جہنم پر ایسا دن آئے گا کہ اُس میں کوئی نہیں رہے گا، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آیت پڑھی فاما الذين شقوا ففی النار لهم فيها زفير و شهيق راوی حضرت عبیداللہ بن معاذ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اِس سے مراد موحدین ہیں۔

اس روایت میں راوی یحییٰ بن ایوب بجلی کو امام ابن معین نے ایک قول میں ضعیف کہا ہے (المغنی فی الضعفاء رقم ٦٩٣٠) ابن شاہین کی تاریخ اسماء الضعفاء (رقم ٦٨٧) میں ہے کہ یحییٰ ضعیف ہے، ابوداؤد، ابن حبان بزار نے ثقہ کہا ہے، ایسے اہم مسئلہ میں ایسے کی ایسی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا جو قرآن وسنت واجماع کے مخالف ہے، اگر بالفرض کچھ درجہ میں صحیح ہو تو حضرت عبیداللہ بن معاذ رحمہ اللہ نے وضاحت کردی ہے کہ مراد یہ ہے کہ موحدین میں سے کوئی جہنم میں نہیں رہے گا۔

حاصل یہ کہ ایسی روایتیں وآثار صریح قرآنی نصوص اور اجماع امت کے خلاف ہیں، یا تو بالکل مردود ہوں گی چاہے صحیح السند ہوں، یا تاویل کی جائے گی کہ حضور ﷺ کی جس امت سے جہنم خالی ہوجائے گی اُس امت سے امتِ اجابت مراد ہے یعنی اہل ایمان گنہگار

جن طبقوں میں ہوں گے اُن کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جہنم کے وہ طبقے خالی ہو جائیں گے، کافر ہرگز مراد نہیں ہیں، نہ ہی جہنم فناء کر دی جائے گی، یہ نظریہ گمراہی ہے پوری امت کے اجماع اور نصوص قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

لا یذوقون فیھا برداو لا شرابا: نہیں چکھیں گے جہنم میں ٹھنڈک نہ پانی، ٹھنڈک سے مراد دلوں کو سکون دینے کا سامان، یا ٹھنڈا موسم جو گرمی میں فائدہ دے، یا سایہ جو جہنم کی گرمی سے سکون دے، اور شراب سے مراد پینے کا ایسا پانی جو پیاس بجھائے۔ یعنی نہ جہنم میں دلوں کی ٹھنڈک کا سامان پائیں گے نہ عمدہ پانی جس کو غذا بنا سکیں، نہ کام آنے والا سایہ جس سے سکون حاصل ہو، اور ایسی ٹھنڈ نہ ہوگی جو گرمی سے بچا سکے ہاں ایسی ٹھنڈ ہوگی جو عذاب و تکلیف بڑھائے جس کو زمہریر کہتے ہیں۔

الّا حمیمًا و غسّاقًا: البتہ جہنمیوں کو انتہائی گرم پانی اور پیپ پینے کو ملے گا، کانٹے دار گھاس اور جھاڑیاں کھانے کو ملیں گی اور حلق سے اتارنے کے لئے اوپر سے پانی مانگیں گے تو حمیم یعنی انتہائی گرم پانی ملے گا، جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، اونٹ کے پینے کی طرح پیئیں گے، منہ کے قریب کرنے سے چہرے کا چمڑہ اتر جائے گا، اور جب پیٹ میں ڈالیں گے تو اندر کی آنتیں کٹ کر پیشاب کے راستے سے نکل پڑیں گی، یہ پانی ان کے سروں پر بھی ڈالا جائے گا، اور کھالیں گل سڑ جائیں گی اور پیٹوں کے اندر کا سب کچھ بھی گل سڑ کر نکل جائے گا۔ حمیمًا شرابًا سے استثناء ہے یعنی پانی نہیں چکھیں گے مگر انتہائی گرم پانی اور غساق بردًا سے استثناء ہے، یعنی ٹھنڈک نہیں چکھیں گے مگر غساق یعنی پیپ جو انتہائی ٹھنڈا ہوگا اور وہ بھی اپنی ٹھنڈک سے جلا دے گا جیسے آگ گرمائش سے جلائے گی۔ (مظہری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو سارے اہل دنیا اُس کی بدبو محسوس کریں گے (مسند احمد ۱۱۷۸۶)

جزاءً وفاقًا: ای یجزون جزاءً وفاقًا یعنی ان کو یہ سزا اعمال کے موافق ملے

گی، یہ ظلم نہیں ہوگا، شرک و کفر سے بڑا گناہ کوئی نہیں اور جہنم کے اِن عذابوں سے بڑا عذاب کوئی نہیں ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ
بیشک وہ نہیں ڈرتے تھے حساب سے، اور جھٹلاتے تھے ہمارے احکام کو جھٹلانا، اور ہر چیز کو ہم نے محفوظ کیا ہے
كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾
لکھ کر، پس چکھو تم ہم تمہارے لئے ہرگز نہ بڑھائیں گے مگر عذاب کو

لغوی تحقیق:

لا یرجون: فعل نفی معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از نصر۔ رجاء: اصل میں خوشی کی چیز حاصل ہونے کا گمان ہے، لیکن خوف ورجاء لازم ملزوم ہیں اس لئے رجاء خوف کے معنی میں بھی ہوتا ہے، خوف ورجاء لازم ملزوم اس طرح ہیں کہ جس سببِ خوشی کے حاصل ہونے کا گمان ہوتا ہے اُس کے حاصل نہ ہوسکنے کا خوف بھی ہوتا ہے، تو ایک وقت میں دونوں موجود ہوتے ہیں، یہاں خوف کے معنی میں ہے۔ حسابًا: حساب کا اصل استعمال گنتی میں ہے، اور حساب کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کے سامنے اعمال گن کر عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے۔ کذّبوا: فعل ماضی معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از تفعیل تکذیب بمعنی جھوٹا ٹھہرانا۔ باٰیاتنا: ب حرف جار، آیات: آیۃ کی جمع ہے بمعنی واضح علامت، قرآن پاک کا ہروہ مجموعہ جو حکم الٰہی پر دلالت کرے آیت کہا جاتا ہے، پھر حکم الٰہی کو بھی آیت کہا جاتا ہے۔ کذابًا: کذّب کا مصدر ہے۔ کُلَّ: اصل میں کُل چیز کے سب اجزاء اکٹھے کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے تو بمعنی تام و مکمل ہوتا ہے، یا کئی ذوات اکٹھی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، تو بمعنی سب کے سب۔ شیء: شاء کا مصدر، وہ موجود چیز جس کے ساتھ مشیت متعلق ہے، اس کا اطلاق مخلوق اور خالق دونوں پر ہوتا ہے، مگر اللہ کے لئے شیء مصدر بمعنی اسم فاعل مشیت جاری کرنے والا، اور مخلوق کے لئے شیء بمعنی اسم مفعول یعنی وہ چیز جس پر مشیت جاری کی گئی۔ احصیناہ: فعل ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم از

افعال، اصل معنی گنتی کر کے حاصل کرنا، پھر چوں کہ گنتی سے چیز کی تعداد میں یقینی علم حاصل ہوجاتا ہے اس لئے احصاء کا معنی یقینی علم کا حصول بھی ہے، یہاں یہی معنی ہے۔ ہٗ: ضمیر منصوب متصل برائے واحد مذکر غائب۔ کتابًا: مصدر از نصر لکھنا، اسم مفعول یعنی مکتوب کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے۔فذوقوا: ف سببیہ ،ذوقوا فعل امر حاضر معلوم صیغہ جمع مذکر حاضر از نصر ، چکھنا۔لن نزیدکم : لن نزید فعل نفی مستقبل معلوم مؤکد بلن ناصبہ صیغہ جمع متکلم از ضرب ،زیادہ کرنا۔ کُم: ضمیر منصوب متصل برائے جمع مذکر حاضر۔ عذابًا: سخت درد و تکلیف پہنچانا۔

تفسیر:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ مجرموں کو مذکورہ سزا ان کے اعمال کی بدولت ملے گی، اُن کے اعمال یہ ہیں:

فکر آخرت سے غفلت:

انھم کانوا لا یرجون حسابا: بے شک وہ حساب سے نہیں ڈرتے تھے ،
آخرت کے حساب کا خوف ہی وہ چیز ہے جو انسان کو انسانیت پر باقی رکھ سکتی ہے، ورنہ فوج پولیس وغیرہ محکمہ جات جتنے بڑھائے جائیں گناہ، ظلم ختم نہ ہوگا، صرف قانون بھی ظاہر پر اثر کرتا ہے کہ ظاہر ہو کر چوری، ڈاکہ، زنا، ملاوٹ، رشوت، کرپشن وغیرہ کے مرتکب نہ ہوں گے، چھپ کر یہ سب کریں گے۔

ماں بیٹی کو کہتی ہے کہ بیٹی دودھ میں پانی ملا لے (زیادہ پیسے حاصل ہوں گے) بیٹی کہتی ہے! آپ نے سنا نہیں کہ کل امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منادی دودھ میں پانی ملانے سے منع کر رہا تھا؟ ماں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کو تیرا علم نہیں ہوتا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سن رہے تھے) بیٹی نے کہا مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ سامنے اُن کا حکم مانوں ،اور چھپ کر اُس کے حکم کی نافرمانی کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُس کی عقل مندی پسند آئی، بعد میں اپنے بیٹے عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اُس لڑکی کا رشتہ حاصل کرلیا، وہی لڑکی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی نانی

ہے(شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ۲/۶،مرآۃ الجنان ۱/۱۶۶،)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دورانِ سفر ساتھیوں کے ساتھ ایک جگہ جنگل میں دسترخوان لگوایا،ایک چرواہا گذرا،اُسے فرمایا آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ،چرواہے نے کہا میرا روزہ ہے،فرمایا اتنی سخت گرمی کے دن روزہ رکھا ہوا ہے؟ پھر پہاڑی گھاٹیوں میں بکریاں چراتے ہوئے؟ کہنے لگا گذرے بیکار دنوں کو پانا چاہتا ہوں،حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حیران ہوگئے،پھر فرمایا اپنی ایک بکری ہم پر فروخت کردے،ہم ذبح کرتے ہیں،اُس کا گوشت کھائیں گے، تو بھی افطاری کے بقدر کھالینا،اور ہم تجھے پیسے دے دیتے ہیں،کہنے لگا یہ بکریاں میری نہیں،میرے آقا کی ہیں،فرمایا اپنے مالک کو کہہ دیا کہ بھیڑیا کھا گیا ہے،وہ چرواہا یہ سن کر چل دیا،اور آسمان کی طرف انگلی اٹھائے ہوئے کہہ رہا تھا فَأَيْنَ اللّٰه ؟ تو اللہ کہاں گیا وہ تو دیکھتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسلسل کہتے رہے کہ چرواہا کہتا ہے پھر اللہ کہاں ہے؟ مدینہ طیبہ پہنچ کر اُس کے آقا سے وہ غلام بھی اور بکریاں بھی خرید کر اُس کو آزاد فرمالیا، اور بکریاں اُسے دے دیں(صفۃ الصفوۃ ۱/۴۰۲،تاریخ ابن عساکر ۳۱/۳۲۲)

وکذبوا بآیٰتنا کذّابا: اور ہماری آیات کو جھوٹا بتاتے،یعنی کافر و مشرک عقیدہ و عمل دونوں سے جھوٹا بتاتے تھے،آیات سے مراد قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جو اُن کے عقیدہ کے خلاف ہیں،اور آیات سے مطلق احکامِ الٰہی بھی مراد ہوسکتے ہیں۔

اعمال نامہ میں سب اعمال درج ہوتے ہیں:

وکل شیء احصینٰہ کتابا: اور ہر چیز (قول و عمل) کو ہم نے لکھ کر محفوظ کیا ہے، کتاب مصدر بھی ہوسکتا ہے،اس صورت میں احصینا کتبنا کے معنی کو متضمن ہوگا یعنی ہم نے محفوظ کیا لکھوا کر،اور کتاب مصدر بمعنی اسم بھی ہوسکتا ہے،کہ ہم نے محفوظ کیا کتاب میں،پھر کتاب سے مراد لوح محفوظ بھی ہوسکتا ہے،اور اعمال نامہ بھی ہوسکتا ہے، قرآن مجید میں دونوں پر کتاب کا اطلاق ہوا ہے،قرآن مجید میں ہے،مجرم نامہ اعمال میں سب لکھا ہوا دیکھ کر کہیں گے مال ھٰذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا

احصٰھا اِس اعمال نامہ کو کیا ہے کہ اِس نے نہ چھوٹا عمل چھوڑا نہ بڑا سب کو محفوظ کر رکھا ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو لکھوا کر محفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں، مگر لکھوا کر محفوظ رکھنے میں حکمتیں ہیں جن کو ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی، اتنی بات سمجھ لینی کافی ہے کہ تحریر کی ہمیں ضرورت ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے لئے نہیں، بلکہ ہمارے لئے لکھواتے ہیں۔

سوال: وہ نامہ اعمال کتنا بڑا رجسٹر ہوگا جس نے سب کچھ محفوظ کیا ہوگا؟

جواب: انسانی دماغ کتنا چھوٹا ہے مگر بہت زیادہ معلومات محفوظ کر رکھی ہیں؟ کتنی چھوٹی چھوٹی ہارڈ ڈیسک ایجاد ہوگئی ہیں جن میں بہت زیادہ مواد محفوظ ہوتا ہے، اتنے چھوٹے چھوٹے موبائل کارڈ ہیں اور اُن میں کتنا کچھ مواد محفوظ ہوتا ہے؟ ایسے ہی نامہ اعمال سمجھو۔

دوزخیوں کا عذاب کیوں بڑھے گا؟

فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابًا: یہ اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو فرمائے گا، ف سببیہ ہے جو مسبب پر داخل ہے یعنی حساب سے بے خوف اور آیات کی تکذیب کے سبب عذاب چکھو، ہم تمہارا عذاب بڑھاتے جائیں گے، وجہ یہ ہے کہ جتنی اسلام کی معلومات آدمی کو ہوتی جاتی ہیں اُن معلومات کے بڑھنے سے مؤمن کا ایمان بڑھتا جاتا ہے اور کافر کا کفر بھی بڑھتا جاتا ہے، مثلاً پہلے عقیدہ توحید رسالت، قیامت کی تبلیغ کی گئی، تو مؤمن ان تین چیزوں پر ایمان لایا اور کافر نے اِن تین کا انکار کیا، پھر نماز کا حکم ہوا اب مؤمن چار چیزوں پر ایمان لایا، کافر نے نماز کا بھی انکار کیا تو چار کا منکر ہوا، تو تین کے کفر سے چار کا کفر بڑھا، پھر روزہ آیا پھر زکوۃ آئی وغیرہ وغیرہ کافر اُن کا بھی منکر ہوا تو اب چار سے بڑھ کر پانچ چھ کا انکار ہوا، آگے شمار کرتے جائیں تو اس طرح دنیا میں مؤمن کا ایمان ایمانیات مانتے جانے سے بڑھتا رہا تو جنت میں اُس کے انعام بھی بڑھتے جائیں گے، اور ایمانیات کے انکار بڑھنے سے کافر کا کفر مسلسل بڑھتا گیا تو اُس کے عذاب بھی مسلسل بڑھتے رہیں گے، اور یہ بڑھنا بھی ظلم نہیں ہوگا (ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ)

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا

بیشک تقوی والوں کے لئے کامیابی ہے، یعنی باغات اور انگور ہیں، اور نوخیز ہم عمر بیویاں ہیں، اور پیالے ہیں خوب بھرے

دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾

ہوئے، نہیں سنیں گے اس میں لغو اور نہ جھوٹ، بدلہ دیئے جائیں گے تیرے رب کی طرف سے جو کافی انعام ہوگا

لغوی تحقیق:

المتقین: مجرور ہے، اصل میں المتقون ہے صیغہ اسم فاعل جمع مذکر سالم، از افتعال، دو معنی کئے جاتے ہیں ڈرنے والے، بچنے والے، یعنی اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے اور ڈر کر نافرمانیوں سے بچنے والے، تو تقوی کا اصل مفہوم ہے گناہوں سے بچنا۔ مفازًا: از نصر مصدر میمی ہے بمعنی کامیاب ہونا یعنی کامیابی، یا اسم مکان ہے یعنی کامیابی کی جگہ۔ حدائق: حدیقة کی جمع ہے اصل معنی زمین کا ایسا ٹکڑا جہاں پانی اور درخت ہوں، استعمال کے لحاظ سے حدیقة وہ باغ ہے جس میں مختلف پھلدار درخت ہوں، ایک قول میں جس کی دیوار بھی ہو۔ اعنابًا: عنبٌ کی جمع ہے انگور کا پھل، انگور کے درخت کو کَرْمٌ کہتے ہیں،۔ کواعب: کَاعب کی جمع ہے وہ لڑکی جس کا سینہ اُبھری ہوئی ہڈی اور جوڑ کی طرح ابھرا ہوا ہو، یہ بلوغ کی عمر میں ہوتا ہے۔ اترابًا: تِرْبٌ کی جمع ہے ہم عمر، یعنی ایسی جیسے ایک ساتھ پیدا ہوئی ہوں۔ کَأْسًا: پیالہ جس میں مشروب ہو، جمع کؤوس۔ دهاقًا: از فتح بھرنا، فِعَال بمعنی مفعول ہے بھرا ہوا۔ لا یسمعون: فعل نفی معلوم صیغہ جمع مذکر غائب، فیها: میں ھا ضمیر مجرور بحرف جر برائے واحد مؤنث غائب۔ لغوا: لغا سے ہے لغا چڑیوں وغیرہ پرندوں کی آواز جس کا انسان کو کوئی فائدہ نہیں، نا قابل توجہ کلام جو بے سوچے سمجھے بول دی جائے، یعنی فضول جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہو نہ آخرت میں، کبھی ہر بری بات کو لغو کہتے ہیں۔ عطاءً: عطیہ، صلہ۔ حسابًا: بمعنی کافی ہے۔

تفسیر:

ربط: اوپر مجرموں کی سزا ذکر ہوئی، ان آیات میں اللہ تعالی کے احکام ماننے والوں کی

جزاء اور اچھا بدلہ ذکر ہے، وہ مجرموں کے متعلق فیصلہ تھا یہ ماننے والوں کے متعلق فیصلہ ہے۔

تقویٰ کے درجات:

ان للمتقین مفازًا: بیشک متقین کے لئے کامیابی ہے یا کامیابی کی جگہ ہے یعنی جنت ہے۔ **متقین:** متقی کی جمع ہے متقی تقوی والا شخص، تقوی کے بہت سے درجات ہیں، ادنیٰ درجہ کفر و شرک (خلاف ایمان) سے بچنا ہے، یہ درجہ ہر صحیح العقیدہ مسلمان کو حاصل ہے چاہے فرائض و واجبات وغیرہ کا تارک ہو کیوں کہ وہ کفر و شرک سے بچا ہوا ہے، تو وہ ادنیٰ درجہ کا متقی ہے، آخری اور اعلی درجہ مکروہ اور خلاف اولیٰ سے بچنا جس میں بعض اوقات مباح کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے تاکہ مکروہ میں نہ پڑ جائے اسی درجہ سے متعلق ارشاد نبوی ہے ﷺ: لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لیس بہ بأس حذر المابہ البأس. (ابن ماجہ ۴۲۱۵)

بندہ متقین کے اعلی درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اُن چیزوں کو نہ چھوڑے جن میں حرج نہیں (مباح ہیں) اُن سے بچنے کے لئے جن میں حرج ہے۔

ان دونوں درجوں کے درمیان کئی درجات ہیں اِس دور میں جو شخص فرائض و واجبات اور سنن مؤکدہ کا پابند ہو اور حرام و مکروہ تحریمی سے بچتا ہو یہ بہت بڑا متقی ہے، یہ فرائض و واجبات اور حرام و مکروہ تحریمی حقوق اللہ اور حقوق العباد سب سے متعلق ہیں اس لئے کوئی نہ سمجھے کہ بس خدا کے حقوق ادا ہوں بندوں کے حقوق کے بغیر تقوی حاصل ہو جاتا ہے، ہرگز نہیں۔

اس تشریح سے ایک شبہ بھی ختم ہو گیا کہ قرآن مجید میں جنت سے متعلق ایک جگہ ہے اعدت للمتقین اور دوسری جگہ ہے اعدت للذین آمنوا باللہ ورسلہ، ان میں تعارض ہے؟ جی نہیں کیوں کہ اللہ تعالی اور سب رسولوں پر ایمان رکھنے والے (یعنی عام مسلمان) بھی ادنی درجہ کے متقین ہیں۔

حدائق واعنابا: یہ مفازًا سے بدل ہے یعنی متقین کے لئے باغات ہیں اور خصوصا انگوروں کے باغات ہیں، مختلف باغ ہوں گے کھجور، انگور، انار، انجیر وغیرہ، ایک انار کے

نیچے بہت سے انسان بیٹھ کر کھائیں گے، ایک پھل بارہ گز کا ہوگا گٹھلی نہ ہوگی، تنے سونے کے، کھجوروں کی جڑیں موتیوں اور سونے کی ہوں گی، عام درختوں کی جڑیں بھی سونے اور چاندی کی اور شاخیں موتیوں زمرد، یاقوت کی ہوں گی، کھڑے، بیٹھے، لیٹے پھل توڑ سکیں گے، درختوں کی شاخیں خود جھک جائیں گی، جنت میں ایک درخت اتنا بڑا ہوگا جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چل کر بھی سائے کے آخری کنارے تک نہ پہنچ سکے گا۔

(حادی الارواح، راہ جنت)

جنّتی بیویاں:

وکواعب اترابًا: اور نوجوان ہم عمر بیویاں ہوں گی، کاعب (سینہ ابھرا ہوا) ہونا حسن وکشش کی انتہائی بہترین حالت ہے، بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اِن لفظوں میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ بیویاں سولہ سالہ لڑکیاں ہون گی، کہ لفظ ''کواعب'' کا مصداق کامل وہی ہوسکتی ہیں۔　(تفسیر حدائق الروح والریحان ۳۷/۳۱)

اُن بیویوں کی صفات قرآن وحدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہیں، کہ وہ بیویاں پاک ہوں گی پیشاب پاخانہ بدبو تھوک، بلغم، ناک کی غلاظت، بداخلاقی، بدزبانی، بے وفائی، وغیرہ سے، اپنے شوہروں کی عاشقہ ہوں گی، شوہروں کے سوا کسی پر اُن کی نظر نہیں پڑے گی۔ خیرات خوب صورت، حسان وخوب سیرت ہوں گی، حورٌ: جوان حسین وجمیل، گورے (سفید مائل بہ سرخی) رنگ والی، عینٌ: بڑی خوبصورت آنکھوں والی گردوغبار سے محفوظ انڈوں کے ہم رنگ سرخ وسفید، گویا یاقوت اور مرجان ہیں، بعض خاص بیویاں ایسی کہ ستر جوڑوں کے اندر سے ان کی پنڈلی کے گوشت سے نیچے ہڈی کے اندر سے گودہ نظر آئے گا، چہرہ اتنا خوبصورت کہ اس کے چہرے میں آدمی کو اپنا چہرہ نظر آئے گا، ہر وقت کنواری حالت میں ہوں گی۔　(قرآن مجید، حادی الارواح، راہ جنت)

جنتیوں کی عمر:

اترابًا: وہ سب بیویاں ہم عمر اور ہم مثل ہوں گی، جیسے ایک وقت میں پیدا ہوئی ہوں،

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سب مفسرین کا قول ہے کہ وہ بیویاں ۳۳ سال کی ہوں گی (حادی الارواح ۱۸۶) بعض مفسرین نے ان کی عمر ۱۶ سال بتائی ہے جیسا کہ ابھی اوپر ذکر ہوا (روح المعانی) ممکن ہے کہ دونوں قولوں میں یوں تطبیق ہو کہ ۳۳ سال کی ہوں گی لیکن کشش وحسن میں ۱۶ سال کی لگیں گی۔

مرد بھی ۳۳ سال کے ہوں گے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے: کہ جنتیوں کی قد آدم علیہ السلام والی ۶۰ گز ہوگی، حضرت یوسف علیہ السلام والا حسن ہوگا، حضرت عیسی علیہ السلام والی عمر یعنی ۳۳ سال ہوگی، زبان نبی کریم علیہ السلام والی یعنی عربی ہوگی (صفة اهل الجنة لابن ابی الدنیا ح ۲۱۵، صفة الجنة لابی نعیم ح ۲۶۰، حادي الارواح ۳۱۸)

وكأسًا دهاقًا: اور شراب کے بھرے ہوئے پیالے ملیں گے، وہ شراب ایسی ہوگی جس سے نہ سر درد ہوگا نہ عقل جائے گی، نہ بدبو ہوگی۔

لا يسمعون فيها: چونکہ شراب عقل خراب کرنے والی نہ ہوگی اس لئے نہ بیہودہ بولنا ہوگا نہ بیہودہ باتیں سنیں گے، نہ جھوٹ ہوگا نہ سنیں گے۔

اہل دوزخ سے عدل کا اور اہل جنّت سے فضل کا معاملہ ہوگا:

جزاءً من ربك عطاءً حسابًا: وہ لوگ تیرے رب کی طرف سے کافی انعام کے طور پر بدلہ دیئے جائیں گے، ایک نیکی پر کم از کم دس گنا، اس سے زیادہ سات سو گنا، اس سے زیادہ بے حساب یعنی جس کی مقدار اللہ ہی جانتے ہیں، کھجور کے ایک دانہ پر احد پہاڑ سے زیادہ ثواب، کئی اعمال پر دنیا و مافیہا سے زیادہ ثواب ملے گا۔

سوال: جزاء سے یہ سمجھ آتا ہے کہ اُن کو جو ملے گا وہ اُن کے اعمال کا بدلہ ہوگا، اور عطاءً سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عطیہ ہوگا یعنی اعمال کا بدلہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے دیں گے، تو دونوں باتوں میں بظاہر تعارض ہے؟

جواب: اس میں دو حیثیتیں ہیں، اس حیثیت سے کہ طاعات کا بدلہ ہے جزاء ہے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں محض اُس کا فضل ہے، اور خود طاعات بھی اُسی کی توفیق سے

ہیں، اس حیثیت سے عطاء ہے۔

سوال: جہنمیوں کی سزا کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا جزاءً وفاقًا اور جنتیوں کا بدلہ ذکر کر کے فرمایا جزاءً من ربك عطاءً حسابًا، اندازِ بیان کا فرق کیوں ہے؟

جواب: اہل جنت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ فضل والا ہوگا، کہ ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس نیکیوں کے برابر ہوگا، اور دوزخیوں کے ساتھ معاملہ عدل کا ہوگا، کہ ایک جرم پر سزا ایک جرم کے برابر ہی ہوگی جرم سے زیادہ سزا نہ ہوگی، یہی سمجھانے کے لئے انداز بیان میں فرق کیا گیا، اور یہ الفاظ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ يَوْمَ يَقُوْمُ
جو رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور اس کا جو اِن دونوں کے درمیان ہے، جو مہربان ہے، اس سے گفتگو نہ کر سکیں گے، اس دن
الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝
میں جس دن روح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے، نہیں بات کریں گے مگر وہی جس کو مہربان ذات نے اجازت دی
ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ
اور اس نے درست بات کہی، وہ حق دن ہے تو جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانہ بنالے، بیشک ہم نے تمہیں ڈرایا نزدیک
يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝
کے عذاب سے، جس دن آدمی وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا اے کاش میں مٹی ہو جاتا

لغوی تحقیق:

رب: مصدر ہے بمعنی تربیت، پھر مصدر بمعنی اسم فاعل استعمال ہوتا ہے مُربی یعنی تربیت کرنے والا، تربیت کہتے ہیں چیز کو کسی حال سے بہتر حال کی طرف آہستہ آہستہ پہنچاتے ہوئے حد کمال تک لے جانا، جب مطلق بولا جائے تو رب سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مراد ہوتی ہے، لیکن اضافت کرنے سے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اللہ کے غیر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، ارجع الی ربك، اذکرنی عند ربك، مگر چوں کہ اس میں شرک

کا شائبہ ہوتا ہے یا مفضی الی الشرک ہے اس لئے حضور ﷺ کی شریعت میں رب اضافت الی العبد کر کے غیر اللہ کے لئے استعمال منع ہوا، کہ غلام اپنے مالک کو ربی نہ کہے، اضافت کے ساتھ رب بمعنی مالک بھی مستعمل ہے رب الدار، رب المال، رب الثمن۔ السموات: سماء کی جمع ہے۔ مابینهما: ما موصولہ ہے۔ بین: دو چیزوں کا درمیان۔ هما: ضمیر مجرور باضافت برائے تثنیہ مذکر و مؤنث غائب، الرحمن: بروزن فعلان مبالغہ کا صیغہ ہے، بے انتہاء رحمت کرنے والا جس کی رحمت ہر شیء پر وسیع ہے۔ لا یملکون: فعل نفی معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از ضرب۔ خطابًا: گفتگو۔ یقوم: فعل مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب از نصر: کھڑا ہونا، ٹھہرنا۔ الروح: جاندار کے جسم میں وہ جزء اور قوت جس کے ذریعے زندگی حاصل ہو، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح رکھا گیا کیوں کہ وہ نبیوں کے پاس روحوں کی روح یعنی وحی و احکام الٰہی لاتے تھے، حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی روح کہا گیا کیوں کہ وہ بطور معجزہ مردوں کو زندہ کرتے، قرآن مجید کو بھی روح کہا گیا کیوں کہ اُس پر عمل سے اخروی حیات حاصل ہوگی، یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ الملائکة: مَلَکٌ کی جمع ہے، بمعنی فرشتے، یہ اللہ تعالی کی خاص مخلوق ہے جن کی پیدائش نور سے ہوئی، کھانے پینے خواہشات، ذکورت و انوثیت اور گناہوں سے پاک ہیں۔ صفًّا: قطار۔ لا یتکلمون: فعل نفی معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از تفعل گفتگو کرنا۔ اذن: فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب از سمع اجازت دینا۔ قال: ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر کہنا، از ضرب دوپہر کو سونا، یہاں نصر سے ہے۔ صوابًا: مصدر از نصر تیر نشانہ پر لگنا۔ صواب: درست بات۔ ذالك: اسم اشارہ بعید مشار الیہ کے لئے برائے واحد مذکر، الحق: ثابت یقینی بات۔ شاء: فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب از فتح چاہنا، ارادہ کرنا۔ اتخذ: فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، از افتعال بنانا۔ الی: حرف جار۔ انّا: اِنّ حرف مشبہ بفعل، نا ضمیر منصوب متصل برائے جمع متکلم۔ انذرنا: فعل ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم از افعال۔ قریبًا: مصدر از نصر نزدیک ہونا۔ ینظر: مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب از نصر

دیکھنا۔ المرء: انسان، خصوصاً مرد، جب تا تانیث لگے المرأۃ تو عورت۔ قدّمت: فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مؤنث غائب از تفعیل آگے بھیجنا، یدا: ید کا تثنیہ ہے ہاتھ۔ یقول: فعل مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب از نصر کہنا۔ الکافر: صیغہ اسم فاعل واحد مذکر از نصر چیز کو چھپانا، رات کو کافر کہتے ہیں کیوں کہ مخلوق کو چھپاتی ہے، کاشتکار کو بھی کافر کہتے ہیں کیوں کہ زمین میں بیج چھپاتا ہے، منکرِ اسلام کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہوئے نعمتیں چھپاتا ہے، سب سے بڑھیا کفر توحید، رسالت، شریعت کا انکار، اور ارتداد ہے۔ یٰلیتنی: یا حرف نداء ہے جو اصل میں کسی کو بلانے کے لئے ہوتا ہے، پھر جس میں منادی بننے کی صلاحیت نہ ہو اس کو مثل منادی کے ٹھہرا کر نداء کرتے ہیں جیسے یابشریٰ. یاسلام ای ھٰذا او انک فاحضر. لیت حرف تمنی جس سے نہ حاصل ہونے والی بات کے حاصل ہونے کی تمنا کی جاتی ہے، نی: میں ن وقایہ جو اپنے ماقبل کے اعراب کی حفاظت کے لئے آتا ہے، اور ی متکلم ہے۔ کنتُ: فعل ماضی معلوم از افعال ناقصہ، صیغہ واحد متکلم۔ ترابا: مٹی۔

تفسیر:

ربط: اس سے پہلی آیات میں فیصلے کے دن کا اور اُس دن کے فیصلے کا ذکر تھا اِن آیات میں بھی اُس دن کے کچھ حالات ذکر ہیں۔

رب السموات والارض وما بینھما الرحمٰن: یہ من ربك کے لفظ رب سے بدل ہے یعنی اُس اللہ کی طرف سے جنتیوں کو انعامات ملیں گے جو آسمانوں، زمینوں اور اُن میں موجود سب مخلوقات اور کائنات کا رب اور مالک ہے، اور بہت مہربان ہے، سب کائنات اللہ تعالیٰ کے پالنے سے اور رزق سے کمال تک پہنچی اور پہنچ رہی ہے، کوئی چیز خود بخود نہیں پلی بڑھی، اُس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ جب کھایا اس کا تو اُس کی مانیں، ماں باپ پرورش کا ذریعہ ہوتو اولاد کی نالائقی نمک حرامی ہے کہ والدین کے مقابلہ میں دوسرے کی مانیں، ایسے ہی اللہ کے مقابلہ میں نفس وشیطان، برادری، ماحول وغیرہ کی مانیں یہ نمک

حرامی ہے۔

لا یملکون منہ خطابا: آسمانی زمینی مخلوق اللہ تعالی سے بغیر اجازت بات کرنے کے مختیار نہیں ہوں گے۔لا یملکون کی ضمیر فاعل کا مرجع وہی سب مخلوق ہے، اگلی آیت میں بھی یہی ذکر ہے لا یتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابًا کہ کلام نہیں کر سکیں گے مگر وہی جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ آدمی درست بات کرے گا، ایسے ہی اُس کے حق میں کلام کر سکیں گے جس کے حق میں بات کرنے کی اللہ تعالی اجازت دیں گے، اور جس نے درست بات کہی ہوگی۔

اللہ تعالی کے لئے صفت رحمٰن ذکر ہونے سے اشارہ ہے کہ یہ اجازت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مقتضی ہوگا ورنہ اللہ تعالی کے ذمہ لازم نہیں ہوگا کہ اجازت دیں ۔

قال صوابا: میں قال کی ضمیر مَنۡ کی طرف راجع ہے، اور مَنۡ کی مراد میں دو احتمال ہیں، اول یہ کہ اِسے مراد بولنے والا ہو، یعنی وہی بول سکے گا جس نے دنیا میں حق بات بولی ہوگی یعنی حق کے حق ہونے کا اقرار کیا ہوگا، یعنی مؤمن ہوگا، تو یہ سفارش کرنے والے کے لئے شرط ہوئی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ مَنۡ سے وہ شخص مراد ہو جس کے حق میں سفارش ہوگی، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اُسی کے حق میں سفارش ہوگی جس نے حق کے حق ہونے کا اقرار کیا ہوگا، تو پھر یہ سفارش کئے جانے والے کے لئے شرط ہوگی۔

قال صوابا: سے مراد یہ ہے کہ حق کلمہ یعنی لا الہ الا اللہ دنیا میں پڑھا ہوگا یعنی کافر کو اجازت نہیں ہوگی، اور کافر کے حق میں اجازت نہیں ہوگی، مؤمن ہی مؤمن کے حق میں بول سکے گا، اور سفارش کر سکے گا۔

یوم یقوم الروح والملائکۃ صفًّا: وہ ایسا دن ہوگا کہ روح یعنی جبرئیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے بھی ہیبت سے قطار میں کھڑے ہوں گے، اتنی مقرب مخلوق بھی مرعوب ہوگی، بغیر اجازت بول نہ سکیں گے یا روح سے مراد سب ذی روح مخلوق ہے (بیان القرآن، ابن کثیر) مگر علامہ آلوسی اِس کو خلاف ظاہر کہتے ہیں (روح المعانی ۳۰ / ۲۳) یا جبرئیل

علیہ السلام کے سوا کوئی خاص مقرب فرشتہ ہے (مظہری)

لایتکلمون: کی ضمیر فاعل میں یہ بھی احتمال ہے کہ اہل سموات وارض کی طرف راجع ہو، اور یہ بھی کہ روح وملائکہ کی طرف راجع ہو۔

ذالك الیوم الحق: یہ دن جس میں فیصلہ ہوگا مجرم دوزخ میں اور مطیع جنت میں جائیں گے یہ حق اور یقینی دن ہے، اس میں شک نہ کرو بلکہ اس میں کامیابی کی تیاری کرو، مگر اللہ تعالی کی طرف سے زبردستی نہیں۔

من شاء اتخذ: جس کی مرضی ہو اچھا ٹھکانہ حاصل کرنے کی، وہ اللہ کے ہاں اُس کے بنائے ہوئے گھر مہمان خانہ بہشت میں گھر بنالے، پلاٹ، بنگلہ، محل لے لے اور وہ ایمان واعمال صالحہ سے ملتا ہے۔

انا انذرنا کم عذابا قریبا: بیشک ہم نے تمھیں نزدیک والے عذاب سے ڈرایا، تمہاری مرضی اس سے ڈر کر بچاؤ کے اسباب اختیار کرو یا نہ، نزدیک والے عذاب سے مراد دنیا کا عذاب بھی ہوسکتا ہے جو کسی بھی صورت میں ہو، جیسے کافر کا مسلمان کے ہاتھوں قتل، شکست، وغیرہ، اور آخرت کا عذاب بھی مراد ہوسکتا ہے جو بظاہر اگر چہ دور لگتی ہے مگر موت قریب ہے اور من مات فقد قامت قیامتہٗ (کتاب ذکر الموت لابن ابی الدنیا عن انس ﷛) جو مرا اس کی قیامت قائم ہوگئی گو قیامت صغریٰ ہے، اور یہ تو قریب ہے، اس کو عذاب قبر کہتے ہیں کیوں کہ یہ قبر میں ہوتا ہے،

سب اعمال سامنے آجائیں گے:

یوم ینظر المرء ماقدمت یداہ: جس دن آدمی وہ سب اعمال سامنے دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے، چاہے مسلمان ہے یا کافر، نیکیاں اور برائیاں سامنے آجائیں گی، ہاں اگر مرنے سے پہلے اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی تو گناہ نامہ اعمال میں نہ پائے گا، توبہ سے کفر وشرک تک کا گناہ معاف ہوجاتا ہے، توبہ سے اعمال نامہ سے گناہ مٹادیئے جاتے ہیں کراما کاتبین کو بھی بھلادیئے جاتے ہیں، دوسری مخلوق زمین وغیرہ کو بھی

بھلوا دیئے جاتے ہیں، اور اگر مومن کے نیک اعمال میں خدانخواستہ ریاء ہوا، یا خدانخواستہ مومن دین سے پھر گیا اور اسی حال میں مر گیا تو نامہ اعمال میں نیک اعمال نہیں پائے گا۔

اور یہ جو فرمایا کہ جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے تو مراد یہ ہے کہ اُس کی ذات نے آگے بھیجے، ہاتھ بول کر آدمی کی ذات مراد ہے، ہاتھوں سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ زیادہ تر کام ہاتھوں سے کئے جاتے ہیں،

قیامت میں کافر کی حسرت:

ویقول الکافر یٰلیتنی کنتُ ترابًا: اور کافر کہے گا اے کاش میں مٹی ہوتا، یعنی پیدا ہی نہ ہوتا، یا جیسے قبر میں مٹی ہو گیا مٹی ہی رہتا دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا، یا آج قیامت میں مٹی کر دیا جاتا، حدیث میں ہے کہ روز قیامت جانوروں سے بھی اس قدر حساب ہوگا کہ ظالم جانور سے مظلوم جانور کو بدلہ دلایا جائے گا، پھر جانوروں کو مٹی ہو جانے کا حکم ہوگا تو وہ مٹی ہو جائیں گے یہ دیکھ کر کافر کہے گا کاش میں بھی مٹی ہو جاتا یعنی میں انسان نہ ہوتا جانور ہوتا اور آج میں بھی مٹی ہو جاتا۔ (مظهری عن عبد الله بن عمرو، حاکم)

تم تفسیر سورة النبأ بحمد الله تعالی فی الیوم الثالث من الصفر المظفر سنة ۱۴۳۸ من الهجرة النبویة علی صاحبها الصلوٰة و التحیة ولاحظته نظرا ثانیا یوم ۲۱ ربیع الثانی سنة ۱۴۳۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة النازعات مكية

اس سورت کو سورۃ النازعات، سورۃ الساھرۃ، سورۃ الطامۃ بھی کہتے ہیں، اس سورت میں پینتالیس یا چھیالیس آیات، ایک سو تہتر کلمات اور نو سو تریپن حروف ہیں۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴
قسم ہے سختی سے جان نکالنے والے فرشتوں کی، اور ان فرشتوں کی جو بند کھولنے والے ہیں، اور ان کی جو تیرتے
فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵
ہوتے چلتے ہیں، پھر ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں، پھر ہر کام کا انتظام کرتے ہیں

ربط: اس سورت کا ماقبل سورت سے ربط ظاہر ہے، کہ اس میں بھی قیامت کا ذکر ہے، اور سورہ نباء میں بھی۔

لغوی تحقیق:

و: واؤ جیسے عطف کے لئے ہوتا ہے، قسم کے لئے بھی ہوتا ہے، جب عطف کے لئے ہو تو عمل نہیں کرتا، اور قسم کے لئے ہو تو جر دیتا ہے، یہاں و قسمیہ ہے۔ النازعات: صیغہ اسم فاعل جمع مؤنث سالم، از ضرب، چیز کو اس کی جگہ سے سختی کے ساتھ کھینچنا۔ غرقًا: مصدر از سمع ڈوبنا۔ الناشطات: صیغہ اسم فاعل، جمع مؤنث سالم، از ضرب نشطًا چیز کو اس کی جگہ سے نرمی سے کھینچنا۔ نشط: بمعنی انشط معلوم ہوتا ہے کیوں کہ انشط کا معنی ہے گرہ کھولنا۔ اور نشط از ضرب بمعنی روح کھینچنا بھی لکھا ہے (مفردات) السابحات: از فتح سبحًا تیرنا۔ السابقات: از ضرب . نصر آگے بڑھنا۔ المدبرات: از تفعیل تدبیر و انتظام کرنا۔ امرًا: مصدر از نصر حکم کرنا، امر اسم بھی ہوتا ہے بمعنی کام، حکم۔

تفسیر:

ربط: سورہ نباء میں بھی قیامت کا اور اُس میں جزا وسزا کا ذکر ہے، اس سورت میں بھی قیامت اور اُس میں جزاء وسزا ذکر ہے۔

موت کے وقت کافر کا حال:

والنازعات غرقا: قسم ہے اُن فرشتوں کی جو ڈوب کر کھینچتے ہیں یعنی خوب مشقت وسختی سے کھینچتے ہیں، کیا کھینچتے ہیں؟ یعنی روحوں کو، مراد کافروں کی روحوں کو قبض کرنا ہے، مشقت سے کھینچنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ روح الٹی طرف سے نکالی جاتی ہے انگلیوں کے پوروں اور ناخنوں سے اور ہر بال کے نیچے سے نکالی جاتی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ موت کے وقت کافروں منافقوں کے سامنے خوفناک مناظر آتے ہیں کالے چہروں والے خوفناک شکلوں والے فرشتے، آگ کی سیخیں لئے ہوئے، جہنم کے انگارے، اور آگ کے کوڑے لے کر، وہ سیخیں میت کو مارتے ہیں جو روئیں روئیں میں اور رگ رگ میں گھس جاتی ہیں، چہرے اور پیٹھ اور باقی جسم پر کوڑے مارتے ہیں، ملک الموت کہتا ہے اے ملعون روح! لُو اور گرم پانی اور دھوئیں دار سائے کی طرف چل، ایسے خوفناک قسم کے مناظر دیکھنے کی وجہ سے روح جسم سے نہیں نکلنا چاہتی تو فرشتوں کو سختی کرنی پڑتی ہے اور سختی سے نکالتے ہیں،

موت کے وقت مسلمان کا حال:

والناشطات نشطا: اور قسم ہے اُن فرشتوں کی جو آسانی سے بند کھولتے ہیں، یعنی مؤمنوں کی روحوں کو آسانی سے نکالتے ہیں، اگرچہ مسلمان کی روح بھی پوروں اور انگلیوں سے نکلنا شروع ہوتی ہے لیکن فرشتوں کی طرف سے بھی نرمی ہوتی ہے، اور پھر مسلمان موت کے وقت اچھے منظر دیکھتا ہے، فرشتے اچھی صورت میں آتے ہیں ان کے ساتھ جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں اور جنت سے کفن لاتے ہیں، اور خوشخبریاں سناتے ہیں، تو مؤمن کی خواہش ہوتی ہے کہ روح جلدی نکل کر اپنے اچھے ٹھکانے میں پہنچے، تو روح

ایسے آسانی سے نکلتی ہے جیسے مشکیزے کا منہ کھول دیا جائے تو پانی آسانی سے نکلتا ہے، اگر بظاہر مشکل سے نکلنا نظر آئے، تو بھی اس پر مشقت نہیں سمجھنی چاہیئے، ایسے ہی اگر کافر کی روح آسانی سے نکلنا معلوم ہو تو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اُس کو کوئی مشقت اور تکلیف نہیں ہوئی۔

والسابحات سبحًا: اور جو تیرتے ہیں تیرنا، یعنی جب آسمان سے اترتے ہیں تو تیزی کے ساتھ ایسے آسانی سے چلتے ہیں جیسے پانی میں تیرنے والا بالکل آسانی سے پانی پر چلتا ہے، یا روح نکالنے کے لئے مؤمن کے بدن میں دریا میں تیرنے والے کی طرح تیرتے ہیں۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اوپر کی دو صفات تو روح قبض کرنے والے فرشتوں کی ہیں، اور یہ تیسری صفت دوسرے فرشتوں کی ہے جو دوسرے کاموں کے لئے آسمان سے زمین پر اترتے ہیں۔

فالسابقات سبقًا: اور جو جلدی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالٰی کے حکم کی تعمیل میں جلدی کرتے ہیں۔

فرشتوں کی مختلف ذمہ داریاں:

فالمدبرات امرًا: پھر انتظام کرتے ہیں اللہ تعالی کے دیئے ہوئے حکم کا، روحوں سے متعلق اللہ تعالی کا جو عذاب دینے کا حکم ہوتا ہے عذاب کا انتظام کرتے ہیں اور انعام کا حکم ہوتا ہے تو عالم برزخ میں اس کے عیش وسکون کے ساز وسامان کا انتظام کرتے ہیں، جمع کا لفظ اس لئے لایا گیا کہ بہت سے فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ماتحت ہیں، فوت ہونے والوں کے پاس حاضر ہوتے ہیں، کوئی روح قبض کرتے ہیں، کوئی روح اوپر لے جاتے ہیں، کوئی اس وقت کی جانے والی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، کوئی اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ (شرح الصدور عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۵۰)

اور یہ صفت عام فرشتوں کی بھی ہوسکتی ہے یعنی اللہ تعالی کے حکم سے فرشتے دنیا کے مختلف امور کا انتظام کرتے ہیں، جیسا کہ حضرت عبدالرحمن بن سابط فرماتے ہیں دنیا کے

کاموں کا انتظام کرنے والے چار فرشتے ہیں جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام، جبرئیل علیہ السلام ہواؤں اور لشکروں پر مقرر ہیں، اور میکائیل علیہ السلام بارش اور سرسبزہ پر مقرر ہیں، اور عزرائیل علیہ السلام روحوں کے قبض کرنے پر مقرر ہیں، اور اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالی کا حکم اِن فرشتوں تک پہنچانے پر مقرر ہیں۔

(الدر المنثور بحوالہ مسند عبد بن حمید، شعب الایمان وغیرہ)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے فرشتے ہیں، ایک قسم وہ جو اجرامِ سماوی کے انتظام پر مقرر ہیں، یہ مقرب فرشتے ہیں، جن میں سے چار مشہور فرشتے جبرئیل و میکائیل، اسرافیل و عزرائیل، اور جنت کا داروغہ رضوان اور دوزخ کا مالک اور روح القدس ہیں، دوسرے وہ جو ارکانِ ہوائیہ پر مقرر ہیں، جیسے رعد جو بادل میں سے گرج لاتا ہے، اور جو فرشتے بادل ہنکاتے ہیں، تیسرے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد زمین کے انتظام ہیں، جیسے مادہ کے پیٹ میں بچے پر اور اُس میں روح ڈالنے پر مقرر فرشتہ، اور حفظہ (اعمال پر مقرر محافظین، نگران) اور رقیب وعتید، اور معقبات (جان کی حفاظت کرنے والے) فرشتے ہیں۔ (الحبائک ص ۲۷۷)

سوال: فرشتے غیرُ اللہ ہیں، اور غیرُ اللہ کی قسم ناجائز ہے،

جواب: یہ حکم ہمارے لئے ہے، اللہ تعالی کے لئے نہیں ہے، وہ جو چاہیں تکلم کریں، اور جو فعل چاہیں کریں۔

اولیاء کے مدَبِّر کائنات ہونے پر استدلال:

سوال: بعض اہل بدعت اولیاء وانبیاء کرام کو مدَبِّر کائنات کہتے ہیں، اور ایسی آیات سے دلیل لیتے ہیں، کہ جب فرشتے مدبّر ہیں تو اولیاء کیوں مدبّر نہیں کہلا سکتے؟

جواب: یہ ہے کہ وہ فرشتے جن کے مدَبِّر ہونے کا یہاں ذکر ہے، اول تو زیادہ سے زیادہ اُن فرشتوں کا مدَبِّر ہونا ثابت ہوا، اولیاء کا مدَبِّر ہونا تو ثابت نہیں ہوا، اُن پر اولیاء کو قیاس کرنا اور وہ بھی عقیدہ بنا کر کوئی عقل مندی نہیں، قیاس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا، اور یہ ایسے ہے جیسے آدمی کہے کہ فلاں ان پڑھ آدمی درزی ہے، کپڑے سینا اچھی طرح جانتا ہے تو فلاں

عالم کیوں نہیں جانتا؟ ضرور جانتا ہے لہٰذا وہ بھی درزی ہے،

دوم: یہاں فرشتوں کی طرف تدبیر کی نسبت اور مدبّر کہنا بطور مجاز ہے، فرشتے تدبیر کا سبب ہیں جیسے جہان کے دوسرے کاموں کے لئے کئی اسباب ہیں، اور سبب کی طرف فعل کی نسبت بطور مجاز ہوتی ہے، جیسے مؤمن "اَنْبَتَ الرَّبِيعُ الْبَقْلَ" بطور مجاز صحیح عقیدہ کے ساتھ کہہ سکتا ہے، لیکن اگر اُسی سبب کو عطائی یا ذاتی طور پر اصل فاعل مانے تو شرک لازم آئے گا، اس لئے گو والدین بچے کی پیدائش میں سبب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو خالق سمجھنے کہنے سے منع کرتے ہیں "ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ" اور کاشتکار فصل کی پیدائش میں سبب ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس کی طرف پیدا کرنے کی نسبت سے روکتے ہیں "ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ" اس لئے سبب کی طرف ذاتاً یا عطاءً حقیقی طور پر فعل کی نسبت کرنا اور اُس کو فاعل کہنا جائز نہیں، اور اولیاء کی طرف تدبیر کی نسبت بے ثبوت ہونے کے سبب بطور سبب کے بھی درست نہیں ہے۔

اگر حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ سے دلیل لی جائے، تو اول: تو نص سے صرف اُن کا ایسے بعض تکوینی کام کرنا ثابت ہوا، جس سے دوسروں کے لئے بطور قانون ثابت نہیں مانا جاسکتا، ثانی: وہ بھی بطور سبب استعمال ہوگئے، اور سبب اپنے فعل کا خود مختار نہیں ہوتا، تو اگر بالفرض کسی ولی سے ایسا کوئی کام ثابت ہو، تو وہ قانون نہیں ہے، محض سبب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو استعمال فرمالیا ہوگا، ایسے کام خرق عادت ہوتے ہیں، اور ہر خرقِ عادت نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوتی ہے، جس میں خود نبی ولی کو اختیار نہیں ہوتا، جاہل خرقِ عادت کو عادت اور قانون بنالیتے ہیں۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝٦ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝٧ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨ اَبْصَارُهَا
جس دن کانپے گی کانپنے والی، اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی، کئی دل اُس دن دھڑک رہے ہوں گے، ان
خَاشِعَةٌ ۝٩
کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی

لغوی تحقیق:

ترجف: از نصر مضارع معلوم صیغہ واحد مؤنث غائب کانپنا، لرزنا۔ الراجفة: اِسی سے صیغہ اسم فاعل ہے۔ تتبعھا: تتبع مضارع معلوم صیغہ واحد مؤنث غائب از سمع پیچھے آنا۔ ھا ضمیر منصوب متصل برائے واحد مؤنث غائب، راجع بسوئے راجفة۔ الرادفة: صیغہ اسم فاعل برائے واحد مؤنث، از سمع پیچھے ہونا، سواری میں پیچھے بیٹھنے والے کو ردیف کہتے ہیں۔ قلوب: قلب کی جمع بمعنی دل، از ضرب پلٹنا، ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں کر دینا، دل کو قلب اس لئے کہتے ہیں کہ مختلف حالات کی طرف الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ یومئذ: اصل میں یوم اذ کان کذا ہے۔ اذ کان کذا کی تخفیف کر کے ئذ بنا کر یوم کی اُس کی طرف اضافت کر دی گئی۔ واجفة: صیغہ اسم فاعل، واحد مؤنث غائب، تیز چلنا، بے چینی کے وقت دل دھڑکتے ہوئے تیز چلتا ہے اس لئے بے چین دل کو قلب واجف کہتے ہیں۔ ابصارھا: ابصار جمع ہے بصر کی آنکھ، خاشعة: صیغہ اسم فاعل، واحد مؤنث غائب، از فتح جھکنا، عاجزی کرنا۔

تفسیر:

یوم ترجف الراجفة تتبعھا الرادفة: جس دن کانپے گی کانپنے والی، اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی، اس میں قیامت کے دن کے حالات کا ذکر ہے، ترجف الراجفة سے مراد پہلے صور پھونکے جانے پر زمین پر آنے والا زلزلہ ہے، جس سے زمین اور پہاڑوں جیسی چیزیں بھی ہل جائیں گی۔ یوم ترجف الارض و الجبال اور ایسا ہلاؤ ہوگا کہ زندہ مخلوق مر جائے گی، نظامِ جہان دَرہم بَرہم ہو جائے گا، کانپنا مخلوق کا ہوگا، لیکن اُس کی نفخہ اولی کی طرف نسبت سبب ہونے کی وجہ سے بطور مجاز کی گئی ہے اور تتبعھا الرادفة سے مراد دوسری دفعہ کا صور پھونکا جانا ہے، اُس کو رادفة فرمایا گیا کیوں کہ وہ پہلے نفخہ کے پیچھے یعنی بعد ہوگا، پہلے نفخہ سے جو ہلاؤ ہوگا، اُسے زندہ مر جائیں گے، اور دوسرے نفخہ سے جو ہلاؤ ہوگا اُسے مردے زندہ ہو کر زمین سے نکل کھڑے ہوں گے، دونوں نفخوں کے درمیان کے عرصہ میں اللہ تعالی عالمی بارش برسائے گا، جو اِن مردوں

کے زندہ ہونے کا سبب ہوگا۔

یہاں دونوں نفخوں کا ظرف یوم بنایا گیا، یعنی یوم میں دونوں نفخے ہوں گے، یعنی اُس وقت یوم ایسا لمبا زمانہ ہے جس میں دونوں نفخے بھی ہوں گے، اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال جتنا فاصلہ بھی ہوگا، اور اُسی یوم میں دوسرے نفخے کے واقع ہونے پر تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

قلوب یومئذ واجفة. ابصارها خاشعة : کئی دل اس دن ڈرے ہوئے ہوں گے، دھڑک رہے ہوں گے۔ قلوب کی تنوین تکثیر کے لئے ہے، تکثیر فی الکیف ہو تو مراد بے حد نافرمان دل ہیں، یعنی کافر، اور تکثیر فی الکم ہو تو مراد بہت زیادہ تعداد میں ایسے دل ہوں گے، بہرصورت یہ خصوصاً کافروں کی حالت ہوگی، اس دن کی ہولناکی کے سبب اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے احکام سے اعراض کے سبب خوف کی وجہ سے آنکھیں نیچی کی ہوں گی، خشوع اصل میں ڈرنے کو کہتے ہیں، لیکن ڈر کا اثر آنکھوں میں یہ ہوتا ہے کہ جھک جاتی ہیں، اس لئے سبب بولا گیا اور مسبب مراد ہے۔

سوال: ابصارها میں ها ضمیر قلوب کی طرف راجع ہے، حالانکہ دلوں کی آنکھیں مراد نہیں ہیں، بلکہ حسی آنکھیں مراد ہیں؟

جواب: یہاں مضاف محذوف ہے ابصارُ اربابها یعنی اُن دلوں والوں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

يَقُولُونَ ءَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوا تِلْكَ إِذًا
کہتے ہیں کیا ہم لوگ پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے، کیا اس وقت جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے، کہنے
كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾
لگے پھر تو وہ خسارے کا لوٹنا ہوگا

لغوی تحقیق:

بقولون: فعل مضارع معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از نصر۔ آئِنَّا: آ ہمزہ استفہام کا ہے، استفہام میں اصل تو نا واقف کا واقف سے نامعلوم بات پوچھنا ہے، لیکن یہ بات

اللہ تعالیٰ کے حق میں درست نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے، تو قرآن مجید میں استفہام کئی غرضوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں کفار کا قول استفہام سے شروع ہوا، اُن کا استفہام سے مقصد انکار ہے جس کو استفہام انکاری کہتے ہیں۔ اِنَّا دو حرف ہیں اِنَّ حرف مشبہ بفعل، نا ضمیر منصوب متصل برائے جمع متکلم۔ لمردودون: لام تاکید، مردودون صیغہ اسم مفعول جمع مذکر، از نصر لوٹانا، واپس کرنا۔ الحافرۃ: صیغہ اسم فاعل واحد مؤنث، از ضرب گڑھا کھودنا، ایک شخص کسی جگہ سے چلا ہو مگر سفر کرتے کرتے چلتے چلتے دوبارہ اُسی جگہ آ کھڑا ہو جہاں سے چلا ایسے کے لئے بطور محاورہ رَجَعَ فُلَانٌ فِیْ حَافِرَتِہٖ کہا جاتا ہے، اس لئے یہاں بمعنی ابتدائی حالت ہے۔ کُنَّا: فعل از افعال ناقصہ، از نصر، صیغہ جمع متکلم، نَا ضمیر مرفوع متصل برائے جمع متکلم، عِظَاماً: عَظْمٌ کی جمع ہے، بمعنی ہڈی۔ نَخِرَۃً: نَخِرَتِ الشَّجَرَۃُ سے ہے جب درخت بوسیدہ ہو جائے، از سمع ہڈی کا بوسیدہ ہونا۔ قَالُوْا: فعل ماضی معلوم صیغہ جمع مذکر غائب از نصر بمعنی بولنا، اس میں ضمیر فاعل منکرینِ قیامت کی طرف راجع ہے۔ تِلْکَ: اسم اشارہ دور والے مشارالیہ مؤنث کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے چاہے مکان کے اعتبار سے دور ہو یا زمان کے اعتبار سے یا درجے کے اعتبار سے، اِس کا مشارٌ الیہ دوبارہ زندگی ہے جو لمردودون کے ضمن میں ذکر ہے، خبر کَرَّۃٌ مؤنث ہونے کی وجہ سے اسم اشارہ مؤنث لایا گیا۔ اِذًا: اسم ظرف زمان۔ اِذْ کَانَ کَذَا سے مخفف ہے ای اذا صحت الرجعۃ، جملہ کان کذا حذف کر کے اُس کے عوض میں تنوین لائی جاتی ہے، اور جو تنوین جملہ کے عوض لائی جائے اُس کو تنوین لاحق کہتے ہیں، کَرَّۃٌ: مصدر از نصر بمعنی لوٹنا۔ خَاسِرَۃٌ: از سمع اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث، نقصان اٹھانا، خسارہ یہ ہے کہ تاجر نفع تو کیا حاصل کرے اپنی اصل پونجی میں بھی نقصان اٹھائے۔

تفسیر:

منکرینِ قیامت کا عقیدہ آخرت سے مذاق:

یقولون أئنا لمردودون فی الحافرۃ: منکرین قیامت کو جب کہا جاتا کہ روز قیامت

تم زندہ ہوگے تو منکرین قیامت مکہ کے کافر قیامت کا انکار کرتے ہوئے بطور تعجب کہتے ہیں نا اچھا! جب ہم مرچکے ہوں گے، گوشت ختم، ہڈیاں ختم اور سارے جسمانی اعضاء بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہونے اور اجزاء بکھر جانے منتشر ہوجانے کے بعد ہمارے گوشت اور اجزاء پھر تازے ہوکر مرکب ہوکر مکمل جسم دوبارہ تیار ہوکر زندہ ہوگا اور ہم پھر سے دنیا میں آنے کی طرح قیامت میں اٹھ کھڑے ہوں گے؟ کیا واقعی ایسا ہوگا؟

قالوا تلك اذاً كرة خاسرة: کہنے لگے اچھا! واقعی ہم پھر زندہ ہوں گے؟ مذاق اور انکار بڑھاتے ہوئے کہا کیا واقعی ایسا ہے؟ اگر بالفرض ایسا ہوا تو پھر تو ہم خسارے میں ہوں گے؟

تین جملوں کا فرق:

یہاں منکرین نے تین جملے بولے ہیں (۱) أئنا لمردودون في الحافرة (۲) أإذا كنا عظاماً نخرة (۳) تلك اذا كرة خاسرة. تینوں جملوں میں کیا فرق ہے؟ بعض مفسرین نے کہا کہ پہلے جملے سے ان کا مقصود قیامت کا انکار ہے، دوسرے جملے سے مقصود استہزاء و مذاق ہے، تیسرے جملہ میں محض فرض و تقدیر کے طور پر قیامت کا اقرار کر کے اُس میں اپنے خسران کا بیان ہے، بعض نے فرمایا کہ پہلے جملے کا مقصود قیامت کا انکار ہے، دوسرا جملہ اُسی کی تاکید ہے، تیسرا جملہ مستانفہ ہے۔

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾
وہ تو بس ایک بلا دے والی آواز ہوگی، تو اُسی وقت وہ سب لوگ میدان میں ہوں گے

لغوی تحقیق:

ف: استینافیہ ہے۔ انما: کلمہ حصر ہے، دولفظوں سے مرکب ہے إنَّ حرف مشبہ بفعل اور ما کافہ سے، کافہ کا معنی روکنے والی، ما کافہ وہ ما ہے جو اپنے مدخول عامل کو اگلے الفاظ میں عمل سے روک دے۔ هي: ضمیر مرفوع منفصل برائے واحد مؤنث غائب۔ کرۃ کی طرف راجع ہے۔ زجرة: از نصر آواز دے کر دھتکارنا، پھر مطلق دھتکارنے کے لئے

بھی استعمال ہوتا ہے، اور مطلق آواز دینے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ واحدۃ: ایک، وَاحِدٌ کی مؤنث ہے۔ ف: عطف کا فصیحہ ہے۔ اذا: مفاجاتیہ ہے کسی واقعہ کے ایک دم اچانک ہونے کو بتانے کے لئے آتا ہے۔ ھم: ضمیر مرفوع منفصل برائے جمع مذکر غائب ہے۔ بالساھرۃ: زمین کے اوپر کا حصہ، اصل معنی ہے وہ جگہ جس کو بہت سی تعداد روندے، قیامت کی زمین کو کُل انسان جنات وغیرہ روندنے والے ہوں گے اس لئے اُس کو الساھرۃ کہا گیا۔

تفسیر:

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ: اوپر منکرینِ قیامت کے شبہات اور قیامت سے اُن کا استہزاء ذکر تھا، یہاں سے منکرینِ قیامت کے انکار پر اور انکار کی وجہ سے کہی ہوئی اوپر مذکور باتوں پر رد کیا گیا ہے، کہ اے منکرو! تم قیامت کو اور روزِ قیامت اٹھائے جانے کو مشکل اور ناممکن سمجھ رہے ہو حالاں کہ قیامت قائم ہونے اور اٹھائے جانے میں ذرا بھی دیر نہیں لگے گی، بس اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسرافیل علیہ السلام دوسرا صور پھونکیں گے، اور ایک دم سب کے سب ذی روح زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ سے مراد دوسرا صور پھونکا جانا ہے۔

میدان حشر کی زمین:

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ: دوسرا صور پھونکے جانے پر فوراً ہی سب زندہ ہوکر قیامت کی زمین پر ہوں گے، وہ زمین یا تو حقیقت میں موجودہ زمین کے سوا ہوگی، یا اصل میں یہی زمین ہوگی لیکن صفت کے اعتبار سے اِس میں تبدیلی ہوگئی ہوگی کہ اونچ نیچ نہ رہے گی، پہاڑ درخت ختم ہوجائیں گے، اور وہ گناہوں سے پاک صاف ہوگی۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوات. لا ترٰی فیها عوجًا ولا امتًا.

ام المؤمنین حضرت میمونہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیت المقدس ملکِ شام سے متعلق فرمایا: ارض المحشر و المنشر (ابن ماجۃ ١٤٠٧،

مسند ابی یعلی ۷۰۸۸، مسند البزار ۳۹۶۵ بسند صحیح) وہ حشر و نشر کی سرزمین ہے۔
ممکن ہے کہ اِس کا مطلب یہ ہو کہ شام کی سرزمین میدانِ حشر بنادی جائے گی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ سرزمینِ شام میدانِ حشر کا وسط ہوگی گو آس پاس کی باقی زمین بھی اُس کے ساتھ ملا کر زمینِ حشر بنے گی۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اِذْهَبْ
کیا آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی ہے؟ جب اُن کو اُن کے رب نے پاک وادی طویٰ میں
اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى
آواز دی، کہ جاؤ فرعون کے پاس بیشک وہ حد سے گذر گیا ہے، اور اُس کو کہو کہ کیا تجھے خواہش ہے کہ تو پاک
رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝
ہو، اور میں تیری رہنمائی تیرے رب کی طرف کروں اور تو ڈر جائے

لغوی تحقیق:

هَلْ : حروف استخبار میں سے ہے، جن کے ذریعے ناوقف واقف سے کوئی خبر معلوم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا مقصود استفہام واستخبار نہیں ہوتا بلکہ کسی اور غرض کے لئے استعمال ہوتے ہیں، یہاں مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلے مضمون کے سننے کی ترغیب ہے۔ اَتَاكَ : اَتَا از ضرب ماضی معلوم بمعنی آنا۔ كَ : ضمیر منصوب متصل برائے واحد مذکر حاضر، حدیث: بمعنی خبر، ہر وہ بات جو انسان تک کسی ذریعہ سے پہنچے خواہ انسان سے سن کر یا بذریعہ وحی یا خواب، قرآن مجید کو بھی حدیث کہا گیا اللہ نزّل احسن الحدیث کتابًا. عرف واصطلاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو بھی و اما بنعمة ربك فحدث سے ماخوذ کر کے حدیث کہا گیا ہے۔ مُوسٰى : پیغمبر موسیٰ بن عمران بن [یصھر بن] قاھث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کا نام ہے۔ اِذْ: ظروف زمان میں سے ہے، زمانہ ماضی میں کسی واقعہ کے ہونے کو بتانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نَادَاهُ : دو کلمے ہیں۔ نَادَا : فعل ماضی معلوم از مفاعلہ صیغہ واحد مذکر غائب "ہٗ"

:ضمیر منصوب متصل برائے واحد مذکر غائب موسیٰ کی طرف راجع ہے۔ ربّهُ :رب کی تحقیق اوپر سورہ نباء میں گذری۔ هُ : ضمیر مجرور بہ اضافت ،موسیٰ کی طرف راجع ہے۔
بالواد : باء حرف جار۔ الواد : اصل میں وہ جگہ ہے جس میں پانی بہتا ہو، پھر چوں کہ دو پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ بھی پانی کے بہاؤ کی جگہ ہوتی ہے چاہے پانی آتا ہو یا نہ اس لئے اُس کو بھی وادی کہتے ہیں،اس کی جمع اودیة ہے۔ المقدس :صیغہ اسم مفعول از باب تفعیل، بمعنی اللہ تعالی کی پاک کی ہوئی، یہاں مقدس بمعنی مبارك یا مطہر ہے۔طوی : مصدر از ضرب بمعنی لپیٹنا، روندنا، اسم فاعل کے معنی میں ہے لپیٹنے والی یا موسیٰ علیہ السلام کی برکات لپیٹنے والی ، یا اپنی برکات لپیٹنے والی ، یا موسیٰ علیہ السلام کو لپیٹنے والی، یا بمعنی اسم مفعول یعنی گناہوں کے قدموں سے لپیٹی ہوئی ،(بہت سے انبیاء کے) قدموں سے روندی ہوئی۔ وادی کا نام ہے ، یہ وادی ملک شام میں طور پہاڑ کے پاس ہے، یہ پہاڑ ملکِ شام و مدین کے درمیان ہے۔ اِذْهَبْ : از باب فتح فعل امر حاضر معلوم،صیغہ واحد مذکر حاضر،اس میں انت ضمیر مخاطب فاعل ہے۔الی : حرف جار۔
فرعون : فرعون مصر کے عمالقہ قوم کے بادشاہوں کا لقب تھا، روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر و ہرقل اور فارس کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ اور یمن کے بادشاہوں کا لقب تبّع ہوتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے فرعون کا نام اور نسب ولید بن مصعب بن الرّیان یا ابن مصعب بن اشمیر بن الکوین بن عملاق یا عملیق بن لاود بن سام بن نوح بتایا گیا ہے، چار سو سال سے زیادہ عمر پائی اس عمر میں نہ سر درد ہوا نہ کوئی غم ہوا، نہ کسی نے اُس سے دشمنی کی۔ اِنَّهُ : اِنّ حرف از حروف مشبہ بفعل۔ هُ : ضمیر منصوب متصل برائے واحد مذکر غائب فرعون کی طرف راجع ہے۔طغیٰ : از نصر فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، اس میں ضمیر مستتر فرعون کی طرف راجع فاعل ہے، بمعنی حد سے گذر جانا۔ فقل : ف حرف عطف۔ قل : از نصر امر حاضر معلوم ،صیغہ واحد مذکر حاضر، هل : حرف استفہام ، فرعون کو نرم کرنے کے لئے درخواست کا انداز بنانے کی غرض سے حرف استفہام استعمال کیا گیا۔ لَكَ : لَ حرف جار۔ كَ : ضمیر واحد مذکر مخاطب۔ الیٰ : حرف جار۔ آن : مصدریہ

ناصبہ ۔ تزکّٰی : از تفعل ، فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر مخاطب؛ اس میں انتَ ضمیر مخاطب مستتر فاعل ہے۔اهدِيَكَ : اهدِىُ : از افعال فعل مضارع معلوم صیغہ واحد متکلم ۔ آنْ کی وجہ سے منصوب ہے، اس میں ضمیر متکلم مستتر آنَا فاعل ہے، فتخشٰی: ف برائے عطف ۔ تخشٰی : از سمع بمعنی ڈرنا، فعل مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر حاضر، خشیت اور خوف میں فرق ہے، خوف مطلق ڈرنا ہے، اور خشیت وہ خوف جس میں اُس کی عظمت بھی دل میں ہو جس سے ڈرے۔

تفسیر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اور حضور ﷺ کو تسلی:

هل اتاك حديث موسٰى:

ربط: ماقبل میں قیامت کے منکرین کے قیامت میں زندہ ہونے سے متعلق شبہات اور استہزاء کا بیان تھا، اُن کے استہزاء وشبہات سے رسول کریم ﷺ کا دل غمگین ہوتا، آپ ﷺ پریشان ہوتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ ذکر فرماتے ہیں، کہ میرے پیغمبر! آپ پریشان نہ ہوں مکہ کے کافروں سے بڑھ کر فرعون طاقتور اور حکومت والا تھا جب وہ ناکام ہوا تو مکہ والے بھی اگر انکار پر رہے یقیناً ناکام ہوں گے، اور جیسے فرعون کے مقابلے میں حضرت موسیٰ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور غلبہ دیا ایسے ہی اللہ تعالیٰ آپ کی بھی مدد فرمائیں گے اور آپ غالب آئیں گے ۔

هل اتاك حديث موسٰى: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ سے متعلق اگر یہ آیات دوسری آیات سے پہلے نازل ہوئی ہوں تو هل اپنے معنی استفہام میں ہے، اور یہ استفہام انکاری ہے، کہ کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر آئی؟ یعنی نہیں آئی، اب ہم آپ کو سنا رہے ہیں، اور اگر قصہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مضمون کی آیات پہلی آ چکی تھیں تو هل بمعنی قد ہے، کہ واقعی آپ کے پاس خبر تو آ چکی ہے، اُس سے آپ تسلی حاصل کریں، ہم اجمالاً پھر آپ کو سناتے ہیں۔

اذ ناداہُ ربهٗ بالواد المقدس طوًی: حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مختصر یہ ہے کہ نبی ہونے کی اطلاع آنے سے پہلے مصر میں فرعون کی حکومت کے تحت رہتے ہوئے ایک دن دوپہر کو جب زیادہ تر لوگ دوپہر کا آرام کر رہے تھے، کسی جگہ دو آدمی دیکھے ایک قبطی یعنی فرعون کی قوم کا بلکہ فرعون کا باورچی تھا دوسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا یعنی بنی اسرائیلی تھا، بنی اسرائیلی کمزور تھا قبطی اُس کو کہتا کہ لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھا، وہ کہتا کہ میں کمزور ہوں نہیں اٹھا سکتا، اُس کا اصرار بڑھ رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سامنے آئے تو بنی اسرائیلی نے مدد کے لئے پکارا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیلی کی مدد کرنا چاہی اور ڈانٹتے ہوئے قبطی کو صرف ایک مُکا مارا، تو بس اُس مُکے سے وہ قبطی گرا اور مر گیا، بالآخر فرعون تک اطلاع پہنچی کی کہ قبطی کا قاتل موسیٰ علیہ السلام ہے، تو گرفتاری کا حکم آیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم ہوا تو انہوں نے مصر چھوڑ کر مدین کا سفر کیا، وہاں حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچ گئے، حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اطمینان رکھو کہ فرعون کی حکومت سے آپ نکل آئے ہیں، پھر فرمایا کہ آپ میرے پاس رہیں اور ہماری بکریاں آٹھ سال لازماً اور پورے دس سال تبرُّعاً چراؤ میں اپنی ایک بیٹی آپ کے نکاح میں دوں گا، تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال بکریاں چراتے رہے، دس سال کے بعد اپنے وطن مصر اپنی والدہ سے ملنے کی خواہش ہوئی، حضرت شعیب علیہ السلام سے واپسی کی اجازت مانگی، انہوں نے اجازت دی اور جس بیٹی سے اُن کا نکاح کر دیا تھا ساتھ بھیج دیں (سورہ قصص آیت ۱۴ تا ۲۹) اور بہت سی بکریاں دیں (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/ ۱۳۴ ح ۳۳۲، الاحاد و المثانی لابن ابی عاصم ۱۳۷۸، الدر المنثور ۶/ ۴۰۸)

بعض تفاسیر میں بکریوں کی حفاظت کے لئے کتوں اور چرواہوں کا ذکر بھی ہے، جن کو لے کر سفر کرتے ہوئے کوہِ طور کے پاس وادی طویٰ میں پہنچے یہاں آکر اللہ تعالیٰ نے اُن کو نبی ہونے کی اطلاع فرمائی، اور خصوصاً دو معجزے عصا اور ید بیضاء دے کر فرعون کے پاس دعوت حق کے لئے جانے کا حکم فرمایا، چوں کہ گھر بھی فرعون کے ملک مصر میں تھا اور دعوت کے لئے بھی فرعون کے پاس جانا تھا اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ وہ وہیں سے دعوت کے لئے چل دیئے اور بیوی کے وہاں جنگل میں ہونے کی پروانہ کی، یہ اس لئے درست نہیں کہ

اللہ کا حکم گھر والوں کو جنگل میں چھوڑ دینے کا نہ تھا، پھر گھر والوں کے بھی حقوق تھے تو اللہ تعالی گھر والوں کے حقوق سے لا پروائی کے ساتھ دعوت کے کام کا نہیں فرماتے کیوں کہ اہل حقوق کے حقوق ادا کرنا اور دوسروں کو اُن کی ادائیگی کی ترغیب دینا بھی دعوت کا حصہ ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی اور تعلیم بتاتی ہے۔

اذھب الی فرعون انہ طغی: فرمایا فرعون کے پاس جاؤ، وہ حد سے گذر گیا ہے، اپنے خالق اللہ تعالی کا انکاری ہے، اور مخلوق کو غلام بنا رکھا ہے، اور تکبر کر رہا ہے، اس کو جا کر سمجھاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ملکِ مصر کے سب لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے چاہے بنی اسرائیلی ہوں یا قبطی، تو آیات قرآنی میں خصوصاً فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا، کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ دنیاوی لحاظ سے جو لوگ عزت وشرافت والے ہوں، وہ دین پر اور صحیح عقائد واعمال پر آجائیں تو کمزور لوگ تو اُن کے تابع ہوتے ہیں اُن کا دین پر آنا بہت آسان ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ بڑوں کے پیچھے چلنے والے ہوتے ہیں، اور اس لئے بھی کہ اُن کے دلوں میں عاجزی، انکساری زیادہ ہوتی ہے، اور تواضع والا آدمی جلدی حق قبول کرتا ہے، اس لئے کہ حق کا انکار تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اُن میں تکبر نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ دنیادار لوگوں کو دین کی حمایت ونصرت کے لئے اور دین کے تمام شعبوں اداروں کی حمایت کے لئے آگے ہونا چاہیے تا کہ ہر طرح دین کو قوت حاصل ہو۔

تبلیغ کا پیغمبرانہ انداز:

فقل ھل لك الی ان تزکّی: فرعون کو کہو تجھ میں پاک ہونے کی خواہش ہونی چاہیے، یعنی اس بات کی خواہش کہ تو گناہوں اور اللہ تعالی کے مقابلہ میں تکبر اور شرک وکفر سے پاک ہو جائے، اور میرا تیرا جو اصل رب ہے میں اُس کی رضا کے اعمال توحید اور عبادت وغیرہ تجھے سمجھاؤں اور وہ اعمال اختیار کر اور اللہ تعالی کی عظمت دل میں رکھ کر اُس کے عذاب سے ڈرو، یہ انداز تبلیغ خود اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام کو سکھایا، اس انداز بیان میں بے حد نرمی ہے، دعوت وتبلیغ اسی نرمی سے دی جانی سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے قولا لہ قولًا لیّنًا میں جو نرم باتیں کہنے کا حکم ہوا تھا وہ یہی دل کو لگنے والی موم کرنے والی باتیں تھیں، اور ظاہر ہے کہ

دعوت وتبلیغ کا جو انداز خود اللہ تعالی سکھا رہے ہیں وہی اللہ تعالی کو بہت پسند ہے، اور اللہ کی پسند کو پسند کرنا سنتِ انبیاء ہے، اس لئے اللہ والے تھوڑے سے کلماتِ نصیحت نرمی سے کہتے ہیں تو جو اثر ان کا ہوتا ہے جو شیلے اور سُریلے مقرروں کے کئی گھنٹوں کے بیان کا وہ اثر نہیں ہوتا، ہاں اثر قبول کرنے کے لئے بھی دل چاہیے نہ کہ پتھر۔

اللہ تعالی تک پہنچنے کے لئے رہبر ضروری ہے:

واھدیك الی ربك فتخشی: معلوم ہوا کہ کفر وشرک اور اُن سے چھوٹے گناہوں سے بچنے کے لئے اور نیک اعمال کی عادت اپنے اندر پختہ کرنے کے لئے جنت کے راہ پر چلنے کے لئے ہر آدمی کو رہبر کی ضرورت ہے، بغیر رہبر آدمی راہِ راست پر نہیں چل سکتا۔

ہم سے ملنے کی ہے بس یہی اِک راہ — کہ ملنے والوں سے راہ پیدا کر

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾
تو دکھائی موسی علیہ السلام نے فرعون کو بڑی نشانی، تو اُس نے جھوٹا قرار دیا اور نہ مانا، پھر پیٹھ پھیر کر کوشش کرنے
فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لگا، اور جمع کیا اور آواز دی، اور کہا میں تمہارا بلند وبرتر رب ہوں، تو اُس کو اللہ نے پکڑا آخرت اور دنیا کی عبرت
لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٦﴾
ناک سزا میں، بیشک اِس میں عبرت ہے اُس کے لئے جو ڈرتا ہو

لغوی تحقیق:

فاراہ: ف برائے عطف۔ ارا: از افعال فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب۔ الآیۃ: مفرد ہے آیات کا۔ آیۃ کئی معنی میں آتا ہے، قرآن کا خاص حصہ جو ماقبل ومابعد سے الگ کیا گیا ہو، اللہ تعالی کی قدرت پر دلالت کرنے والی مخلوق آیۃ اللہ کہلاتی ہے، نبی کے ہاتھ سے جو خرقِ عادت کام ہو وہ معجزہ بھی آیت کہلاتا ہے، آیت میں یہی مراد ہے، الکبری: کبیر کی مؤنث ہے، بمعنی بڑی۔ عصی: از ضرب ماضی معلوم صیغہ

واحد مذکر غائب، بمعنی طاعت سے نکلنا۔ ادبر: از افعال، فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب۔ دُبُر یعنی پچھلا حصہ موڑنا، اعراض کرنا۔ یسعٰی: از فتح کوشش کرنا۔ حشر: از نصر ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، بمعنی جمع کرنا۔ الاعلٰی: صیغہ اسم تفضیل، بمعنی افضل۔ فاخذ: از نصر ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، بمعنی پکڑنا۔ نکال: از نصر مصدر بمعنی عبرتناک سزا دینا، یعنی ایسی سزا جو دوسروں کو اُس قابلِ سزا فعل سے روکے۔ الآخرۃ، الاولیٰ: آخرۃ اولیٰ ایک دوسرے کی ضد ہے۔ آخرۃ آخِر کی اور اولیٰ اوّل کی مؤنث ہے۔ آخرۃ بمعنی پچھلی اور اولیٰ بمعنی پہلی، ہر ایک موصوف محذوف کی صفت ہے۔ الحیاۃ الآخرۃ، الحیاۃ الاولیٰ، الحیاۃ الاولی پہلی زندگی یعنی دنیا کی زندگی، اور الحیاۃ الآخرۃ پچھلی زندگی یعنی آخرت کے جہان کی زندگی، ممکن ہے کہ یہاں اِن کا موصوف الکلمۃ ہو، یعنی الکلمۃ الآخرۃ و الکلمۃ الاولی۔ لعبرۃ: ل برائے ابتداء۔ عبرۃ: مصدر از سمع بمعنی نصیحت حاصل کرنا۔

تفسیر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات:

فاراہ الآیۃ الکبرٰی: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس پہنچ کر اُس کو دعوت دی تو فرعون نے ڈرایا دھمکایا کہ خبردار میرے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ ورنہ جیل میں ڈالوں گا، سزا دوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر اپنے سچے ہونے کی دلیل پیش کروں تب بھی سزا دو گے؟ سچا سزا کا مستحق نہیں ہوتا سزا کا مستحق جھوٹا شخص ہوتا ہے، تو فرعون نے کہا اچھا سچائی کی دلیل پیش کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزہ دکھایا جس کو یہاں آیت میں الآیۃ الکبری فرمایا گیا، قرآن مجید کے مطابق دو معجزے دکھائے، لاٹھی پھینکی وہ سانپ بن گئی، اور ہاتھ بغل میں کر کے نکالا تو خوب روشن چمکدار ہو گیا، فرعون نے وزراء سے مشورہ کے بعد کہا کہ ہم جادوگروں سے تمہارا مقابلہ کرائیں گے، جو غالب آیا اُس کے پیچھے چلیں گے، ظاہر ہے کہ حق کے مقابلے میں جادوگروں نے شکست ہی کھانی تھی، شکست کھائی، اور

جادوگر تو ایمان لے آئے مگر فرعون ضد پر اڑا رہا، قوم کو جمع کر کے سیاسی لیڈر کی طرح تقریر کی، کہ میں تمہارا اونچی شان والا افضل رب ہوں، مجھے نہ چھوڑنا، موسیٰ اور ہارون دو جادوگر ہیں، اِن کا پروگرام ہمیں ملکِ مصر سے نکالنے کا ہے، اور ہماری بہترین تہذیب اور خوبصورت مذہب کو ختم کرنا چاہتے ہیں، آخر خود بھی ایمان نہیں لایا اور دوسرے قبطیوں کو بھی حق پر ایمان لانے سے روکا۔

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو بہت سے معجزے دکھائے الآیۃ الکبرٰی تو واحد ہے تو ذکر ایک معجزے کا کیوں ہوا؟

جواب: اِس آیت میں صرف اُس معجزے کا ذکر ہے جو پہلے پہل دعوت دیتے وقت فرعون کو دکھایا، زیادہ معجزے اُس کے بعد کے اوقات میں دکھائے۔

سوال: ابتداءِ دعوت کے وقت بھی تو دو معجزے دکھائے جب کہ الآیۃ الکبری میں ایک کا ذکر ہے؟

جواب: یہاں لفظ ہیں الآیۃ الکبرٰی کے، اور بڑا اور اصل معجزہ عصا کا سانپ بن جانا تھا، ید بیضاء تو محض اُس کے تابع تھا (عن ابن عباس، روح المعانی ۳۰/۳۴) یا مقصود تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا اظہار تھا، اِس مقصود پر دلالت کرنے میں دونوں معجزے ایک معجزہ کے بمنزلہ تھے (عن مجاهد رحمہ اللہ ایضاً) یا الآیۃ جنس ہے قلیل کثیر سب کو شامل ہے۔ (الفواتح الالهیة للشیخ علوان [م ۹۲۰ھ] ۲/۴۸۲)

فکذب وعصی: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اُن کے معجزات کو جھٹلایا، اور اللہ اور پیغمبر کا کہنا ماننے سے انکار کیا۔

ثم ادبر یسعٰی: یعنی اعراض کیا اور حضرت موسی وہارون علیہما السلام اور اُن کے لائے ہوئے حق کے خلاف تدابیر کرنے کی کوشش شروع کی۔

فحشر فنادیٰ: اپنے جادوگروں اور حکومتی لوگوں اور عوام کو جمع کیا گویا سیاسی جلسے کا اہتمام کیا، پھر مجمع میں تقریر کرتے ہوئے خاص پیغام یہ دیا انا ربکم الاعلی، مطلب یہ تھا کہ میں اونچی شان والا تمہارا رب ہوں، میرے سوا کوئی رب اور معبود نہیں ہے یا یہ

مطلب ہے کہ جن بتوں کو پوجتے ہو وہ بھی تمہارے معبود ہیں لیکن میں سب معبودوں میں تمہارا بڑا رب اور معبود ہوں، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون دہریہ یعنی خدا کے وجود کا منکر شخص تھا۔

ابلیس اور فرعون میں فرق:

بعض مفسرین نے فرعون اور ابلیس میں توازن کرتے ہوئے ذکر کیا کہ ابلیس فرعون سے بڑھ کر گمراہ تھا (۱) ابلیس کی نیت فرعون کی نیت سے بُری تھی (۲) ابلیس اختلاف و مخالفت کا بانی ہے (۳) ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے بے شرمی کا مظاہرہ کیا، جبکہ اِن لوگوں نے انبیاء کے سامنے بے شرمی کی (۴) یہ لوگ کبھی مخلوق کے سامنے اظہار تضرع کرتے، اور اپنے قصور کا اعتراف کر لیتے، جب کہ ابلیس نے کبھی اپنا قصور نہیں مانا۔

(تفسیر حدائق الروح ۳۱/ ۸۳، ۸۴)

فرعونیوں کی ہلاکت:

فاخذہ اللہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام عرصہ دراز تک تبلیغ کرتے رہے، سمجھاتے رہے، لیکن وہ کفر پر اصرار کئے رہا، آخر ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اُس کے لشکر کی ہلاکت قریب بتائی اور حکم فرمایا بنی اسرائیل کو رات کو مصر سے لے چلو، پورے بنی اسرائیل ایمان لا چکے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے رات کو چلنے کا حکم دیا، چلے، اور چلتے چلتے دریا قلزم کے کنارے پہنچے، چونکہ پیچھے فرعون کو اِن کا نکلنا معلوم ہو گیا تھا اس لئے سب فرعونی بمع فرعون کے اِن کا پیچھا کرنے کو نکلے تھے، وہ بھی چلتے چلتے دریا کے قریب پہنچ گئے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے دریا میں سے خشک راستے بنا دیئے، یہ پار ہوئے تو فرعونی بھی آ پہنچے، جب وہ دریا میں اُنہی راستوں سے داخل ہوئے جن سے بنی اسرائیل پار ہوئے تو سب کے درمیانِ دریا پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دریا کو مل جانے کا حکم دیا، آخر فرعون اور اُس کی قوم سب غرق ہو گئے۔

فاخذہ اللہ نکال الآخرۃ والاولیٰ: اس کی اصح تفسیر یہ ہے کہ الآخرۃ اور

الاولی الحیاۃ موصوف محذوف کی صفت ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے فرعون کو پکڑا آخرت اور دنیا دونوں جہان کی عبرت ناک سزا میں، آخرت میں جہنم اور اُس کے مختلف عذاب اور دنیا میں پانی میں ڈوبنا مراد ہے، دوسری تفسیر یہ ہے کہ اِن کا موصوف الکلمۃ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے فرعون کو پکڑا فرعون کے دوسرے اور پہلے کلمہ کے کہنے کی عبرت ناک سزا میں، پہلا کلمہ مَا عَلِمۡتُ لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرِىۡ ہے، اور دوسرا کلمہ انا ربکم الاعلیٰ ہے۔

ان فی ذالك لعبرۃ لمن یخشی: اگر کسی شخص کو بطور خیر خواہی نقصان سے بچانے کے لئے کہا جائے کہ فُلاں راستے سے نہ جانا اُس راستے پر ڈاکو ہیں جو جان و مال لے لیتے ہیں، تو وہ شخص اگر جان و مال کی فکر کرے گا اور جان و مال کے نقصان سے ڈرے گا تو خیر خواہ کی بات لے گا، ورنہ لاپرواہ ہو کر اُس راہ پر چلے گا اور جان و مال دونوں کا نقصان بھی کرے گا، جس شخص کو آخرت کے نقصان کا ڈر ہو گا وہ فرعون کے قصے سے سبق حاصل کرے گا، فرعون کی طرح کفر و تکبر کے بجائے ایمان و تواضع سے اپنی دنیا و آخرت کو بربادی سے بچائے گا، اور اگر لاپرواہ ہو تو اُس کو اِس قصے سے کچھ نصیحت و عبرت حاصل نہ ہوگی کیونکہ وہ اندھا بہرا اور گونگا ہے۔

ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغۡطَشَ
کیا تم بنانے کے اعتبار سے مشکل ہو یا آسمان، جس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا، اُس کی چھت کو اونچا کیا اور اُس
لَيۡلَهَا وَ اَخۡرَجَ ضُحٰٮهَا ﴿۲۹﴾ وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰٮهَا ﴿۳۰﴾ اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَ
کو برابر کیا، اور اُس کی رات تاریک کی اور اُس کے دن کا اجالا نکالا، اور اُس کے بعد زمین کو پھیلایا، نکالا اُس میں سے
مَرۡعٰٮهَا ﴿۳۱﴾ وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰٮهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ﴿۳۳﴾
اُس کا پانی اور اُس کا چارہ، اور پہاڑوں کو جما دیا، تمہاری ذات کے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے،

لغوی تحقیق:

اشدّ: صیغہ اسم تفضیل، بمعنی بہت مضبوط، بہت مشکل۔ بنا: از ضرب، تعمیر کرنا، ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھا: ضمیر مؤنث راجع بسوئے السماء۔ رفع: از فتح

بلند کرنا، فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، سمك: مصدر از نصر بلند کرنا، بلند ہونا اور بمعنی بلندی، چھت ۔ سوّی: از تفعیل ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، بمعنی ٹھیک اور برابر بنانا، اغطش: از افعال ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، بمعنی تاریک کرنا ۔ اخرج: از افعال ماضی معلوم، باہر کرنا، نکالنا ۔ ضُحٰی: اسم بمعنی آفتاب، چاشت کا وقت، دن ۔ دَحٰی: از فتح ماضی معلوم بمعنی پھیلانا ۔ مرعٰی: اسم ظرف مکان بمعنی چراگاہ، یہاں بمعنی رِعْیٌ یعنی گھاس ۔ ارسٰھا: ارسٰی: از افعال ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، بمعنی ٹھہرانا، جمانا ۔ متاعًا: فائدہ حاصل کرنے کی چیز ۔ لانعامکم: انعام: نَعَمٌ کی جمع ہے، اصل میں اونٹوں سے خاص ہے، لیکن گائے بکریوں کو بھی انعام کہتے ہیں جب اُن میں اونٹ بھی ہوں، چوں کہ خطاب عام ہے، اور انسانوں کے پاس جیسے گائے بکریاں ہیں اونٹ بھی ہیں، اس لئے سب چوپائے انعام کہلاتے ہیں، یہاں بھی عام ہے۔

تفسیر:

أأنتم اشد خلقا: شروع سورت سے هل اتاك حديث موسٰى تک منکرینِ قیامت کا رد تھا درمیان میں منکرین کے استہزاء پر حضور ﷺ کی تسلی کے لئے حضرت موسٰی علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا، اب بھی منکرینِ قیامت کے رد کے لئے قیامت میں زندہ ہونے کے دلائل کا بیان ہے،

أأنتم اشد خلقًا: یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو سب کچھ ایک برابر ہے لیکن تمہارے ذہن کے اعتبار سے تو انسان کی بہ نسبت آسمان بنانا مشکل ہے، تو بتاؤ جو اللہ آسمان جیسی مخلوق عدم سے وجود میں لاسکتا ہے، اور یہ اُس کے لئے ذرا مشکل نہیں تو مر کر بالکل ختم ہو جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد تمہارا وجود میں لانا کیا مشکل ہے؟

آسمان کی بلندی:

پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی تخلیق کی کچھ تفصیل بیان فرمائی۔

رفع سمکھا: اللہ تعالیٰ نے آسمان کی چھت بہت ہی اونچی بنائی، یا آسمان کی بلندی کو بہت ہی اونچا کیا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے (مسند احمد عن عباس ۱۷۷۰، عبداللہ بن عمرو ۶۸۵۶، ابوھریرہ ۸۸۲۸، ابوسعید خدری ۱۱۷۱۹، ابو ذر مسند بزار ۴۰۷۵، ابن مسعود المعجم الکبیر ۹/۲۰۲ح ۸۹۸۷)

فسواھا: آسمان کو برابر کیا، یعنی نہ اُس میں اونچ نیچ ہے، نہ سوراخ و پھٹن ہے۔

آسمان کا دن رات:

اغطش لیلھا واخرج ضحٰھا: ضمیریں آسمان کی طرف راجع ہیں یعنی آسمان کی رات کو تاریک بنایا اور آسمان کے دن کو ظاہر کیا، رات اور دن کو آسمان کے رات دن کیوں فرمایا؟

یا اس لئے کہ رات اور دن کا نظام سورج چاند سے جڑا ہوا ہے، اور سورج چاند کا زیادہ تعلق آسمان سے ہے اس لئے رات دن کو آسمان کے رات دن فرمایا، یا اس لئے کہ دِن کا تعلق سورج سے ہے اور سورج کا تعلق آسمان سے ہے، تو دن آسمان کا ہوا، اور رات اگرچہ زمین پر ہوتی ہے لیکن رات کی ابتداء کا تعلق آسمان سے ہے کہ سورج آسمان کی ایک جانب غروب ہوتا ہے، تو رات ہوتی ہے، اِس لحاظ سے رات آسمان کی ہوئی۔

پہلے کیا پیدا ہوا، آسمان یا زمین؟

والارض بعد ذالك دحٰھا: آسمان پیدا کرنے کے بعد زمین کو پھیلایا۔

زمین پہلے پیدا ہوئی یا آسمان؟ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں، جو کہتے ہیں کہ زمین پہلے اور آسمان بعد میں پیدا ہوئے، اُن کی دلیل یہ آیات ہیں:

اول: هو الذی خلق لكم ما فی الارض جمیعًا ثم استوٰی الی السماء فسوّٰهن سبع سموات اِس میں پہلے زمین اور اُس کے اندر کی چیزوں کی تخلیق ذکر ہے اُس کے بعد ثم کے ذریعے آسمان کی تخلیق ذکر ہے ثم ظاہر کرتا ہے کہ آسمان کی تخلیق

بعد میں ہوئی۔

دوم: الذی خلق الارض فی یومین......وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا فی اربعة ایام.......ثم استوی الی السماء وھی دخان الآیة اِس میں بھی زمین کی تخلیق کے بعد ثم کے ساتھ آسمان کی تخلیق ذکر ہوئی، معلوم ہوا کہ آسمان زمین کے بعد پیدا کئے گئے ۔

حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول منقول ہے (الاسماء والصفات/۳۸۸،۳۹۰،العظمة لابی الشیخ ۴/۱۳۶۷) اور جمہور کی تحقیق بھی یہی ہے۔

دوسرے قول والے اِسی آیت والارض بعد ذالک دحھا سے دلیل لیتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کے بعد زمین کو بچھانے کا ذکر کیا ہے۔

جمہور فرماتے ہیں کہ یہ آیت جمہور کے قول کے خلاف نہیں کیوں کہ اس میں دحوارض کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کی تخلیق پہلے ہوئی، پھر آسمان پیدا ہوئے پھر زمین کے اوپر کا سب کچھ بچھایا گیا، اگلی آیت اخرج منھا ماءھا ومرعاھا الخ دحھا کی تفسیر ہے، یادحو سے مراد زمین کو پھیلانا ہے، یعنی زمین کی تخلیق پہلے ہوئی ،مگر اُس کو پھیلایا نہیں گیا تھا، پھر آسمان کی تخلیق ہوئی، اُس کے بعد زمین کو پھیلایا گیا۔

اخرج منھا ماءھا: اجمالاً جس دحوارض کا ابھی ذکر ہوا یہاں سے اُسی کی تفصیل اور تفسیر ہو رہی ہے، یعنی دحوِارض سے مراد ہے زمین پر بسنے والے انسانوں اور دوسری مخلوق کی ضرورت کی چیزیں زمین پر پیدا کیں، سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت سب جانداروں کو ہوتی ہے وہ پانی ہے، وہ اتنا ہی عام کیا جتنا ضرورت ہے، زمین کے اوپر بھی عام ہے، اور زمین کے اندر بھی اُس کے ذخیرے ہیں، اور جانوروں کے لئے بہت ضروری خوراک چارہ ہے، وہ ہر طرح عام کیا، بلکہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرعٰی سے انسان اور جانور سب کی خوراک مراد ہے، یعنی سب کی خوراک عام فرمائی ۔

والجبال ارسٰھا: اور پہاڑوں کو جما دیا، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ زمین پانی پر ہے، اس

لئے اُس میں ٹھہراؤ نہیں تھا ہلتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میخیں بنا کر کھڑے کر دیئے۔

متاعًا لکم ولانعامکم: زمین وآسمان اور اُن کے درمیان کی چیزیں اور پہاڑ تمہیں اور تمہارے جانوروں کو فائدہ دینے کے لئے بنائے ورنہ اللہ تعالیٰ کی اپنی کوئی غرض نہیں تھی، کیوں کہ اپنی غرض محتاج کی ہوتی ہے اور اللہ بے نیاز ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ
توجب آئے گا بڑا حادثہ، جس دن انسان یاد کرے گا اُس کو جو کوشش کی، اور جہنم ظاہر کی جائے گی
الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ ﴿٣٦﴾ فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ﴿٣٧﴾ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ
اُس کے سامنے جو دیکھے، تو لیکن جو حد سے نکلا، اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، تو جہنم ہی
الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ
اُس کا ٹھکانہ ہے، اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کو خواہش سے روکے رہا
الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾
تو جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے،

لغوی تحقیق:

الطامّۃ: بڑی مصیبت، قیامت خصوصاً مجرموں کے لئے بڑی مصیبت ہوگی کیوں کہ مقدمہ مصیبت ہوگی اس لئے قیامت کو طامۃ کہتے ہیں۔ یتذکر: مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعّل، یاد کرنا۔ الانسان: حیوان ناطق، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کو انسان اس لئے کہتے ہیں کہ اِس سے بھول ہوئی، امام فراء کہتے ہیں یا تو انسان بروزن اِفعِلان ہے، نسِیَ ینسٰی سے ہے اصل میں انسیانٌ ہے (بھولنے والا) یا بروزنِ فِعلان ہے اِنس سے ہے مانوس ہونا (مانوس ہونے والا نہ کہ وحشی) (الزاہر فی معانی کلمات الناس ۱/ ۳۸۳) بُرِّزَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل ظاہر کرنا۔ الجحیم: از سمع آگ کا سخت بھڑکنا، گڑھے میں بھڑکتی ہوئی آگ، دوزخ کے ناموں میں سے ہے۔ اٰثر: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از

افعال ترجیح دینا۔ الحیٰوۃ : قوت حساسہ یعنی وہ قوت جس کے ذریعے حس پیدا ہوجاتی ہے، اور جس میں قوتِ حساسہ ہو اُس کو حیوان کہتے ہیں۔ الدنیا : یا تو دنا یدنو ادُنُوًا سے ہے بمعنی قریب، یعنی جو آخرت کے یا فنا کے قریب ہے، تھوڑی مدت والی ہے، یا دنا یَدنِی دِنیًا سے ہے بمعنی گھٹیا و حقیر چیز، آخرت کے مقابلہ میں موجودہ جہان کو دنیا کہتے ہیں کہ قریب الختم ہے، اور گھٹیا ہے۔ المأوٰی : اسم ظرف ہے اَوٰی یَأوِی سے ٹھکانا لینا، پناہ پکڑنا۔ خاف : از سمع ڈرنا، ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب۔ مقام : مصدر میمی از نصر کھڑا ہونا، نہٰی : از فتح روکنا، ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، عقل کو نُہیۃ (جس کی جمع نُہٰی ہے) اس لئے کہتے ہیں کہ وہ گناہوں اللہ کی نافرمانیوں برے کاموں سے روکتی ہے۔ النفس : انسان، روح، من پسند طبیعت۔ الھوٰی : طبیعت کا شہوت کی طرف جھکنا، شہوت کی شوقین طبیعت کو بھی ھَوٰی (بمعنی ھاویۃ) کہتے ہیں اس لئے کہ یہ طبیعت دنیا میں مصائب میں گراتی ہے آخرت میں ھاویہ یعنی دوزخ میں گراتی ہے۔ الجنۃ : جنت اصل میں درختوں والا ہر وہ باغ ہے جو اپنے درختوں کے ذریعے زمین کو چھپا دے، بہشت کو جنت اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا کے باغات کچھ اُس کے مشابہ ہیں، یا بہشت کو اس لئے جنت کہتے ہیں کہ وہ اور اُس میں اللہ تعالیٰ کے انعامات چھپے ہوئے ہیں، قرآن مجید میں جنات جمع لایا گیا ہے کیوں کہ بہشتیں سات درجات ہیں، جنت الفردوس، جنت عدن، جنت نعیم، دار الخلد، جنت مأوی، دار السلام، علیین۔

تفسیر:

فاذا جاءت الطامۃ الکبرٰی: منکرینِ قیامت کے استہزاء پر حضور ﷺ کی تسلی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر ہوا، پھر قیامت پر دلیل بیان ہوئی، اب پھر قیامت اور اُس کے حالات کا ذکر ہو رہا ہے، فرمایا جب بڑا حادثہ اور بڑی مصیبت آئے گی، یعنی قیامت آئے گی، پھر منکرین کو پتہ چلے گا کہ یہ حقیقت تھی یا جھوٹ۔ طامۃ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، طامۃ اصل میں عام اور غالب چیز کو کہتے ہیں، قیامت عام ہوگی کہ کوئی اُسے مستثنیٰ نہیں ہوگا کہ جس پر نہ آئے، اور غالب ہوگی کہ کوئی

اُسے جان چھڑانے اور بچ جانے کی طاقت نہیں رکھتا، اور ہر ہولنا کی سے غالب یعنی بڑی ہولناک ہوگی۔

یومیتذ کرالانسان: وہ دن جس میں انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اچھا یا برا، یعنی اعمال نامہ کی صورت میں اُس کے سامنے لایا جائے گا اور یاد دلایا جائے گا تو اُس کو ہر عمل یاد آجائے گا کہ ہاں میں نے یہ بھی کیا تھا اور یہ بھی کیا تھا، جب کہ دنیا میں اپنے پچھلے کئی اعمال انسان بھول جاتا ہے، فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ.

کون جہنم کو دیکھیں گے؟

وبرّزت الجحیم لمن یرٰی: ہر دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر کردی جائے گی، یعنی جو دیکھ سکے اُس کے سامنے ظاہر ہوگی ۔

مَن یرٰی میں مَن سے کون مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ عام ہے، مَن یرٰی ہر وہ جس کو رویت حاصل ہو یعنی مؤمن وکافر سب دیکھیں گے، کہ مؤمن بھی پل صراط پار ہوتے ہوئے دیکھیں گے علامہ آلوسی رحمہ اللہ وغیرہ اسی کو راجح ٹھہراتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مَن سے خاص کافر مراد ہیں، جیسے دوسری آیت میں ہے وبُرِّزَتِ الجحیم للغَاوِین اور مؤمن نہیں دیکھیں گے پل صراط پار ہونے کے بعد پوچھیں گے کہ جہنم کہاں ہے جس سے ہمیں ڈرایا جاتا تھا؟ کہا جائے گا تم گذر آئے ہو اور اس وقت وہ بجھی ہوئی تھی ۔

جہنمی بنانے والے کام:

فامامن طغیٰ: جس شخص میں دو بری صفتیں ہوں گی جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہوگا، اول: طغیٰ حد سے نکل گیا ہو، چوں کہ فان الجحیم ھی المأوٰی میں درمیان میں ضمیر فصل ہے جو حصر کا فائدہ دیتی ہے، اور اُس کا مطلب ہے کہ جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہوگا یعنی اُس کو کبھی جنت کی رہائش نہ ملے گی، اس لئے یہاں طغیان یعنی حد سے نکل جانے سے مراد اِس حد تک نکل جانا ہے کہ آدمی کفر تک کا مرتکب ہو، جیسے اوپر فرعون جیسے کافر کے متعلق انہٗ طغٰی

آیا ہے، سورہ نباء میں آیا انّ جهنم كانت مرصاداً للطاغين مأباً لبثين فيها احقابا الأية، ظاہر ہے کہ اِس میں طاغین کافروں کوفرمایا گیا اور اُنہی کا ہمیشہ جہنم میں رہنا ذکر ہوا ہے۔

وآثر الحيوة الدنيا: دوسری صفت: دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی ہو اور ذرا برابر بھی آخرت کا فکر نہ کیا ہو، اور تیاری نہ کی ہو کہ نہ ایمان اختیار کیا نہ اعمالِ صالحہ، تو ہمیشہ کا جہنمی ہے، ایک دن کے لئے بھی جہنم سے نہ نکلے گا نہ جنت میں داخل ہوگا، ظاہر ہے کہ ایسا کافر ومشرک کے لئے ہوتا ہے اس لئے اس وعید شدید سے مسلمان محفوظ ہے، اگر مسلمان خدانخواستہ گناہوں کی نحوست سے جہنم میں جائے بھی تو جہنم اُس کا ٹھکانہ نہیں ہے، عارضی جیل ہے، ایک نہ ایک دن جہنم سے نکل کر جنت میں ضرور آئے گا۔

جنتی بنانے والے کام:

وامامن خاف مقام ربه: یہاں سے دو صفتیں اُن کی ذکر ہوئیں جو جنت میں جائیں گے، اول: قیامت کے دن کی حاضری اور اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہتے ہوں، یعنی ہر عمل کرتے وقت اللہ تعالی کی عدالت میں پیش ہونے کو سوچ کر قدم اٹھاتے ہوں، دوسری صفت: جو اِسی صفت کا نتیجہ ہے یہ کہ نفس کو گناہ کی خواہش سے روکتے ہوں، یہاں الھوٰی کا الف لام استغراق کا ہے، یعنی کُل خواہشات نفس سے نفس کو روکیں، تو پھر صرف جنت ہی ٹھکانہ ہوگا، عارضی طور پر بھی دوزخ میں نہیں جانا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو آخرت کے حساب و کتاب کو سامنے رکھ کر چلتے اور غلط قدم اٹھانے سے بچتے رہتے ہوں، ایسے لوگوں کا جنت ہی ٹھکانہ ہوگا، دوزخ میں نہیں جائیں گے اور یہ کامل ایمان والے ہوں گے،

کیا ان آیات کا مصداق خاص شخص ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ اِن آیات کا نزول دو آدمیوں کے بارے میں ہوا، پہلی آیات ابوعزیز بن عمیر کے بارے میں نازل ہوئیں، جو حد سے

نکلا ہوا کافر و سرکش ہوا، اور دوسری آیات اُن کے بھائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، جو آخرت کے حساب سے ڈرنے والے اور نفس کو خواہش سے روکنے والے تھے، جنگ احد میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کا دفاع کیا، حتی کہ تیر وغیرہ اُن کے پیٹ میں گھس گئے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو شہید خون میں لت پت دیکھا فرمایا میں اللہ تعالی سے تجھے بدلہ دلاؤں گا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا میں نے مصعب کو دیکھا اُس پر بیش قیمت دو خاص چادریں تھیں، اور اُن کی جوتی کا تسمہ سونے کا تھا، جنگ بدر میں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کا یہ بھائی ابوعزیز قید ہوگیا تھا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اُس کے ہاتھ پاؤں کس کر نہ باندھے گئے تھے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا تو فرمایا وہ میرا بھائی نہیں ہے (کیوں کہ کافر ہے) اُس کو خوب باندھو اُس کی ماں خوب مال اور زیور رکھتی ہے (روح المعانی ۳۰/۴۲)

یہ درست ہے کہ وہ بدر میں قید ہوئے اور یہ واقعہ پیش آیا مگر امام بخاری، ابن عبدالبر، اور ابن اثیر، ابن حجر وغیرہم رحمہم اللہ ابوعزیز بن عمیر کو صحابی بتاتے ہیں۔

(التاریخ الکبیر للبخاری. الاستیعاب. اسد الغابہ. الاصابۃ)

اگر ایسا ہو تو اس کا معنی ہے کہ وہ ایمان لے آئے تھے، تو وہ طاغی ہی نہ رہے تو پہلی آیات کا مصداق کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس لیے یہ روایت صحیح نہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝
آپ سے قیامت سے متعلق پوچھتے ہیں کہ کب اُس کا وقوع ہوگا؟ اُس کے ذکر سے آپ کا کیا کام؟ تیرے رب
اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً
کے پاس اُس کی خبر ہے، آپ تو صرف اُس کو ڈرانے والے ہیں جو اُس سے ڈرتا ہو، جس دن اُس کو دیکھیں گے
اَوْ ضُحٰىهَا ۝
ایسے سمجھیں گے کہ نہیں رہے تھے مگر دنیا کی ایک شام یا ایک صبح

لغوی تحقیق:

یسئلون: از فتح مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، بمعنی پوچھنا۔ الساعة: وقتِ خاص گھڑی، قیامت، قیامت کو ساعة اس لئے کہتے ہیں کہ اُس میں سب کا حساب کتاب تھوڑے وقت میں مکمل ہو جائے گا، وہ وقت اتنا معلوم ہو گا جتنا صبح سے دوپہر تک کا وقت ہے، اس لئے تو جنت کو احسنُ مقیلا فرمایا گیا یعنی جنت قیلولہ کی بہترین جگہ ہے، قیلولہ دوپہر کے آرام کرنے کو کہتے ہیں چاہے نیند نہ آئے، جس سے اشارہ ہے کہ جنتی گویا دوپہر تک جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اَیّان: متٰی کے معنی کے قریب قریب اس کا معنی ہے کس وقت۔ مُرْسٰی: ظرف زمان، از نصر ثابت ہونا، ٹھہرنا۔ فِیمَ: فی حرف جار۔ ما استفہامیہ۔ ذکرٰی: کثرتِ ذکر۔ مُنتہٰی: مصدر میمی از افتعال، حد کمال تک پہنچنا۔ مُنذِر: صیغہ اسم فاعل از افعال ڈرانا۔ کَاَنَّ: حرف از حروف مشبہ بالفعل، برائے تشبیہ۔ یَرَون: فعل مضارع معلوم از فتح، دیکھنا، سمجھنا۔ لم یَلبَثُوا: لم جازمہ کے سبب فعل جحد معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از سمع رہنا، ٹھہرنا۔ عشیة: سورج کے زوال سے غروب ہونے تک کا وقت۔

تفسیر:

ربط: شروع سورت میں منکرین قیامت اور اُن کے شبہات کا ذکر اور اُن کا رد تھا، پھر حضور ﷺ کو تسلی دی گئی، اِن آیات میں پھر منکرین قیامت کے انکار کا اور قیامت میں اُن کے کچھ حال کا ذکر ہے۔

یسئلونك عن الساعة: قیامت کے منکر آپ سے بطور استہزاء پوچھتے ہیں کہ آپ جو کہتے ہیں کہ قیامت آئے گی تو بتائیں کب آئے گی؟

فیم انت من ذکرٰھا: آپ کا اُس کے زیادہ ذکر کرنے سے کیا تعلق؟ یعنی اُس کا وقت جاننا اور بتانا آپ کا کام نہیں، کیوں کہ آپ ﷺ کو بتلایا نہیں گیا اور خود آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں کہ خود جان لیں، تیرے رب کے پاس اُس کی خبر اور علم ہے، بس آپ

ﷺ کا کام تو نہ ماننے والوں کو قیامت کے دن کے حساب و کتاب، سزا اور جہنم سے ڈرانا ہے، جو ڈرے گا اُس کو آپ کے ڈرانے کا نفع ہوگا۔

انما انت منذر من یخشاھا: کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اُس کو جو نہ ڈرتا ہو ڈرانے والے نہیں ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ کے ڈرانے سے نفع ڈرنے والوں کو ہی ہوگا۔

قیامت کا خاص وقت اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے، نبی کریم ﷺ کو بھی معلوم نہیں:

الی ربك منتھھا: میں الی ربك کو منتھھا پر مقدم کیا گیا جب کہ اِس کو مؤخر ہونا چاہیے تھا، اور تقدیم ما حقه التاخیر حصر و تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، اس لیے یہاں الی ربك پہلے آنے سے حصر و تخصیص حاصل ہو رہی ہے کہ قیامت آنے کا علم صرف اور صرف تیرے رب کے پاس ہے یعنی خود آپ کے پاس بھی تفصیلی اور تعیینی علم نہیں ہے، نہ کسی اور کے پاس ہے (ای منتھی علمھا لم یؤته احدًا من خلقه. تفسیر کبیر رازی. و انّی لك ذالك و هو مما استأثر بعلمه علام الغیوب. تفسیر ابو السعود. هو من جملة الغیوب التی قد استأثر الله بها و لم یطلع احدًا علیها. الفواتح الالٰهیة للشیخ علوان)

کانھم یوم یرونھا: منکرینِ قیامت اور مجرمین کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا کہ اُس دن کی ہولناکی کے سبب اُن کے حواس ایسے بیکار ہو جائیں گے کہ ان کو دنیاوی زندگی کے 60، 70، 100 سال تک کی زندگی کا عرصہ ایک صبح، یا ایک شام یعنی دن کا تھوڑا سا لمحہ محسوس ہوگا حالاں کہ وہ عرصہ دراز کی زندگی گذار کر گئے ہوں گے، یا مراد یہ ہے کہ وہ برزخ میں گذارے ہوئے طویل عرصے کو ایک صبح یا ایک شام سمجھیں گے، کیوں کہ برزخ کی مدت اہل برزخ کو معلوم نہ ہوگی چاہے کافر ہوں۔

فائدہ: ضحٰھا میں ھا ضمیر مضاف الیہ کا مرجع عشیة ہے (حدائق الروح ۳۱/۹۶)

تم النظر الثانی علی توضیح سورة النازعات صباح

۲۴ ربیع الثانی سنة ۱۴۴۰ھ بحمد الله و توفیقه

سورۃ عبس مکیۃ

اس سورت کو سورۃ عَبَسَ، سورۃ السَّفَرَۃ اور سورۃ الصاخّۃ اور سورۃ الاعمٰی بھی کہتے ہیں۔ سورۃ النجم کے بعد نازل ہوئی، 41، یا 42 آیات، 133 کلمات، 530 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ② وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓی ③ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ
وہ ذات ترش رُو ہوئے اور منہ پھیرلیا، اس وجہ سے کہ اُن کے پاس نابینا آیا (اے میرے حبیب!) آپ کو کیا معلوم کہ شاید وہ پاک
الذِّكْرٰی ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ⑥ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰی ⑦ وَ
ہو، یا نصیحت حاصل کرے، اور نصیحت اُس کو نفع دے، لیکن وہ جس نے بے پروائی کی تو آپ اُس کے درپے ہوتے ہیں، حالانکہ
اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰی ⑧ وَهُوَ يَخْشٰی ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ⑩
آپ کے ذمے نہیں کہ وہ پاک ہوجائے، لیکن وہ جو دوڑتا ہوا آیا، اور وہ ڈرتا ہے، تو آپ اُس سے دوسری طرف مشغول ہوتے ہیں

لغوی تحقیق:

عبس: از ضرب سینہ میں تنگی پیدا ہونے سے چہرے پر اُس تنگی کا اثر ظاہر کرنا، جس کو ترش رُو ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تولّٰی: ماضی معلوم از تفعل، اعراض کرنا۔ الاعمٰی: نابینا، مایُدْرِی: کونسی چیز مطلع کرتی ہے، یعنی (بغیر وحی) کسی چیز سے اطلاع نہیں ہوتی۔ یزّکّٰی: مضارع معلوم از تفعّل دراصل یتزکّٰی، باطنی ناپاکیوں سے پاکی حاصل کرنا۔ یذّکّر: مضارع معلوم از تفعل دراصل یتذکّر یاد کرنا۔ الذکرٰی: بمعنی اسم مفعول یاد کی ہوئی بات۔ تَنْفَعَ: مضارع معلوم از فتح نفع دینا۔ استغنٰی: از استفعال، ماضی معلوم بے نیاز ہونا، تصدّٰی: ماضی معلوم از تفعل، متوجہ ہونا۔ جاء: ماضی معلوم از ضرب آنا۔ یسعٰی: مضارع معلوم از فتح، کوشش کرنا، دوڑنا۔ یخشٰی: مضارع معلوم از سمع، ڈرنا، خوف مطلق ڈر ہے، اور خشیت وہ خاص ڈر ہے جس میں اُس کی

عظمت بھی دل میں ہو جس سے ڈرہو۔ تلہّٰی: ماضی معلوم از تفعل کسی چیز پر توجہ یا اعراض سے دل بہلانا۔

تفسیر:

ربط: سورۃ النازعات کے آخر میں ذکر ہے کہ انما انتَ منذر مَن یخشاھَا آپ ﷺ تو ڈرنے والوں کو ڈرانے والے ہیں، اِس سورت میں اُس کا ذکر ہے جس کو ڈرانے سے نفع ہوا اور اُس کا ذکر ہے جس کو ڈرانے سے نفع نہیں ہے۔

شانِ نزول:

حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی ہیں، وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ قریش کے سرداروں کو اسلام وایمان کی دعوت دینے میں مشغول تھے جن میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، اُبی ابن خلف، حضور ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ وغیرہم تھے، آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ یہ لوگ اسلام لائیں گے تو دوسرے لوگ بھی اسلام قبول کریں گے، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نابینائی کے سبب کچھ معلوم نہ ہوا اور آتے ہی حضور ﷺ سے کچھ پوچھنا شروع ہوئے، اور اصرار شروع کردیا، اور کہہ رہے تھے ارشِدنی یا رسول الله !عَلِّمْنِی مِمَّا عَلَّمَكَ الله یعنی یارسول اللہ! مجھے بھی سمجھائیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو پڑھایا مجھے بھی پڑھائیں، تو آپ ﷺ دوسرے حاضرین سے مخاطب رہے، اور حضور ﷺ کو ناگوار گذرا، اور ناگواری کے آثار چہرہ مبارک پر بھی ظاہر ہوئے، اِس واقعہ پر یہ سورت نازل ہوئی۔ (درمنثور)

ایک غلط فہمی:

تنبیہ: علامہ ابن العربی مالکی اور امام قرطبی رحمہما اللہ دونوں اپنی اپنی احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ مدنی ہیں، ولید اور امیہ کے ساتھ اُن کی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری نہیں ہوئی اور نہ وہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو ملے ہیں، ان میں سے ایک ہجرت سے پہلے مرگیا، دوسرا بدر میں مارا گیا، لہٰذا اما من استغنٰی فانت لهٗ تصدّٰی

آیات کا مصداق اِن کو سمجھنا درست نہیں ہے ۔

یہ علامہ ابن العربی اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہما سے غلطی ہوئی ہے، حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے رہائشی تھے صحیح قول کے مطابق حضور ﷺ کے ہجرت فرمانے سے پہلے اُنہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کا تعارف:

فائدہ: حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے متعلق امام ابن حبان وغیرہ فرماتے ہیں کہ نام عبداللہ یا عمرو ہے، پہلے اُن کا نام حصین تھا نبی کریم ﷺ نے اُن کا نام بدل کر عبداللہ رکھا تھا والد عمرو بن شریح بن قیس بن زائدہ بن الاصم ہے، والدہ کا نام عاتکہ ہے، غزوات میں تشریف لے جاتے وقت حضور ﷺ نے اُن کو تیرہ بار مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا، حضور ﷺ کے مؤذنین میں سے ہیں، ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

عَبَسَ وتولی: وہ ذات تُرش رُو ہوئے (چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا) اور منہ پھیر دیا اِس وجہ سے کہ اُن کے پاس نابینا آیا، یہ عمل حضور ﷺ کا تھا اس لئے آپ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا جاتا عَبَسْتَ وَتَوَلَّیْتَ اَنْ جَاءَكَ الْاَعْمٰی جیسا کہ آگے خطاب کے الفاظ ہیں وما یُدرِیکَ لعلّہٗ یزّکّٰی، مگر غائب کے صیغے لائے گئے، اِس میں آپ ﷺ کی عظمتِ شان کا اظہار ہے کہ آپ ﷺ اخلاق حسنہ کے اتنے اونچے درجے پر ہیں کہ ایسے رویہ کی آپ ﷺ سے امید نہیں کی جاسکتی، اس لئے یہ رویہ گویا آپ ﷺ سے صادر نہیں ہوا بلکہ کسی دوسرے سے ہوا ہے، پھر بھی اِتنے اخلاقِ عالی کے باوجود جو آپ ﷺ سے ہوا، ایسا آپ ﷺ سے نہیں ہونا چاہیے تھا، یہ بات درست ہے کہ جب مُبلّغ تبلیغ کر رہا ہو اِس دوران کسی آدمی کے لئے کوئی سوال کرنا یا کوئی بات پوچھنا مناسب ہے (جیسا کہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ سے ہوا) بلکہ سائل کو اُس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہیے، مگر ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کا عذر تھا کہ نابینا تھے اُن کو کیا معلوم کہ آپ ﷺ کے سامنے کون ہیں؟

اور آپ ﷺ کس مصروفیت میں ہیں؟ جذبۂ طلبِ علم نے اُنہیں آپ ﷺ سے جلدی تحصیلِ علم پر مجبور کیا اور وہ ایسے آداب بجا نہ لا سکے، مگر آپ ﷺ کو اُنہیں معذور سمجھ کر اظہار ناگواری سے بچنا چاہیے تھا، کیوں کہ آپ ﷺ کے اُس وقت مخاطبین میں اکثر ایسے تھے جن کو آپ ﷺ کے جذبۂ ہمدردی کی قدر نہیں تھی اور وہ طالبِ حق نہیں تھے، جب کہ حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ قدردانوں میں سے اور طالبِ حق تھے، ناقدروں اور غیر طالبِ حق کے مقابلہ میں قدردانوں اور طالبینِ حق کو ترجیح دینی چاہیے، اور اُن کی قدردانی کی قدر کرنی چاہیے۔

مگر آپ ﷺ کا بھی عذر تھا کہ آپ ﷺ ایک شخص کو دعوت دے رہے تھے ایسے موقع میں دوسرے شخص کے لئے ایسی درخواست کا موقع نہ تھا، دوسرے اُس شخص کو اصول کی دعوت تھی اور یہ فروع پوچھنے آئے تھے، تیسرے یہ ہر وقت کے حاضر باش تھے، دوسرے وقت پوچھ سکتے تھے، اور وہ کافر اتفاق سے آ گیا تھا، مگر عتاب اس لئے ہوا کہ آپ ﷺ کی شانِ کریمی کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ ترش رو نہ ہوتے۔ (حقیقتِ عبادات حضرت تھانوی ص ۳۴۸)

مسائل:

معلوم ہوا کہ بغیر مجبوری بیان اور سبق کے دوران بات کاٹ کر سوال کرنا خلافِ ادب ہے، حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ گلستان میں فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی حماقت کا اقرار نہیں کرتا مگر جو بات کے درمیان میں بات کر دیتا ہے یہ اپنے عمل سے اپنی حماقت کا اقرار کر رہا ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بیان یا سبق کے درمیان ضروری بات پوچھ لے مبلّغ اور اُستاذ کو اُسے معذور سمجھ کر سوال کا جواب دے دینا چاہیے، اُس کی ناسمجھی والی حرکت برداشت کرنی چاہیے کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ طالبِ حق ہو گو آداب بجا نہ لایا، ہاں اگر ضدی ہو اور اعتراض برائے اعتراض کے لئے ایسی حرکت کرے یا فضول سوال ہو تو جواب نہ دینے کی گنجائش ہے، ایسا شخص متکبر ہوتا ہے اُس کے تکبر و غرور کو توڑنے کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے، جو الزامی جواب کے ذریعے بھی ممکن ہے، اور برداشت کرتے ہوئے تحقیقی جواب

کے ذریعے بھی ممکن ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ اگر کسی طالب یا مرید سے غلطی ہو تو اظہار خفگی سے پہلے عذر معلوم کرنا چاہیے، واقعی عذر ہو تو درگذر کرنا چاہیے۔

نیز معلوم ہوا کہ بیان یا مجلس اصلاح میں کسی کی غلطی پر اس کی اصلاح کا یہ طریقہ نامناسب ہے کہ خاص اُس کو نشانہ بنا کر غلطی کی اصلاح کی جائے، بلکہ عام الفاظ میں کسی غلطی کی اصلاح کی جائے مثلاً بعض لوگ ایسا کرتے ہیں، کوئی شخص ایسا کرتا ہے، وغیرہ، جیسا کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تنبیہ کرنے کے لئے براہ راست عَبَسْتَ وَتَوَلَّيْتَ نہیں فرمایا۔

اِسے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبِ مرتبہ کے مناسب یہ ہے کہ اولیٰ وافضل کو نہ چھوڑے، اور خلافِ اولیٰ تک کا بھی ارتکاب نہ کرے، چہ جائے کہ مکروہ تحریمی یا حرام کا مرتکب ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت شان:

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے اِس واقعہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے، جب رسول کریم ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے اعراض فرمایا باوجودیکہ آپ ﷺ کا اعراض عذر کی بناء پر تھا اللہ تعالیٰ کو وہ اعراض پسند نہ آیا اور اِن آیتوں میں حضور ﷺ کو تنبیہ فرمائی، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ سے اعراض چاہے مجتہد سے صادر ہو اور چاہے اعراض کرنے میں عذر ہو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، پھر اعراض جس درجے کا ہو اُس کا حکم اُسی درجے کا ہے، کم درجے کا اعراض خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے، اور بڑے درجے کا اعراض کفر ہے، بڑے درجے کا اعراض کسی صحابی پر کفر یا نفاق یا ارتداد کا الزام لگانا ہے، اس لئے جس کی صحابیت قطعی طریقے سے ثابت ہو اُس کو کافر یا منافق یا مرتد کہنے سے آدمی اسلام سے نکل جاتا ہے، اس لئے فقہاء حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے والے کو ملحد اور زندیق کہتے ہیں اور جو شخص اُن کو برا کہنے گالی دینے کو نہ صرف جائز بلکہ ثواب سمجھے اُس کو بالاتفاق کافر کہتے ہیں۔

قال ابوزرعة رحمہ اللہ اذا رأيت الرجل ينتقص احدًا من اصحاب رسول

اللہ ﷺ فاعلم انہ زندیق (تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/۳۲، الاصابہ ۲۲/۱ فتح المغیث ۹۵/۴) امام ابوزرعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تو کسی آدمی کو حضور ﷺ کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی تنقیص (شان گھٹانے کی کوشش) کرتا دیکھے یقین کر کہ وہ شخص زندیق ہے۔

لغزش میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو معذور سمجھا جائے:

یہاں حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ سے لغزش ہوئی اللہ تعالیٰ نے اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى میں اَعْمٰى سے اُن کا عذر بیان کیا، ایسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہ سے کسی موقع میں بھی کوئی لغزش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے خود اُن کا عذر بیان کیا کہ یہ لغزش اُنہوں نے جان کر نہیں کی معذور تھے، جنگ احد میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو لغزش ہوئی اللہ تعالیٰ نے اِس قدسی صفات جماعت کا عذر بیان کیا اِنّما استزلّھم الشیطان ببعض ما کسبوا ساتھ ہی اعلان فرمایا میں نے اُن کی لغزش معاف کر دی ہے لہٰذا کوئی لب کشائی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرے و لقد عفا اللہ عنھم اگر کسی بدباطن نے اُن پر طعن اور تنقید کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس پر خوب رد کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کیا۔

واذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس قالوا أنؤمن کما اٰمن السفھاء الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون۔

یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعزّ منھا الاذلّ و للہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔

اس لئے تاریخ اور روایات سے اُن کی غلطیاں ڈھونڈھنا اور اُن پر تنقید جائز نہیں ہے، ان کو معذور سمجھنا چاہیے۔

نیز معلوم ہوا کہ غریب فقیر قسم کے مسلمان حاضر ہوں تو اُنہیں مرحبا کہنا چاہیے، دنیادار امیروں کے مقابلہ میں اُن کو ترجیح دینی چاہیے، اور اُن کی حاجتیں پوری کرنے کی طاقت ہو تو پوری کرنی چاہییں۔

وما یدریك لعلّہ یزّکّٰی: اور آپ ﷺ کو کیا معلوم کہ شاید وہ یعنی ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

پاک ہوجاتا یا نصیحت حاصل کرتا اور نصیحت اُس کو نفع دیتی۔

قرآن مجید میں جہاں و ما ادراك آیا وہاں اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس نامعلوم بات کا بیان فرمایا اور جہاں و ما یدریك آیا وہاں اُس کے بعد اُس کا بیان نہیں آیا

(مفردات راغب، تفسیر الطبری عن سفیان ۲۳/ ۵۷۰، تفسیر الماوردی ۶/ ۷۶، عن یحییٰ بن سلام)

قرآن مجید میں و ما ادراك و ما یدریك جیسے استفہامی کلمات وہاں استعمال ہوئے جہاں بغیر وحی کے نبی کریم ﷺ سے اس بات کے معلوم ہونے کی نفی مقصود ہے۔

کلمہ لَعَلَّ کیوں استعمال ہوا؟

لعلہٗ یزّکّٰی: سوال: اللہ تعالیٰ کو تو کسی بھی شخص کے متعلق تبلیغ و نصیحت سے متاثر ہونے نہ ہونے کا علم یقینی ہے اور ابن مکتوم رضی اللہ عنہ سے متعلق بھی علم تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے لَعَلَّ کیوں استعمال فرمایا جو ترجی کے لئے ہوتا ہے جس میں یقین نہیں ہوتا؟

جواب: (۱) بڑے لوگ اپنی کلام میں یقینی وعدہ میں بھی ترجی کے کلمات استعمال کیا کرتے ہیں، جس سے مقصود محض خوشخبری حاصل ہونے کی امید دلانا نہیں ہوتا، بلکہ جس کی امید دلاتے ہیں، وہ حاصل ہونا یقینی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی اُسی اسلوب سے کلام فرمائی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا لَعَلَّ بھی یقیناً کے معنی میں ہے اگرچہ لفظ لَعَلَّ فی ذاتہٖ ترجی کے لئے ہوتا ہے، یہاں حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے متعلق تزکیہ یا نصیحت حاصل کرکے اُس سے نفع حاصل کرنا یقینی ہے۔ جواب (۲) نبی کریم ﷺ کی ذات کی نسبت سے لَعَلَّ استعمال ہوا، یعنی اے میرے حبیب! ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تزکیہ حاصل کرنا تو یقینی ہے، جس شخص کا تزکیہ ہونا درجہ امید میں بھی ہو، آپ ﷺ کا اُسے بھی اعراض کرنا آپ ﷺ کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ اِس سے مبلّغ کو نصیحت ہے کہ وہ امید رکھ کر ہر کسی کو تبلیغ کرے چاہے قبول کرنے کا یقین نہ ہو۔

تزکیہ اور تذکر میں فرق:

یزّکّٰی او یذّکّر: بظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ تزکیہ و تذکر ایک چیز نہیں، الگ الگ

ہیں، تو دونوں میں کیا فرق ہے؟

(۱) یزکّٰی کا مطلب ہے کہ عمل کرتا، اور یَذّکّرُ کا مطلب ہے کہ علم حاصل کر لیتا، چوں کہ علم سے بھی اصل مقصود عمل ہے اس لئے اُس کا ذکر پہلے کیا، لیکن اگر عمل نہ ہو تو خالی علم بھی بیکار نہیں ہے کیوں کہ وہ بھی کبھی عمل میں آجائے گا۔

(۲) یَزّکّٰی سے مراد یہ ہے کہ گناہوں سے صاف ہو جاتا، اور یَذّکّرُ سے مقصود یہ ہے کہ اعمالِ طاعت اختیار کرتا، یز کی میں تخلیہ ہے اور یذ کر میں تحلیہ ہے، اور اشارہ ہے کہ تخلیہ تحلیہ سے یعنی پرہیز علاج سے، تقوی (یعنی گناہ سے پرہیز) نیکی کرنے سے مقدم ہے۔ (حدائق الروح والریحان)

(۳) تزکیہِ نفس سلوک کا درجہ کمال ہے، اور تذکر ابتدائی درجہ ہے، یعنی وہ درجہ کمال کو پالیتا یا کم از کم ابتدائی درجہ کا نفع حاصل کر لیتا۔ (معارف القرآن)

اِس سے معلوم ہوا کہ استاذ کا مقصود طالبِ علم کا تزکیہ و تذکر یعنی علم و عمل اور تقوی ہو، اور خود طالبِ علم کا مقصود بھی تزکیہ و تذکر یعنی علم و عمل و تقوی ہونا چاہیے۔

اما من استغنٰی فانت لہٗ تصدّٰی: لیکن جو مخاطب بے پروائی کر رہا ہے ضرورت نہیں سمجھتا، آپ ﷺ اُس کے لئے کھپ رہے ہو اُس کی ہدایت کے درپے ہیں، مراد ضدی کافر و مشرک ہیں۔

وماعلیك الا یزکی: لَا زائدہ ہو تو معنی ہے کہ حالانکہ اُس کا کفر و شرک سے پاکی حاصل کر لینا آپ ﷺ کے ذمہ نہیں ہے، آپ ﷺ کے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے، اور اگر لا زائدہ نہ ہو تو معنی ہے کہ اگر وہ پاک نہ ہو آپ پر الزام نہیں۔

معلوم ہوا کہ مبلّغ یہ بات پیشِ نظر نہ رکھے کہ میرا مخاطب میری بات قبول کرتا بھی ہے یا نہ؟ اُس کا کام تبلیغ کئے جانا ہے، پھر یہ کہ تبلیغ کا اثر مخاطب کے دل کی تہ تک پہنچے اِس کے مکلّف نہ نبی کریم ﷺ تھے نہ اُمتی مکلف ہے۔

کامیاب طالبِ علم کی صفات:

واما من جاءك یسعٰی: لیکن جو آپ ﷺ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور اُس کا حالی

یہ ہے کہ وہ ڈرتا ہے، تو آپ ﷺ اُس سے دوسری طرف مشغول ہوتے ہیں، مراد حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے دو حال ذکر ہوئے، حصول علم کے لئے تیز تیز آئے، اور خشیتِ الٰہی رکھتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ طالب علم میں یہ صفات ہونی چاہئیں۔ اول: طلبِ علم کے لئے گھر سے خروج۔ دوم: فقط خروج نہ ہو ساتھ حصولِ علم کی کوشش و محنت بھی ہو۔ سوم: حصولِ علم کے وقت اپنے اندر خشیتِ الٰہی پیدا کرے، اللہ تعالیٰ کی عظمت سامنے رکھ کر علم پر عمل اور خوفِ عذابِ الٰہی کرتے ہوئے گناہوں سے پرہیز ہو، اور ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایسی صفات والے پر معلّمِ کائنات ﷺ کو توجہ دینے کا فرما رہے ہیں اور بے پروائی کرنے پر عتاب فرما رہے ہیں تو خود اللہ تعالیٰ بھی ایسے طالب پر مہربانی والی توجہ فرمائیں گے اور علم سے محروم نہیں فرمائیں گے، کیوں کہ استاذ کا ایسے طالب علم کو توجہ دینے سے محروم کرنا اللہ تعالیٰ کو برداشت نہیں ہے، تو خود اللہ تعالیٰ کیوں محروم فرمائے گا؟ اور حقیقت بھی ہے کہ ایسے ہی طلباء علم و عمل کے جامع اور خادمینِ دین بنتے ہیں، مرید کو بھی اِسی سے سمجھیں۔

اہلِ طلب کی قدر:

وامامن جاءك يسعیٰ: معلوم ہوا کہ علمِ دین پہنچانے کے لئے علماء کے دروازے دروازے جانے کے بجائے خود لوگوں کو علمِ دین کے لئے اہلِ علم کے دروازے پر آنا چاہیے، اِسے ٹیوشن رکھ کر قرآن پڑھنے پڑھانے کی کراہت سمجھ آتی ہے، اور سمجھ آتا ہے کہ اپنے بچوں کے لئے ٹیوشن رکھنے والے والدین علمِ دین کے نا قدر دان اور پہلی قسم میں داخل ہیں۔

نیز معلوم ہوا کہ مبلّغ اور معلّم اپنی تبلیغ اور نفع رسانی میں اہلِ طلب کو بے طلبوں پر مقدّم رکھے، مگر اعراض کسی سے بھی نہ کرے۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ﴿١٤﴾
ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے بیشک یہ مضمون نصیحت ہے، تو جو شخص چاہے اس کو یاد کرے، ایسے ورقوں میں ہے

بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

جو عزت دیے ہوئے ہیں، بلند شان والے، پاک ہیں، ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں، جو معزز اور نیک ہیں۔

لغوی تحقیق:

صحف: صحیفة کی جمع ہے وہ ورق جس میں کچھ لکھا گیا ہو، اصل معنی ہے پھیلائی ہوئی چیز۔ مکرّمة: صیغہ اسم مفعول، واحد مؤنث، از تفعیل عزت دیئے ہوئے۔ مرفوعة: اسم مفعول، واحد مؤنث، اونچے کئے ہوئے، یعنی جن کو اونچا مرتبہ ملا۔ مطھرة: اسم مفعول، واحد مؤنث، از تفعیل پاک کئے ہوئے، یعنی ناپاک ہاتھوں سے محفوظ کئے ہوئے۔ ایدی: ید کی جمع ہے ہاتھ۔ سَفَرَة: سَافِر کی جمع ہے، بمعنی قاصد، پیغام لانے والا، مراد فرشتے ہیں۔ کِرَام: بمعنی اسم مفعول مُکْرَمٌ ہے عزت دیئے ہوئے۔ بَرَرَة: بَرٌّ کی جمع بہت ہی مقبول لوگ، مراد فرشتے ہیں۔

تفسیر:

کلا انھا تذکرة: حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے ذکر میں حضور ﷺ کو اعراض کرنے سے روکا گیا اِن آیتوں میں بھی اُسی کا ذکر ہے، فرمایا کَلَّا میرے نبی! آئندہ ایسا کبھی نہ کیا کریں کہ آنے والے کسی طالب سے اعراض کریں، بلکہ طالب پر توجہ دیا کریں، کیوں کہ آپ ﷺ پر اتارے ہوئے یہ مضامین نصیحت کی چیز ہے، اِن کے ذریعے نصیحت کرنے سے کسی کو محروم نہ کریں، آگے سامعین کی مرضی جو نصیحت کے مضمون کو یاد کرے، اور جو نہ کرے، آپ کا کام سب کو سنانا ہے، خصوصاً طلب والے کو۔

سوال: انھا میں ھا ضمیر مؤنث قرآن مجید کی طرف راجع ہے حالانکہ قرآن مجید مذکر ہے؟

جواب: ضمیر میں کبھی خبر کی تذکیر و تانیث کا لحاظ کیا جاتا ہے، یہاں خبر تذکرة مؤنث ہے اس لئے ضمیر مؤنث لائی گئی۔

حفظِ قرآن مجید کی فضیلت:

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ: جو چاہے اس قرآن مجید کو یاد کرے، یعنی قرآن مجید کے الفاظ یاد کرے، اِس میں قرآن مجید کو یاد کرنے کی ترغیب ہے، اگر صرف الفاظِ قرآن محفوظ کرنا بیکار ہوتا (جیسا کہ کئی گمراہ لوگ حفظ قرآن کو بیکار کہتے ہیں) تو اللہ تعالی اس کی ترغیب نہ دیتے۔

حدیثوں میں قرآن مجید حفظ کرنے اور فقط الفاظ کی تلاوت کرنے کی بھی بہت فضیلت آئی ہے، بلکہ قرآن مجید میں ہے۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ جو قرآن مجید آپ کی طرف وحی کیا گیا اُس کی تلاوت کیا کریں۔

تلاوت الفاظ پڑھنے کو کہتے ہیں اگر صرف الفاظ پڑھنا بیکار ہے تو کیا اللہ تعالی بیکار کام کا حکم کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں اللہ تعالی بیکار کا حکم کرنے سے پاک ہے۔

حدیث میں ہے جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے اُس کے لئے ایک حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ہوں گی، میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک، لام دوسرا اور میم تیسرا حرف ہے (تو اِس پر تیس نیکیاں ملیں گی)۔

(ترمذی ۲۹۱۰ حدیث حسن صحیح، شعب الایمان ۱۸۹۲، مجمع الزوائد ۱۱۶۵۴)

فی صحف مکرمۃ: یہ مضامین عزت واحترام والے صحیفوں میں ہیں، صحیفوں کا اطلاق اوراق پر ہوتا ہے، اگرچہ قرآن مجید ورقوں میں لکھا ہوا نہیں اتارا گیا لیکن اللہ تعالی کے علم میں تھا کہ اِس کو بندے ورقوں میں لکھ کر محفوظ کریں گے، تو مستقبل کے حال کو سامنے رکھ کر اللہ تعالی نے فی صحفٍ فرمایا، اور صحف سے یہی اوراق مراد ہیں جن میں قرآن مجید لکھا ہوا ہے، اس تفسیر کے مطابق "بأیدی سفرۃ" سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں، سفرۃ بمعنی کتبۃ یعنی کاتبین ہوگا، اور نبی کریم ﷺ پر اترنے والی وحی لکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اس لئے اگلی صفات " كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ "بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات ہوں گی۔

اور صحیفہ کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جس میں تحریر ہو گو وہ اوراق نہ ہوں، اس لئے

ایک قول یہ ہے کہ صحف سے مراد لوح محفوظ ہے، اس تفسیر پر اگلی صفات ''بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ'' فرشتوں کی ہوں گی، اور سفرۃ کے لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں، بمعنی کاتبین ہو تو وہ فرشتے مراد ہیں جو لوح محفوظ سے نقل کرتے تھے، اور سفرۃ سفیر یعنی قاصد کے معنی میں ہو تو مراد خصوصاً حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں گے۔ اِس سے قرآن مجید کو لکھ کر محفوظ کرنے کے انتظام کی ترغیب بھی نکلتی ہے۔

سوال: لوح محفوظ مراد ہو تو وہ تو ایک ہے صحف جمع کیوں لایا گیا؟

جواب: گو کہ وہ ایک ہے لیکن سب آسمانی کتابیں اُس میں تحریر ہیں، اور مزید بھی بہت کچھ اُس میں تحریر ہے، تو اُس میں تحریر کی ہوئی چیزوں کے تعدد کے سبب صحف جمع لایا گیا ہے۔

مُکَرَّمَۃ: وہ احترام دیئے ہوئے ہیں، اگر صحف سے مراد اوراق ہوں تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو احترام دیا ہے، اور اُن کے احترام کا حکم فرمایا ہے اور ماننے والے اُن کو وہ احترام دیتے ہیں، اُن کی بے ادبی سے بچتے ہیں، اور اگر لوح محفوظ مراد ہو تو فرشتے اُس کا احترام کرتے ہیں۔

مَرۡفُوۡعَۃٍ: وہ اوراق اور صحیفے بلند کئے ہوئے ہیں، یعنی شان کے اعتبار سے وہ بلند درجہ ہیں، کہ قرآن مجید سب آسمانی کتابوں سے افضل ہے جیسے نبی کریم ﷺ سب نبیوں سے افضل ہیں اور آپ ﷺ کی امت سب نبیوں کی امتوں سے افضل ہے، اور لوح محفوظ کی بلندیٔ شان ظاہر ہے، ایسے ہی لوح محفوظ اپنے وجود کے لحاظ سے اونچا رکھا ہوا ہے، کہ ساتویں آسمان پر ہے۔

مُطَھَّرَۃٍ: وہ اوراق پاک کئے ہوئے ہیں، یعنی شیاطین و جنات کے عمل دخل اور تحریف و تبدیل سے محفوظ ہیں، اور ناپاک ہاتھ لگنے سے اُن کو محفوظ کیا جائے گا، حکم ہے کہ کوئی عاقل بالغ قرآن مجید کو یا اُس کے ورق کو یا آیت کے کسی حصے کو بغیر وضوء ہاتھ نہ لگائے، اور لوح محفوظ کو اور جن تختیوں پر فرشتے لکھتے ہیں اُن کو فرشتے پاک ہاتھ لگاتے ہیں، ناپاک ہاتھ نہیں لگاتے لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَھَّرُوۡنَ۔

اِن صفات سے مقصود بھی قرآن مجید کی عظمتِ شان کا بیان ہے، جس کی ابتداء انہا تذکرۃ فمن شاء ذکرہٗ سے ہوئی، خلاصہ یہ کہ قرآن مجید اپنی ذات کے اعتبار سے بڑی شان والا ہے کہ نصیحت ہے، اور شان والے اوراق میں ہے، اور جس واسطے سے انسانوں تک پہنچا اُس کے اعتبار سے بھی شان والا ہے کہ وہ واسطہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان فرشتوں کا ہے، اور نبی کریم ﷺ اور امت کے درمیان واسطہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے، اور یہ دونوں اچھی صفات سے موصوف ہیں۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ
مارا جائے انسان کتنا ناشکرا ہے، کونسی چیز سے اللہ تعالیٰ نے اُس کو پیدا کیا؟ نطفہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس کو پیدا کیا اور خاص انداز پر
فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾
رکھا، پھر اُس کے لئے راستہ آسان کیا، پھر اُس کو موت دی اور اُس کو قبر میں رکھوایا، پھر جب چاہے گا اُس کو زندہ کھڑا کرے گا

لغوی تحقیق:

قُتِل: ماضی مجہول از نصر مارنا، کسی آلہ کو استعمال کر کے روح نکالنا، اور بغیر آلہ کے روح نکلنے کو موت کہتے ہیں۔ ما اکفرہٗ: صیغہ تعجب ہے از نصر، بہت ہی ناشکری کرنے والا۔ خلق: از نصر ماضی معلوم، پیدا کرنا، وجود دینا۔ نطفۃ: اصل معنی ہے صاف پانی، مراد منی کے قطرات۔ قدّر: از تفعیل ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، اندازہ کرنا، مناسب بناوٹ کے ساتھ چیز کو ڈھالنا۔ السبیل: راستہ۔ یسّر: ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب از تفعیل آسان کرنا۔ امات: از افعال ماضی معلوم موت دینا، اقبر: از افعال، قبر میں رکھوانا یعنی رکھنے کا حکم کرنا۔ انشر: از افعال نئے سرے سے پیدا کرنا۔

تفسیر:

قتل الانسان ما اکفرہٗ: انسان یعنی کافر، اور ناشکرا انسان مارا جائے کونسی چیز نے اُس کو سخت ناشکری پر آمادہ کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا منکر ہوا، جبکہ اِس ناشکری کا کوئی ایک بھی سبب موجود نہیں ہے بلکہ اِس کے بالمقابل شکرگذار بننے کے اسباب

بہت زیادہ ہیں، مثلاً انسان کا مختلف ادوار گذار کر دنیا میں آنا بھی وجود دینے والے اللہ کے شکر کا مقتضی ہے۔

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ: انسان سوچے کہ اللہ تعالی نے اُس کو کس چیز سے بنایا؟

مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهٗ: یہ پہلے نطفہ تھا اللہ تعالی نے نطفہ سے اِس کے بنانے کی ابتداء فرمائی، پھر علقہ (جما ہوا خون) پھر مضغہ (گوشت کا ٹکرا) بنایا پھر ہڈیاں اور پورا جسم بنایا۔

فَقَدَّرَهٗ: اِس طرح بنایا کہ فقدرہ اُس کے اعضاء برابر بنائے، ایک دوسرے سے چھوٹے بڑے غیر مناسب نہیں بنائے، جس طرح کوئی چیز سانچے میں بنائی جائے تو مناسب اور خوبصورت بنتی ہے، ایسے انسان کو گویا سانچے میں ڈھال کر بنایا، دو ہاتھ دو پاؤں، دو آنکھیں بنائیں، اِن اعضاء کا ایک ایک ہونا عیب تھا، اللہ تعالی نے یہ عیب بھی پسند نہیں کیا، پھر جو جو عضو جیسا اور جس جس فائدہ کے لئے مناسب تھا ویسا بنایا، اور اُس میں وہ خاص فائدہ رکھ دیا۔

ثم السبیل یسرہٗ: السبیل کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ظاہری راستہ مراد ہے کہ جب ماں کے پیٹ میں اُس کا مکمل جسم تیار کر لیا تو ماں کے پیٹ سے باہر دنیا میں لانے کے لئے باہر آنے کا راستہ باوجود تنگ ہونے کے آسان بنا دیا، تو یہ دنیا میں آ گیا۔

اور باطنی روحانی راستہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ انسان کے لئے آخرت کی کامیابی کے راستہ کو یعنی دین و شریعت کو آسان بنایا، مشکل احکام کا پابند نہیں بنایا، بلکہ جہاں مشکل معلوم ہوئی وہاں مشکل کا حل نکالا مثلاً نماز کا حکم دیا، تو اگر آدمی وضوء کے لئے پانی استعمال نہ کر سکے تو تیمم کر لے، کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے، اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے، وغیرہ، روزے کا حکم دیا، تو بیماری اور سفر میں روزہ چھوڑنے کی اجازت دے دی کہ بعد میں صحت کے دنوں میں اور سفر سے واپس آ کر گھر میں قضاء رکھ لینا، ایسے ہی دوسرے احکام ہیں، ما جعل علیکم فی الدین من حرج اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں تنگی نہیں بنائی۔

ثم اماتہٗ: یہ بھی احسان ہے کہ انسان کے لئے موت مقدر کی، آدمی کی موت

حق میں بھی اللہ تعالی کا احسان ہے کہ اگر کوئی انسان نہ مرتا تو دوسرے انسانوں کے لئے زمین تنگ ہو جاتی، اور خود مرنے والے کے دوسرے انسانوں کے حق میں بھی اللہ تعالی کا احسان ہے کہ اگر کوئی انسان نہ مرتا تو دوسرے پیدا ہونے والے بسنے والے انسانوں کے لئے زمین تنگ ہو جاتی، اور خود مرنے والے کے حق میں بھی نعمت ہے کہ موت کے ذریعے انسان اپنے مولی سے جاملتا ہے، اور دوسرے مؤمنین سے ملاقات کرتا ہے، نبی کریم ﷺ اور نیک لوگوں سے ملاقات کی خوشی حاصل ہوتی ہے، موت نہ ہوتی تو یہ کچھ حاصل نہ ہوتا، اور انعامات اور ثواب پاتا ہے، اس لئے موت بھی اللہ تعالی کا احسان ہے۔

فاقبرہٗ: پھر موت کے بعد انسان کو قبر میں رکھوایا، یعنی رکھنے کا حکم دیا، اِسی میں انسانیت کا اکرام و احترام ہے، جلا دینا راکھ بنا کر ہوا اور دریا میں اڑا اور بہا دینا انسانی احترام کے خلاف ہے، اللہ تعالی انسان کو احترام دیتا ہے اور احترام دلاتا ہے، انسان کے سوا دوسرے حیوانات مر جائیں تو پھینک دیئے جاتے ہیں اور اُنہیں گدھ وغیرہ جاندار آ کر چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں، انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اُس سے اَیسی بے احترامی سے بچایا گیا، اور یہ فطرت کے مطابق ہے، جو اِس فطرت کے خلاف کرتے ہیں وہ اللہ تعالی کے اِس احسان کے منکر اور ناشکرے ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ فوت ہونے والے انسان کو دفن کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے بطور احسان ذکر فرمایا تو دفن نہ کرنا اور یونہی پھینک دینا اِس احسان کی ناشکری ہے، اور ناشکری حرام ہے۔

ثم اذا شآء انشرہٗ: پھر جس وقت اللہ تعالیٰ چاہے گا قیامت کا دوسرا صور پھونکوا کر انسانوں کو زندہ کھڑا کرے گا، چوں کہ یہ زندگی بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور جنت والی زندگی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اس لئے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

لفظ اذا شاء میں اشارہ ہے کہ قیامت قائم ہونے اور دوبارہ زندہ کھڑا ہونے کا وقت اللہ تعالی کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے، اِس کا علم اللہ تعالی کے پاس ہے، اور اُس کی مرضی جب کھڑا کر دے۔

(حدائق الروح والریحان)

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ

ہرگز نہیں، انسان نے اُس حکم کو پورا نہ کیا جو اللہ نے اُس کو فرمایا، پس چاہیئے کہ انسان اپنے کھانے کی طرف نگاہ کرے، کہ ہم نے

صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَ

پانی بہایا خوب بہانا، پھر ہم نے زمین کو پھاڑا چیر کر، تو اگایا ہم نے اُس میں غلہ اور انگور، اور ترکاری اور زیتون، اور کھجور، اور گھنے

زَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝

باغات، اور میوے اور چارہ، تمہارے فائدے کے لئے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے

لغوی تحقیق:

لَمَّا يقض: بمعنی لَمْ يَقْضِ فعل جحد معلوم از ضرب ادا کرنا، پورا کرنا۔ فلینظر: دو کلمے ہیں ف عطف، لینظر فعل امر غائب معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، چاہیئے کہ دیکھے۔ طعام: غذا، بعض مواقع میں خصوصاً گندم مراد ہوتی ہے، یہاں گندم اور جو اُس کی جگہ استعمال ہو مراد ہے۔ صببنا: ماضی معلوم از نصر جمع متکلم، اوپر سے نیچے کی جانب پانی بہانا۔ شققنا: ماضی معلوم جمع متکلم از نصر، پھاڑنا۔ انبتنا: ماضی معلوم جمع متکلم از افعال اگانا۔ حَبًّا: کھانے میں استعمال ہونے والا غلہ جیسے گندم، جو وغیرہ۔ عنبًا: انگور، انگور کا درخت۔ قضبا: سبزی، ترکاری۔ زیتونا: بابرکت خاص درخت، زیتون کے تیل کو زیت کہتے ہیں۔ نخلا: کھجور کا درخت۔ غلبا: اغلب کی جمع ہے، اصل میں لمبی گردن والے مرد اور عورت کو کہتے ہیں، پھر گھنے اور اونچی قامت کے درختوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فاکھۃ: وہ پھل جو بطور تلذذ استعمال ہو، ایک قول یہ ہے کہ اِس کا اطلاق سب پھلوں پر ہوتا ہے اور ایک قول میں انگور اور انار کے سوا میں استعمال ہوتا ہے کیوں کہ یہ دو بطور کھانا بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ابًّا: بمعنی تیار کیا ہوا، چراگاہ جو جانوروں کے چرنے کے لئے تیار کی جاتی ہے اس کو آبّ کہتے ہیں۔

تفسیر:

کلا لما یقض ما امرہٗ: ماقبل میں انسان پر اُس کی ذات میں ہونے والی نعمتوں

کا ذکر تھا، یہاں سے اُس کی ذات سے باہر اُس کے لئے ہونے والی نعمتوں کا ذکر اور اُس کی ناشکری کا ذکر ہے کہ ہم نے انسان کی جسمانی خوراکوں کا انتظام کیا پھر بھی انسان ہمارا ناشکرا ہے، ناشکری یہ ہے کہ ہمارا حکم پورا نہیں کرتا حالاں کہ اُس حکم میں اُسی کی خیرخواہی ہے ہمارا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

انسانی خوراک کی تیاری میں پورا کارخانہ کائنات استعمال ہوتا ہے:

فلینظر الانسان الی طعامہ: انسان دیکھے تو سہی کہ اِس کی خوراک کیسے تیار ہوئی، اُس میں ہمارے بنائے ہوئے کتنے خدام انسان کے لئے استعمال ہوئے، بادل اکٹھا کرنے کے لئے ہوائیں چلیں، بادلوں پر مقرر فرشتے استعمال ہوئے، بادلوں سے پانی انسانی ضرورت کے بقدر ہی برسا، پھر اُس پانی کو محفوظ کرنے کے لئے ہم نے انسان کو تکلیف نہیں دی، جتنا محفوظ کرسکا محفوظ کیا باقی ہم نے زمین کو جذب کرنے کا حکم کیا، وہ زمین کے اندر محفوظ ہوا، زمین سے پیداوار نکالنے کے لئے مختلف مشینیں تیار کروائیں، بیل اور لوہا اور کیا کچھ استعمال ہوا، انسان نے بیج ڈالا، بظاہر بیج کو ضائع کیا مگر ہم نے اُس کو ضائع ہونے سے بچایا، انسان نے تو الٹا سیدھا ڈالدیا، ہم نے اُس کو فرشتوں کے ہاتھوں سیدھا کروا کر اُس کا پودا اوپر کی طرف نکالا، ابتداء میں کمزور تھا اُس کو آفتوں سے محفوظ کیا، آخر بڑا ہوگیا اُس کی نشوونما کے لئے ہوائیں چلائیں، سورج کی دھوپ، چاند، تاروں کی روشنی سے اُس کو پکایا، ذائقہ بھرا، آخر تیار کردیا، کٹائی کے لئے مشینیں تیار کیں، کٹ کر اور صاف ہو کر گھر میں آیا اُس کی حفاظت کے لئے مختلف انتظامات کئے، پھر پسائی کی مشینیں تیار کرائیں، پیسا گیا، پھر اُس کی روٹی تیار کرنے کے لئے آگ، لکڑیاں درخت طرح طرح کے پیدا کر کے ایندھن کا انتظام کیا، پھر کہیں جا کر انسان کی خوراک تیار ہوئی، دوسرے جاندار تو ایک ایک غذا کھاتے ہیں، انسان کی طبیعت ایک خوراک سے اکتانے والی ہے اس لئے اُس کی طبیعت کے مطابق ہم نے صرف ایک غذا کا انتظام نہیں کیا بلکہ طرح طرح کی غذائیں زمین سے پیدا کیں، دیکھو انگور کھجور، اور مختلف پھلات کے باغات تیار کئے، سالن کے لئے طرح طرح کی سبزیاں پیدا کیں، زیتون سے ایک بنا بنا یا سالن

پیدا کیا، اور صرف انسان کی خوراک کے لئے یہ انتظامات نہیں کئے بلکہ جن جانوروں کو انسان کا خادم بنایا مخدوم انسان کی خاطر اُن خادموں کی خوراک کا بھی انتظام کیا، چارہ پیدا کیا، اے انسان! دیکھ میری ساری مخلوق تیری خدمت کے لئے بنائی گئی، اور تیری خدمت میں مصروف بھی ہے مگر تو میرا ناشکرا ہے، افسوس تجھ پر کلا لما یقض ما امرہ میرے حکم پورے نہیں کئے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَ
پس جب آئے گا انتہائی سخت آواز والا حادثہ، جس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں اور اپنے باپ
صَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ
سے، اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے، اُن میں سے ہر آدمی کے لئے اُس دن ایسا مشکل حال ہوگا جو اُس کو
مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾
بے پرواکردے گا، کئی چہرے اُس دن روشن ہوں گے، ہنسنے والے خوش ہوں گے، اور کئی چہرے ایسے ہوں گے
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾
کہ اُن پر گرد ہوگی، اُن پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی، یہ لوگ کفر کرنے والے نافرمان ہی ہوں گے

لغوی تحقیق:

الصاخۃ: بولنے والے کی ایسی انتہائی اونچی آواز جس سے کان بہرے ہونے کا خطرہ ہو، قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یفر: از ضرب مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، بمعنی بھاگنا۔ اخ: اصل میں اَخَوٌ ہے، ولادت میں شریک یا دودھ پینے میں شریک بطور مجاز خاندان اور دین، صنعت وحرفت، وغیرہ میں شریک کو بھی اَخ کہتے ہیں۔ اُمّ: ماں، ہر چیز کے وجود کی اصل کو بھی اُمّ کہتے ہیں۔ اب: باپ، جو چیز کسی چیز کے وجود میں لانے کا یا ظاہر ہونے کا سبب ہو وہ بھی اب کہلاتی ہے۔ صاحبۃ: ساتھ چمٹی رہنے والی، مراد بیوی ہے۔ بنیہ: دو لفظ ہیں، ایک ہ ضمیر دوسرا بنی ہے اصل بنو ہے جس کی اصل بنون ہے، ابن کی جمع ہے، بیٹا۔ شأن: بہت مشکل اور بڑا حال۔ یُغْنِیْ

: مضارع معلوم از افعال، صیغہ واحد مذکر غائب، غنی کرنا، بے نیاز کرنا۔ وجوہ: وجہ کی جمع ہے، چہرہ، چیز کا اوپر والا حصہ، چیز کا سب سے پہلے سامنے آنے والا حصہ۔ مُسْفِرَۃٌ: صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل، از افعال چمکنے والا، ضاحکۃٌ: از سمع واحد مؤنث اسم فاعل، ہنسنا۔ مستبشرۃ: از استفعال، اسم فاعل، خوش ہونا (جب چہرے پر بھی خوشی کا خوب ظہور ہو) ۔ غبرۃ: گردوغبار۔ ترھق: مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از سمع ڈھانپ لینا۔ قترۃ: چہرے کی سیاہی، حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ قترۃ اور غبرۃ میں یہ فرق کرتے ہیں کہ غبرۃ اوپر سے زمین کی طرف اترنے والی گرد، اور قترۃ زمین سے آسمان کی طرف اٹھنے والی گرد ہے (روح المعانی)

تفسیر:

پہلے انسانوں کی تخلیق کا ابتدائی حال اور اُن کے ذرائع معاش کا ذکر ہوا، اب اُن کی معاد یعنی آخرت کی زندگی اور اُس کا حال ذکر ہو رہا ہے۔

قیامت کی ہولناکی:

فاذا جاءت الصاخۃ: پھر جب قیامت کے دن دوسرے صور پھونکے جانے کی ایسی سخت ہولناک آواز آئے گی جو کانوں کو بہرا کر دے، اے منکرو! اُس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ قیامت کے دن کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کو مختلف ناموں سے ذکر فرمایا ہے، جن میں سے ایک نام الصاخۃ ہے۔

صور کی سخت آواز:

الصاخۃ: کا مفہوم مفسرین نے مختلف الفاظ میں بیان کیا۔

اول: الصاخۃ کا معنی ہے ایسی سخت آواز والی ضرب (مار) جو کان بہرے کرنے والی ہو، قیامت میں مخلوقات کو زندہ کھڑا کرنے کے لئے جو صور پھونکا جائے گا اس کی آواز اتنی سخت ہوگی کہ اگر لوگ سنیں تو اُن کے کان اُس آواز سے بہرے ہو جائیں، اُس آواز پر مخلوق زندہ ہوگی۔

دوم: الصاخة کان متوجہ کرنے پر مجبور کرنے والی، یعنی قیامت اتنی ہولناک ہوگی جس کی ہولناک آواز پر انسان قبروں میں کان لگائیں گے، اور اُس کو سن کر اٹھیں گے۔

سورہ نازعات اور سورہ عبس میں قیامت کے دن کی تعبیر میں فرق کی وجہ:

سوال: سورہ نازعات میں قیامت سے پہلے صور پھونکے جانے کو الطامۃ الکُبریٰ سے ذکر کیا گیا اور سورہ عبس میں الصاخة سے ذکر کیا گیا، اس فرق کی وجہ؟

جواب: اول وجہ یہ ہے کہ سورہ نازعات میں تخویف اور انذار کا انداز زیادہ بھاری ہے بنسبت سورہ عبس کے، اس لئے سورہ نازعات میں قیامت سے ڈرانے کے لئے الطامة ذکر ہوا جو زیادہ ہولناکی پر دال ہے، کہ اُس کا معنی ہے چڑھ جانے والی اور غالب آنے والی، اور نازعات کے شروع ہی سے قیامت کو راجفة، رادفة سے ذکر کرتے ہوئے قلوب یومئذ واجفة ابصارھا خاشعة میں خوب ڈرانے کا مضمون ہے، پھر سورت کے آخر میں بھی یہی مضمون ہے، اور سورہ عبس میں الصاخة ذکر ہوا جو کم ہولناکی پر دال ہے، اور قیامت کا ذکر صرف آخر میں کیا گیا۔

دوسری وجہ یہ کہ الطامة سے مراد دوسری بار صور پھونکا جانا ہے، اور صاخة سے مراد سخت آواز ہے، اور صور پھونکا جانا وجوداً پہلے ہوگا اور سخت آواز اُس کے پھونکے جانے کے بعد ہوگی اس لئے ذکراً بھی الطامة پہلے اور الصاخة بعد میں لایا گیا۔

ہر آدمی دوسرے سے بھاگے گا:

یوم یفر المرء: وہ ایسا دن ہوگا جس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے، ماں باپ سے بیوی اور اولاد سے، بھاگنے کا سبب کیا ہوگا؟ اگلا جملہ اِسی کا جواب ہے، اس لئے کہ لکل امرئ منھم الخ ہر آدمی کی ایسی حالت ہوگی جو اُس کو دوسروں سے بے پروا کردے گی، آدمی کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔

اپنی والدہ سے نبی کریم ﷺ کے بھاگنے کی روایت:

اس آیت کے تحت بعض مفسرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول اُن کا قول

ذکر کیا ہے کہ فرمایا کہ قابیل اپنے بھائی ہابیل سے اور نبی کریم ﷺ اپنی والدہ سے اور ابراہیم علیہ السلام اپنے والد سے اور نوح علیہ السلام اپنے بیٹے سے اور لوط علیہ السلام اپنی بیوی سے بھاگیں گے، اس بارے میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی ایک قول امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کیا ہے مگر اُس میں نبی کریم ﷺ کا اپنی والدہ سے بھاگنا جو اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے ذکر نہیں ہے، روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ قابل اعتماد نہیں ہے (روح المعانی ۵۶/۳۰) نبی کریم ﷺ کے والدین سے متعلق کچھ بحث نہیں کرنی چاہیے، سکوت اختیار کرنا ہی بہتر ہے، کیوں کہ اِس جہان سے وفات پا جانے والے ایسے حضرات سے متعلق یقینی خبر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ ہی بتا سکتے ہیں، کوئی آدمی قیاس اور محض اپنے گمان سے عالمِ غیب کی بات نہیں بتا سکتا، متأخرین علماء نے اُن حضرات کو نجات یافتہ بتایا ہے، خواہ نجات یافتہ ہونے کی کوئی وجہ ہو۔

لیکن ظاہر ہے کہ کوئی خبر متواتر یا خبر مشہور یا خبر واحد صحیح اُن کے پاس نہیں، اس لئے ہم لوگ اُن کے متعلق نفیاً یا اثباتاً کچھ نہیں کہتے، **واللہ اعلم۔**

روز قیامت کامل مؤمنین کا حال:

وجوہ یومئذ مسفرۃ: کئی چہرے اُس دِن چمکتے روشن ہوں گے، یہ مؤمنین ہوں گے، ایمان اور نیک اعمال نورانی چیزیں ہیں جو روشنی اور چمک دل میں ہوگی وہ چہروں پر ظاہر ہو جائے گی، اعضاء وضوء چمک رہے ہوں گے، اندر کی نورانیت دنیا میں بھی چہروں پر ظاہر ہوتی ہے اہل حق چہرے سے پہچانے جاتے ہیں۔

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور　　کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا **سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود** صحابہ رضی اللہ عنہم کی نیکیوں و ایمان کی نورانیت صحابہ کے چہروں پر ظاہر تھی، قاضی شریک رحمہ اللہ فرماتے ہیں **من کثرت صلاتہٗ باللیل حسُن وجھہٗ بالنہار** رات کو خوب عبادت کرنے والے کی عبادت کے انوار کو دن کو اُس کا چہرہ ظاہر کر رہا ہوتا ہے

(عن جابر ابن ماجۃ ح ۱۳۳۳، مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۵۸، الامالی للشجری ۹۳۲، منتخب من کتاب الشعراء لابی نعیم ۴۱/۱، عن انس مسند الشھاب ۲۵۶/۱، ح ۴۱۴، والصحیح انہ من قول شریک ومعناہ صحیح)

ضاحکۃ مستبشرۃ: ہنستے ہوں گے اور خوش ہوں گے، کیوں کہ قبروں سے اٹھتے ہی فرشتے خوشخبریاں اور تسلی دیں گے لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون اس لئے کوئی فکر اور پریشانی نہیں ہوگی لایحزنھم الفزع الاکبر وتتلقّٰھم الملائکۃ یہ کامل مؤمنین ہوں گے۔

کافروں کا حال:

ووجوہٌ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ: اور کئی چہرے اُس دن ایسے ہوں گے جن پر گرد ہوگی، اور سیاہی چہروں پر چھا رہی ہوگی، یہ کافر لوگ ہوں گے جن کے دلوں کے کفر اور نفاق اور گناہوں کی سیاہی دلوں سے نکل کر چہروں پر خوب ظاہر ہو جائے گی، ویسے دنیا میں بھی کفار و دیگر اہل باطل کے چہروں کی بے رونقی دنیا میں نظر آ رہی ہے، اور آخرت تو حقائق کھلنے کی جگہ ہے، وحُصِّل ما فی الصدور وہاں اندر کا رنگ زیادہ کھل کر ظاہر ہوگا، اس لئے مؤمنین، نیک لوگ خوب روشن چمکتے دمکتے اور کفار اور برائیاں کرنے والے لوگ خوب سیاہ اور تاریک رُو ہوں گے۔

کافروں کو جہنم میں کفر کے علاوہ دوسرے گناہوں پر بھی سزا ہوگی:

اولئک ھم الکفرۃ الفجرۃ: یعنی سیاہ اور تاریک چہروں والے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے کفر و فسق دونوں کو جمع کیا، صرف کفر نہیں کیا بلکہ دوسرے احکام خدواندی کی بھی خلاف ورزی کرتے رہے، اِس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ دنیا میں کافر اولاً ایمان کے مکلف ہیں، ایمان لانے کے بعد دوسرے احکام الٰہی کے مکلف ہیں، لیکن آخرت میں اُن کو سزا ایمان کے ساتھ دوسرے احکام الٰہی چھوڑنے پر اور کفر کے علاوہ دوسرے گناہوں پر بھی ہوگی، کیوں کہ اِس آیت میں اُن کا جرم کفر کے ساتھ فجور ذکر ہوا،

دوسری جگہ ہے کہ جہنمی کافر اپنے جہنم میں سزا پانے کے جرموں میں نماز نہ پڑھنا مسکین کو کھانا نہ کھلانا بھی بیان کریں گے قالوا لم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين یعنی اِن جرموں پر بھی اُن کو سزا مل رہی ہوگی ورنہ اِن کے ذکر کا کیا مطلب؟

بحمد الله و توفيقه تم حَلُّ سورةِ عبس بست من جمادى الاولى يوم الاثنين سنة 1438، والنظر الثاني يوم السبت التاسع والعشرين من الربيع الثاني سنة 1440 من الهجرة النبوية

صلى الله تعالى على صاحبها وسلم.

**

سورة التكوير مكية

29 آیات، 104 کلمات، 533 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا
جب سورج بے نور ہو جائے گا، اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے، اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے، اور جب دس
الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝
مہینے کی گابن اونٹنیاں آزاد چھوڑی جائیں گی، اور جب سب جنگلی جانور جمع ہو جائیں گے، اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے

لغوی تحقیق:

الشمس: سورج کی ٹکیا، اور اُس سے نکلنے والی روشنی دونوں شمس کہلاتی ہیں۔ کُوِّرَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل لپیٹنا۔ النجوم: نجمٌ کی جمع ہے، طلوع ہونے والے ستارے۔ اِنکدرت: ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از انفعال بکھرجانا۔ سُیِّرَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل چلانا۔ العشار: عُشَرَاء کی جمع ہے دس مہینہ کی گابن اونٹنی۔ عُطِّلَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل بے کار چھوڑ دینا۔ الوُحوش: وَحْشٌ کی جمع

،وہ جاندار جو انسانوں سے مانوس نہیں ہیں۔ حُشِرَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، جمع ہونا، جمع کرنا۔ البحار: بحرٌ کی جمع، دریا، سمندر، اصل معنی ہے ہر وہ وسیع جگہ جو بکثرت پانی جمع کرنے والی ہو۔ سُجِّرَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل پانی جاری کرنا، سمندر کا چڑھاؤ بلند ہونا۔

تفسیر:

ربط: سورۃ عبس کے آخر میں قیامت اور اُس کے کچھ حالات کا ذکر تھا، اِس سورۃ تکویر میں بھی قیامت اور اُس کے حالات کا ذکر ہے۔

پہلے صور کے وقت کے حالات:

اذاالشمسُ کوّرت: اِن چھ آیات میں قیامت کے اُن حالات کا ذکر ہے جو پہلے صور پھونکے جانے کے وقت ظاہر ہوں گے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (شروع سورت میں مذکور) قیامت سے پہلے چھ نشانیاں ہوں گی، لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ سورج کی روشنی ختم ہوجائے گی، اِسی حال میں لوگ ہوں گے کہ ستارے بکھر پڑیں گے، اسی حال میں ہوں گے کہ پہاڑ زمین پر آپڑیں گے، زمین ہِل جائے گی، اور سخت گرم ہوجائے گی، جِن گھبرا کر انسانوں کے پاس اور انسان گھبرا کر جنوں کے پاس جمع ہوجائیں گے پھر چوپائے اور پرندے اور جنگلی جانور جمع ہوکر سب باہم گھُل مل جائیں گے، پھر جِن انسانوں کو کہیں گے ہم تمہارے پاس خبر لاتے ہیں، وہ دریاؤں سمندروں کی طرف جائیں گے، تو وہ بھڑکتی آگ ہوچکے ہوں گے، اِسی حال میں لوگ ہوں گے کہ زمین ساتویں زمین تک کھل جائے گی اور اوپر والے آسمان تک خلا ہوجائے گا اسی حال میں ہوں گے کہ ایک ہوا آئے گی جو اُن سب کی موت کا سبب بنے گی (تفسیر ابن جریر ۲۳/۲۴، ۲۳۷، الدر المنثور ۴۲۷/۸، الاھوال لابن ابی الدنیا ح ۲۳ بسند صحیح او حسن)

سورج چاند جہنم میں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے:

ان الشمس و القمر نوران مکوّران فی النار یوم القیامۃ ؎

سورج اور چاند دونور ہیں جو قیامت کے دن لپیٹ کر دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے

(اتحاف الخیرۃ المھرۃ عن مسند مسدد ح ۵۷ ۱۳ بسند صحیح مشکوۃ ح ۵۶۹۲، البعث والنشور للبیہقی)

ان کا دوزخ میں جانا اِن کی سزا نہیں ہوگی بلکہ اِن سے جہنم بھڑکائی جائے گی، اور زیادہ گرم ہوگی جس سے اہل جہنم کی سزا میں اضافہ ہوگا۔

سوال: سورج چاند لپیٹ کر جہنم میں کیسے ڈالے جائیں گے جب کہ سورج کی ٹکیہ کی حدود زمین کی حدود سے زیادہ ہیں، ایسے ہی چاند کا حجم بھی کافی بڑا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اِس پر قادر ہے کہ اتنی بڑی مخلوق کو اخروٹ کے خول میں ڈال دے، اُس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، پھر آخرت کے جہان کی حدود بھی بہت ہی وسیع ہوں گی، ایسی چیزیں نہ عقل میں آسکتی ہیں، نہ عقل سے سمجھی جاسکتی ہیں، اُسی جہان میں اصل حقیقت کھلے گی، بس آمنّا وصدّقنا۔

ستارے ٹوٹ پڑیں گے:

واذا النجوم انکدرت: جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر منتشر ہوجائیں گے، گویا زمین پر ستاروں کی بارش ہوجائے گی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ ستارے آسمان وزمین کے درمیان لٹکتی قندیلیں ہیں جو نور کی زنجیروں کے ذریعے لٹک رہے ہیں اُن زنجیروں کو نور کے بنے فرشتوں نے تھاما ہوا ہے، جب سب آسمان وزمین والے موت کا شکار ہوں گے تو (وہ فرشتے بھی مریں گے) تو یہ ستارے اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گر پڑیں گے (روح المعانی ۵۸/۳۰، وھکذا قال عطاء رحمہ اللہ، تفسیر کبیر ۶۴/۳۱)

پہاڑوں کا حال:

واذا الجبال سیّرت: جب پہاڑ چلادیئے جائیں گے، پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسا پیس دیں گے کہ بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے و تکون الجبال

کالعھن المنفوش مختلف رنگوں والے ہونے کی وجہ سے دُھنی ہوئی رنگین روئی کی طرح اڑتے نظر آئیں گے، اورزمین برابر ہوجائے گی، اونچ نیچ مکان پہاڑ، گہرائیاں خندقیں نہیں رہیں گی ینسفھا ربی نسفًا فیذرھا قاعًا صفصفًا. لا تزی فیھا عوجًاولا امتًا.

گابن اونٹنیوں سے لاپرواہی ہوگی:

و اذا العشار عطلت: دس ماہ کی گابن قریب الولادت اونٹنیاں آزاد پھریں گی کہ مالکوں کواُن کادھیان نہ رہے گا، حالاں کہ مالک ایسی اونٹنیوں اور جانوروں کی خوب دیکھ بھال کرتے ہیں، عرب ایسی اونٹنیوں کوگھر باندھ لیتے، مگراُس وقت اپنی جانوں کی فکر پڑجائے گی۔

جنگلی جانوروں کی انسانوں سے وحشت ختم:

واذاالوحوش حُشِرت: انسانوں سے غیرمانوس جنگلی جانوراُس دن کی ہولنا کی کے ڈر سے جمع ہوجائیں گے؛ باہم اورانسانوں میں گھل مل جائیں گے، ایک دوسرے کی جان لینے اور پھاڑنے کی سوچ نہ رہے گی، بھیڑیئے بکریاں کھانے کانہیں سوچیں گے۔

یااِس آیت کاتعلق اس وقت سے ہے جب قیامت سے پہلے جوآگ نکلے گی اُس سے ساری مخلوق انسان اورجانوراکٹھے ہوکر بھاگیں گے ۔

سمندروں کاحال:

و اذا البحار سُجِّرَت: دریاوسمندر بھڑکائے جائیں گے، جہنم سمندروں کے نیچے ہے، زمینیں جہنم کے اوپرڈھکن کے بمنزلہ ہیں، جب قیامت آئے گی، تو یہ پردہ ہٹ جائے گااور جہنم کی آگ کااثرسمندروں کے پانیوں تک پہنچے گا، اور میٹھے اور کھارے پانی گھل مل جانے سے بھی اُن میں اُبال آئے گا، جس سے سمندرسخت گرم ہوکراہل جہنم کے لئے حمیم یعنی گرم کھولتاپانی بن جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اللہ تعالی سورج چاندستارے قیامت کے دن

لپیٹ کر دریا میں ڈالے گا، اور ایک خاص ہوا بھیجے گا جو سمندر میں پھونکتے پھونکتے اس کو آگ بنا دے گی۔ (الدر المنثور ۸/۴۲۶ الاھوال لابن ابی الدنیا العظمت لابی الشیخ، ابن ابی حاتم)

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ پانچ حال پہلے صور کے بعد ہوں گے، آگے وہ حالات ہیں جو دوسرے صور کے بعد ہونے ہیں۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَاِذَا
اور جب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے، اور جب زندہ در گور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا، کہ کونسے قصور پر قتل
الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَاِذَا الْجَنَّةُ
کردی گئی، اور جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے، اور جب آسمان کھولا جائے گا، اور جب جہنم دھکائی
اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝۱۴
جائے گی، اور جب جنت قریب کردی جائے گی، ہر آدمی جان لے گا اُن اعمال کو جو اُس نے حاضر کئے ہوں گے

لغوی تحقیق:

النفوس : نفس کی جمع، روح، ذات۔ زُوِّجَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب از تفعیل، جوڑنا، ملانا۔ الموءودۃ: صیغہ واحد مؤنث، اسم مفعول، از ضرب، زندہ قبر میں ڈالی ہوئی۔ سُئِلَت: ماضی مجہول از فتح، صیغہ واحد مؤنث غائب، پوچھنا۔ باىّ ذنب : ایّ حرف استفہام بمعنی کونسا۔ ذنب: کئی معانی میں آتا ہے، جانور کا دُم، چیز کا پچھلا حصہ، پیچھے چلنے والا آدمی، معمولی آدمی، چیز کا دُم پکڑنا، گناہ، یہاں یہی آخری معنی ہے، وہ کام جس کا انجام ناموافق ہو، گناہ کو بھی اِسی لئے ذنب کہتے ہیں کہ اُس کا انجام نقصان اور ناموافق ہوتا ہے چاہے دنیا و آخرت دونوں میں یا دونوں میں سے کسی ایک میں ہو۔ قُتِلت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از نصر، قتل کرنا۔ الصحف: صحیفۃ کی جمع، لکھے ہوئے اوراق، اعمال ناموں کے رجسٹر۔ نُشِرت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از ضرب و نصر پھیلانا۔ کُشِطت: ماضی مجہول، صیغہ

واحد مؤنث غائب، از ضرب ڈھکی ہوئی چیز کو کچھ کھول دینا، بکری کی کھال اتارنا۔ الجحیم : وہ جگہ جہاں آگ خوب بھڑک رہی ہو، جہنم میں بھی یہی حالت ہوگی اس لئے اُس کو جحیم کہا گیا۔ سُعِّرت : ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل آگ بھڑکانا ۔ اُزلِفت : ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از افعال قریب کرنا۔ احضرت : ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از افعال، حاضر کرنا۔

تفسیر:

ربط : ظاہر ہے کہ گذشتہ آیات میں قیامت کے وہ حالات ذکر ہوئے جو پہلے صور پھونکے جانے پر ہوں گے، اِن آیتوں میں بعض وہ حالات ذکر ہیں جو دوسرے صور پھونکے کے بعد ہوں گے۔

ہم عقیدہ و ہم عمل لوگ ملا دیئے جائیں گے:

واذاالنفوس زُوِّجت: اس کی دو تفسیریں ہیں: اول تفسیر: ہر انسان کو اُس کے ہم صفت لوگوں کے ساتھ ملایا جائے گا، کافر کافروں کے ساتھ اور مسلمان مسلمانوں کے ساتھ پھر جس قسم کا کافر ہے اُسی قسم کے کافروں کے ساتھ، یہودی الگ، عیسائی الگ، ہندو الگ، مجوسی الگ، منافق الگ، اور مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے ہر فرد کو اُس کے گروہ اور فرقے کے ساتھ ملایا جائے گا، ایسے ہی فاسقوں میں سے مثلاً زناکار زناکاروں کے ساتھ، چور چوروں کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے، وغیرہ، اِسی طرح کسی اُستاذ کے ہم مزاج شاگرد اُس کے ساتھ، اور کسی پیر و مرشد کے مریدین و متعلقین اُس کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں گے یوم ندعو کُلَّ اُناسٍ بِاِمَامِهِم . احشروا الذين ظلموا و ازواجهم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اِسی آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا:

يُقرَن بين الرجل الصالح مع الرجل الصالح في الجنة و يُقرَن بين الرجل السوء مع الرجل السوء في النار (ابن ابی شیبۃ ح ۳۴۴۹۲)

نیک آدمی کو نیک آدمی کے ساتھ جنت میں ملایا جائے گا، اور برے آدمی کو برے آدمی کے ساتھ دوزخ میں ملایا جائے گا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے رسول کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے:

الضرباء کل رجل مع قوم کانوا یعملون عملہ (ابن جریر ۲۴/۲۴۵، ابن کثیر)

ایک ہی قسم کے لوگ مراد ہیں، کہ ہر آدمی اُس قوم کے ساتھ ہوگا جو اُسی آدمی جیسا عمل کرتے تھے۔

حضرت نعمان بن بشیر کی ایک حدیث میں لفظ ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

هما الرجلان یعملان العمل یدخلان الجنة والنار.

(الدر المنثور ۸/۴۳۰ عن ابن مردویہ)

آیت کی مراد اُن دو قسم کے آدمیوں کو ملانا ہے جو ایک جیسا عمل کرتے تھے وہ جنت یا دوزخ (جس کا بھی عمل کرتے، اُس) میں داخل ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے:

مَن تشبّه بقوم فهو منهم (ابوداؤد ۴۰۳۱، مسند احمد ۵۱۱۵)

جو آدمی کسی قوم جیسا بنے گا وہ (قیامت میں) اُنہی میں سے ہوگا۔

اِس آیت میں سب کے لئے عبرت اور نصیحت ہے کہ صحیح العقیدہ اور نیک لوگوں کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے اور نیکوں سے ہی محبت رکھنی چاہیئے، اور اُنہی کی مشابہت اختیار کرنی چاہیے، تاکہ نیکوں کے ساتھ حشر ہو، اور بروں سے صحبت اور مجلس اور اُن سے محبت نہ رکھنی چاہیے کہ کہیں اُس کی نحوست سے بروں کے ساتھ حشر نہ ہو۔

دوسری تفسیر: جانداروں کے روح و جسم ملا دیئے جائیں گے، یعنی روحوں کو جسموں میں داخل کر کے مخلوقات کو روحوں جسموں کے ساتھ زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا، یہ تفسیر امام ضحاک، اور ابو العالیہ، اور شعبی رحمہم اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے (در منثور)

لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے والوں کی رسوائی:

و اذا الموءودة سُئلت: اور جب زندہ در گور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس قصور میں قتل کی گئی، عرب کئی وجہ سے اپنی پیدا ہونے والی بچیوں کو زندہ در گور کرتے

تھے، غربت کے ڈر سے، یا اُن کے سبب دامادی وسسر بننے کے رشتہ کو عار سمجھ کر، اُن کی عقل میں یہ نہیں آتا تھا کہ وہ خود بھی تو کسی کے داماد ہیں، علامہ زمخشری کے بیان کے مطابق زمانہ جاہلیت میں لڑکی پیدا ہونے کے بعد اگر باپ اُس کو زندہ چھوڑتا تو اُس کو اون یا بالوں سے بنے کپڑے پہناتا اور وہ جنگل میں باپ کے اونٹ اور بکریاں چراتی رہتی تھی، اور اگر قتل کرنا چاہتا، تو چھ سال کی عمر تک اُس کو کچھ نہ کہتا، جب چھ سال کی ہو جاتی اُس کے لئے جنگل میں گڑھا کھود آتا، اور اُس کی مسکینہ ماں سے کہتا اِس کو خوشبو لگا اور سنوار دے میں اِس کو اِس کے رشتہ داروں کے پاس لے جاتا ہوں، پھر یہ پتھر دل باپ گڑھے پر لے جاتا اور بچی کو کہتا ذرا اِس میں جھانکو، وہ بیچاری گڑھے میں جھانکنے لگتی کہ یہ ظالم پیچھے سے دھکا دیتا اور گرا کر اُس پر اتنی مٹی ڈالتا کہ گڑھا زمین کے برابر کر دیتا، یہ بھی منقول ہے کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب آتا تو وہ ایک گڑھا کھود رکھتی، اور ولادت کے قریب اُس کے پاس جاتی اگر بچی پیدا ہوتی تو اُس کو گڑھے میں پھینک دیتی، اور اگر بچہ پیدا ہوتا تو اُس کو زندہ چھوڑتی، ممکن ہے شاید کہ ماں اِس غرض سے کرتی کہ بڑی عمر میں باپ کے ہاتھوں موت کا شکار ہونے سے رنج اور تکلیف زیادہ ہوگی۔

بہرحال زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تیرا قصور کیا تھا جو قتل کی گئی؟ ظاہر ہے کہ اُس لڑکی کا تو اِس میں کوئی قصور نہیں ہوگا اس لئے اِس پوچھنے سے غرض زندہ درگور کرنے والے کفار و مشرکین آباء کو شرمندہ اور رُسوا کرنا اور ایسے کام کرنے والوں پر سخت غصہ کا اظہار اور زندہ درگور کی ہوئی مظلومہ کو تسلی دینا مقصود ہوگا۔

کفار و مشرکین کے چھوٹے بچے جنت میں جائیں گے:

اور ظاہر ہے کہ اُس لڑکی کو تسلی دینا تب ہی مفید ہے کہ وہ اُس کے بعد کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور جہنم کی آگ میں ڈالے جانے سے بھی محفوظ ہو، کیوں کہ اُن پر ظلم کرنے والوں کا ظلم اللہ تعالیٰ برداشت نہیں کرتے اور ظالموں سے اللہ تعالیٰ اُن کا انتقام لیں گے تو خود اُن پر کیوں ظلم کریں گے کہ اُنہیں بغیر قصور عذاب دیں؟ اس لئے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کے زندہ درگور کئے ہوئے بچوں کو عذاب نہ ہوگا، یہ تفسیر حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

اطفال المشرکین فی الجنة فمن زعم انهم فی النار فقد کذب یقول اللہ تعالی و اذا المؤدة سُئلَت بایّ ذنبٍ قُتِلَت (ابن کثیر / الامالی للشعبی ح ۱۳۶)

مشرکین کے بچے جنت میں ہوں گے، جو خیال کرتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہوں گے، غلط کہتا ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں "کہ زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس قصور کے سبب قتل کی گئی"۔

کفار و مشرکین کے فوت ہو جانے والے چھوٹے بچوں کی نجات کی روایات:

نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث اس بارے میں آئی ہیں:

حضرت خنساء بنت معاویہ کی عن عمتها یا عن عمها روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: النبی فی الجنة و الشهید فی الجنة و المولود فی الجنة و الوئید فی الجنة (الجامع الصغیر ح ۹۳۱۰، مسند احمد ح ۲۰۵۸۳ سندہ حسن. فتح الباری ۲۴۶/۳) نبی اور شہید اور چھوٹا فوت ہونے والا بچہ اور زندہ درگور کی جانے والی اولاد جنت میں ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

النبی فی الجنة و الشهید فی الجنة و المولود فی الجنة و المؤدة فی الجنة (مجمع الزوائد ح ۱۱۹۵۲ بسند صحیح)

نبی اور شہید اور چھوٹے بچے اور زندہ درگور کی ہوئی جنت میں ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سألتُ ربی ان لا یعذب اللاهین من ذریة البشر فاعطانیهم (الجامع الصغیر ح ۴۵۹۸، اسنادہ حسن. فتح الباری ۲۴۶/۳، مجمع الزوائد ح ۱۱۹۵۴ بسند صحیح)

میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ انسانوں کے چھوٹے بچوں کو عذاب نہ ہو تو اللہ

تعالی نے دعا قبول فرمائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

سألتُ ربی فاعطانی اولاد المشرکین خدمًا لاھل الجنة الحدیث (الجامع الصغیر ح۴۶۰۶ صحیح) میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالی نے مجھے مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادموں کے طور پر دے دیئے۔

حضرت انس وسمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اطفال[اولاد] المشرکین خدم اھل الجنة (الجامع الصغیر ح۱۱۰۳، ۲۸۴۷ بسند حسن، مسند البزار ح۴۵۱۶، ۸۴۶۶، ۸۴۶۷)

حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

ھم خدم اھل الجنة (معرفة الصحابة لابی نعیم ح۶۹۸۱، انیس الساری ۳۳۰۵/۳ بسند فیہ ضعف)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد سے متعلق پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هُم مع آبائھم وہ اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے، پھر اُس کے بعد (کبھی) پوچھا تو فرمایا اللہ اعلم بما کانوا عاملین اللہ جانتا ہے جو وہ عمل کرتے ہوتے، پھر اُس کے بعد (کبھی) پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی و لا تزر وازرة وزر اخرٰی تو فرمایا ھم علی الفطرة و ھم فی الجنة وہ فطرتِ اسلام پر ہیں اور وہ جنت میں ہوں گے۔ (الاستذکار ۱۱۳/۳، التمھید ۱۱۷/۱۸ بسند ضعیف فیہ ابو معاذ سلیمان بن ارقم ضعیف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں سے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

لم تکن لھم حسنات فیجزوا بھا فیکونوا من ملوك اھل الجنة ولم تکن لھم سیئات فیعاقبوا علیھا فیکونوا من اھل النار فھم خدم

اھل الجنۃ (ابوداؤدطیالسی ح۲۲۲۵،حلیۃالاولیاء۶/۳۰۸)
اُن کی نہ نیکیاں ہوں گی کہ اُنہیں اُن کا بدلہ ملے اور جنتی بادشاہوں میں سے ہوجائیں، اور نہ برائیاں ہوں گی جن پر اُن کو سزا ملے اور جہنمی ہوجائیں تو وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔

علماء کی بڑی تعداد اِسی کو ترجیح دیتی ہے کہ مشرکین و کفار کے بچے جنت میں جائیں گے چاہے اہل جنت کے خادم ہوں، یا اہل جنت میں شامل ہوں، اور جمہور، محققین امام نووی، ابن الملقن عمر بن علی شافعی، علامہ ابن حجر، اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی عجلونی، علامہ محمود آلوسی، وغیرہم کہتے ہیں کہ وہ جنت میں جائیں گے، واللہ اعلم۔

اس کے بالمقابل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے:

الوائدۃ و الموؤدۃ فی النار (ابوداؤد۴۷۱۷)

زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی ہوئی دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

تو کچھ علماء یہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ سند کے اعتبار سے روایت صحیح ہے لیکن معنیً ضعیف ہے کیوں کہ انسان بلوغ کے بعد ایمان و احکام کا مکلف ہوتا ہے اور غیر مکلف کو اللہ تعالیٰ سزا نہیں دیتے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں الوائدۃ (زندہ درگور کرنے والی) سے مراد دایہ ہے، اور الموؤدۃ (بتاویل الموؤدۃ لھا ہے یعنی جس کی بچی زندہ درگور کی گئی جس) سے مراد بچی کی ماں ہے۔ (فیض القدیر ۶/۳۷۰، عون المعبود ۱۲/۳۲۲، مرقات ۱/۱۸۶، شرح المشکاۃللطیبی ۲/۵۷۵)

ایک اور توجیہ بھی کی گئی کہ اگر الموؤدۃ سے زندہ درگور کی ہوئی لڑکی مراد ہو تو ممکن ہے کہ اِس سے وہ لڑکی مراد ہو جو بلوغ تک پہنچ گئی تھی اور کفر اختیار کئے ہوئے تھی، اِس حال میں ہی شادی سے پہلے زندہ درگور کردی گئی تو وہ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں جائے گی

(شرح مصابیح السنۃ للتوربشتی ۱/۷۰)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سب سے اچھا جواب یہ ہے کہ بچی دوزخ میں تو ہوگی مگر معذب نہ ہوگی جیسے جہنم میں فرشتے بھی ہوں گے مگر

معذب نہ ہوں گے (برکات رمضان ص ۳۷۶)

واذا الصحف نشرت: جب اعمالنامے کھول دیئے جائیں گے، موت کے وقت اعمال نامے لپیٹ کر رکھ دیئے جاتے ہیں، اب حساب کے لئے کھولے جائیں گے، کھول کر جنتی انسانوں کے دائیں ہاتھ میں اور دوزخی انسانوں کے بائیں ہاتھ میں پکڑوائے جائیں گے، دائیں ہاتھ میں ملنا ہی کامیابی کا سرٹیفکیٹ ہوگا اس لئے ملتے ہی آدمی بے حد خوش ہوگا، اور رشتہ داروں اور دوسروں کو دکھاتا پھرے گا کہ لو! یہ میرا اعمالنامہ ہے، مجھے حساب کا یقین تھا اور ڈرتا تھا تو آج امن اور کامیابی کا ٹکٹ حاصل ہو گیا ہے۔

اور اگر اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں ملا تو یہ ناکامی کا ٹکٹ ہوگا آدمی کہے گا کاش مجھے میرا نامہ عمل نہ ملتا اور حساب تک نوبت ہی نہ آتی، اے کاش موت ہمیشہ کے لئے مار دیتی، میرا دنیا کا ساز و سامان اور بادشاہت اور سب کچھ کام نہ آیا، حسرت و افسوس اور پریشانی کے سوا اُس کے پاس کچھ نہ ہوگا، آخر جہنم میں ڈال دیا جائے گا،

واذا السمآء کُشطت: جب آسمان کھول دیئے جائیں گے، جیسے زمینیں عالمِ سفلی کے لئے پردے کا کام دے رہی ہیں، آسمان عالمِ بالا کے لئے پردے کا کام دے رہے ہیں، تو آسمانوں کو ہٹا دیا جائے گا اور عالم بالا جنت اور عرشِ الٰہی ظاہر ہو جائے گا۔

واذا الجحیم سُعّرَت: جب جہنم بھڑکائی جائے گی، یعنی اب جتنی حرارت ہے قیامت کے دن اُس میں اضافہ ہوگا کہ کافر انسان بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہوں گے، جب یہ ایندھن ڈالا جائے گا تو بھڑکاؤ کا بڑھنا ظاہر ہے کیوں کہ جیسے ایندھن بڑھے آگ زیادہ بڑھکتی ہے۔

جہنم پیدا ہو چکی ہے:

بعض نے اس آیت سے استدلال کیا کہ جہنم روز قیامت پیدا ہوگی اب نہیں ہے، یہ استدلال غلط ہے کیوں کہ آیت میں جہنم کے بھڑکاؤ میں اضافے کا ذکر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی بھڑک رہی ہے اور اُس وقت اُس میں اضافہ ہو جائے گا، نہ یہ کہ پیدا اُس

وقت ہوگی اور اُس وقت بھڑکاؤ شروع ہوگا۔

جنّت قریب کی جائے گی:

واذا الجنۃ اُزلفت: جب جنت قریب کردی جائے گی، یعنی متقین کے قریب کی جائے گی وازلفتِ الجنۃ للمتقین غیرَ بعید اور یہ قریب کیا جانا اس طرح نہیں ہوگا کہ جنت متقین کی طرف گویا سفر کرے، بلکہ متقین کی جنت کی طرف سفری مسافت پوری کی جائے گی اور وہ جنت کے قریب کردیئے جائیں گے تو جنت بھی اُن کے قریب ہوجائے گی۔

اور ممکن ہے کہ قریب ہونے سے مراد یہ ہو کہ اب جنت ساتوے آسمان سے اوپر ہے، پھر آسمان ختم ہوکر جنت کی وسعت آسمانِ دنیا تک ہوکر یا زمین تک ہوکر جنت وسیع اور قریب ہوجائے گی۔ واللہ اعلم۔

علمت نفس ما احضرت: جب پہلے چھ حالات کے بعد یہ آخری چھ حالات ہوجائیں گے اُس وقت ہر آدمی جان لے گا جو اعمال حاضر کرلایا، اعمالنامہ سامنے آنے پر اور میزان اور حساب کے وقت اپنا سب کچھ کیا ہوا اچھا برا قول وعمل خوب یاد آجائے گا۔

اعمال کس صورت میں حاضر ہوں گے؟

ما احضرت میں ما کا مصداق اعمال ہیں، آخرت میں اعمال کا حاضر ہونا کس صورت میں ہوگا؟ تو اس طرح بھی ممکن ہے کہ اعمال ذو جسم بن کر سامنے آئیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اعمال کا اعمالناموں میں حاضر ہونا مراد ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اعمال خیر کا جزاء کی صورت میں اور اعمال بد کا سزا کی صورت میں حاضر ہونا مراد ہو۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ اِذَا

تو میں قسم کھاتا ہوں ایسے سیاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے والے، مسلسل چلنے والے، چھپ جانے والے ہیں، اور رات

تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾

کی جب جانے لگے، اور صبح کی جب آنے لگے، بیشک یہ قرآن لایا ہوا کلام ہے ایسے فرشتے کا جو معزز ہے، جو

وقت ہوگی اور اُس وقت بھڑکاؤ شروع ہوگا۔

جنّت قریب کی جائے گی:

واذا الجنۃ اُزلِفت: جب جنت قریب کردی جائے گی، یعنی متقین کے قریب کی جائے گی وازلفتِ الجنۃ للمتقین غیرَ بعید اور یہ قریب کیا جانا اس طرح نہیں ہوگا کہ جنت متقین کی طرف گویا سفر کرے، بلکہ متقین کی جنت کی طرف سفری مسافت لپیٹ لی جائے گی اور وہ جنت کے قریب کردیئے جائیں گے تو جنت بھی اُن کے قریب ہوجائے گی

اور ممکن ہے کہ قریب ہونے سے مراد یہ ہو کہ اب جنت ساتویں آسمان سے اوپر ہے، پھر آسمان ختم ہوکر جنت کی وسعت آسمانِ دنیا تک ہوکر یا زمین تک ہوکر جنت وسیع اور قریب ہوجائے گی۔ واللہ اعلم۔

علمت نفس ما احضرت: جب پہلے چھ حالات کے بعد یہ آخری چھ حالات ہوجائیں گے اُس وقت ہر آدمی جان لے گا جو اعمال حاضر کرلایا، اعمالنامہ سامنے آنے پر اور میزان اور حساب کے وقت اپنا سب کچھ کیا ہوا اچھا برا قول و عمل خوب یاد آجائے گا،

اعمال کس صورت میں حاضر ہوں گے؟

ما احضرت میں ما کا مصداق اعمال ہیں، آخرت میں اعمال کا حاضر ہونا کس صورت میں ہوگا؟ تو اس طرح بھی ممکن ہے کہ اعمال ذوجسم بن کر سامنے آئیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اعمال کا اعمالناموں میں حاضر ہونا مراد ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اعمال خیر کا جزاء کی صورت میں اور اعمال بد کا سزا کی صورت میں حاضر ہونا مراد ہو۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۱۵ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ۱۶ وَالَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۱۷ وَالصُّبۡحِ اِذَا
تو میں قسم کھاتا ہوں ایسے سیاروں کی جو پیچھے کو ہٹنے والے، مسلسل چلنے والے، چھپ جانے والے ہیں، اور رات
تَنَفَّسَ ۱۸ اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ۱۹ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ۲۰
کی جب جانے لگے، اور صبح کی جب آنے لگے، بیشک یہ قرآن لایا ہوا کلام ہے ایسے فرشتے کا جو معزز ہے، جو

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

قوت والا ہے، عرش والے کا مقرب اور مرتبے والا ہے، وہاں اُس کا حکم مانا جاتا ہے، اور امانت دار ہے

لغوی تحقیق:

فلا اُقسِم : یہ لفظ قرآن مجید میں متعدد جگہ استعمال ہوا، اِس میں دو کلمے ہیں ایک لا جونفی کے لئے آتا ہے، دوسرا اُقسِم ، بظاہر معنی ہے ''میں قسم نہیں کھاتا ہوں'' یا معنی ہے'' نہیں، میں قسم کھاتا ہوں''، پہلا معنی درست نہیں، امام راغب فرماتے ہیں کہ اُقسِم سے پہلے لا کلام محذوف کی نفی کے لئے ہوتا ہے، یعنی اے مخاطبین! جو تم کہتے ہو وہ بات نہیں، میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہاری بات کے برخلاف بات درست ہے۔ الخنّس : خانِسٌ کی جمع ہے، از نصر و ضرب پیچھے ہٹنے والا، سکڑنے والا۔ الجوار : اصل میں الجواری ہے جاریۃ کی جمع ہے پانی کی طرح تیز چلنے والا۔ الکُنّس : کانسٌ یا کانسَۃٌ کی جمع ہے، اپنے ٹھکانے میں داخل ہو کر چھپ جانے والا ۔ عسعس :از فعلله ،رات کا گذرنا، رات کا تاریک ہونا، یہ لفظ متضاد المعنی ہے کہ رات کے جانے اور رات کے آنے دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اگلی آیت والصبح اذا تنفس سے مناسبت کے لئے یہاں جانے کا معنی کیا گیا۔ الصبح :دن کا اول وقت۔ تنفّس : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعّل بمعنی سانس لینا، صبح کا روشن ہونا۔ رسول: پیغام لانے والا مراد فرشتہ ہے۔ کریم: صیغہ صفت مشبہ، فعیل بمعنی مفعول ہے، عزت دیا ہوا۔ ذی : بمعنی والا ۔ صاحب: مالک ۔ ذو قوۃ :طاقت والا۔ العرش :اصل معنی وہ شیء جس پر چھت ڈالی گئی ہو، بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ اگر چہ اُس پر نہ بیٹھے، بادشاہت سے کنایہ۔ مکین : بمعنی متمکن مرتبے والا ۔ مطاع : صیغہ اسم مفعول، واحد مذکر، جس کا کہا مانا جائے۔ ثَمَّ :ظرف مکان جس سے دور جگہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے بمعنی وہاں۔ امین صیغہ صفت، امانتدار۔

تفسیر:

ربط : ماقبل کی آیات میں قیامت کے کچھ حالات ذکر ہوئے ،اب قرآن مجید سے

متعلق کفار کے شبہات کا حل ہے، جس سے مقصود اثبات رسالت ہے، تین مضمون قرآن مجید میں اکثر اکٹھے ذکر ہوتے ہیں، توحید، رسالت، قیامت، اِس سورت میں قیامت اور رسالت کا اکٹھا ذکر ہوا ہے۔

یا اوپر قیامت کا ذکر ہے، اب اللہ تعالیٰ اُن آیات کا حق ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہونا بیان کرتے ہیں جن آیات میں قیامت کا مضمون ذکر ہوا ہے جس سے نبی کریم ﷺ کی صداقت بھی خود ظاہر ہو جائے گی، (اس صورت میں انہٗ کی ضمیر آیاتِ مضامین قیامت کی طرف راجع ہوگی [جو بتاویل مَا اَخْبَرَکُم بِہٖ مُحَمَّدٌ ﷺ مِنْ اَمْرِ السَّاعَۃِ ہوں گی]۔

فلا أُقسم بالخنس: فلا أُقسم کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، جن کا مدار لفظ لَا پر ہے، اگر لا زائد ہو تو اُس سے مقصود قسم کی تاکید ہے، معنی ہوا میں قسم کھاتا ہوں اِن ستاروں کی جن کی آگے صفات ذکر ہیں، اور اگر لا زائد نہ ہو بلکہ نفی کا ہو تو تقدیر عبارت ہوگی لیس الامر کما تزعمون ایھا الکفرۃ من انّ القرآن سحرا و شعرا و اساطیر أُقسِم بالخنس الخ اے کافرو! تم جو قرآن مجید کو جادو یا شعر یا کہانیاں خیال کرتے ہو ایسا نہیں ہے، میں قسم کھاتا ہوں مذکورہ سیاروں وغیرہ کی کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے،

اللہ تعالیٰ قسم کیوں اٹھا رہے ہیں؟

سوال: اللہ تعالیٰ سچے ہیں مشرکینِ مکہ بھی کبھی یہ نہیں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خلافِ واقعہ بھی کچھ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کیوں قسم کھائی؟

جواب: (۱) چونکہ جس بات پر قسم اٹھالی جائے اُس پر بندوں کو یقین آ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے قسم اٹھا کر شفقت فرمائی تاکہ بندوں کو یقین حاصل ہو اور کامیابی کی راہ پر چلیں (۲) اللہ تعالیٰ جب کسی بات کے اثبات کے لئے قسم اٹھاتے ہیں تو جس چیز کی قسم اٹھاتے ہیں اُس کو اُس بات کی سچائی کے لئے بطور گواہ پیش کرتے ہیں، یعنی قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے اور سچی کتاب ہونے کی دلیل مذکورہ

سیارے وغیرہ ہیں، کہ جیسے وہ سیارے وغیرہ حکمِ الٰہی کے تابع ہیں، بغیر اللہ کے امر کے حرکت نہیں کر سکتے ایسے جبرئیل علیہ السلام جو قرآن لانے والے ہیں بغیر اللہ تعالی کے حکم کے نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن مجید نہیں لائے، سیارے وغیرہ آسمانی مخلوق ہے اور آسمانی مخلوق پر زمینی مخلوق کا حکم نہیں چلتا خالق کا حکم ہی چلتا ہے، جبرئیل علیہ السلام بھی تو آسمانی مخلوق ہے وہ بھی خالق کے حکم سے ہی آپ ﷺ کے پاس وحی لائے ہیں، بغیر اللہ تعالی کے حکم کے وہ زمین پر اترتے ہی نہیں، پھر قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ میں کیوں شک کرتے ہو؟ (۳) جس چیز کی اللہ تعالی قسم اٹھاتے ہیں اُس سے مقصود جہاں اُس بات کی عظمت ہوتی ہے جس کے لئے قسم اٹھائی جاتی ہے وہاں اُن چیزوں کی بھی عظمت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے جن کی قسم اٹھاتے ہیں، تو مطلب ہوا کہ لوگو! آسمان کے یہ سیارے اور رات دن عظمت والے ہیں، اور نبی کریم ﷺ اور قرآن مجید بھی عظمت والے ہیں۔

سیاروں کے خاص حالات:

بالخنس الجوار الکُنّس: اِس کی کئی تفسیریں ہیں، اول: وہ خاص سیارے ہیں جو سیدھے چلتے چلتے پیچھے کی طرف ہٹتے ہیں، اور پیچھے کو ہی چلتے رہتے ہیں اور پھر پیچھے چلتے چلتے کسی وقت اپنے ٹھکانے میں جا چھپتے ہیں، یہ صفات خاص پانچ سیاروں کی ہیں، زُحل، مشتری، عطارد، مریخ، زہرہ (بیان القرآن) تفسیروں میں ہے کہ زحل ساتویں آسمان پر، مشتری چھٹے پر، مریخ پانچویں پر، زہرہ تیسرے پر، عطارد دوسرے آسمان پر ہے واللہ اعلم (حدائق الروح والریحان) اِن سیاروں کو خمسہ متحیّرہ کہا جاتا ہے، بعض نے آیت کے مصداق میں سورج چاند کو بھی داخل کیا ہے۔

دوم: ایک تفسیر یہ ہے کہ سارے سیارے اِن صفات والے ہیں کہ دن کو نگاہوں سے چھپے رہتے ہیں الخنّس، اور رات کو اپنی جگہ پر ظاہر ہو کر ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے وحشی جانور اپنے ٹھکانہ میں ظاہر ہوں الکنّس یا الخنّس اور الکنّس ہم معنی ہیں اور مراد یہ ہے کہ دن کو چھپے رہتے ہیں، اور الجوار عام ہے دن رات کو یعنی کسی کسی وقت چلتے بھی ہیں

والليل اذا عسعس، والصبح اذا تنفس: اور قسم ہے رات کی جب جانے

لگے اور صبح کی جب سانس نکالے یعنی آنے لگے، اور اُس کی خاص بادِ صبا چلے، رات کی قسم اس لئے اٹھائی کہ رات انسان کے لئے بہت سی نعمتوں کا مجموعہ ہے، سب سے بڑی نعمت اُس کا سکون اور نیند ہے، اور پردہ ہے کہ گھر والوں سے بے تکلف ہو سکتے ہیں، اور صبح کی قسم بھی اس لئے کھائی کہ وہ بھی بہت بڑی نعمت ہے کہ اُس میں آدمی نئی زندگی حاصل کر کے دِن کی روشنی سے مستفید ہو سکتا ہے۔

فائدہ: کلمہ تَنَفَّسَ میں اشارہ ہے کہ صبح کا سانس یعنی نسیمِ صبح بادِ صبا بڑی نعمت ہے اُس سے مستفید ہونا چاہیئے کہ صبح صبح آدمی چہل قدمی اور ہوا خوری کرے یہ صحت کو مفید ہے،

قرآن اور صاحب قرآن کی حقانیت:

انہ لقول رسول کریم: ستاروں اور رات اور صبح کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی حقانیت وصداقت کو ذکر کرتے ہیں، کہ اے منکرو! تمہیں قرآن مجید میں کیوں شک ہے؟ تم جو کہتے ہو کہ رسول کریم حضرت محمد ﷺ نے خود بنایا تو ایسی بات نہیں ہے، بیشک یہ قرآن مجید معزز فرشتے جبرئیل علیہ السلام کا لایا ہوا کلام ہے، نبی کریم ﷺ کا اپنا بنایا ہوا نہیں ہے، اور جبرئیل علیہ السلام جس کو بھی کچھ پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کا کلام اور پیغام پہنچاتے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات اور آگے نبی کریم ﷺ کی صفات بیان کر کے شبہات میں مبتلا لوگوں کے ہر شبہے کا ازالہ فرمایا۔

قرآن کریم کے راوی ثقہ ہیں:

گویا سندِ قرآن کی صحت بیان فرمائی اس طرح کہ تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دو راوی ہیں، جبرئیل علیہ السلام اور حضور نبی کریم ﷺ، حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول ہیں ہمارے قاصد ہیں، ہم نے اُن کو پیغام دے کر بھیجا، اگر کوئی کہے کہ بیشک قاصد تو ہیں مگر بعض قاصدوں میں کھوٹ ہوتا ہے، کچھ بدل بھی سکتے ہیں، ممکن ہے جبرئیل علیہ السلام نے الفاظ یا مفہوم میں تبدیلی کی ہو، فرمایا رسولِ کریم وہ بزرگ فرشتے ہیں، اُن پر بزرگی کے سب آثار ظاہر ہیں تو وہ کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں اور وہ بھی اللہ پر؟ اور اگر کوئی کہے کہ اُن کی بزرگی

مسلّم لیکن ممکن ہے دباؤ میں آ گئے ہوں، اور دباؤ سے مضمون بدل دیا ہو؟ فرمایا ذی قوۃ دباؤ میں ضعیف آتا ہے قوی نہیں آتا، جبرئیل علیہ السلام قوی ہیں، اگر کہا جائے کہ ٹھیک ہے بزرگ ہیں، قوی ہیں مگر ممکن ہے دور سے آواز آ رہی ہو تو اُن سے سننے میں غلطی ہوئی ہو، فرمایا عند ذی العرش مکین جبرئیل علیہ السلام دور نہیں مالکِ عرش کے پاس قرب رکھنے والے ہیں، وہیں اُن کا مقام و مرتبہ ہے، اور جب نزدیک ہیں تو سننے میں کیوں غلطی ہوگی؟ اور اگر کہا جائے کہ کوئی فرشتہ اُن سے بڑے مرتبے کا ہوگا وہ چھوٹے درجے کے ہیں، بڑی حیثیت کا فرشتہ یہ کلام لاتا تب ہی مانتے؟ فرمایا مُطاعٍ جبرئیل علیہ السلام سے اونچے درجے کا کوئی نہیں ہے، وہ سب سے اونچا درجہ رکھتے ہیں سیّد الملائکہ ہیں، سب فرشتے اُن کے تابعِ حکم ہیں، اگر کوئی کہے کہ ممکن ہے کہ انہوں نے بالارادہ کوئی کمی بیشی کر لی ہو؟ فرمایا اَمین وہ امانتدار ہیں، امین ایسا نہیں کر سکتا، اس لئے یہ راوی بھی مضبوط ثقہ ہے۔

دوسرے راوی نبی کریم ﷺ ہیں آپ ﷺ میں بھی کوئی عیب نہیں ہے، و ما صاحبکم بمجنون آپ ﷺ دیوانے نہیں ہیں یعنی کامل عقلمند ہیں، جو آنے والے پیغام کو محفوظ کرنے والے ضابط ہیں، اگر کہا جائے کہ ممکن ہو کہ حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے نہ سنا ہو محض تخیل سے یہ باتیں کہہ دی ہوں یا آپ ﷺ کو معاذ اللہ کوئی جن شیطان ملا ہو اور آپ ﷺ نے اُس کو پہچانا نہ ہو اور فرشتہ سمجھ کر اُن سے سنی ہوئی باتیں کلامُ اللہ سمجھ لی ہوں؟ فرمایا و لقد راٰہُ بالاُفُقِ المبین آپ ﷺ نے نہ یہ کہ جبرئیل علیہ السلام سے کلام سنا آپ ﷺ نے اُس کو دیکھا ہوا بھی ہے، اور دیکھے ہوئے شخص کو آدمی پہچان ہی لیتا ہے مغالطے کا شکار نہیں ہو سکتا، آپ ﷺ اور جبرئیل علیہ السلام کے درمیان لقاء اور رویت اور سماع سب ثابت ہے، اور اگر کہا جائے کہ یہ سب کچھ مان لیتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے خود کچھ گڑبڑ کی ہو کہ کچھ بتایا اور کچھ چھپا دیا ہو، فرمایا و ما ھو علی الغیب بضنین آپ ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں کہ کچھ بتایا ہو اور کچھ چھپایا ہو بلکہ آپ ﷺ تک جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا آپ ﷺ وہ سب بتاتے ہیں، اور اگر کہا جائے کہ چلو اِس سب کو مان لیتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ شیطان نے بیچ میں کچھ ملایا ہو، خلط ملط کر دیا ہو؟

فرمایا وما ھو بقول شیطانٍ رجیم یہ شیطان مردود کا بولا ہوا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے لہٰذا اِس پر ایمان لاؤ (حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ بتغیر یسیر)

رسول کریمٍ: جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں رسول کریم سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں، اگرچہ نبی کریم ﷺ بھی رسول کریم ہیں، مگر یہاں حضور ﷺ مراد نہیں۔

جبرئیل علیہ السلام کی طاقت:

ذی قوّۃ: حضرت جبرئیل علیہ السلام بہت ہی طاقت رکھتے ہیں، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی چار بستیاں زمین سے اٹھائیں جن میں سے ہر بستی کی آبادی بچوں کے سوا چار لاکھ تھی اُن کو دو پروں کے سروں پر اٹھایا اتنا اونچا لے گئے کہ آسمان والوں نے اُن کے کتوں کی بھونک مرغیوں کی آوازیں سنیں پھر زمین پر دے پھینکا (درمنثور بحوالہ ابن عساکر) قوم ثمود پر ایک چیخ ماری سب فوراً ایسے مرے کہ اوندھے منہ پڑے تھے، آسمان سے زمین پر پلک جھپکنے جتنے وقت میں اتر آتے ہیں۔

منقول ہے کہ ایک بار کسی شیطان نے نبی کریم ﷺ سے چھیڑ خانی کرنا چاہی تو فوراً جبرئیل علیہ السلام نے اُس کو ایسا مکا مارا کہ وہ مکہ مکرمہ سے اڑ کر ہندوستان کے آخری کنارے پر آ گرا۔

عِند ذی العرش مکین: جبرئیل علیہ السلام عرش والے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب رکھنے والے ہیں، مرتبے والے ہیں۔

عرش کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے عرش سے مراد کیا ہے؟ حقیقت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، عرش نور سے بنی ہوئی جسم میں سب مخلوقات سے بڑی مخلوق ہے، اُس کے نیچے جنت ہے، عرش جنت الفردوس کی چھت ہے، اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتوں نے اُس کو اٹھایا ہوا ہے الذین یحملون العرش آسمانوں زمینوں سے پہلے بنایا گیا، گنبد نما ہے، اُس کے پائے ہیں، سب آسمانوں زمینوں اور مخلوقات کو محیط ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عرش کی پوری حقیقت صرف خالق جانتا ہے۔

حضرت ابوذر و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ساتویں آسمان اور عرش

کے درمیان پانچ سوسال کی مسافت ہے۔ (العظمۃ لابی الشیخ/۵۵۷،۵۶۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ساتویں آسمان و کرسی کے درمیان پھر کرسی اور مخصوص پانی کے درمیان پھر پانی اور عرش کے درمیان پانچ پانچ سوسال کی مسافت ہے۔

(ایضاً ۵۶۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرسی کے مقابلے میں سات آسمان ایسے ہیں جیسے کھلی زمین میں پڑا ہوا حلقہ، اور عرش کے مقابلے میں کرسی بھی ایسے ہے جیسے کھلی زمین حلقے کے مقابلے میں ہے۔ (ایضاً ۵۶۹)

امام شعبی سے مرسل روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرش سرخ یاقوت سے بنا ہوا ہے۔

(ایضاً ۶۳۱)

مُطاعٍ ثَمَّ: وہاں یعنی آسمانوں پر جبرئیل علیہ السلام اطاعت کئے ہوئے ہیں کہ فرشتے اُن کی اطاعت کرتے ہیں، فرشتوں پر اُن کی اطاعت ایسے لازم ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت زمین والوں پر لازم ہے۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ
اور تمہارے ساتھ رہنے والے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون نہیں ہیں، اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس فرشتے کو صاف
بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ
کنارے پر دیکھا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخفی باتوں کے بتانے پر بخیل نہیں ہیں، اور یہ قرآن شیطان مردود کی کہی ہوئی
لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ
بات نہیں ہے، تو تم لوگ کدھر جا رہے ہو؟ یہ تو بس بڑا نصیحت نامہ ہے جہان والوں کے لئے، خصوصاً ایسے شخص کے لئے
اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾
جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے، اور تم لوگ کچھ نہیں چاہ سکتے سوائے اس کے کہ اللہ رب العالمین چاہے،

لغوی تحقیق:

صاحب: ساتھ رہنے والا۔ **مجنون:** صیغہ اسم مفعول از نصر، دیوانہ یعنی پاگل

،جنون وہ رکاوٹ جو نفس و عقل کے درمیان حائل ہو جائے۔ الأُفُق : کنارہ، جمع آفاق ہے۔ المبین: صیغہ اسم فاعل از افعال، واضح کرنے والا، قرآن مجید میں مبین بمعنی بیّن استعمال ہوا یعنی ظاہر۔ الغیب: مخفی چیزیں جن کا مشاہدہ نہیں ہوا۔ ضنین: بخیل۔ شیطان: نون اصلی ہو تو شَطَنَ سے بمعنی رحمت سے دور، یا نون زائد ہو تو شَاطَ يَشِيْطُ سے ہے بمعنی غصے کی آگ سے جل بھن جانا، شیطان آگ سے بنا ہوا ہے اس لئے اُس کو شیطان کہتے ہیں۔ رجیم: بمعنی مرجوم دُھتکارا ہوا، خیر کے کاموں اور ملاء اعلی کے مراتب سے دور کیا ہوا۔ تذھبون: فعل مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر حاضر، اس میں انتم ضمیر مستتر فاعل۔ ذکر : بمعنی تذکیر نصیحت۔ العالمین: عالَم کی جمع جہان، اللہ تعالی کی پہچان کا سبب مخلوق۔ یستقیم: مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، از استفعال، سیدھا چلنا۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ آیتوں میں اُن شبہات کا جواب تھا جو جبرئیل علیہ السلام سے متعلق ممکن تھے، اِن آیتوں میں اُن شبہات کا جواب ہے جو نبی کریم ﷺ سے متعلق ہو سکتے تھے۔

وما صاحبُکُم بمجنون: اور تمہارے ساتھ رہنے والے حضرت محمد ﷺ دیوانے نہیں ہیں، حضور ﷺ کو اُن لوگوں کے ساتھ رہنے والے اس لئے فرمایا کہ ساتھی ساتھی سے خوب واقف ہوتا ہے، اِس میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ اور تم لوگ ایک دوسرے سے خوب واقف ہو پھر حضور ﷺ کی سچائی میں کیوں تمہیں شک پڑ گیا؟ جب کہ آپ ﷺ اِن لوگوں میں دعوی نبوت سے پہلے چالیس سال کا عرصہ گذار چکے، اور اتنے عرصہ میں کسی نے نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے جھوٹ بولا ہو، خیانت کی ہو، دھوکہ دیا ہو، مال اور عہدے کے طالب ہوئے ہوں، مکہ کے لوگ آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے اور سمجھتے تھے۔

جبرئیل علیہ السلام کے حضور ﷺ سے افضل ہونے پر استدلال اور جواب:

فائدہ: بعض نے اِن آیتوں سے استدلال کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ

سے افضل ہیں، اس طرح کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بہت سے فضائل بیان ہوئے رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین جب کہ نبی کریم ﷺ کے فضائل کے بیان میں صرف اتنا ذکر ہوا وما صاحبکم بمجنون تو ثابت ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ سے زیادہ فضائل والے ہو کر افضل ہو گئے۔

لیکن یہ استدلال غلط ہے، کیوں کہ اِن آیات سے اصل مقصود اللہ تعالی کا قرآن مجید اور اُس میں مذکور قیامت کے حالات کی حقانیت کو بیان کرنا تھا، اور اُس کے لئے ضرورت تھی کہ اللہ تعالی سے قرآن لانے والے کی صفات حسنہ کو خوب واضح کیا جائے، منزل علیہ یعنی نبی کریم ﷺ کی صفات حسنہ کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ آپ ﷺ کی صفات حسنہ کا اُنہوں نے آنکھوں سے خود مشاہدہ کیا ہوا تھا، اس لئے جبرئیل علیہ السلام کی صفات زیادہ بیان ہوئیں، اور حضور ﷺ پر ایک ہی الزام لگاتے تھے کہ آپ ﷺ کو جنون ہے، اُس کا رد وما صاحبکم بمجنون کہنے سے ہو گیا (عناية القاضي للشهاب خفاجي مصری ۳۲۹/۸، حاشیہ بیان القرآن) پھر اگر اللہ تعالیٰ کا مقصود جبرئیل و نبی ﷺ میں موازنہ کر کے جبرئیل علیہ السلام کی افضلیت بتانا ہوتا تب استدلال درست ہوتا جب کہ اللہ تعالی کا یہ مقصود نہیں لہٰذا استدلال غلط ہے، کسی کی افضلیت عقل و قیاس سے ثابت نہیں ہو سکتی، اُس کا مدار صریح نص پر ہے،

حضور ﷺ کو اصلی شکل میں جبرئیل علیہ السلام کی زیارت:

ولقد رآه بالأفق المبين: آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا ہے، حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل پر دو بار دیکھا ہے، و لقد رآه نزلة اخرى. عند سدرة المنتهى. پہلی زیارت زمین پر مکہ مکرمہ کے اُفق پر ہوئی، جب آپ ﷺ غار حراء میں تھے تو آپ ﷺ کے سامنے جبرئیل علیہ السلام مشرقی کنارے پر اصلی شکل میں ظاہر ہوئے، تو مغرب تک آسمانی کنارا بند کر دیا، آپ ﷺ بیہوش ہو کر گر گئے، تو جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں ہو کر آئے اور آپ ﷺ کو گلے لگایا اور آپ ﷺ کے چہرے سے گرد صاف کی (تفسير البغوی ۳۰۱/۴) دوسری زیارت

معراج کی رات آسمان پر ہوئی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا اُس کے چھ سو پَر تھے، ایک پَر نے آسمانی کنارے کو بند کیا ہوا تھا اُس کے پَروں سے مختلف رنگ اور موتی اور یاقوت اتنے جھڑتے تھے جن کی مقدار اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ (الدر المنثور ۷/۳۴۹)

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو بار جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا ہے، ایک اُس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے درخواست کی کہ وہ اپنے کو اصلی شکل میں دکھائے تو (اصلی صورت دکھائی تو) آسمانی کنارہ بند کر دیا تھا، دوسری بار معراج کی رات جس کا ذکر وھو بالافق الاعلیٰ میں ہے (ابن کثیر ۷/ ۴۴۴) جبرئیل علیہ السلام کی اصلی شکل میں زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، دوسرے کسی نبی نے اصلی شکل میں زیارت نہیں کی۔ (بغوی)

وماھو علی الغیب بضنین: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک جو غیب کی باتیں وحی ہوتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن باتوں کے بتانے میں بخل کرنے والے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی وحی پوری پوری انسانوں تک پہنچاتے ہیں، یہ نہیں کہ کمی بیشی کرتے ہوں، یا کچھ حصہ چھپا دیتے ہوں، جیسا کہ کاہن لوگ کرتے ہیں، اِسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہن ہونے کے الزام کا بھی رد ہو گیا۔

غیب سے مراد وحی، قرآن مجید اور اُس میں مذکور واقعات، قیامت وغیرہ ہے۔

(تفسیر کبیر ۳۱/ ۷۰، ابن جریر ۲۴/ ۲۶۱، ۲۶۲)

بضنین کتابت کی غلطی ہونے کی روایت:

بحوالہ عبد بن حمید ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ وماھو علی الغیب بظنین ظاء کے ساتھ پڑھتے تھے، تو اُن سے اِس بارے میں پوچھا گیا (کہ دوسرے لوگ بضنین ضاد کے ساتھ پڑھتے ہیں اور مصاحف عثمانی میں بھی ضاد کے ساتھ ہے؟) تو حضرت عروہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ان الکُتّاب یخطئون فی المصاحف کاتب لوگ مصاحف میں غلطی کرتے ہیں (ضاد کے ساتھ غلطی ہے)۔ (الدر المنثور ۸/ ۴۳۴)

اس روایت سے قرآن مجید (مصحف عثمانی) پر طعن پڑتا ہے، یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس سے کسی مسئلہ میں حجت لی جائے اس لئے کہ اول: تو روایت کی سند باوجود تلاش بسیار کے بھی نہیں ملی، دوم: کُل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بلکہ کُل امت مسلمہ کا مصحفِ عثمانی کی صحت پر اجماع ہے، اجماع بھی قطعی ہے قطعی اجماع کے مقابلہ میں اس روایت کی کیا حیثیت ہے؟ سوم: اگر بالفرض روایت کسی درجہ میں درست ہو تو یہاں دونوں قرائتیں متواتر ہیں بضنین، بظنین حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بھی دونوں کو صحیح مانتی ہیں مگر اُن کا مطلب تھا کہ کاتبین کو زیادہ مناسب تھا کہ مصحف میں بظنین لکھتے گو کہ بضنین بھی غلط نہیں، بضنین کے مقابلہ میں بظنین کو کتابت میں ترجیح دیتے بضنین کو ترجیح دینے میں خطاء کی ہے (ھذا ما اُلقِی فی روعی اِن کان صوابًا فمِن اللہ و اِن کان خطأً فمِنی و من الشیطان)

ضاد کا مخرج اور اُس کی ادائیگی میں غلطیاں اور اُن کا حکم:

یہاں دو قراءتیں ہیں: بضنین، بظنین یعنی ضاد اور ظاء کے ساتھ، دونوں قراءتیں متواتر ہیں۔ ضنین کا معنی بخیل ہے، اور ظنین کا معنی متہم یعنی نا قابل اعتماد، اس سے ظاہر ہوا کہ ضاد اور ظاء کا مخرج الگ الگ ہے ورنہ یہ دو قراءتیں نہ ہوں گی ایک قراءت ہوگی جب کہ دو الگ الگ قراءتیں ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ضاد کا مخرج حافہِ لسان (یعنی زبان کے کنارے) کی جڑ اور اُس کے ساتھ ملی ہوئی داڑھیں ہیں، دائیں یا بائیں جانب سے نکلتا ہے، بعض دونوں جانب سے نکال لیتے ہیں، اور ظاء کا مخرج زبان کا کنارہ اور ثنایا علیا کی جڑ ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ ضاد، ظاء میں سے ایک کی جگہ دوسرا پڑھ دیا جائے تو کیا حکم ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ از روئے قیاس اس سے نماز ٹوٹ جائے گی، محیط برہانی میں اکثر مشائخ سے اور خلاصہ میں امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ سے یہی نقل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ از روئے استحسان اس سے نماز نہیں ٹوٹے گی، یہ بھی بہت سے مشائخ سے مثلاً ابو مطیع بلخی، محمد بن سلمہ سے منقول ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ایک جماعت فقہاء

یہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی دونوں میں فرق کرسکتا ہو لیکن جان کر ایک کی جگہ دوسرا پڑھے، جب کہ اُس موقع میں دو قراء تیں یعنی ضاد اور ظاء دونوں سے پڑھنے کی نہ ہوں جیسے اس آیت میں ہیں، اور پھر معنی بھی تبدیل ہو جائے، تو نماز ٹوٹ جائے گی، ورنہ نہیں ٹوٹے گی، کیونکہ دونوں میں فرق کرنا خصوصاً عجمیوں کے لئے مشکل ہے، اسی قول پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسی پر فتوی دینا چاہیے۔ (روح المعانی ۳۰/۷۰)

یعنی ایسے دو حروف جن میں فرق کرنا اہل عجم کے لئے مشکل ہے (یا قریب المخرج ہیں) ایک حرف کی جگہ دوسرا پڑھنے سے نماز نہیں ٹوٹے گی، لیکن جو دو حرف نہ قریب المخرج ہوں نہ ہی اُن میں فرق کرنا مشکل ہو وہاں ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے نماز ٹوٹ جائے گی (محیط برھانی ۱/۳۱۹) مثلاً ضاد کا تو وہ مخرج ہے جو ذکر ہوا۔ دال کا مخرج طرف لسان یعنی زبان کا کنارہ اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے، ظاہر ہوا کہ دال اور ضاد کا مخرج بالکل الگ الگ ہے، پھر ان میں سے ایک کی جگہ دوسرا پڑھنے سے معنی بھی بدلتا ہے، مثلاً ضال کا معنی ہے گمراہ آدمی، اور دالّ کا معنی ہے رہبری کرنے والا، اور یہ نیکی کی رہبری کرنے والے کے لئے ہی استعمال ہوا الدّال علی الخیر کفاعلہ. من دلّ علی خیر فله مثل اجرِ فاعله. اب و لاالضالّین کا معنی ہوا '' اے اللہ! گمراہ لوگوں کی راہ پر نہ چلا''، اور و لا الدالّین کا معنی ہوا '' اے اللہ! نیکی کی رہبری کرنے والوں کی راہ پر نہ چلا''، اور ضاد کی جگہ غُدَاد پڑھنا تو بالکل غلط ہے، کئی پشتون حضرات و لَا غُدَالِّین پڑھتے ہیں جس کا کوئی معنی نہیں، نہ صحیح معنی ہے نہ غلط معنی ہے، بلکہ مہمل لفظ ہے

اعجوبہ:

راقم ایک بار وفاق المدارس کی طرف سے امتحانوں کی نگرانی کے لئے معاون نگران بن کر لکی مروت گیا (مدرسہ کا نام ذکر نہیں کرتا ہوں) وہاں مدرسہ کے مہتمم صاحب نے قنوت نازلہ پڑھنے کے لئے فجر کی نماز پڑھانے کو کہا، میں نے نماز پڑھائی، تو نماز سے فراغت پر مہتمم صاحب نے پشتو میں کہا کہ یہ و لاالضالّین پڑھتا ہے و لا الدّالّین نہیں پڑھتا، اس لئے آئندہ اِس کو نماز پڑھانے کے لئے نہیں کہیں گے چنانچہ بعد میں مجھے نہیں کہا جاتا تھا لا

حول ولا قوۃ الا باللہ، پشتو زبان رکھنے والے یہ اہل علم بھی اتنے لاعلم ہیں کہ ان کو قرات سے ذرا بھی واسطہ نہیں ہے، جب کہ ضاد کی صحیح ادائیگی تجوید کا اہم مسئلہ ہے۔

مسئلہ علم غیب:

اہل بدعت کہتے ہیں کہ اِس آیت میں ہے کہ آپ ﷺ غیب کی خبریں بتانے میں بخیل نہیں ہیں، یعنی غیب کی خبریں چھپاتے نہیں بلکہ بتاتے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی خبر کا بتانا بعد میں ہوتا ہے اور اُس کا علم پہلے آتا ہے، تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو غیب کی خبروں کا علم حاصل تھا، اور غیب کی خبروں کا علم رکھنے والے کو عالم الغیب کہتے ہیں تو ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ عالم الغیب ہیں ۔

جواب یہ ہے کہ اول: تو لفظ الغیب میں الف لام استغراق کا نہیں، کیوں کہ سورۃ التکویر ساتویں نمبر پر نازل ہوئی، ایک سو سات سورتیں اس کے بعد نازل ہوئیں، اگر کُل غیب مراد ہو تو وہ ایک سو سات سورتیں بھی غیب میں داخل ہیں، لیکن وہ اِس آیت کے الغیب میں داخل نہیں ہیں کیوں کہ اُن کا علم بعد میں ہوا۔ (کماذکرہ الشیخ العلامۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ)

دوم: اگر بالفرض الف لام استغراق کا ہو تو استغراق حقیقی کے لئے نہیں ہے استغراق عرفی کے لئے ہے، یعنی اُن کُل غیوب کا علم ہے جو کُل غیوب آپ ﷺ کو بتانے کی ضرورت تھی، اور آپ ﷺ کو اُن کا علم دیا گیا یعنی قرآن مجید و مضامینِ قرآن، اور وحی کی ہوئی سب باتیں، نہ کہ وہ کُل غیب جن کا کوئی فرد بھی آپ ﷺ کے علم سے خارج نہ ہو، بلکہ بہت سے غیب کے افراد و جزئیات آپ ﷺ کو نہیں بتائے گئے، اور آپ ﷺ کے علم میں نہیں تھے۔

سوم: عالم الغیب ایک شرعی اصطلاح ہے اور شرعی اصطلاح کا استعمال وہاں ہی جائز ہے جہاں شرعاً ثابت ہو، جہاں ثابت نہ ہو وہاں استعمال جائز نہیں ہے، قرآن مجید میں جہاں بھی یہ اصطلاح بولی گئی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی بولی گئی ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ سے خاص کیا گیا، اللہ تعالیٰ پر حصر کیا گیا عالم الغیب و الشھادۃ. انّک انت علّام

الغیوب کسی ایک جگہ بھی کسی نبی وغیرہ کے لئے عالم الغیب کا لفظ نہیں بولا گیا، اس لئے عالم الغیب کی اصطلاح اللہ تعالی کے لئے ہی خاص ہے، اگر کہیں نبی کے لئے ذکر ہوا تو اطلاع علی الغیب کا ذکر ہوا مثلاً عَالِمُ الغیب فلا یُظْهِرُ (ای فلا یُطلِعُ) علی غیبه احدًا الامن ارتضی مِن رسولٍ الأیة. وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبِی من رُسُلِه من یشاء. دونوں آیتوں میں نبیوں رسولوں کے لئے اطلاع علی الغیب کا ذکر ہے یعنی اللہ تعالی ہی عالم الغیب ہے لیکن اگر چاہتا ہے تو نبیوں رسولوں کو غیب کی اطلاع کر دیتا ہے، اور جس کو کوئی دوسرا غیب کی اطلاع دے اور وہ مطلع ہو جائے اُس کو اُس غیب کا علم آجاتا ہے، مگر عالم الغیب نہیں کہتے، بلکہ عالم الغیب وہ ہوتا ہے جو بغیر کسی سبب وذریعے کے بذاتہٖ غیب کی بات جان لے، ورنہ ہم مسلمانوں کو عامی ہوں یا عالم اللہ تعالی اور رسول کے بتانے سے فرشتوں، جنات، قبر کے سوال وعذاب وثواب، اور قیامت کے دن کے حالات، میزان، پل صراط، جنت و دوزخ، جنت کی نعمتیں، دوزخ کے عذاب وغیرہ یہ سب کچھ نہ کچھ علم میں آگئے ہیں، اور یہ سب غیب ہیں تو کیا پھر سب مسلمانوں کو عالم الغیب کہنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو پھر نبی رسول کے لئے بھی اِس کا استعمال جائز نہیں ۔

غیرُ اللہ کو عالم الغیب کہنے والے کا حکم:

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی انبیاء وغیرہم علیہم السلام کو اِس معنی میں عالم الغیب کہے کہ وہ ذاتی طور پر غیب جانتے ہیں (علمِ غیب ذاتی) وہ کافر ہے، اور اگر اللہ تعالی کی عطاء سے علمِ غیب مانے تو کافر نہیں ہوگا لیکن اِس تاویل سے بھی عالم الغیب کے غیر اللہ پر اطلاق کرنے والے پر تعزیر لاگو کی جائے گی تاکہ پھر ایسا نہ کہے۔

نعم لا یکفر قائل ذالک بذالک القصد ویلزمه التعزیر کیلا یعود الی قوله. (روح المعانی ۲۰/۱۱، ۱۲)

وماھو بقول شیطان رجیم: اور یہ قرآن مجید رحمت سے دور کیے ہوئے شیطان کا کلام نہیں ہے جیسا کہ نجومیوں اور کاہنوں کے پاس جنات شیاطین آکر کچھ

بتا جاتے ہیں، نبی کریم ﷺ نجومی یا کاہن نہیں کہ آپ ﷺ کے پاس آیا ہوا یہ کلام جنات وشیاطین کا کلام ہو۔

فأین تذھبون: جب قرآن مجید نہ کہانت ہے، نہ شیطان کی باتیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام نبی ورسول پر اُترا کرتا ہے، تو حضرت محمد ﷺ کا اللہ تعالیٰ کا نبی ورسول ہونا ثابت ہوا، تو پھر تم لوگ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ پر اترنے والی کتاب سے منہ موڑ کر کہاں جاتے ہو؟

اِن ھو الا ذکر للعالمین: یہ تو سارے جہان والوں کے لئے اور جہان والوں میں سے تم جو اوّلیں مخاطب ہو تمہارے کے لئے نصیحت نامہ ہے، اور نصیحت وہ ہوتی ہے جس میں خیر خواہی کی باتیں ہوتی ہیں، اور خیر خواہی کی باتوں کو عقل مند لیا کرتے ہیں نا سمجھ اُن سے منہ پھیرا کرتے ہیں، تو اگر تم سمجھ والے ہو تو تمہیں اِس نصیحت کو قبول کرنا چاہیئے، پھر عقلمند آدمی غلط راہ سے بچتے اور صحیح راہ پر چلا کرتے ہیں اور یہ نصیحت نامہ بھی غلط اور صحیح راہ کی نشاندہی کرتا ہے، تو جس کو سیدھی راہ پر چلنا ہے وہ اِس نصیحت نامہ پر ضرور ایمان لائے اور عمل کرے۔

صراط مستقیم کی ہدایت ارادے پر اور ارادہ توفیق پر موقوف ہے:

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ربُّ العالمین: صحیح راہ پر چلنے کے لئے تم میں چاہت بھی تب ہی پیدا ہوگی جب اللہ تعالیٰ بھی تمہاری چاہت کی چاہت کریں گے، اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ نہ کریں تو تم میں سیدھی راہ پر چلنے کی چاہت بھی نہیں آسکتی، تمہاری چاہت بھی اللہ تعالیٰ کی چاہت سے ہی وجود میں آسکتی ہے، نتیجہ یہ کہ سیدھی راہ پر چلنا موقوف ہے تمہارے ارادہ کرنے پر، اور تمہارا ارادہ موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر، تو تمہارا سیدھی راہ پر چلنا موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر، کائنات کے سب حالات اچھے ہوں یا برے، بندوں کی ذات سے متعلق ہوں یا اُن کے اعمال سے، اُن کے اندر سے متعلق ہوں یا خارج سے، آسمانی ہوں یا زمینی سب کچھ مشیتِ الٰہی کے تابع ہے۔

فرقہ جبریہ اور قدریہ کا رد:

اِن دونوں آیتوں میں دو غلط نظریوں کا رد ہے، ایک فرقہ جبریہ کا نظریہ جو کہتے تھے کہ انسان مجبور محض ہے، اُس کو خود اختیار حاصل نہیں ہے، لِمَن شاءَ مِنکُم اَن یَّستَقِیم میں انسان کے اختیار کا اثبات ہے، کہ انسان نیکی کا ارادہ کرے، ہدایت چاہے، سیدھے راہ پر چلنے کی کوشش کرے تو اُس کو پورا اختیار ہے وہ کرسکتا ہے، دوسرا نظریہ فرقہ قدریہ کا ہے وہ کہتے تھے کہ انسان بالکل آزاد و مختار کُل ہے حتیٰ کہ اپنے افعال تک کا خود خالق ہے وما تشاؤنَ الّا اَن یشاء اللہ ربُّ العالمین سے اُس کا رد ہے کہ انسان کی چاہت اور ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور چاہت کے ساتھ ہی نافذ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر انسان اپنا ارادہ نافذ نہیں کرسکتا، تو مکمل آزاد و مختار کُل کیسے ہے۔

عقیدہ تقدیر کی وضاحت:

عقیدہ تقدیر سے متعلق مختصر وضاحت یہ ہے کہ تقدیر اصل میں نام ہے اِس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ کُلی کے ذریعے جانا کہ کون کیا کرے گا؟ اُس کے کیا حالات ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانیت سے بھی پہلے ہر ایک سے متعلق سب حالات واعمال کی تفصیل لوح محفوظ میں لکھوا لی، یہی تقدیر ہے، بہت سے حاذق، فن کے ماہر حکیم ایسے گذرے ہیں جو کسی مریض کی حالت دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ یہ مریض بس اتنے دنوں تک زندہ رہے گا، چنانچہ ویسا ہی ہوتا، اللہ تعالیٰ کا علم تو بے کنارہ ہے، کیا اُس کا انسانیت کی تخلیق سے پہلے کُل انسانیت کے حالات کو اپنے علم سے جاننا اور پھر لکھنا محال ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں

دوسری بات نکتہ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ لکھا اس لئے کہ اِنسان نے یہ سب کرنا تھا، اِنسان اس لئے نہیں کرتا کہ لکھا ہوا ہے، بلکہ اپنی مرضی و اختیار سے کرتا ہے، مثلاً سکول، کالج یا مدرسہ کے طالب علم نے یا افسر یا ملازم نے اپنے بڑے سے چند دن کی چھٹی مانگی، انہوں نے چھٹی دے دی، اور اُتنے دن کی چھٹی رجسٹر میں بھی لکھ لی، ظاہر ہے کہ بڑے افسر کے لکھنے کے بعد بھی یہ چھٹی مانگنے والا چھٹی کرنے کا بھی مختار ہے اور نہ کرنے

کا بھی، لکھ دیئے جانے نے اِس کو چھٹی کرنے پر مجبور نہیں کیا، اب اگر اُس نے چھٹی کی تو لکھائی نے اُس کو چھٹی پر مجبور نہیں کیا اپنی مرضی و اختیار سے چھٹی کی، ہوائی جہازوں کی پروازوں کے اوقات اور ایسے ہی اُن پروازوں پر سفر کرنے والے مسافروں کی بکنگ کئی دن پہلے سے لکھے ہوتے ہیں، مگر لکھ لیے جانے کے بعد بھی پائلٹ جہاز چلانے میں، سواریاں اُس جہاز میں سفر کرنے اور وقت پر پہنچنے میں آزاد و مختار ہوتے ہیں مجبور محض نہیں ہو جاتے، اگر انہوں نے لکھے ہوئے وقت پر پرواز اور سفر کیا تو لکھائی نے اُن کو مجبور نہیں کیا، انہوں نے اپنے اختیار سے کیا، بہت دفعہ پروازیں لیٹ ہو جاتی ہیں، وغیرہ، تو اللہ تعالی کے لکھنے کے بعد بھی انسان مجبور نہیں ہے، آزاد ہے، یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے لکھا جاتا ہے کہ فلاں انسان فلاں دن فلاں نیکی یا گناہ کرے گا ساتھ یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ اپنی مرضی اور اختیار سے کرے گا۔

تیسری نکتہ کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان میں دونوں صلاحیتیں پیدا کیں نیکی کی اور برائی کی، اللہ تعالی اِن دونوں صلاحیتوں کا خالق ہے، اور انسان کاسِب ہے، اور یہ صلاحیتیں پیدا کرنا کمال ہے اور کمال برا نہیں ہوتا بلکہ اچھا ہی ہوتا ہے، ہاں اچھی صلاحیت کے بجائے بُری صلاحیت کا استعمال برا ہے، اور سزا استعمال پر ہے، نہ کہ خلق پر، دیکھیں ایک ماہر انجینئر نے کلاشن کوف بنائی، اُس میں گولی کے ذریعے بے قصور یا مجرم انسانی جان مارنے کی صلاحیت پیدا کی، اب خریدنے والا چاہے تو بے قصور کو مار دے یا چاہے تو مجرم کو مار دے، بے قصور معصوم جان مارنے پر سزا کا مستحق ہوگا، جنگ جو کافر کو مارنے پر انعام کا مستحق ہوگا، اب اگر بے قصور کو مار دے اور کہے کہ یہ بنانے والے انجینئر کا قصور ہے، اُس نے اِس میں بے قصور کو مارنے کی صلاحیت کیوں پیدا کی؟ دنیا کی کوئی عدالت یہ عذر نہیں مانے گی، ایسے ہی اگر انسان گناہ کرے اور پھر کہے کہ میرا قصور نہیں (معاذ اللہ) میرے خالق کا قصور ہے وہ مجھ میں گناہ کی صلاحیت ہی نہ پیدا کرتا، یہ بھی عذرِ گناہ بدتر از گناہ کے قبیل سے ہے، اللہ تعالی ایسا کرتا تو پھر انسان نیکی کرنے پر اور برائی نہ کرنے پر مجبور محض ہوتا، پھر نہ نیکی پر اجر کا مستحق ہوتا، نہ برائی چھوڑنے پر شاباش کے لائق ہوتا، اس

لئے خالق کا صلاحیت پیدا کرنا اُس کا کمال ہے بندے کا اچھائی کے بجائے برائی کی صلاحیت استعمال کرنا جرم لائقِ سزا ہے۔

تم توضیح سورۃ التکویر بتوفیق اللہ تعالیٰ یوم الثلاثاء بعد العصر فی اول یوم من جمادی الاخریٰ سنۃ ۱۴۳۸ھ والنظر الثانی فی جمادی الاولیٰ سنۃ ۱۴۴۰ھ

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة الانفطار مكية

اس سورت میں ۱۹ آیات، اَسّی کلمات، ۳۲۷ حروف ہیں۔

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْقُبُورُ
جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب ستارے بکھر جائیں گے، اور جب سب دریا بہا دیئے جائیں گے، اور جب
بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ۝
قبریں اکھاڑ دی جائیں گی، تب ہر شخص جان لے گا اُن اعمال کو جو آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے

لغوی تحقیق:

اِنفطَرَتْ: فعل ماضی معلوم صیغہ واحد مؤنث غائب از انفعال، پھٹنا۔ الکواکب: کوکبٌ کی جمع ہے ستارے۔ انتثرت: از انفعال ماضی معلوم صیغہ واحد مؤنث غائب، منتشر ہونا، فُجِّرَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل بہانا۔ القُبُور: قبر کی جمع، میت کے دفن کرنے کی جگہ۔ بُعثِرَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از باب فعللہ اکھاڑنا۔ عَلِمَتْ: ماضی معلوم صیغہ واحد مؤنث غائب از سمع جاننا۔ قدَّمَتْ: ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل آگے کرنا۔ اخَّرَت: ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل پیچھے کرنا۔

تفسیر:

ربط: سورۃ التکویر میں قیامت کا ذکر ہے، اِس سورت میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔

قیامت کے حالات:

اذا السماء انفطرت: جب آسمان اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی وجہ سے پھٹ جائے گا، جب کوئی شخص گھر گرانا اور ختم کرنا چاہتا ہے، تو اول اُس کی چھتیں گراتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی جب نظامِ کائنات ختم کرنا چاہیں گے، اول آسمان کو جو چھت ہے ختم کریں گے، تو فرشتے اتر آئیں گے۔

واذا الکواکب انتثرت: اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے، پتوں کی طرح اپنی اپنی جگہ سے گر جائیں گے، کیوں کہ آسمان ہی پھٹ گیا ہوگا تو ستارے کیسے باقی رہ سکیں گے

واذا البحار فجرت: اور جب دریا بہا دیئے جائیں گے، دریاؤں کو اُن کے آس پاس کی زمین روکے ہوئے ہے، اور جب زمین پر زلزلہ آئے گا اور ہل کر برابر ہوجائے گی تو دریاؤں کے اِدھر اُدھر بہنے سے رکاوٹ نہیں رہے گی، بلکہ سب دریا ایک ہوجائیں گے، مفسرین نے لکھا ہے کہ کُل سات دریا ہیں دریا روم، قلزم، جرجان، صقالبہ، فارس، چین، دریا ہند، اِن سب کا منبع بحر محیط ہے، یہ سب مل کر ایک ہوجائیں گے، سمندر کا میٹھا و کھارا پانی باہم مل جائے گا، اور آسمانی ستارے، سورج چاند اُس میں ڈالنے سے آگ ہوجائیں گے اور سارا پانی جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور دریاؤں سمندروں کی طغیانی دنیا کی سب آبادیوں عمارات، درخت وغیرہ کو برباد کردے گی۔

یہ سب حال پہلے صور پھونکے جانے پر ہوگا، اگلا حال دوسرے صور پھونکے جانے کے بعد کا ہے۔

واذا القبور بعثرت: جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی، اور اُس میں جو مردے ہیں اور زمین میں جو خزانے ہیں اُن کو باہر نکال پھینکے گی، قبریں پھٹ جائیں گی اور مردے زندہ ہوکر باہر نکلیں گے، اور اب اُن کے زندگی میں کیئے ہوئے اعمال اچھے برے سب

سامنے آجائیں گے۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ: ہر نیک و برا شخص وہ سب اعمال جان لے گا جو آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے، جانتا تو پہلے تھا کہ میں نے کیا کیا؟ مگر وہ بھول گئے تھے، تو مراد سامنے لائے جانے سے یاد کراتا ہے، نیکی کرنے والوں کے سامنے نیک اعمال آنے سے اُنہیں خوشی ہوگی، اور بدکاروں کے سامنے بداعمال آنے سے رسوائی اور پریشانی ہوگی،

آگے بھیجے جانے والے اور پیچھے چھوڑے جانے والے اعمال:

مَا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ: سے مراد کون سے اعمال ہیں؟ مختلف تفسیریں ہیں اور سب صحیح ہیں،

اول: ماقدّمت وہ نیک اعمال ہیں جو دنیا میں کئے۔ واخّرتْ وہ نیک اعمال ہیں جو کرنے چاہیئے تھے مگر نہ کئے۔

دوم: ماقدّمت جو نیکیاں و برائیاں خود کر کے آیا۔ اخرت جو نیکیاں اور برائیاں جاری کر کے آیا کہ پیچھے اُن پر عمل کیا جاتا رہا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل ہے، فرمایا جو شخص اچھا طریقہ جاری کرنا چاہے وہ کرلے اُس کو خود اُس کا بھی اور اُس کی پیروی کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اُن کے اجر میں بھی کمی نہ کی جائے گی، اور جو برا طریقہ جاری کرے اُس پر خود اُس کا گناہ بھی ہوگا اور اُس کی پیروی کرنے والوں کا گناہ بھی ہوگا اُن کے گناہوں میں کمی کئے بغیر۔

(الدر المنثور ۸/۴۳۸)

سوم: ماقدّمت جو مال آگے بھیجا یعنی صدقہ کیا، اخرت جو ورثاء کے لئے چھوڑا۔

چہارم: ماقدّمت جو پہلی زندگی میں کیا۔ اخّرت جو پچھلی زندگی میں کیا۔

(روح المعانی ۳۰/۷۲)

يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝
اے انسان! کونسی چیز نے تجھے بھول میں ڈال دیا اُس کریم رب سے، جس نے تجھے پیدا کیا اور تجھے ٹھیک

فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝

بنایا، اور تجھے اعتدال پر رکھا، جس شکل میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔

لغوی تحقیق:

یاَیُّھا: یاء حرف نداء ہے، بعض کے نزدیک منادیٰ قریب وبعید دونوں کے لئے بطور حقیقت استعمال ہوتا ہے، اور بعض کے نزدیک یاء کا حقیقی استعمال بعید کے لئے ہے بطور مجاز قریب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ایّ مضاف موصوف ہے۔ ھاء حرف تنبیہ ہے، چونکہ یاء حرف نداء بھی حرف تعریف ہے اور معرف باللام پر الف لام بھی تعریف کے لئے ہوتا ہے، اور دو حرف تعریف جمع نہیں کئے جاتے، اس لئے اُن کو جمع ہونے سے بچانے کے لئے درمیان میں ھاء تنبیہ کی لاتے ہیں۔ غرّ: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر دھوکہ دینا۔ الکریم: احسان وانعام کرنے والا۔ سوّٰی: از تفعیل، ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، چیز کو سانچے کے مطابق برابر بنانا۔ عدل: ماضی معلوم از ضرب مناسب اجزاء والا بنانا۔ صورۃ: خاص شکل جس سے انسان دوسری مخلوق سے ممتاز ہو۔ رکّب: از تفعیل، ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، کئی منتشر چیزیں جوڑ کر ایک بنا دینا۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ آیتوں میں قیامت کا ذکر ہے، اِن آیتوں میں انسان کو غفلت پر تنبیہ ہے چاہے بالکلیہ غافل ہو جیسے کافر ومشرک، قیامت کا منکر، اور چاہے کم درجے کا غافل ہو جیسے اللہ تعالی کی نافرمانی میں زندگی گذارنے والا مسلمان انسان۔

یاَیُّھا الانسان ما غرك: اے غافل انسان تجھے اللہ تعالی سے کون سی چیز نے غافل کیا ہے جس میں مشغول ہو کر اللہ تعالی سے بے خبر ہے؟ حالاں کہ تجھے یہ غفلت نہ ہونی چاہئے تھی، کیونکہ اللہ تعالی کے تیرے اوپر بیشمار احسانات ہیں، اور آدمی اپنے مُحسن سے غفلت کا برتاؤ نہیں کیا کرتا، بلکہ منتظر ہوا کرتا ہے کہ جب بھی مجھے حکم کرے میں تعمیل کے لئے

تیار ہوں، جب کہ تو اللہ تعالیٰ جیسے محسن کے حکم چھوڑ رہا ہے، یا تو نہ اُس کو مانتا ہے نہ اُس کی مانتا ہے، اور یا اُس کو تو مانتا ہے لیکن اُس کی نہیں مانتا، اِس غفلت سے نکل آ، اور نکلنے کا طریقہ ہے اللہ تعالیٰ کے احسانات سوچنا۔

بربك الكريم الذي: سب سے بڑے احسان دو ہیں، اول: اللہ تعالیٰ کا تیرے اوپر کرم کا معاملہ کرنا، کہ تیری نالائقی کے باوجود تجھے ہوا، پانی، کھانا، آرام، وغیرہ جیسی سب ضروریات سے محروم نہیں چھوڑتا۔ دوم: اِن احسانات سے بڑھ کر اور اِن سے بھی پہلے تجھے وجود بخشا، بہترین ڈھانچہ صورت اور جسم عطا کیا۔

الذی خلقك فسوّٰك: تو نہیں تھا تجھے پیدا کیا، اور یونہی بے ڈھنگا سا پیدا نہیں کر دیا بلکہ پورے اعضاء دیئے، اور صحیح سالم دیئے، اور اُن میں منافع حاصل کرنے کی پوری قوت رکھی، ہاتھ دیئے تو اُن میں پکڑ کی طاقت، پاؤں دیئے تو اُن میں چال کی طاقت، دماغ دیا تو سوچ کی طاقت، دل دیا تو سمجھ بھی دی، آنکھ تو دیکھنے کی طاقت، کان تو سننے کی طاقت، زبان تو بولنے اور چکھنے کی طاقت بھی دی، سب اعضاء، اُن کی صحت، اور اُن کی منفعت یعنی ایک ایک عضو میں کم از کم تین تین نعمتیں موجود ہیں۔

فعدلك: اور تجھے اعتدال والا بنایا، یعنی ایک قسم کے دو دو اعضاء کو لمبائی چوڑائی موٹائی میں برابر رکھا، اگر ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا ہوتا تو بدنما لگتا، تجھے بدنمائی سے بچایا، یا ہر عضو کو دوسرے سے مناسبت دی اُسی مناسبت کے سبب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، الگ الگ نہیں ہیں، اِس تفسیر کے مطابق یہاں مضاف محذوف ہوگا تقدیر عبارت ہوگی عدل اعضاءك اور اگر مضاف محذوف نہ مانا جائے تو مطلب ہوگا کہ تیرے پورے جسم کو اعتدال والا بنایا یعنی مناسب اور بہتر شکل والا بنایا، اِس تفسیر کے مطابق اگلی آیت فی ای صورۃ ماشاء رکبك فعَدَلَك کی تفسیر ہوگی۔ فسوّاك میں پورے اعضاء دینا ذکر ہوا اور فعَدَلَك میں شکل بہتر بنانا ذکر ہوا۔

فی ای صورۃ ماشاء رکّبك: جس شکل میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی اُس شکل میں اللہ تعالیٰ نے تجھے ترکیب دے دیا، یعنی سب انسانوں کی تخلیق تو ایک ہی کیفیت سے ہوئی جس

کا نتیجہ یہ ہوتا کہ سب کی ایک شکل ہوتی، مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ بھی عجیب نمونہ ہے کہ ہر ایک انسان کی شکل وصورت الگ الگ بنائی، ہرایک کے لئے ایسے امتیازات اور صفات رکھیں کہ کوئی آدمی کسی کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے اور فلاں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی شکل کو برا ماننا اس کا مذاق ناجائز ہے:

آیت میں شَآءَ سے صاف معلوم ہوا کہ جس انسان کو جو شکل ملی ہے وہ شکل اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمائی ہے اِس لئے ہر انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی شکل پر راضی رہے، نہ یہ کہ یہ دیکھ کر کہ بظاہر میری شکل کچھ اچھی سی نہیں اللہ تعالیٰ کی پسند پر کراہت کا اظہار کرے، اس لئے سنّت ہے کہ بندہ آئینہ دیکھ کر دعاء کرے اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ اے اللہ! جیسے آپ نے میری شکل خوبصورت بنائی میرے اخلاق بھی اچھے بنادے (الدعاء للطبرانی ۴۰۴) اِس دعاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوگا، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کی شکل بظاہر قبیح بنائی ہے تو وہ اخلاق حسنہ اور نیک اعمال سے اپنے چہرے اور شکل کو ایسا خوبصورت بنا سکتا ہے کہ اپنے چہرے پر انوارات الٰہی سے چہرے کو منوّر پائے گا، گو رنگ کا کالا ہوگا مگر اُس کے چہرے پر سب کو نمکینی محسوس ہوگی، اور حقیقت میں حُسن اخلاق حسنہ اور نیک اعمال سے ہی آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جس کا رنگ سفید، گورا ہو، اگر بداعمالیوں میں مبتلا ہو باوجود رنگت کی خوبی کے چہرے کی نمکینی نہ ہونے کے سبب دوسرے انسانوں کو نہیں بھائے گا، اور رنگ کالا ہو مگر نیک ہو دیکھنے والوں کو بھاتا ہے۔

شَآءَ: سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی انسان دوسرے انسان کی شکل سے کراہت نہ کرے نہ ہی بظاہر قبیح شکل والے سے مسخرہ کرے، نہ فقرے کسے، کیوں کہ یہ کراہت بنانے والے اللہ تعالیٰ کی صنعت سے ہوگی، یہ مذاق اور طنز بھی بنانے والے اللہ تعالیٰ سے ہوگا، اس لئے تو مسخرہ کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا مسخرہ کو حرام اور کبیرہ گناہ بنادیا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ

سے اور عورتوں کو الگ سے مسخرہ اور مردوں کو الگ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ مذاق سے منع فرمایا۔

حاصل یہ کہ اے انسان! اللہ تعالی کے اپنی ذات کے ساتھ یہ احسانات دیکھ اور اپنی غفلت بھی دیکھ، کیا ایسے محسن سے یوں غفلت برتی جاتی ہے؟

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ میں صفت کریم سے اشارہ ہے کہ اللہ تعالی کا کرم انسان پر اتنا زیادہ ہے کہ اُسی کرم کے سبب انسان ربّ سے غافل ہو گیا، حالانکہ اُس کی کریمی کے مناسب شدید محبتِ الٰہی اور ہر قدم پر اطاعتِ الٰہی ہونی چاہیے تھی، لیکن ظاہر یہ ہے کہ غفلت کا اصل سبب جہالت ہے، کیوں کہ وہ شخص جو محسن کے احسان کا بدلہ ناشکری سے دے جاہل ہے اور جہالت سے ہی ایسا کر رہا ہے، سمجھ والا شخص تو محسن کا شکر یہ ضروری سمجھتا ہے نہ کہ محسن کا احسان کرنا اُس کو محسن کا ناشکرا بناتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

غرّهٗ و الله جهلهٗ (الدر المنثور ۴۳۹/۸ بحوالہ سعید بن منصور، ابن ابی حاتم، ابن المنذر) اللہ کی قسم انسان کو اُس کی جہالت نے بھول میں ڈال دیا۔

ہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایک مسبب کے کئی سبب ہو سکتے ہیں، انسانی غفلت کا سبب جہالت کے ساتھ اللہ تعالی کی شانِ کریمی بھی ہو سکتی ہے،

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَعْلَمُوْنَ
ہرگز نہیں، بلکہ تم لوگ جزا سزا کو جھوٹا بتاتے ہو، اور تم پر نگران مقرر ہیں، جو معزز لکھنے والے ہیں، جو تم کرتے ہو
مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾
وہ جانتے ہیں

لغوی تحقیق:

بل: حرف اضراب ہے، یہ مابعد کو ماقبل کا مخالف ہونے کو بتانے کے لئے آتا ہے، کبھی حرف بَل سے مقصد بعد والے حکم کو صحیح اور اُس سے پہلے والی بات کو غلط

بتانا ہوتا ہے، اور کبھی پہلے والی بات صحیح اور بعد والی غلط ہونے کو بتانا مقصود ہوتا ہے، یہاں
بَل پہلی بات غلط اور دوسری بات صحیح ہونے کو بتانے کے لئے ہے، یعنی اُن کو غفلت میں
ڈالنے کے لئے کوئی سبب نہیں ہے، لیکن اُن کی تکذیب نے اُن پر ایسی حرکتوں پر مجبور کیا
ہے۔ تکذبون: مضارع معلوم از تفعیل، صیغہ جمع مذکر حاضر، جھوٹا قرار دینا۔ الدّین:
بندگی، شریعت، اچھا بُرا بدلہ۔ لحافظین: لام تاکید ابتدائیہ۔ حافظین: حالت نصب
میں ہے اصل حافظون حافظ کی جمع، صیغہ اسم فاعل، از سمع، یاد کرنے
والے، نگران۔ کراماً: کریم کی جمع، عزت دیئے ہوئے۔ کاتبین: اسم فاعل، از
نصر صیغہ جمع مذکر، لکھنے والے۔

تفسیر:

ربط: ظاہر ہے گذشتہ آیتوں میں بھی اور اِن آیتوں میں بھی قیامت کے منکرین کا انکار ذکر ہے۔

سب اعمال محفوظ ہو رہے ہیں:

کلّا بل تکذبون بالدین: تمہیں ہرگز دھوکہ میں مبتلا نہ ہونا چاہیے تھا، لیکن تم ہو کہ غفلت سے باز نہیں آتے بلکہ اُس میں بڑھنے کی کوشش کرتے ہو، غفلت دور کرنے کا نسخہ خوفِ آخرت ہے اور تم اُس کے منکر ہو، اور تم سمجھتے ہو کہ تم جو حرکتیں چاہو کرو، اللہ تعالیٰ کو تمہاری حرکتوں کی خبر نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں، اور پھر اپنے فرشتے بطور نگران تم پر مقرر کر رکھے ہیں، وہ تمہاری ہر حرکت دیکھتے ہیں، سمجھتے ہیں، اور ہر بول کو سمجھ کر ریکارڈ محفوظ کر رہے ہیں، اگر جزاء سزا اور قیامت کا دن نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کو اتنے اہتمام کی کیا ضرورت تھی؟

کراماً کاتبین: انسان کے اعمال لکھنے والے نگران فرشتے معزز ہیں، دو فرشتے ہیں ایک دائیں جانب، دوسرا بائیں جانب ہے اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین و عن الشمال قعید دائیں جانب والا نیکیاں لکھتا ہے، اور بائیں جانب والا برائیاں

لکھتا ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں ارشاد نبوی ہے:
(الدر المنثور ۷/ ۵۹۳)
اجلسھما علی الناجذین
اُن دونوں فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو داڑھوں پر بٹھادیا ہے،
کندھوں پر بیٹھنے کی کوئی روایت ثابت نہیں (روح المعانی ج ۲۶) یعنی
بات اتنی ہے کہ دائیں اور بائیں جانب ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دائیں جانب والا بائیں جانب کے فرشتے پر امیر ہے، نیکی کرنے پر آدمی کے لئے دس گنا نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور اگر آدمی برائی کرلے تو بائیں جانب والا لکھنا چاہتا ہے کہ دائیں والا اُس کو کہتا ہے ذرا رک جاؤ، چھ یا سات گھڑیوں تک برائی نہیں لکھتے، پھر اگر آدمی توبہ کرلے تو نہیں لکھی جاتی، اور توبہ نہیں کرتا تو صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔

(الحبائك فی اخبار الملائك ۱/ ۹۳، ۹۴)

کئی علماء نے لکھا ہے کہ گناہ کرنے کے بعد جب گناہ لکھ لیا ہو تو پھر کبھی جب آدمی اُس گناہ سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اُس کا وہ گناہ مٹوادیتے ہیں، اور اُس کے لئے اُس گناہ کی جگہ نیکی لکھوادیتے ہیں واللہ اعلم . (الاسماء والصفات للبیہقی ۱۴۵، شان الدعاء احمد بن محمد البستی الخطابی ۱/ ۷ولم اجد فیہ حدیثا)

یہ فرشتے ہر وقت آدمی کے ساتھ ہوتے ہیں صرف تین وقت آدمی سے پردہ میں ہوجاتے ہیں، ایک جب آدمی اہل خانہ سے خلوت میں ہو، دوسرے قضائے حاجت کے وقت، تیسرے جنابت کی حالت میں (شعب الایمان، عن زید بن ثابت) بعض روایات میں ہے کہ یہ دو فرشتے دن اور رات کے الگ الگ ہوتے ہیں، دن والے عصر کے بعد چلے جاتے ہیں اور رات والے آجاتے ہیں، اور رات والے صبح کی نماز کے بعد چلے جاتے ہیں اور دن والے آجاتے ہیں۔

دل کا فعل بھی کراماً کاتبین جانتے ہیں:

یعلمون ما تفعلون: جو عمل اچھے یا برے ظاہری ہیں، اُن کو جاننے کے ساتھ

یہ فرشتے مخصوص نہیں، انسان بھی جانتے ہیں، جب کہ یہاں خصوصیت ذکر ہے، اس لئے یہاں ما تفعلون سے اعمالِ جوارح کے علاوہ خصوصاً دلی افعال مراد ہیں کہ یہ فرشتے اُن کو بھی جانتے ہیں، یہ جاننا کیسے ہوتا ہے؟ بعض فرماتے ہیں کہ اُن کو نیکی کی خوشبو اور بدی کی بدبو محسوس ہو جاتی ہے اُسی سے جان لیتے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا
بیشک نیکی کرنے والے عیش میں ہوں گے، اور بیشک برے کام کرنے والے جہنم میں ہوں گے، وہ جہنم میں جزا سزا کے دن
هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۸﴾
داخل ہوں گے، اور وہ اُس سے غائب نہیں ہوں گے، اور آپ کیا جانیں کہ بدلہ کا دن کیا ہے؟ پھر آپ کیا جانیں کہ بدلے
یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا ۭ وَالْاَمْرُ یَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾
کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی آدمی کسی کے لئے کچھ بھی اختیار نہ رکھتا ہوگا، اور سب حکومت اُس دن اللہ تعالی کے لئے ہوگی

لغوی تحقیق:

الابرار: بَرٌّ کی جمع ہے نیکی میں وسعت والے۔ نعیم: بکثرت نعمتیں، بکثرت نعمتوں کی جگہ۔ الفجار: فاجر کی جمع، فجور سے ہے بمعنی دیانتداری کا پردہ چاک کرنے والے، اللہ تعالی کے نافرمان۔ جحیم: آگ کا سخت بھڑکاؤ، جہنم کا ایک نام ہے۔ یصلون: مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، ازسمع آگ میں جلنا، داخل ہونا۔ لا تملك: ازضرب، مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، کوئی کام کرنے کی طاقت ہونا۔ الامر: کام، اختیار، حکومت۔

تفسیر:

اعمال کے مطابق انجام:

ان الابرار لفی نعیم: بیشک نیکی کرنے والے بندے بہت ہی عیش والے حال میں ہوں گے، سب سے بڑی نیکی ایمان ہے، جنت میں داخلے کے لئے کم از کم ایمان والی

نیکی ضروری ہے، اس کے بغیر ہمیشہ کی جہنم ہے چاہے آدمی نے کتنے ہی نیک کام کیے ہوں، لیکن ابرار اور بڑے وہ ہیں جن کے پاس نیکیوں کا بہت زیادہ ذخیرہ ہو، جنہوں نے اللہ کی مان کر اللہ تعالی کو خوش کر دیا ہو، اور بندوں کو تکلیف نہ پہنچائی ہو۔ ابرار کا مصداق انبیاء علیہم اور اُن کے کامل متبعین ہیں۔

وانّ الفجار لفی جحیم: بیشک بدکار لوگ جہنم میں ہوں گے، سب سے بڑی بدکاری کفر و شرک ہے، اُس کے بعد باقی گناہ ہیں، اگرچہ فجار میں کافروں کے ساتھ بدعمل مسلمان بھی داخل ہیں لیکن اگلی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں آیت میں فجار سے مراد صرف کافر و مشرک ہیں۔

یصلونھا یومَ الدین: وہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے قیامت کے دن، قیامت سے پہلے مرتے ہی جس عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں وہ برزخ کی آگ ہوتی ہے جیسے النّار یعرضون علیھا غدوًّا وّ عشیًّا ۔اُغرِقُوا فاُدخِلوا نارا۔

کافر ہمیشہ کے دوزخی ہیں:

وماھم عنھا بغائبین: عنھا کی ضمیر قیامت کے دن کی طرف راجع ہو تو ھُم ضمیر ابرار و فجار دونوں کی طرف راجع ہوگی، یعنی قیامت کے دن سے کوئی بھی انسان غائب نہیں ہوں گے یعنی سب ہی حاضر ہوں گے چاہے اچھے ہوں یا برے۔

اور اگر عنھا کی ضمیر جحیم کی طرف راجع ہو تو ھُم ضمیر فجار کی طرف راجع ہوگی، اور دو مطلب ہو سکتے ہیں: اول: یعنی فجار لوگ دوزخ سے غائب نہیں ہوں گے، بلکہ ہمیشہ دوزخ میں داخل رہیں گے، جس سے ثابت ہوا کہ کفار دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ ہمیشہ دوزخ میں تب رہ سکیں گے کہ دوزخ بھی ہمیشہ باقی رہے، اس لئے آیت سے جہنم اور اہل جہنم کا خلود (ہمیشہ رہنا) ثابت ہوتا ہے۔

ثانی: یہ کفار اُسے پہلے بھی دوزخ سے غائب نہیں تھے، یعنی قبروں میں جو جہنم کے آثار پہنچ رہے تھے، تو قبروں میں بھی جہنم میں تھے۔

وما ادراك ما یوم الدین: روز جزا کی ہیبت ظاہر کرنے اور اُس میں حساب وعذاب سے ڈرانے کے لئے فرمایا آپ کو کیا معلوم کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تاکید کرتے ہوئے فرمایا ''پھر آپ کو کیا معلوم کہ جزا کا دن کیا ہے؟'' اُس دن کوئی آدمی کسی آدمی کو فائدہ پہنچانے کا بذات خود کچھ اختیار نہیں رکھے گا، اللہ تعالی ہی کا اختیار اور اُسی کی حکومت ہوگی، شفاعت کرنے والے حضرات انبیاء علیہم السلام ہوں یا اولیاء، شہداء ہوں کہ حفاظ، علماء ہوں کہ عام مؤمنین، یہ سب اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ تعالی کی مرضی اور اجازت سے ہی شفاعت کر سکیں گے، یعنی اللہ تعالی کسی کو بخشنا چاہیں گے ساتھ اِن حضرات کو اعزاز دینا چاہیں گے تو اُس کے حق میں اِن حضرات کو شفاعت کا فرمادیں گے اور یہ حضرات شفاعت فرما کر عزت پائیں گے اور گنہگار بخشے جائیں گے، اس لئے آیت سے مطلق شفاعت کی نفی ثابت نہیں ہوتی، بلکہ کسی کے اپنے اختیار سے شفاعت کرنے کی نفی ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ. وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی. یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا. لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ.

بحمد الله و توفیقه تمّ توضیح سورۃ الانفطار بعد الظهر لثالث عشر من جمادی الثانیة سنة ۱۴۳۸ من الهجرة النبویة
والنظر الثانی فی خامس عشر من جمادی الاولی سنة ۱۴۴۰ھ

❁ ❁ ❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ المطففین او التطفیف مدنیة

36 آیات، 199 کلمات، 780 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ
بہت برا حال ہوگا ناپ تول کم کرنے والوں کے لئے، وہ لوگ جو جب لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا لیں، اور جب
وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَوْمَ
لوگوں کو ناپ کر دیں یا تول کر دیں تو کم کر کے دیں، کیا یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ وہ اٹھائے جائیں گے، بڑے
يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
سخت دن میں، جس دن لوگ کھڑے ہوں گے رب العالمین کے سامنے

لغوی تحقیق:

ویل: انتہائی برا حال۔ المطفّفین: حالت جر میں ہے اصل مطففون، صیغہ اسم فاعل، جمع مذکر، از تفعیل، ناپتے تولتے وقت خریدار کو کم دینا۔ اکتالوا: ماضی معلوم از افتعال صیغہ جمع مذکر غائب، ناپ کرلینا۔ النّاس: اصل میں اُناسٌ ہے، ھمزہ حذف کرکے اُس کے عوض الف لام تعریف لایا گیا۔ الناس اسم جمع ہے سوچ ورائے رکھنے والے جانداروں کا مجموعہ (بیضاوی) یستوفون: مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب از استفعال پورا لینا۔ کالوا، ماضی معلوم از ضرب، صیغہ جمع مذکر غائب، ناپ کر دینا۔ وزنوا: ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از ضرب، تولنا۔ یخسرون: مضارع معلوم، از افعال، صیغہ جمع مذکر غائب، خسارہ میں ڈالنا، کم کر کے دینا۔ لا یظن: فعل نفی مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب۔ اولائك: اسم اشارہ برائے جماعت بعید۔ مبعوثون: اسم مفعول، صیغہ جمع مذکر سالم، اٹھنا، زندہ ہونا۔ عظیم: بڑا۔ یقوم: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، کھڑا ہونا۔

تفسیر:

ربط: سورہ انفطار کے آخر میں قیامت کے دن کی جزا سزا کا ذکر تھا، اِس سورت میں بھی قیامت کے دن کی جزا سزا ذکر ہے، ابتداء میں خصوصاً حقوق العباد میں کوتاہی پر سزا

ذکر ہے، پھر ابرار وفجار کی جزا سزا کا عمومی ذکر ہے جو آخر سورت تک چلا گیا ہے۔

شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اہل مدینہ میں ناپ تول بہت ہی گندے طریقے پر رائج تھا، تو اُس پر سورہ مطففین نازل ہوئی، پھر اہل مدینہ نے بہت اچھے انداز سے ناپ تول کرنا شروع کیا۔

(روح المعانی ۳۰/۷۷ بسند صحیح)

اہل حقوق کے حقوق کم دینے والوں اور ضائع کرنے والوں کے لئے وعید:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ: بڑی ہلاکت ہے اہل حقوق کو حق معمولی سا کم دینے والوں کے لئے بھی، اگرچہ لفظ المطففین کے بعد اُس کے مصداق میں الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون . و اذا کالوھم اووزنوھم یُخسِرون میں اُن تاجر دوکاندار لوگوں کا ذکر ہے جو خریداروں سے رقم تو پوری لیں لیکن خریداروں کو اُن کا حق کم کر کے دیں، لیکن یہ بطور مثال مطففین کا ایک مصداق ہے، ورنہ مطففین عام ہے، ہر وہ شخص جو کسی بھی موقع میں اہل حق کے حق میں کمی کرے وہ اِس میں داخل ہے، مثلاً افسر ماتحتوں سے اپنے پورے حقوق لے اور خود اُن کے حقوق پورے نہ دے، عوام حکومت سے یا حکومت عوام سے پورے حقوق حاصل کرے اور خود حقوق میں کوتاہی کرے، پرائیویٹ یا سرکاری ادارے کا ملازم تنخواہ پوری لے لیکن جس کام کی تنخواہ لے اُس میں کام چوری سے کام لے، ماں باپ اولاد سے یا اولاد ماں باپ سے پورے حقوق کے طالب ہوں اور خود اپنے ذمہ کے حقوق کی پروا نہ کریں، خاوند بیوی سے پورے حقوق لے اور خود بیوی کو نوکرانی سے بھی نیچے گرا رکھا ہو، نہ جانے کہ اُس کے بھی تو حقوق ہیں، اسی طرح ہر فرد جو اپنے ماتحت سے پورا حق وصول کرے مگر ماتحت کے حقوق کی پروا نہ کرے، جس شخص نے کسی کو اپنا کچھ وقت اجرت کے بدلے دے دیا ہو کُل وقت یا اُس میں سے کچھ وقت بلا عذر اُس کام سے غفلت کرے، یہ سب لوگ اِس وعید کے مستحق ہیں۔

ایسی کوتاہی پر نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بہت سے نقصان بیان کئے گئے ہیں، مثلاً

(۱) ناپ تول میں کمی کرنے پر زمین سے پیداوار روک دی جاتی ہے اور قحط سالی مسلط ہوتی ہے یعنی بارش نہیں برستی (کنزالعمال ح ۴۴۰۰۶ عن ابن عباس ؓ) (۲) کمائی کی خوب محنت کر کے بھی پوری نہیں پڑتی (۳) اور ظالم بادشاہ مسلط ہو جاتے ہیں۔

(کنزالعمال ح ۴۴۰۱۰ عن ابن عمر ؓ)

مال وغیرہ کے بدلے میں نیکیاں دینی پڑیں گی:

الا یظن اولائک: دوسروں کے حقوق میں کمی کر کے دینے والوں کو کیا قیامت کے بڑے دن میں اٹھائے جانے کا خیال نہیں ہے جس میں سب کی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی، اگر انسانوں میں آخرت کا خوف پیدا ہو جائے کسی کی حق تلفی نہ کریں، مگر حق تلفی کرنے والوں کو آخرت کا خوف نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے اپنے بھائی کے حق میں زیادتی کی ہو وہ اُس سے صاف ہو جائے ورنہ وہاں (آخرت میں) تو درہم و دینار نہیں ہوں گے، اور ظالم آدمی کی نیکیوں سے مظلوم بھائی کا حق ادا کرایا جائے گا اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔

(بخاری ۶۵۳۴)

اور فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم نہ ہوں نہ مال ہو، فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، زکوۃ، روزے، حج لائے گا لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال لیا ہوگا، کسی کی آبرو (غیبت و بہتان کے ذریعے) خراب کی ہوگی، کسی کو پیٹا ہوگا، اور کسی کا خون بہایا ہوگا، تو ہر مظلوم کو اُس کی نیکیوں میں سے دی جائیں گی، پھر اگر نیکیاں ختم ہو گئیں اور اہل حقوق رہ گئے تو اہل حقوق کے گناہ لے کر اُس پر ڈال کر اُس ظالم کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، ایک حدیث میں ارشاد فرمایا جس شخص نے ناحق دوسرے کی زمین سے کچھ حصہ لے لیا قیامت کے دن اُس کو ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا، ایک حدیث میں فرمایا پانچ آدمیوں پر اللہ تعالیٰ غصہ فرماتے ہیں پھر اگر چاہے تو دنیا میں اُس پر غضب نازل فرمادے

ورنہ آخرت میں اُن کے متعلق دوزخ کا حکم فرمائیں گے، ایک قوم کا بادشاہ جو عوام سے اپنا حق وصول کرے لیکن اُن کو اپنی ذات سے انصاف نہ دے، اور عوام سے ظلم دور نہ کرے، دوسرا قوم کا وڈیرا جس کی لوگ اطاعت کریں لیکن وہ ان کے طاقتور اور کمزور میں برابری نہ کرے، اور اپنی خواہش کے مطابق گفتگو کرے، تیسرا وہ آدمی جو اپنے بال بچوں کو اللہ کی اطاعت کا حکم نہ کرے، اور دینی احکام نہ سکھائے، چوتھا وہ آدمی جس نے کسی کو مزدوری پر لیا اور اُس سے پورا کام لیا لیکن اجرت پوری نہ دی، اور پانچواں وہ آدمی جو اپنی بیوی کے حق مہر میں ظلم کرلے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کو ظلم سے ایک کوڑا بھی مارے گا قیامت کے دن اُس سے قصاص (بدلہ) لیا جائے گا من ضرب ضرباً ظلماً اقتصّ منه يوم القيامة الادب المفرد ح ۱۸۶.

(الکبائر للذهبی ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۸)

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ۝٧ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ۝٨
ہرگز نہیں، بیشک نافرمانوں کے اعمال نامے سجین میں ہوں گے، اور آپ کو کیا معلوم کہ سجین میں رکھے ہوئے اعمال
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩
نامے کیا ہیں؟ وہ تحریریں ہیں مہر لگائی ہوئی

لغوی تحقیق:

کتاب: بمعنی مکتوب فیہ، وہ جس میں لکھا ہوا ہو، مراد اعمال نامہ ہے۔ الفجار: فاجر کی جمع ہے بدکار لوگ، مراد خصوصاً کفار ہیں۔ سجّین: سِجن کے معنی میں ہے بمعنی جیل خانہ۔ مرقوم: صیغہ اسم مفعول، از نصر، مہر لگائی ہوئی۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ آیات میں مطففین کا برا انجام ذکر ہوا جس سے مقصود لوگوں کو اُس سے منع کرنا ہے، چونکہ مطففین بھی فجار یعنی نافرمان لوگوں میں سے ہیں اسلئے اب فجار کہہ کر وعید اور ہلاکت ذکر ہے۔

اعمال نامے سجین میں ہونے کا مطلب:

كلا ان كتاب الفجار لفي سجين: كلا بمعنی حقًا ہے یعنی یقینی بات ہے کہ بدعمل لوگوں کا نامہ عمل سجین میں ہوگا، بدعمل سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس ایک بھی نیک عمل یعنی ایمان تک نہ ہو، یعنی کافر لوگ مراد ہیں، اُن کا نامہ عمل سجین میں ہونے سے مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ سجین میں داخل کئے جانے والوں کی فہرست میں آجاتے ہیں، جنہوں نے آخر سجین میں داخل ہونا ہے، کسی کے مرنے کے بعد اُس کا نامہ عمل وہاں داخل کرایا جاتا ہے جہاں آخرت میں اُس نے جانا ہے، نیک لوگوں کا نامہ عمل علّیین میں داخل کیا جاتا ہے کیونکہ وہ علّیین میں جائیں گے اور کافروں کا سجین میں داخل کیا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے سجین میں جانا ہے ۔

سجین کیا ہے؟

ایک حدیث مشہور میں ہے کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے ہیں (عن البراء بن عازب کنزالعمال ح۴۲۴۹۵، مسند احمد وابوداؤد وابن خزیمہ ومستدرك وشعب الایمان والضیاء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فَلَق جہنم میں ایک بند کنواں ہے اور سجین جہنم میں کھلا ہوا کنواں ہے (تفسیر ابن جریر ۲۴/ ۲۸۴) چونکہ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما ادراك ما سجّین اس لئے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سجین کی مراد عرب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نہیں جانتے تھے، اس لئے یہ اللہ تعالی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے پر موقوف ہے اور حدیث نبوی سے سجین کی یہی تفسیر منقول ہے اگرچہ سند کمزور ہے مگر یہ تفسیر دوسری تفاسیر پر راجح معلوم ہوتی ہے، چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والسجّین اسم لجهنم (المفردات ۲۳۱) سجین جہنم کا نام ہے۔

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سجّین وھو اسم لجھنم اولوادٍ فیھا

(روح المعانی سورہ ھود آیات ۱۰۵ تا ۱۰۸)

سجین جہنم یا اُس میں موجود کسی وادی کا نام ہے۔

علامہ محمد مرتضیٰ الزبیدی (متوفی سنہ ۱۲۰۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقیل وادٍ فی جھنم اعاذنا اللہ تعالی منھا وجزم البیضاوی فی ھود انه جھنم نفسھا وقال ابن الاثیر ھو اسم عَلَم للنار وقال الراغب ھو اسم لجھنم بازاء علّیّین (تاج العروس ۳۵/۱۷۰ مادۃ سجن)

ایک قول یہ ہے کہ سجین جہنم میں ایک وادی ہے اللہ تعالی ہمیں اُس سے بچائے، امام بیضاوی نے سورہ ہود میں یقین کے ساتھ بیان کیا کہ سجین خود جہنم ہے، ابن اثیر فرماتے ہیں آگ کا اسم علم ہے، امام راغب کہتے ہیں سجین جہنم ہے علیین کے مقابلے میں ہے۔

علامہ فضل اللہ بن حسن تورپشتی (م ۶۶۱ھ) فرماتے ہیں:

ان سجین اسم شر النیران (المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ۱/۲۱۶)

ایک قول یہ ہے کہ سجین بہت گندی دوزخ کا نام ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی بغدادی (م ۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

وروی البیھقی باسناد فیه ضعف عن ابی الزعراء عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال الجنة فی السماء السابعة العلیا والنار فی الارض السابعة السفلی ثم قرء ان کتاب الابرار لفی علیین ان کتاب الفجار لفی سجین (التخویف من النار ۶۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت اوپر والے ساتویں آسمان میں ہے اور دوزخ نیچے والی ساتویں زمین میں ہے، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں پڑھیں انّ کتاب الابرار لفی علیین. انّ کتاب الفجار لفی سجین. اِس ارشاد کا مطلب سوائے اِس کے کوئی نہیں کہ علیین جنت کو اور سجین دوزخ کو فرمایا گیا ہے۔

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: سجین صخرة تحت الارض السابعة فی جھنم (العظمة لابی الشیخ ۴/۱۳۷۸)

سجین ساتویں زمین کے نیچے جہنم میں ایک چٹان ہے۔

(روح المعانی سورہ ھود آیات ۹۵ تا ۱۰۵)

سجین جہنم یا اُس میں موجود کسی وادی کا نام ہے۔

علامہ محمد مرتضیٰ الزبیدی (متوفی سنہ ۱۲۰۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقیل وادٍ فی جھنم اعاذنا اللہ تعالی منھا و جزم البیضاوی فی ھود انه جھنم نفسھا و قال ابن الاثیر ھو اسم عَلَم للنار و قال الراغب ھو اسم لجھنم بازاء علّیّین (تاج العروس ۳۵/۱۷۰ مادة سجن)

ایک قول یہ ہے کہ سجّین جہنم میں ایک وادی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اُس سے بچائے، امام بیضاوی نے سورہ ہود میں یقین کے ساتھ بیان کیا کہ سجّین خود جہنم ہے، ابن اثیر فرماتے ہیں آگ کا اسم عَلَم ہے، امام راغب کہتے ہیں سجین جہنم ہے علّیّین کے مقابلے میں ہے۔

علامہ فضل اللہ بن حسن تورپشتی (م ۶۶۱ھ) فرماتے ہیں:

ان سجّین اسم شر النیران (المیسر فی شرح مصابیح السنة ۱/۲۱۶)

ایک قول یہ ہے کہ سجّین بہت گندی دوزخ کا نام ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی بغدادی (م ۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

وروی البیھقی باسناد فیه ضعف عن ابی الزعراء عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال الجنة فی السماء السابعة العلیا و النار فی الارض السابعة السفلی ثم قرء ان کتاب الابرار لفی علیین ان کتاب الفجار لفی سجّین (التخویف من النار ۶۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت اوپر والے ساتویں آسمان میں ہے اور دوزخ نیچے والی ساتویں زمین میں ہے، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں پڑھیں انّ کتاب الابرار لفی علیین ۔انّ کتاب الفجار لفی سجّین ۔اِس ارشاد کا مطلب سوائے اِس کے کوئی نہیں کہ علیین جنت کو اور سجّین دوزخ کو فرمایا گیا ہے۔

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: سجّین صخرة تحت الارض السابعة فی جھنم (العظمة لابی الشیخ ۴/۱۳۷۸)

سجّین ساتویں زمین کے نیچے جہنم میں ایک چٹان ہے ۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:

الجنة فی السماء و النار فی الارض (الکنی والاسماء للدولابی ح۱۴۳، مستدرک ح۸۶۹۸، شعب الایمان ح۳۶۰)

جنت آسمان میں اور دوزخ زمین میں ہے۔

تو جب جہنم ساتویں زمین کے نیچے ہے اور اُسی میں سجّین ہے، تو سجّین میں ہونے کا معنی جہنم میں ہونا ہے، حاصل یہ نکلا کہ اللہ کے نافرمانوں یعنی کافروں کے اعمال نامے اور اُن کا اندراج سجّین میں ہوتا ہے، قرآن مجید کی اِس آیت سے اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سجّین میں اعمال نامے ہوتے ہیں۔

اور کیا روحیں بھی سجّین میں ہوتی ہیں؟ آیت قرآنی سے اِس کا کچھ ثبوت نہیں ہوتا، البتہ درج ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد کافروں کی روحیں بھی سجّین میں ہوتی ہیں۔

کافروں کی روحوں کا مقام:

(۱) حضرت ام بشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انّ نسمة المؤمن لتسرح فی الجنة حیث شاءت و انّ نسمة الکافر فی سجّین (المنتخب من مسند عبد بن حمید ۱/ ۴۵۴ ح ۱۵۷۱، یا ۱۵۶۹)

مسلمان کی روح جنت میں جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے اور کافر کی روح سجّین میں ہوتی ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاذا خرجت روحهٗ وضعت علی تلك الجمرة و یطوی علیها المسح فیذهب بها الی سجّین (مسند البزار ۱۷/ ۲۹ ح ۹۵۴۱۔ المعجم الاوسط للطبرانی ۱/ ۲۲۵ ح ۷۴۲)

کافر کی روح جب قبض کرلی جاتی ہے انگاروں والے کپڑے میں انگاروں کے اوپر رکھ کر کپڑا لپیٹ لیا جاتا ہے پھر اُس روح کو سجّین لے جایا جاتا ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

و تجعل روحهٗ فی سجّین (مصنف عبد الرزاق ح ۶۷۹۳)
کافر کی روح سجّین میں کر دی جاتی ہے۔

(۴) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کے واقعہ میں ذکر فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے کافر اولاد کی روح پیش ہوتی ہے تو فرماتے ہیں یہ گندی روح اور گندی جان ہے اِس کو سجّین میں ڈال دو۔

(اهوال القبور ۲۴ بسند فيه ضعف)

(۵) ضمرہ بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کفار کی روحوں سے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا سجّین میں قید کی جاتی ہیں

(اهوال القبور لابن رجب ۱۱۱)

آیت قرآنی وحدیث براء رضی اللہ عنہ اور اِن احادیث میں کوئی تعارض نہیں اس طرح کہ یہ بات بھی حق ہے کہ کفار کے اعمال نامے سجّین میں ہوتے ہیں، اور یہ بھی حق ہے کہ موت کے بعد کافروں کی روحیں بھی سجّین میں لے جائی جاتی ہیں، اور چوں کہ سجّین جہنم کا یا اُس کے خاص حصے کا نام ہے اس لئے یہ بھی حق ہے کہ موت کے بعد کافروں کی روحیں جہنم میں جاتی ہیں ۔

برزخ میں روحوں کا جسموں سے بھی تعلق رہتا ہے:

مگر اس سب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُن روحوں کا جسموں سے کچھ تعلق نہیں رہتا اور یہ کہ صرف روحیں عذاب میں مبتلا ہوتی ہیں اور جسم بے حس وحرکت بغیر عذاب وثواب قبروں میں پڑے رہتے ہیں، بلکہ روحیں جہاں بھی ہوں اُن کا جسموں سے تعلق ضرور ہوتا ہے اور عذاب وغیرہ اوّلاً روحوں کو ہوتا ہے اور اُن کے خاص برزخی تعلق کے سبب جسموں کو بھی محسوس ہوتا ہے ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے طویل روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
فيعاد روحه فی جسده و يأتيه ملكان الحديث (ابن ابی شيبه ح ۱۲۰۵۹، مسند احمد ح ۱۸۵۳۴ و غيره)
میت کی روح اُس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اُس کے پاس دو فرشتے منکر نکیر آتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میت کا جسم الٹا پلٹا کیا جارہا ہوتا ہے اور روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے پھر جب لوگ اُس کو لے چلتے ہیں فرشتہ اُن کے پیچھے چلتا ہے اور جب قبر میں رکھ لیتے ہیں وہ روح کو جسم میں منتشر کر دیتا ہے۔

(اثبات عذاب القبر للبیہقی ح ۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں کافر کی روح سے متعلق ذکر ہے:

ثم تصیر الی القبر (ابن ماجۃ ح ۴۲۶۲، مسند احمد ح ۸۷۶۹، ۲۵۰۹۰)

پھر روح قبر میں لوٹتی ہے۔

اِس لوٹنے اور واپس ہونے سے مراد سب محدثین وشارحین کے نزدیک دوبارہ تعلق قائم ہونا ہے، علاوہ ازیں مردوں کے سلام اور جوتوں کی آہٹ سننے کی احادیث جو متواتر یا کم از کم مشہور کے درجے میں ہیں روح کے جسم سے تعلق کی دلیل ہیں کیوں کہ سننا بغیر حیات نہیں ہوسکتا اور حیات بغیر روح کے تعلق کے نہیں ہوسکتی، ایسے ہی قبر کے عذاب سے متعلق متواتر احادیث بھی روح کے تعلق ہونے کی دلیل ہیں کیوں کہ عذاب کا احساس بغیر حیات نہیں ہوسکتا اور حیات بغیر روح کے تعلق کے نہیں ہوسکتی، حاصل یہ کہ کافروں کی روحیں سجین میں ہوتی ہیں لیکن اُن کا عنصری جسموں سے بھی تعلق ہوتا ہے جس سے عذاب وثواب کا احساس ہوتا ہے، اور قبر میں خاص قسم کی ایسی برزخی زندگی ہوتی ہے جو اہل قبور محسوس کرتے ہیں، دنیا والے نہ دیکھ سکتے ہیں نہ محسوس کر سکتے ہیں کیوں کہ ہماری نظروں اور اُن کے درمیان برزخ کا پردہ پڑا ہوا ہے،

وما ادراك ما سجّين. كتابٌ مرقوم : آپ کو کیا معلوم ہے کہ سجین کیا ہے؟ وہ ایک تحریر ہے مہر لگی ہوئی، تمام مفسّرین بیان کرتے ہیں کہ كتابٌ مرقوم: سجّین کا بیان یا تفسیر نہیں ہے بلکہ کتاب الفجار کا بیان ہے، اب تقدیر عبارت ہوگی و ما ادراك ما كتابٌ فی سجّین . ھو كتابٌ مرقوم یا و ما ادراك ما سجّین محض سجین کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے بطور سوال ذکر ہوا، یعنی آپ کو کیا معلوم سجّین کیا ہے؟ بہت ہی خطرناک جگہ ہے، پھر كتابٌ مرقوم الگ سے کتاب الفجار کا بیان ہے ای ھو كتابٌ مرقومٌ.

مرقوم: کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اول: مہر لگی ہوئی، جس سے مراد یہ نہیں کہ واقعۃً اُس پر مہر لگی ہوتی ہے بلکہ تشبیہ ہے کہ جیسے مثلاً ڈاک لفافے پر یا خاص بند فائل پر مہر لگا کر محفوظ کیا جاتا ہے اور مہر لگنے کے بعد اُس میں کمی زیادتی نہیں کی جاسکتی ایسے ہی بندوں کے اعمال نامے مہر لگا کر رکھے جاتے ہیں یعنی محفوظ ہوتے ہیں نہ اُن میں درج اعمال بھلائے جاسکتے ہیں نہ مٹائے جاسکتے ہیں۔ دوم: **مرقوم** بمعنی لکھا ہوا، یعنی جس میں اعمال لکھے گئے ہیں۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ
بڑی ہلاکت ہے اُس دن جھوٹا قرار دینے والوں کے لئے، وہ جو جھوٹا بتاتے ہیں جزا کے دن کو، اور اُس دن کو تو بس ہر وہ
اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ كَلَّا
جھوٹا بتاتا ہے جو حد سے نکلنے والا گناہوں کا عادی ہے، جب اُس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جائیں کہتا ہے کہ یہ پہلوں
بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾
سے نقل کی ہوئی باتیں ہیں، ہرگز ایسا نہیں بلکہ اُن کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا اُن عملوں نے جو وہ کرتے ہیں۔

لغوی تحقیق:

المکذبین: از تفعیل اسم فاعل، صیغہ جمع مذکر، جھوٹا سمجھنے والے، جھوٹا قرار دینے والے۔ **یکذّبون:** فعل مضارع معلوم، از تفعیل صیغہ جمع مذکر غائب۔ **معتدٍ:** صیغہ واحد مذکر، اسم فاعل، از افتعال، حق کی حدود سے نکل جانا، جس سے آدمی باطل کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ **اثیم:** بمعنی اُثم گناہ کرنے والا، یافعیل کا وزن مبالغہ کے لئے ہے بمعنی گناہوں میں غرق شخص جس میں نیکی کوئی بھی نہ ہو۔ **تُتلی:** فعل مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، تلاوت کرنا۔ **اساطیر:** اسطورۃ کی جمع ہے لکھی ہوئی جھوٹی بات۔ **الاوّلین:** اوّلون اوّل کی جمع ہے پہلا۔ **ران:** فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب غالب آنا، زنگ چڑھنا۔ **یکسِبُون:** فعل مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از ضرب کمانا، فعل کرنا۔

تفسیر:

ربط: ظاہر ہے، جن فجار کا اوپر ذکر ہوا اُن کے کرتوت اور اُن کا انجام ذکر کیا جا رہا ہے،

ویلٌ یومئذٍ للمکذبین: وہ فجار جو قیامت کے دن کے منکر اور اُس کو جھوٹا بتانے والے ہیں، قیامت کے دن اُن کے لئے بڑی ہلاکت ہے، اُن کا ایک بڑا جرم قیامت کی تکذیب ہے، لیکن اِس تکذیب کا سبب کئی دوسرے جرائم ہیں اول: حق کی حدود سے اُن کا نکلا ہوا ہونا، دوسرے گناہوں کا عادی ہونا، تیسرے وحی الٰہی پر یقین نہ رکھنا، اگر یہ جرائم نہ ہوتے تو قیامت کی تکذیب نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ کی حدود اور اُن سے نکلنے والا:

معتدٍ: وہ جو حدود سے نکلنے والا ہے، اعتداء نام ہے حق کی حدود کو پار کر لینے کا، حق کی حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائیں، یہ حدود ایسے ہیں جیسے چراگاہ جس کے آس پاس کی زمین میں چرانے کی اجازت ہوتی ہے، مگر چراگاہ میں جانور چرانا منع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی چراگاہ، جس کے آس پاس انسانوں کو زندگی گذارنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے کام ہیں، اِن سے باہر باہر رہنے والے اللہ کی چراگاہ سے بچنے والے ہیں، جنت کے اعمال کرنے والے ہیں، اس کا صلہ انعام کی صورت میں ملے گا، اور اِس چراگاہِ الٰہی میں بالکلیہ پڑنے والے کفر وشرک میں پڑنے والے دوزخ والے اعمال میں پڑنے والے ہیں، اُس کا صلہ اُن کو آخرت میں دوزخ کی رہائش کی صورنت میں ملے گا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے طویل روایت میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ومن وقع فی الشبہات کراعٍ یرعی حول الحمٰی یوشک ان یواقعهٗ الا ان لکل مَلِکٍ حِمیً الا انّ حِمی اللہ فی ارضہٖ محارمہٗ (بخاری ح۵۲)

جو شخص مشتبہ کاموں میں پڑے وہ اُس چرواہے کی طرح ہے جو کسی چراگاہ کے آس پاس چرا رہا ہو خطرہ ہے کہ جانور اُس میں پڑ جائیں، سنو! ہر بادشاہ کے لئے چراگاہیں ہیں، سنو! بیشک اللہ تعالیٰ کی زمین میں اُس کی چراگاہ اُس کے حرام کئے ہوئے کام ہیں۔

گناہوں کی عادت کی نحوست:

الذین: جو گناہ کے عادی ہیں، ایسے آدمی گناہوں کے بدبودار ماحول کے ایسے عادی بن جاتے ہیں کہ گندگی کے کیڑوں کی طرح خوشبودار ماحول سے اُنہی تکلیف ہوتی ہے، اور یہ گناہوں کے اندھیرے والے ماحول سے ایسے مانوس ہوجاتے ہیں کہ چمگادڑ کی طرح اُنہیں دین کا اُجالا برداشت نہیں ہوتا، اس لئے ایسے لوگ حق کو قبول ہی نہیں کرتے، بلکہ الٹا حق کو باطل کہتے ہیں، پھر کیسے ہدایت ملے؟

اذاتتلیٰ علیہ اٰیاتنا: جب اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآنی آیات ایسے شخص پر پڑھی جائیں تو کہتا ہے کہ پہلوں سے منقول گھڑی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں، حضرت محمد ﷺ اُن سے نقل کر کے ہمیں سناتے ہیں اور وحی الٰہی بتاتے ہیں، یعنی اُس کو وحی ہی نہیں مانتے کہ ایمان نصیب ہوتا۔

دلوں کا زنگ اور اس کے اسباب:

کلّا بل ران: یہ لوگ قرآن کو پہلوں کی جھوٹی کہانیاں کہتے ہیں ہرگز یہ جھوٹی کہانیاں نہیں ہیں، وحی الٰہی ہے مگر یہ لوگ ایمان لانے پر آمادہ نہیں ہیں، کیوں کہ اُن کے دلوں پر بدعملیوں کے سبب زنگ چڑھ چکا ہے، جس سے ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت کھوچکے ہیں، زنگ سے مراد دل کا سیاہ ہوجانا ہے، احادیث میں آتا ہے کہ گناہوں کے سبب دل زنگ آلود ہوجاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انّ المؤمن اذا اذنب کانت نکتة سوداء فی قلبهٖ فان تاب و نزع و استغفر صقل قلبهٗ وان زادزادت حتی یعلو قلبهٗ ذاك الرّان الذی ذکر اللہ عزوجل کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون

(مسند احمد ۷۹۵۲، مستدرک ح ۳۹۰۸)

بیشک مسلمان جب گناہ کرلے اس کے دل میں کالا نکتہ ہوجاتا ہے پھر اگر توبہ کرے اور گناہ سے دور ہوجائے اور استغفار کرے اس کا دل صاف ہوجاتا ہے، اور اگر گناہ میں بڑھتا رہے نکتہ بھی بڑھتا جاتا ہے حتی کہ سارے دل پر وہ زنگ چھاجاتا ہے جس کا اللہ تعالی

نے اِس آیت میں ذکر فرمایا۔

حضرت ثعلبہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من اقتطع مال امریء مسلم بیمین کاذبة کانت نکتة سوداء فی قلبه لا یغیّرها شیء الی یوم القیامة (مستدرک ح ۷۸۰۰)

جو شخص مسلمان کا مال جھوٹی قسم کھا کر ناحق لے گا اُس کے دل میں کالا نکتہ ہوگا جس کو قیامت تک کوئی چیز نہیں مٹا سکے گی۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما حلف حالف بالله یمین برّ فادخل فیها مثل جناح البعوضة الا کانت نکتة سوداء فی قلبه الی یوم القیامة. (حلیة الاولیاء ۷/۲۲۷)

جو قسم کھانے والا نیکی کی قسم کھائے اور اُس میں مچھر کے پر کے برابر گناہ ملا دے تو اُس کے دل میں قیامت تک کالا نکتہ ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انّه لا یزال العبد یکذب و یتحری الکذب فینکت فی قلبه نکتة سوداء حتی یسود قلبهٗ فیکتب عند الله من الکاذبین (موطا)

بندہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ سوچتا رہتا ہے تو اُس کے دل میں کالا نکتہ لگتا رہتا ہے حتی کہ دل کالا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی کے ہاں جھوٹے بندوں میں سے لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عودًا عودًا فایّ قلب اشربها نکتت فیه نکتة سوداء و ایّ قلب انکرها نکتت فیه نکتة بیضاء.

(مسلم ح ۲۳۱)

دلوں پر فتنے ایسے مسلسل پیش ہوں گے جیسے چٹائی کا تنکہ تنکہ آدمی کے جسم سے جڑا ہوتا ہے، تو جونسا دل اُن فتنوں کو قبول کرے گا اُس دل میں کالا نکتہ لگا دیا جائے گا، اور جو فتنے کو برا سمجھے گا اُس میں سفید نکتہ لگا دیا جائے گا۔

دل کے زنگ کی علامات بہت سی ہیں مثلاً دل میں اندھیرا، انسانوں سے وحشت، چہرہ مرجھا جانا، نیکی سے نفرت، نیکوں کی مجالس سے نفرت، نصیحت کرنے والے کی نصیحت سننے کو دل نہ کہنا، وغیرہ۔

دل کا زنگ دور کرنے والے اعمال:

احادیث میں دِل کے زنگ دور کرنے کے لئے تلاوت قرآن کی کثرت، کثرت سے موت کی یاد، اللہ تعالی کے ذکر کی کثرت علاج بیان ہوا ہے (کنز العمال ح۴۴۴۱، ۳۹۲۴، ۴۲۱۳، جامع صغیر ح۲۴۱۹) ساتھ استغفار اور توبہ بھی ضروری ہے (مرعاۃ المفاتیح ۷/۴۲۰) اور یہ کام ضرور کریں مریضوں کی عیادت، جنازوں کے ساتھ جانا، کچھ دن مسلسل روزے رکھنا، کم کھانا، خالی پیٹ ہونا، رات کی عبادت، نماز میں طویل قیام، سحری کے وقت گڑگڑانا، نیک لوگوں کی صحبت، عام لوگوں خصوصاً دنیا میں پھنسے لوگوں سے ملاقات کی کمی۔

(ذم الھوی لابن الجوزی ۶۹، ۷۰)

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ
ہرگز ایسا نہیں بیشک وہ لوگ اُس دن اپنے رب سے روک دیئے جائیں گے، اور بیشک وہ دوزخ میں داخل ہوں
هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾
گے، اور کہا جائے گا کہ یہی وہ ہے جس کو تم لوگ جھوٹا بتاتے تھے

لغوی تحقیق:

محجوبون: محجوبٌ کی جمع، اسم مفعول، صیغہ جمع مذکر، روکا ہوا، پردے میں کیا ہوا۔

لصالوا: اصل میں صالون ہے اضافت کے سبب نون جمع حذف ہوئی، اسم فاعل صیغہ جمع مذکر، داخل ہونے والے۔

تفسیر:

كلّا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون: ہرگز ایسا نہیں جیسا سمجھ رہے ہیں، قیامت ضرور آئے گی، اور یہ لوگ بڑی بڑی سعادتوں سے محروم ہوں گے جن میں سے ایک

اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو جنت میں جانے والوں کو حاصل ہوگا، اور بیشک یہ لوگ تو اپنے رب سے پردے میں ہوں گے یعنی اِن کے اور اللہ تعالی کے درمیان پردہ ہوگا جس کے سبب دیدار نہ کرسکیں گے، جیسے آج دلوں پر زنگ کے سبب حق کو دیکھ اور سمجھ نہیں سکتے۔

اللہ تعالی کا دیدار:

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت کو اِس بات کی دلیل بنایا کہ اللہ تعالی کے دوستوں کو اللہ تعالی کا دیدار ہوگا، کیونکہ اِس میں اللہ تعالی اور کافروں کے درمیان پردہ ہونے کی تخصیص ہے، یعنی کافروں کے سوا بندوں اور اللہ تعالی کے درمیان پردہ نہ ہوگا اور وہ اللہ تعالی کو دیکھ سکیں گے ورنہ تخصیص کا کوئی مطلب اور فائدہ نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب ایک قوم یعنی کفار سے ناراض ہونے کے سبب اللہ تعالی پردہ میں ہوں گے تو دوسری قوم یعنی مومنین سے راضی ہونے کے سبب اُن کو اللہ تعالی کی زیارت ہوگی۔ (روح المعانی ۳۰/ ۸۴)

اہل حق اہل سنت جنت میں اللہ تعالی کا دیدار ہونے کے قائل ہیں اور معتزلہ دیدار ہونے کے منکر ہیں، اہل سنت کے بہت سے دلائل ہیں۔

دلائل اہل سنت:

(۱) قرآن مجید میں صریح نص ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (سورۃ القیامۃ) بہت سے چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے وہ اپنے رب کو دیکھیں گے۔

نوٹ: علامہ زمخشری چونکہ معتزلی ہیں اس لئے انہوں نے اِس آیت کا مطلب ظاہر سے پھیرنے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ الی ربھا ناظرۃ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی کی طرف دیکھیں گے یعنی اُسی سے ہی نعمتوں کی توقع اور امید رکھیں گے جیسے دنیا میں صرف اُسی سے ڈرتے اور اُسی کی رحمت کی امید رکھتے تھے۔ (تفسیر کشاف)

مگر آیت میں یہ تاویل اور اُس کی یہ تفسیر اول تو نص صریح کو بلاوجہ ظاہر سے پھیرنا ہے اور نص کو بلاوجہ ظاہر سے پھیرنا انتہائی غلطی ہے، دوم: یہ تفسیر رسول کریم ﷺ کی بیان کی ہوئی تفسیر کے خلاف ہے، اِس آیت کی تفسیر نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ادنیٰ جنتی ایسا شخص ہوگا جو اپنی بہشتوں، بیویوں، خادموں اور تختوں کو دیکھے گا تو ہزار سال لگیں گے، اور اللہ کے ہاں سب سے اونچے درجے کا جنتی ایسا شخص ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو صبح شام دیکھے گا پھر رسول اللہ ﷺ نے یہی آیت اپنی بات کی تائید میں پڑھی وجوهٌ یومئذناضرة. الی ربھاناظرة. (ترمذی)

اس روایت سے سوا اس کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا کہ آیت میں دیدار الٰہی کا ذکر ہے، اب یہ نبی کریم ﷺ کی بیان کی ہوئی تفسیر ہے اور وہ زمخشری کی تفسیر ہے، تو کونسی راجح ہوسکتی ہے؟ پھر زمخشری کے استدلال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ناظرة بمعنی منتظرة ہے، حالانکہ نظر بمعنی انتظار اُس وقت ہوتا ہے جب متعدی بنفسہٖ ہو جیسے هل ینظرون الا الساعة وغیرہا، اور جب متعدی بہ اِلیٰ ہو تو نظر بمعنی رویت و معاینہ ہوتا ہے اور یہاں بھی متعدی بہ اِلیٰ ہے، پھر یہاں اُن کو دیا جانے والا انعام الٰہی ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنے والی نعمتوں کی انتظار تو کوئی انعام نہیں ہے۔

(۲) یہی آیت كَلَّا اِنَّهُمْ عن ربهم یومئذ لمحجوبون بھی دلیل ہے جس کی تقریر اوپر بیان ہوگئی ہے۔

زمخشری نے اِس کی تاویل میں کہا کہ آیت میں محض اُن کی اہانت اور ذلت کی تشبیہ ہے یعنی مطلب ہے کہ جو قابل اہانت ہو اگر بادشاہ کی دربار میں حاضر ہونا چاہے تو ایسے کو بادشاہ کے پاس جانے سے روک دیا جاتا ہے ایسے کافروں کی اہانت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے قرب جنت سے روکے جائیں گے، مگر اہل حق کہتے ہیں کہ یہ بھی آیت کو ظاہر سے پھیرنا ہے اور ایسا درست نہیں۔

کچھ حضرات نے یہ تاویل کی کہ عن ربهم میں مضاف محذوف ہے عن کرامة ربهم یا عن رحمة ربهم مگر اس تاویل کے سہارے بھی آیت سے دیدار کے ثبوت کی نفی درست نہیں، سوچنے کی بات ہے کہ کیا جاءنی زیدٌ بول کر مضاف محذوف مانتے ہوئے جاءنی غلامُ زیدٍ مراد لینا درست ہے؟ (الهدایة الی بلوغ النهایة مکی بن ابی طالب قرطبی م ۴۳۷ھ ۱۲/ ۸۱۳۰) اگر اس تاویل کو مانیں بھی جیسا کہ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے بھی آیت کی ایک تفسیر عن رحمۃ ربھم منقول ہے تو بھی کہا جا سکتا ہے کہ آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک عن رویۃ ربھم ، دوسری عن رحمۃ ربھم اور دونوں تفسیریں صحیح ہیں کیوں کہ جو اللہ کی رحمت سے محروم ہوں گے وہ دیدار الٰہی سے بھی محروم ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ تفسیر بھی کرتے ہیں اور دیدار باری تعالیٰ کے بھی قائل ہیں، جب کہ معتزلہ ایسی تاویل کے سہارے دیدار کی نفی کرتے ہیں۔

(٣) قرآن مجید میں ہے لِلَّذِینَ احسنوا الحسنٰی و زیادۃٌ جو لوگ نیکی کریں ان کے لئے آخرت میں بھلائی یعنی جنت ہوگی اور زائد انعام بھی ہوگا۔

اِس آیت میں الحسنٰی سے جنت مراد ہے جیسا کہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے واضح ہے و کُلًّا وَّعد اللہُ الحسنٰی اور زیادۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، یہ تفسیر نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر تفسیر میں اہل جنت کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بیان فرمایا۔ (مسند احمد ح ١٨٩٤١، ابن ماجہ ح ١٨٧، ترمذی ح ٢٥٥٢)

ایسے ہی حضرت کعب بن عجرہ (مسند الشامیین للطبرانی ح ٢٣٣٠) اور ابوموسی اشعری (رویۃ اللہ للدارقطنی ح ٤٣) اور انس بن مالک (رویۃ اللہ ح ٥٧، حلیۃ الاولیاء ٥/ ٢٠٤) ابی بن کعب (ایضًا رویۃ اللہ ح ١٨٣) سے بھی مروی ہے، اور یہی تفسیر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (ابن ابی شیبۃ ح ٣٤٨٠٦) اور صدیق اکبر (مسند اسحاق ح ١٤٢٤) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ (السنۃ لابن ابی عاصم ٢٠٦/١) اور عامر بن سعد بجلی (ایضا ح ٢١٤) ابن عباس رضی اللہ عنہم اور عبدالرحمن بن ابی لیلی (رویۃ اللہ ح ٢٠٩) اور سعید بن مسیب، حسن بصری، عکرمہ، ابواسحاق سبیعی، مجاہد، عبدالرحمن بن سابط، قتادہ، ضحاک، ابوسنان رحمہم اللہ سے بھی یہی تفسیر نقل ہے (شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ ٣/ ٥٠٣)

علامہ زمخشری نے اِس آیت کے تحت اہل حق اہل سنت والجماعت پر بڑی جسارت کرتے ہوئے اہل سنت کو مشبہہ اور مجبرہ کہا ہے، اور اِس بارے میں منقول روایت متواترہ میں ایک حدیث کو جس میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا ذکر ہے حدیث مرفوع کے بجائے حدیث

مرفوع کہا ہے یعنی جھوٹی اور پیوند لگی ہوئی حدیث لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۴) اس بارے میں وارد متواتر احادیث ہیں، جن کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک تم لوگ اپنے رب کو قیامت کے دن اس طرح دیکھو گے جیسے چودھویں کا چاند دیکھتے ہو، اس مضمون کی حدیث اٹھائیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل ہے، اور محدثین اس کو متواتر کہتے ہیں۔ (نظم المتناثر صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰)

دلائل معتزلہ:

معتزلہ نے دیدار نہ ہو سکنے پر کئی دلائل دیئے ہیں:

اول: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے قال ربِّ اَرِنِی اَنظُرْ الیک. قال لن ترانی .

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار کی درخواست کی اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دیدار کی طاقت نہ ہونے کو بیان فرمایا، اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوسکنا اجماعی ہے اس سے جنّت میں دیدار نہ ہوسکنا ثابت نہیں ہوتا۔

دوم: آیت ہے لا تُدرِکه الابصار آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتیں یعنی نہیں دیکھ سکتیں۔

جواب اول: تو یہ آیت بھی دنیا سے متعلق ہے، یعنی دنیا میں دیدار نہیں ہوسکتا اور یہ اتفاقی بات ہے۔ دوم: آنکھیں ادراک یعنی احاطہ نہیں کر سکتیں، احاطہ اس طرح ہوتا ہے کہ چیز ساری نظر میں آجائے تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پوری کی پوری نظر میں نہیں آسکتی، لیکن یہ نہیں کہ سرے سے دیدار ہو ہی نہیں سکتا، احاطہ نہ ہونے کو دیدار نہ ہونا لازم نہیں جیسے ہم آسمان دیکھ سکتے ہیں لیکن نظر میں آسمان کا احاطہ نہیں کر سکتے، ایسے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے احاطہ نہیں کر سکیں گے۔

ثم انھم لصالوا الجحیم: ثم بمعنی واؤ ہے کہ وہ لوگ اپنے رب سے بھی پردہ میں کئے جائیں گے، اور بیشک وہ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

ثم یقال ھٰذا الذی کنتم به تکذبون: اور اُن کو دوزخ میں داخل کر کے کہا جائے گا کہ یہی وہ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے ھذا الذی میں ھٰذا کا مشار الیہ جہنم

کا عذاب ہو سکتا ہے، اور وہ روز قیامت بھی ہو سکتا ہے جس کے ذریعے جہنم تک پہنچے

كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْأَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾
ہرگز نہیں بیشک نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں ہوتا ہے، اور آپ کو کیا معلوم کہ علیین کیا ہے؟ وہ
يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾
مہر لگا یا ہوا رجسٹر ہے، جس کو مقرب فرشتے دیکھتے رہتے ہیں

لغوی تحقیق:

علیین: علو سے ہے بمعنی بلند جگہ، اونچی شان والی جگہ، تفصیل تفسیر کے تحت آرہی ہے ان شاء اللہ۔

تفسیر:

ربط: ظاہر ہے کہ اوپر فجار کا برا انجام ذکر ہوا اب نیک لوگوں کا اچھا انجام ذکر ہو رہا ہے۔

كلّا انّ كتاب الابرار لفی علیین: ہرگز ایسا نہیں جیسا قیامت کے منکرین سمجھ رہے ہیں، بیشک نیک آدمیوں کا اعمال نامہ علیین میں ہوتا ہے۔

اُن کا نامہ عمل علیین میں ہونے سے مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ علیین میں داخل کئے جانے والوں کی فہرست میں آجاتے ہیں جنہوں نے آخر علیین میں داخل ہونا ہے، پہلے ذکر ہوا کہ کسی کے مرنے کے بعد اُس کا نامہ عمل وہاں داخل کرایا جاتا ہے جہاں آخرت میں اُس نے جانا ہے۔

علیّین کیا ہے؟

علیّین: سجّین کے مقابلے میں ہے جیسے سجّین ساتویں زمین کے نیچے ہے، ایسے علیّین ساتویں آسمان سے اوپر ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ علیّین ساتویں آسمان میں ہے
(الشریعۃ للآجری ح ۲۶۴ شعب الایمان ح ۳۹۰)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں علیّین عرش عالی کے پائے کے نیچے ہے۔

(معجم ابن الاعرابی ح۷۸۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنت اوپر والے ساتویں آسمان پر ہے پھر یہی آیت پڑھی ان کتاب الابرار لفی علیین جس کا مطلب ہے کہ علیین جنت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ۷/۱۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں علیین جنت ہے۔

(تفسیر ابن جریر ۲۴/۲۹۲، ابن کثیر ۸/۳۵۲)

امام راغب فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ علیین بہشتوں میں سے افضل بہشت کا نام ہے۔ (المفردات ۳۴٦ مادۃ علا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ بہشتیں سات ہیں جنت الفردوس، عدن، جنۃ النعیم، دارالخلد، جنۃ الماوی، دارالسلام، علیین (المفردات ص١٠٦ مادۃ جن)

چونکہ وہ تفسیر اصح وارجح ہوتی ہے جو احادیث نبویہ میں منقول ہو اس لئے علیین کی تفسیر جنت سے یا بہشتوں میں سے افضل بہشت سے ارجح واصح تفسیر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

ان اھل الجنۃ یرون اھل علیین کما ترون الکوکب الدرّی فی افق السماء الخ وفی روایۃ ان اھل علیین لیراھم من اسفل منھم

(مسند ابن الجعد ح۲۰۲۸، مسند الحمیدی ح۷۷۲، مسند احمد ح۱۱۴٦۷)

جنتی لوگ علیین والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے تم لوگ آسمان کے کناروں میں چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو، ایک روایت میں ہے کہ علیین والوں کو نیچے والے جنتی اس طرح دیکھیں گے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انّ الرّجل من اھل علّیین لیُشرِف علی اھل الجنّۃ فتُضِیء الجنّۃ لوجھہ کانّھا کوکبٌ درّیّ (سنن ابی داؤد ح۳۹۸۷)

علیین میں رہنے والا ایک آدمی اہل جنت پر جھانکے گا تو اُس کے چہرے سے جنت ایسے روشن ہو جائے گی جیسے چمکتا ستارہ ہو۔

اس قسم روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ علّیین میں بڑے درجے کے بہشتی ہوں گے، اور علّیین بہشتوں میں سے بہت شان والی بہشت ہے۔

آیت قرآنی سے علّیین میں اعمال نامے ہونا ثابت ہے، ایسے ہی حدیث براء میں بھی اعمال ناموں کا علّیین میں ہونا ذکر ہے۔

رہا یہ کہ کیا مرنے کے بعد علّیین میں روحیں بھی ہوتی ہیں، ؟ تو اِس بارے میں بھی بعض روایات آئی ہیں۔

علّیین میں روح:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل روایت میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

انّ المؤمن اذاحضر.... یقال یا ایتها النفس المطمئنة اخرجی راضية مرضياً عنك وطويت عليه الحريرة ثم يبعث بها الى علّيين (المعجم الاوسط ۱/۲۲۵ ح ۷۴۲، مسند البزار ح ۹۵۴۱، حلية الاولياء ۳/۱۰۴)

جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے اُس کو کہا جاتا ہے اے اطمینان والی جان! نکل اس حال میں کہ تو خوش اور پسند کی ہوئی ہے، تجھ سے رضا طے کردی گئی ہے، اور اُس روح پر ریشمی لباس لپیٹا جاتا ہے، پھر اُس کو علّیین بھیج دیا جاتا ہے۔

جب علیین جنّت یا اُس کے خاص حصے کا نام ہے تو علیین میں ہونا جنّت میں ہونا ہے، تو قرآن مجید میں جو حبیب نجار سے متعلق آیا قیل ادخل الجنة اُس کو حکم ہوا کہ جنت میں داخل ہوجا، اگر اُس کا مطلب یہ ہو کہ شہادت کے فوراً بعد وہ جنّت میں چلا گیا، اور ایسے ہی شہداء سے متعلق عِند ربّهم یرزقون آیا اگر اُس کا یہ مطلب ہو کہ رب کے پاس یعنی جنت میں ہیں اور اُن کو رزق ملتا ہے، اور حدیثوں میں آیا کہ شہداء سبز پرندوں کے پیٹوں میں سوار ہوکر جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے اور جنّت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے نیچے لٹکتی قندیلوں میں رہتے ہیں، اور حدیث جابر میں ہے کہ صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا اگر میں شہید ہوجاؤں تو کہاں ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو جنت میں ہوگا، اگر یہ مطلب ہو کہ شہید ہوتے ہی جنت میں چلا گیا، تو تعارض نہیں رہا کیوں کہ روحیں علّیین میں

ہوں تو جنّت میں ہوں کیوں کہ علیّین جنّت ہے، اور اُس میں روح ہونا جنت میں ہوتا ہے

جسم عنصری سے روح کا تعلق ہوتا ہے:

مگر جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ موت کے بعد تو صرف روحیں جنّت یا دوزخ میں ہوتی ہیں مگر قیامت کے دن روح و جسم دونوں دنیا کی زندگی کی طرح باہم جڑ کر جنت یا دوزخ میں جائیں گی، اور یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ اِس کا یہ معنی نہیں کہ جسم بغیر عذاب و ثواب قبروں میں ہوتے ہیں اور عذاب و ثواب صرف روح کو ہوتا ہے، ایسا نہیں، بلکہ روح جنّت میں ہو یا دوزخ میں، اُس کا جسم عنصری سے خاص تعلق ہوتا ہے جس سے جسم بھی عذاب و ثواب محسوس کرتا ہے۔

یشهده المقرّبون: اگر المقربون سے فرشتے مراد ہوں تو شهود بمعنی مشاہدہ ہوگا اور مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال نامے ایسے ہیں جن کو مقرب فرشتے دیکھتے رہتے ہیں، یعنی علّیین میں موجود اعمال نامے کو مقرب فرشتے خوش ہو کر دیکھتے ہیں، یا دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں، جس سے اعمال نامے ضائع ہونے سے محفوظ رہتے ہیں۔

اور اگر المقربون سے مراد نیک مقرب بندے ہوں تو شهود بمعنی حاضری ہے، اور مطلب یہ ہے کہ بارگاہ الٰہی کے مقرب بندے خود بھی علیین میں موجود اعمال ناموں کے پاس حاضر ہوں گے، یعنی موت کے بعد اُن کی روحیں علیین میں حاضر ہوں گی، یہ تفسیر اُن روایات کی مؤید ہوگی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کی روحیں موت کے بعد علیین میں رہتی ہیں۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَی الۡاَرَآئِکِ یَنۡظُرُوۡنَ ﴿٢٣﴾ تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ نَضۡرَۃَ
بےشک نیک لوگ بڑے آرام میں ہوں گے، تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے، تُو اُن کے چہروں میں راحت والی تروتازگی
النَّعِیۡمِ ﴿٢٤﴾ یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿٢٥﴾ خِتٰمُہٗ مِسۡکٌ ؕ وَ فِیۡ ذٰلِکَ فَلۡیَتَنَافَسِ
پہچانے گا، اُن کو خالص شراب مُہر لگی ہوئی پلائی جائے گی، جس کا اختتام کستوری جیسی خوشبو پر ہوگا، چاہیئے کہ اِسی میں حرص
الۡمُتَنَافِسُوۡنَ ﴿٢٦﴾ وَ مِزَاجُہٗ مِنۡ تَسۡنِیۡمٍ ﴿٢٧﴾ عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِہَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿٢٨﴾
کریں حرص کرنے والے، اور اُس میں تسنیم کی ملاوٹ ہوگی، تسنیم ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیئیں گے

لغوی تحقیق:

الارائک : اریکۃ کی جمع ہے مزیّن کیا ہوا تخت جیسا شادی کے موقع پر دلہا دولہن کے لئے بنایا جاتا ہے۔ینظرون : مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، دیکھنا۔تعرف فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از ضرب کسی شیء کو سوچ وفکر کے بعد جاننا، معرفت علم کے مقابلہ میں خاص ہے، اللہ تعالی کو جاننے کے لئے معرفت بولی جاتی ہے علم نہیں بولا جاتا، اور اللہ تعالیٰ کے لئے علم بولا جاتا ہے معرفت نہیں بولی جاتی، کیوں کہ اللہ تعالی غور وفکر کا محتاج نہیں، نضرۃٌ : خوبصورتی، رونق۔یُسقَون: فعل مضارع مجہول، صیغہ جمع مذکر غائب، از ضرب، پلانا۔رحیقٍ :شراب۔ مختومٍ : اسم مفعول، صیغہ واحد مذکر، از ضرب، مہر لگانا۔ خِتامہ : انتہاء۔مِسکٌ : کستوری۔لیتافس : فعل امر غائب معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفاعل، دوسرے کے مقابلہ میں کسی کام کا شوق کرنا۔ المتنافسون : از تفاعل صیغہ جمع مذکر، اسم فاعل ۔ مزاج : مصدر میمی از نصر ملاوٹ۔تسنیم :جنت میں ایک چشمہ ہے جیسا کہ اگلی آیت اِس کی تفسیر کر رہی ہے۔ عینًا: چشمہ۔یشرب: فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، پینا۔

تفسیر:

ربط: شروع سورت میں حقوق العباد کی کوتاہی پر وعید پھر فجار اور ابرار کا انجام ذکر ہوا، اب بھی ابرار کے اچھے انجام کا ذکر ہے، پھر فجار کے بعض غلط کرتوت ذکر ہوں گے۔

انّ الابرار لفی نعیم ۔علی الارائك: بہت نیکی کرنے والے راحت وعیش کے حال میں ہوں گے، ہر جنتی وہاں بادشاہ ہوگا اور نئے دولہا کی طرح بیویوں کے ساتھ خاص تختوں پر ہوں گے، قرآن مجید میں ہے ہم وازواجھم فی ظلل علی الارائك متکئون جنتی اور اُن کی بیویاں سایوں تلے تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، ایک جگہ ہے علی سُرُرٍ موضونۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی ایسے تختوں پر ہوں گے جو سونے سے مزیّن کئے گئے ہوں گے (صفۃ الجنۃ للاصبھانی ح ۴۱۲) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وہ تخت موتیوں اور یاقوت سے آراستہ ہوں گے (البعث للبیہقی ۲۰۰/) امام ثعلب کہتے

ہیں کہ دلہنوں کے لئے سجائے ہوئے کمرے میں جو تخت ہوتے ہیں (جن پر بستر بچھے ہوتے ہیں) جس کے ہر طرف گھر کے سامان (کپڑے پھول وغیرہ) سجائے ہوئے ہوتے ہیں یہی تخت ارائک ہیں۔ (التبصرہ لابن الجوزی ۱/۲۲۲)

جنّت میں نیند نہیں:

ینظرون: دیکھتے ہوں گے ینظرون کا مفعول عموم کے لئے ذکر نہیں ہوا، تا کہ ہر دیکھی جانے والی چیز کو شامل ہو، یعنی اللہ تعالی کی نعمتیں، اہل جنت اور اُن کے حالات، دوزخیوں کے حالات دیکھیں گے۔

کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ ینظُرُون کا مطلب ہے کہ دیکھتے رہیں گے یعنی اُن کی آنکھیں ہر وقت کھلی رہیں گی، نیند نہیں آئے گی جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النوم اخو الموت و اهل الجنة لا ينامون (حلية الاولياء ۹۰/۷، صفة الجنة لابی نعیم ح۹۰، ۲۱۵، مجمع الزوائد ح ۱۸۷۴۰، المعجم الاوسط ۲۸۲/۱ ح۹۱۹، ۳۴۲/۸ ح۸۸۱۶)

نیند موت کی مثل ہے اور جنّتی لوگ نہیں سوئیں گے۔

اِس پر سوال پیدا ہوا کہ جب نیند نہ ہوگی تو اہل جنّت پر تھکان ہوگی تو لذت کیا آئے گی؟ اللہ تعالی نے جواب میں فرمایا نیند نہ ہوگی مگر اِس سے اُن پر تھکاوٹ کے آثار ہی نہیں پیدا ہوں گے تم اُن کے چہروں کو دیکھو گے تو تمہیں ہر وقت ہشاش بشاش تر و تازہ حسین بارونق چہرے نظر آئیں گے۔

جنّت کی خالص شراب:

یسقون من رّحیق مختوم: اُن کو خالص مہر لگی ہوئی شراب میں سے پلایا جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے:

انّما مؤمن سقٰی مؤمنًا شربةً علی ظماءٍ سقاه الله یوم القیامة من الرّحیق المختُومِ (مسند احمد ح۱۱۱۰۱، ابو داؤد ح ۱۶۸۲، ترمذی ح۲۴۴۹)

جونسا مؤمن کسی پیاسے مؤمن کو پانی پلادے اللہ تعالیٰ اُس کو روزِ قیامت رحیقِ مختوم سے پلائے گا۔

ختٰمُهٗ مِسْكٌ: اُس شراب پر مہر لگی ہوگی، اِس میں تشبیہ ہے کہ جیسے مہر اور ڈھکن وغیرہ جیسی چیزوں سے بند چیز گردوغبار سے محفوظ ہوتی ہے صاف ستھری ہوتی ہے ایسے وہ شراب بالکل صاف ستھری اور گردوغبار سے محفوظ ہوگی، تشبیہ ماننا اس لئے مناسب لگتا ہے کہ وہاں گردوغبار کا وجود ہی نہیں ہوگا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اپنے معزز مہمانوں اور دوستوں کو کھانے کی چیز ڈھکن وغیرہ سے ڈھک کر دینا کھلے برتن کے ذریعے دینے سے بہتر ہے۔

ختٰمُهٗ مِسْكٌ: اِس کی کئی تفسیریں ہیں اول: دنیا میں جب آدمی دنیا کی شراب پیتا ہے تو اُس کے منہ سے بدبو آتی ہے لیکن جنّت کی یہ شراب ایسی ہوگی جس کو پی کر فارغ ہوں گے تو منہ سے کستوری جیسی خوشبو آئے گی، دوم: اُس شراب پر جو مہر لگی ہوگی وہ مہر کاغذ پلاسٹک وغیرہ کی نہ ہوگی بلکہ کستوری کی ہوگی، سوم: اُس شراب میں جس طرح تسنیم کی ملاوٹ ہوگی کستوری بھی ملی ہوئی ہوگی۔

ومزاجُهٗ من تسنيم: فرمایا اُس شراب میں تسنیم کی ملاوٹ اور ذائقہ بھی ہوگا، تسنیم خاص چشمہ ہوگا جس سے اللہ کے مقرب بندے پیئیں گے، یعنی مقرب بندوں کے پینے کے لئے تو وہی چشمہ ہوگا لیکن باقی جنّتیوں کو اُس میں سے کچھ ملا کر دیا جائے گا۔ (عن ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہم)

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾
بیشک جو مجرم تھے وہ مسلمانوں سے ہنسی کرتے تھے، اور جب اُن کے پاس سے گذرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے
وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
اشارے کرتے تھے، اور جب اپنے گھروں کی طرف واپس ہوتے تھے تو دل لگیاں کرتے ہوئے واپس ہوتے تھے،
لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ
اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تھے تو کہتے بیشک یہ لوگ غلطی کر رہے ہیں، حالاں کہ یہ لوگ اُن پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے،

يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

سو آج ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے، تختوں پر بیٹھے دیکھیں گے، واقعی کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو کرتے تھے۔

لغوی تحقیق:

اجرموا: فعل ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال قصور کرنا۔ یضحکون: مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از سمع ہنسنا، بطور عاریت مذاق کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مرّوا: ماضی معلوم صیغہ جمع مذکر غائب، گذرنا۔ یتغامزون: مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از تفاعل، کسی کا معیوب ہونا بتانے کے لئے پلکوں یا ہاتھ کے ذریعے اشارہ کرنا۔ انقلبوا: ماضی معلوم، از انفعال، صیغہ جمع مذکر غائب، واپس ہونا۔ فکھین: فَکِہٌ کی جمع، دل لگی کرنے والا۔ ضالّون: ضالٌّ کی جمع، جو غلط راستے پر چل رہا ہو۔ اُرسِلُوا: ماضی مجہول، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال، بھیجنا۔ حافظین: حالت نصب میں ہے۔ حافظٌ کی جمع، نگران، محافظ، یاد کرنے والا۔ ثُوِّب: ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل، ناپسندیدہ بدلہ دینا۔

تفسیر:

ربط: اوپر نیکوں کا انجام ذکر ہوا اب اُن کے دشمنوں مجرموں کے کرتوت اور اُن کا انجام ذکر ہے۔

سجّین میں جانے والوں کے جرائم:

ان الذین اجرموا: جن مجرموں کا اعمال نامہ سجّین میں ہوگا اور وہ انجام ہوگا جو اوپر ذکر ہوا اُن کے کرتوت یہ تھے۔

مسلمانوں پر ہنسی مذاق:

اول: مسلمانوں پر بطور مذاق ہنستے تھے، کسی مسلمان پر مذاق کے طور پر ہنسنا اُس کو حقیر سمجھ کر ہوتا ہے، یہ جرم اگر کافر مسلمان کے ساتھ کرے تو اللہ تعالیٰ فردِ جرم عائد کر رہے ہیں اور بُرا منا رہے ہیں، تو اگر یہی جرم کوئی مسلمان مسلمان کے ساتھ کرے تو بطریق اولیٰ بُرا

اور سخت جرم ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی برائی زیادہ ظاہر کرنے کے لئے مسلمان مرد کو الگ سے اور عورت کو الگ سے منع فرمایا۔

یٰایھا الذین آمنوا لا یسخر قومٌ من قومٍ عسٰی ان یکونوا خیرًا منھم ولا نساءٌ من نساءٍ عسٰی ان یکنّ خیرًا منھنّ. اے مسلمانو! مرد مردوں سے مذاق نہ کریں ممکن ہے کہ مذاق کئے ہوئے مذاق کرنے والے مردوں سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے مذاق کریں ممکن ہے کہ مذاق کرنے والیوں سے مذاق کی ہوئی بہتر ہوں۔

مسخرہ یہ ہے کہ کسی کی توہین کے لئے اس کا کوئی عیب اس طرح ذکر کرنا کہ لوگ ہنسنے لگیں، یہ حرام ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ قومِ لوط کے متعلق جو آیا کہ وہ اپنی مجلسوں میں منکر کام کرتے تھے اُس سے مراد یہ (بھی) ہے کہ راستہ چلنے والوں کو کنکریاں مارتے اور اُن سے مذاق کرتے۔ (الصمت لابن ابی الدنیا ح ۲۸۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ دوسروں سے مذاق کرتے ہیں اِس قسم کے آدمی کے لئے جنّت کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آجا، آجا، تو وہ غم و پریشانی میں ڈوبا ہوا آئے گا، جب دروازے پر پہنچے گا وہ بند کردیا جائے گا، پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا اِدھر سے آجا، وہ غم و پریشانی میں مبتلا اُدھر سے جائے گا تو پھر دروازہ بند کردیا جائے گا، مسلسل یہی اُس کے ساتھ ہوگا، آخر اس کے لئے دروازہ کھلے گا اور وہاں سے داخل ہونے کو کہا جائے گا تو پھر آدمی اُدھر سے آئے گا ہی نہیں۔ (الصمت ح ۲۸۵)

آنکھیں مارنا:

واذا مرّوا بھم یتغامزون: زیادہ ظاہر یہ لگتا ہے کہ مرُّوا کی ضمیر فاعل مسلمانوں کی طرف اور بھم کی ضمیر مجرور کافروں کی طرف راجع ہے، یعنی جب مسلمان کافروں کے پاس سے گذرتے تو کافر دیکھ کر ایک دوسرے کو آنکھوں کے ذریعے اشارے کرتے یعنی آنکھیں مارتے کہ دیکھو تو ذرا اِن کو، خود کو پابندیوں اور مصیبت میں ڈال رکھا

اور سخت جرم ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے اِس جرم کی برائی زیادہ ظاہر کرنے کے لئے مسلمان مردکو الگ سے اور عورت کو الگ سے منع فرمایا۔

یایھا الذین آمنوا لا یسخر قومٌ من قومٍ عسٰی ان یکونوا خیرًا منھم ولا نساءٌ من نساءٍ عسٰی ان یکنّ خیرا منھنّ. اے مسلمانو! مرد مردوں سے مذاق نہ کریں ممکن ہے کہ مذاق کئے ہوئے مذاق کرنے والے مردوں سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے مذاق کریں ممکن ہے کہ مذاق کرنے والیوں سے مذاق کی ہوئی بہتر ہوں۔

مسخرہ یہ ہے کہ کسی کی توہین کے لئے اس کا کوئی عیب اس طرح ذکر کرنا کہ لوگ ہنسنے لگیں، یہ حرام ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں کہ قومِ لوط کے متعلق جو آیا کہ وہ اپنی مجلسوں میں منکر کام کرتے تھے اُس سے مراد یہ (بھی) ہے کہ راستہ چلنے والوں کو کنکریاں مارتے اور اُن سے مذاق کرتے۔ (الصمت لابن ابی الدنیا ح ۲۸۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو لوگ دوسروں سے مذاق کرتے ہیں اِس قسم کے آدمی کے لئے جنّت کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آجا، آجا، تو وہ غم و پریشانی میں ڈوبا ہوا آئے گا، جب دروازے پر پہنچے گا وہ بند کر دیا جائے گا، پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا اِدھر سے آجا، وہ غم و پریشانی میں مبتلا اُدھر سے جائے گا تو پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا، مسلسل یہی اُس کے ساتھ ہوگا، آخر اس کے لئے دروازہ کھلے گا اور وہاں سے داخل ہونے کو کہا جائے گا تو پھر آدمی اُدھر سے آئے گا ہی نہیں۔ (الصمت ح ۲۸۵)

آنکھیں مارنا:

واذا مرّوا بھم یتغامزون: زیادہ ظاہر یہ لگتا ہے کہ مرُّوا کی ضمیر فاعل مسلمانوں کی طرف اور بھم کی ضمیر مجرور کافروں کی طرف راجع ہے، یعنی جب مسلمان کافروں کے پاس سے گذرتے تو کافر دیکھ کر ایک دوسرے کو آنکھوں کے ذریعے اشارے کرتے یعنی آنکھیں مارتے کہ دیکھو تو ذرا اِن کو، خود کو پابندیوں اور مصیبت میں ڈال رکھا

ہے، نیا دین کیا قبول کیا اپنے کو مشقت میں ڈالا وغیرہ۔

مسلمانوں پر تبصرے اور دل لگیاں:

واذا انقلبوا الی اھلھم انقلبوا فکھین: جب گھر کو واپس ہوتے، دل لگیاں کرتے ہوئے واپس ہوتے کہ دیکھو ہم نے اِن سے خوب مسخرہ کیا، دونوں آیتوں سے بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ مسلمانوں کے سامنے تو محض آنکھیں مارتے، زبانی طعن و مسخرہ واپسی پر اُن کی پیٹھ پیچھے کرتے تھے۔

واذا رءوھم قالوا انّ ھٰؤلاء لَضَالُّون: یعنی مسلمانوں کو دیکھ کر گویا جذبہ خیر خواہی کا اظہار کرتے ہوئے، اور اُن کی تحقیر کرتے ہوئے کہتے کہ یہ بیچارے حضرت محمد ﷺ کی اتباع کرنے کی غلطی میں مبتلا ہیں، باپ دادے کا دین اور دنیا کا عیش اور مزہ چھوڑا، اور آخرت کے عیش کے موہومی خیال میں پڑ کر نیا دین قبول کر کے دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔

وما اُرسِلوا علیھم حافظین: اِن لوگوں کو مسلمانوں پر کوئی نگران تو نہیں بنایا گیا ہے کہ اُن کی فکر میں پڑے ہیں، اِنہیں تو اپنی فکر کرنی چاہیے کہ خود جہنم کے راستے پر ہیں اور مسخرہ و مذاق اور تبصرے مسلمانوں پر کرتے ہیں، کیوں کہ جو باتیں یہ بظاہر بطور خیر خواہ کرتے ہیں وہ اُس کا فریضہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہی ڈیوٹی دے کر بھیجا ہو، اور وہ پیغمبر ہوتا ہے جب کہ یہ لوگ پیغمبر نہیں ہیں، تو اِن کو چاہیے کہ اپنی فکر کریں۔

اللہ والوں سے مذاق اور ظلم کی سزا:

فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون: آج قیامت کے دن جہنم میں ڈالے جانے کے بعد مسلمانوں پر ہنسنے والے اِن کافروں کو ذلت و عذاب میں دیکھ کر اِن پر مسلمان ہنسیں گے اور تختوں پر بیٹھ کر کفار کے عذاب کے نظارے کریں گے مَنْ ضَحِكَ ضُحِكَ دوسروں پر ہنسنے والے پر کبھی تو ہنسا جاتا ہے اگر دنیا میں نہیں تو آخرت میں سہی، ضرور اُن پر ہنسی کی جائے گی۔

معلوم ہوا کہ اگر مسلمان کے ساتھ بداخلاقی، بدسلوکی، ظلم، تحقیر اور اُس کو ذلیل کرنے کا کوئی معاملہ بھی کیا جائے کرنے والا مسلمان ہو یا کافر اللہ تعالی مظلوم مسلمان کا ظالم سے ضرور بدلہ دلواتے ہیں، اگر دنیا میں دلوایا تو ٹھیک، نہیں تو آخرت میں یقیناً بدلہ دلوائیں گے، دیکھیں کہ ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کیا وہی اُس کے ساتھ ہوا، اہل کربلا کے ساتھ ظالموں نے جو کیا مختار بن عبید ثقفی کے ذریعے اُن کے ساتھ وہی ہوا، حجاج ظالم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو شہید کرتے وقت پوچھا تھا کہ بتا تجھے کس طریقے پر قتل کروں؟ انہوں نے فرمایا تھا کہ جیسے آخرت میں تو اپنا قتل کیا جانا پسند کرے

قال الحجاج لسعيد بن جبير اختر اي قتلة شئت ؟ قال بل انت اختر لنفسك فان القصاص امامك (المحن ص ۲۴۳)

اِس دور کے پرویز نے جو کچھ کیا اُس کا نتیجہ بھگت رہا ہے، ہر دور میں ظالم و مظلوم کی یہ داستان چلی آئی ہے اور شاید چلتی رہے گی، آخر ظالموں کو بھی وہی بھگتنا پڑے گا جو مظلوموں کے ساتھ کریں گے، کہتے ہیں کہ کافر و مشرک بشرط انصاف دیر تک حکومت چلا سکتا ہے مگر ظالم کی حکومت چاہے مسلمان ہو پائیدار نہیں ہو سکتی۔

هَل ثوّب الكفار ما كانوا يفعلون: هَلْ استفہام تقریر کے لئے ہے، اس لئے معنی ہے "واقعی کافروں کو اپنے کئے ہوئے کا پورا بدلہ دیا گیا" ثُوِّبَ از تفعیل بُرا بدلہ دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور باب افعال سے اچھے اور بُرے دونوں طرح کے بدلے کے لئے استعمال ہوتا ہے، یہ آخرت میں اللہ تعالی کا یا فرشتوں کا مقولہ ہوگا، کہ کافر جو تمہارے ساتھ ہنسی کیا کرتے تھے، مذاق کرتے تھے، کیا اُن کو اپنے اِس فعل کا بدلہ صحیح ملا؟ یہ استفہام مؤمنین کو خوش کرنے کے لئے ہوگا، جسے اُن کی خوشی میں اضافہ ہوگا،

بحمد الله و توفيقه قد تم توضيح سورة المطففين يوم الاثنين لاربع من رجب المرجب سنة ۱۴۳۸ من الهجرة النبوية على صاحبها الصلواة و السلام و النظر الثاني في يوم الجمعة لتاسع عشر من الجمادى الاولى سنة ۱۴۴۰ ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الانشقاق مکیۃ

23 یا 25 آیات، 109 کلمات، 730 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۱﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۲﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ
جب آسمان پھٹ جائے گا، اور اپنے رب کا حکم مان لے گا اور وہ اسی کے لائق ہے، اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی
مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ﴿۴﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿۵﴾
اور جو کچھ اُس میں ہے اُس کو پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی، اور اپنے رب کا حکم مان لے گی اور وہ اسی کے لائق ہے

لغوی تحقیق:

انشقّت : ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از انفعال، پھٹنا۔ اذنت : ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از سمع، توجہ سے سننا۔ حُقّت : ماضی مجہول، از ضرب صیغہ واحد مؤنث غائب، ثابت ہونا۔ یہاں بمعنیٰ حقیق علیه ای جدیرٌ ہے، اُس کے لائق ہے۔ مدّت : ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از نصر لمبا کرنا، کھینچنا۔ القت : ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از افعال، ڈالنا۔ تخلّت : ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعل، خالی ہونا۔

تفسیر:

ربط: ظاہر ہے گذشتہ سورت میں بھی قیامت اور اُس کے حالات کا ذکر تھا، اِس سورت میں بھی قیامت اور اُس کے حالات ذکر ہیں۔

قیامت کے حالات:

اذا السمآء انشقت: یہ حالات دوسرے صور پھونکے جانے کے وقت ہوں گے، آسمان پھٹنے پر فرشتے اللہ تعالی کے حکم لے کر نیچے اتریں گے یوم تشقق السماء

بالغمام ونزّل الملائكة تنزيلًا.

واذنت لربها وحقت: آسمان اپنی مرضی سے نہیں پھٹے گا بلکہ اللہ تعالی اُس کو پھٹنے کا حکم فرمائیں گے تب وہ اللہ تعالی کا حکم سُن کر اُس کی تعمیل میں پھٹے گا، کیونکہ یہ مخلوقات اللہ تعالی کے ہر حکم کی تعمیل کرتی ہیں، اور کرنی بھی چاہیئے کیوں کہ وہ مالک یہ مملوک ہیں، مالک کا حکم ماننا اور اپنی مرضی فنا کردینا یہی مملوک کی شان کے لائق ہے، صرف جن وانسان میں تقسیم ہے کہ کچھ تعمیل کرنے والے ہیں اور کچھ روگردانی کرنے والے ہیں، دوسری مخلوق میں یہ تقسیم نہیں ہے۔

واذاالارض مُدّت: ایسے ہی زمین اللہ تعالی کے حکم سے پھیل جائے گی، کیوں کہ پہاڑ اور درخت نہیں رہیں گے، تو پھیلنے پر صاف ورق کی طرح ہوجائے گی، بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اِس وقت زمین گیارہ حصوں میں ہے، اُس دن پھیل کرنانوے حصے ہوجائے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عمدہ سند سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن زمین پھیلادی جائے گی پھر بھی آدمی کے لئے دو پاؤں رکھنے جتنی جگہ ہی ہو سکے گی۔ (الدر المنثور ۴۵۶/۸)

حضرت علی بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا كان يوم القيامة مد الله الارض مد الاديم حتى لا يكون لبشر من النّاس الا موضع قدميه (جمع الجوامع رقم ۱۴۹۲/ ۲۴۰۷)

جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالی زمین کو چمڑے کی طرح پھیلادیں گے، پھر بھی اتنی تنگ ہوگی کہ ہر آدمی کو صرف دو پاؤں رکھنے کی جگہ ملے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میرے اوپر سے زمین پھٹے گی، تو میں اپنی قبر میں بیٹھ جاؤں گا زمین مجھے ہلائے گی تو میں زمین کو کہوں گا تجھے کیا ہوا ہے؟ زمین کہے گی میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے اندر کا سب کچھ باہر ڈالوں اور خالی ہوجاؤں اور جس طرح پہلے میرے اندر کچھ نہیں تھا ویسے اب ہوجاؤں۔ (ایضاً)

والقت ما فیہا و تخلت: زمین کے اندر جو کچھ خزانے اور مردے ہیں زمین بحکم الٰہی سب کو باہر نکال دے گی۔ تخلت تفعل کے صیغہ میں تکلف کا معنی ہے، کہ اس طرح انتہاء درجہ کی خالی ہو جائے گی کہ اُس کے اندر کچھ بھی نہیں رہے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۟ۚ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۟ۙ
اے انسان! بیشک تو کوشش کر رہا ہے اپنے رب تک پہنچنے کی تو تو اُس سے جا ملے گا، تو جس شخص کو اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا
فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۟ۙ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۟ؕ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
جائے گا اُس سے آسان حساب لیا جائے گا، اور وہ اپنے تعلق والوں کے پاس خوش خوش واپس ہوگا، اور لیکن جس شخص کا نامہ اعمال
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۟ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۟ۙ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۟ؕ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۟ؕ
اُس کی پیٹھ پیچھے دیا جائے گا وہ موت کو بلائے گا، اور جہنم میں داخل ہوگا، بیشک یہ شخص اپنے گھرانے میں خوش خوش
اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۟ۚ بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۟ؕ
رہا کرتا تھا، بیشک اس نے خیال کیا تھا کہ وہ (زندہ ہو کر) نہیں لوٹے گا، کیوں نہ لوٹتا بیشک اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا

لغوی تحقیق:

کادحٌ: اسم فاعل، صیغہ واحد مذکر، از فتح کوشش کرنا، محنت کرنا۔ **فملقیہ: ملاقٍ** اسم فاعل از مفاعلہ، صیغہ واحد مذکر، ملنے والا، ملاقات کرنے والا۔ **اوتِیَ:** ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، دینا۔ **کتاب:** تحریر، اعمال نامہ۔ **بیمینہ: یمین** داہنا ہاتھ، دائیں جانب۔ **یحاسَبُ:** مضارع مجہول از مفاعلہ، صیغہ واحد مذکر غائب، حساب لینا۔ **یسیرا:** آسان، معمولی۔ **ینقلب:** مضارع معلوم، از انفعال صیغہ واحد مذکر غائب، پلٹنا، پھرنا۔ **مسرور:** صیغہ اسم مفعول، واحد مذکر، خوش۔ **وراء:** پیچھے۔ **ظھر:** پیٹھ۔ **یدعوا:** مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر، پکارنا، بلانا۔ **ثبورا:** ہلاکت، موت۔ **یصلی:** مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از سمع داخل ہونا۔ **سعیرا:** آگ کی لپٹ، دوزخ کا نام۔ **اھل:** وہ لوگ جو نسب یا دین میں اکٹھے ہوں، ایسے ہی صنعت حرفت اور گھر میں مشترک لوگ بھی اھل کہلاتے ہیں، اولیں اطلاق

گھر کے لوگوں پر اور بیوی ہوتا ہے، پھر رشتہ داروں پر۔ یحور : مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر لوٹنا۔ بصیرا: ہر چیز کو ہر وقت ہر جگہ دیکھنے والا اللہ۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ آیتوں میں قیامت کے وہ حالات بیان ہوئے جو سب مخلوقات سے متعلق ہیں اب قیامت کے وہ حالات ذکر ہیں جو انسان کو پیش آنے ہیں۔

ہر انسان کی اللہ سے ملاقات کی کوشش:

یاایھاالانسان انّک کادحٌ : اے انسان! تو اپنے رب تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے، سوائے دہریہ انسانوں کے سب انسان چاہے مسلمان نہ ہوں اللہ تعالی کو مانتے ہیں، اور سب اپنے اپنے طریقے سے اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے اور اُس کو راضی کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، مشرکینِ مکہ بھی اگرچہ بتوں کی پوجا کرتے تھے مگر اُن کا مقصود بھی اللہ تعالی تک وصول (پہنچنا) تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ما نعبدھم الّا لِیُقرّبونا الی اللہ زلفی یعنی وہ کہتے کہ ہم اِن بتوں کی عبادت صرف اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو درجے میں اللہ تعالی تک پہنچادیں، ہماری سفارش کریں، اور ظاہر ہے کہ یہ غرض تب ہو سکتی ہے جب اُن کو اللہ سے محبت ہو اسی لئے تو جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے محبت ہونے کا دعوی کیا اُنہیں کہا گیا اِن کُنتُم تحِبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم اگر تمہیں اللہ تعالی سے محبت ہے تو تم لوگ اپنی مرضی پر نہ چلو بلکہ اللہ تعالی کی مرضی پر چلو، اور اللہ تعالی کی مرضی نبی کے قول وعمل کے ذریعے معلوم ہو سکتی ہے اور حضور ﷺ نبی ہیں اس لئے حضور ﷺ کی اتباع کرو، اِس سے اللہ تعالی خوش ہوگا اور آخرت میں کامیابی عطا فرمائے گا، بس غلطی یہی ہے کہ سوائے اہل حق کے ہر مذہب والے نے اللہ تعالی کو راضی اور خوش کرنے کے طریقے خود بنائے ہیں، جن سے اللہ تعالی خوش نہیں ہوتے، اور جو اللہ تعالی نے دین حق بھیجا اُس کو نہیں مانتے نہ اُس پر چلتے ہیں۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے، انّک کادح الی لقاء ربك اور لقاء سے مراد سببِ لقاء و وقتِ لقاء یعنی موت ہے، یعنی اے انسان! بیشک تو اپنے رب کی

ملاقات کی طرف یعنی موت کی طرف کوشش کررہا ہے، کہ ہر دن اور رات، اور ہر قدم موت کی طرف جانے کے لئے ہے، اُدھر ہی کو سفر ہے، گو کہ تجھے اِس طرف دھیان ہی نہیں ہے۔

قدم سوئے عقبیٰ نظر سوئے دنیا　　کدھر دیکھتا ہے کدھر جارہا ہے

یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ تیری یہ سب محنت موت تک ہے، موت آتے ہی سب کام منجمد ہوجاتے ہیں، اور پھر جو بویا اُس کی فصل کاٹنی ہے، نیک عمل ہوں یا برے:

ابھی جامِ عمر بھرا نہ تھا کہ کفِ دستِ ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا

فملقیه: ملاقیه میں ضمیر مضاف الیہ میں دو احتمال ہیں۔ اول: ربك کی طرف راجع ہے تو معنی ہوگا پس تُو اپنے رب کو جا ملے گا، یعنی موت کے ذریعے اللہ سے ملاقات ہوگی۔
دوم: کدحًا کی طرف راجع ہے تو معنی ہوا پس تو اپنی کوشش کو جا ملے گا، یعنی قیامت کا وہ دن آنے والا ہے جس دن ہر انسان کی کوشش اُس کے سامنے آجائے گی، اگر ایسی کوشش کی جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو کامیابی پائے گا، اور اگر وہ کوشش کی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہے تو ناکام ہوگا، کامیاب شخص کے لئے بڑی اور بنیادی شرط صحیح ایمان وعقیدہ ہے، اگر یہ شرط نہ پائی گئی تو سب نیکیوں کی کُل محنت ضائع ہوگی۔ دوسری شرط: نیک اعمال ہیں، اور نیک اعمال وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے اور نبی کریم ﷺ کے قول وعمل سے ظاہر ہوئے ہیں، اگر ایمان کے ساتھ نیک اعمال ہی نہ کئے، یا وہ کئے جو اللہ ورسول ﷺ کے ذریعے نہیں دیئے گئے تو پوری کامیابی حاصل نہ ہوگی، اول سزا کے خطرات ہیں، سزا کے بعد کامیابی حاصل ہوجانا ممکن ہے، تیسری شرط: نیک اعمال میں اخلاص اور اتباعِ سنت ہے اخلاص سے عمل صالح کا باطن اور اتباعِ سنت سے اُس کا ظاہر خوبصورت بنتا ہے، اگر ایمان کے ساتھ نیک اعمال کئے مگر سنّت کے خلاف کئے یا سنّت کے موافق تو کئے مگر دکھاوے کی ملاوٹ شامل تھی تو بھی اول سزا کے خطرات ہیں، بعد میں کامیابی کا امکان ہے، مگر وہ سزا بھی ضعیف انسان کے لئے ناقابل برداشت ہے، اس لئے تینوں شرطیں جمع کی جائیں تاکہ پوری کامیابی حاصل ہو۔

کامل مؤمن کا حشر:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ: کامیاب اور ناکام انسان کے حالات کی تفصیل یہ ہے کہ جس شخص کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ کامیاب ہوگا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن تین پیشیاں ہوں گی دو میں تو انسانوں کے باہم جھگڑے اور ایک دوسرے سے معافیاں ہوں گی، اور تیسری کے وقت اعمال نامے ہاتھوں میں اڑا دیئے جائیں گے، کوئی دائیں ہاتھ سے پکڑنے والا ہوگا اور کوئی بائیں سے پکڑنے والا ہوگا۔

(الدر المنثور ۲۷۱/۸ سورۃ الحاقۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک (مسلمان) آدمی کو بلا کر اُس کا نامہ عمل دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اُس کا جسم ساٹھ گز تک بڑھا دیا جائے گا، اور اُس کا چہرہ سفید کر دیا جائے گا اور سر پر نور کا چمکدار تاج رکھ دیا جائے گا، تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آ رہا ہوگا وہ اُس کو دور سے دیکھیں گے تو دعاء کریں گے کہ یا اللہ! اِس شخص کو ہمارے پاس لا، اور ہمارے لئے اِس میں برکت فرما، تو وہ اُن کے پاس آکر کہے گا تمہیں مبارک ہو، تم میں سے ہر آدمی کا ایسا ہی اعزاز ہوگا۔

(الدر المنثور ۳۱۷/۵)

گناہ کے عادی مسلمان کا حال:

ظاہر یہ ہے کہ یہ پورے پورے کامیاب مسلمان کا ذکر ہے کیوں کہ آگے پورے پورے ناکام انسان یعنی کافر کا ذکر ہے، تو گناہ گار انسان کے ذکر سے سکوت ہے کہ اُس کا کیا حال ہوگا؟ کیوں کہ اگر اُس کو اول سزا کا سامنا کرنا پڑے تو وہ تو سببِ غم و تکلیف ہے وہ خوشی کا اظہار کیسے کر سکتا ہے؟ جب کہ سورہ حاقہ میں ہے کہ جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ خوش ہوگا، اور لوگوں کو بتاتا پھرے گا لو میرا نامہ عمل پڑھو، مجھے حساب ہونے کا یقین تھا (اب کامیابی کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے)

اِس سے ترغیب ہے کہ پوری کامیابی کی کوشش کرنی چاہیئے، نہ کہ ادھوری کامیابی کی کہ

اول سزا ہو پھر کامیابی ملے، تو اگر گناہ گار کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے یا سفارش کرنے والوں کی سفارش سے بخش دیا تو وہ بھی اس میں داخل ہے لیکن اگر اول سزا ہوئی تو اس کا ذکر نہیں ہوا، مگر سمجھ آ سکتا ہے کہ وہ اُن ناکاموں میں بھی شامل نہیں جن کا آگے ذکر آرہا ہے، تو لگتا یہ ہے کہ اُس کو سزا ہونے کے بعد اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا تب اُس کو بھی خوشی حاصل ہو جائے گی۔

آسان حساب کی حقیقت:

فسوف یُحاسَبُ حِسابًا یّسِیرًا: جس کو نامہ عمل دائیں ہاتھ میں ملے گا وہ پورا کامیاب ہوگا اول تو اُس کا حساب ہی نہیں ہوگا، اور اگر حساب ہوا تو آسان حساب ہوگا، گناہوں سے درگذر کر دیا جائے گا، اور نیکیوں پر اجر دیا جائے گا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کسی سے بھی حساب ہوا وہ ہلاک ہو جائے گا میں نے عرض کیا اللہ تعالی تو فرما رہے ہیں فامّا مَن اوتِیَ کتابہٗ بیمینہٖ فسوف یحاسب حسابًا یسیرًا آپ ﷺ نے فرمایا یہ آسان حساب حقیقت میں حساب نہیں ہے یہ تو محض پیشی ہوگی (محض اعمال نامہ سامنے کیا جائے گا) ورنہ جس سے حساب ہوا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(الدر المنثور ۴۵۶/۸)

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا آسان حساب کیا ہے؟ فرمایا آسان حساب یہ ہے کہ اعمال نامے میں نظر کر کے آدمی سے درگذر کر دیا جائے۔ (الدر المنثور ۴۵۶/۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول کریم ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ جس مسلمان میں تین باتیں ہوں اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور اللہ کی رحمت سے جنّت میں داخل ہوگا (وہ تین یہ ہیں) کہ جو تجھے محروم کرے تو اُس کو دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اُس کو معاف کر، جو تجھ سے رشتہ داری توڑے تو اُس سے جوڑ۔ (ایضاً)

وینقلبُ الی اھلہٖ مسرورًا: یہ کامیاب اپنے تعلق والوں کے پاس خوش ہو کر واپس ہوگا اور کہے گا ھاؤم اقرءوا کتابیہ. انّی ظننتُ انّی ملاقٍ حسابیہ.

اھلہ : سے رشتہ دار، دوست احباب، اور آدمی کے لئے جنّت میں موجود گھرانے والے سب مراد ہو سکتے ہیں -

غیر مسلم کا حشر:

واما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ: جو شخص پورا ناکام ہوگا اُس کو اعمال نامہ پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا، یہاں پیٹھ پیچھے اعمال نامے کا ملنا ذکر ہے، اور دوسری آیات میں بائیں ہاتھ میں ملنا ذکر ہے تو بظاہر تعارض ہے، تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صورت یوں ہوگی کہ اُس کا ہاتھ اپنی جگہ سے الگ کر کے اُس کی پیٹھ پیچھے باندھ دیا گیا ہوگا اس لئے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پیٹھ پیچھے سے ملے گا (الدر المنثور) یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا مگر اُس سے اظہارِ نفرت کے لئے چہرے کی جانب کے بجائے پیٹھ کی طرف سے دیا جائے گا۔

فسوف یدعوا ثبورًا: وہ شخص ہلاکت کو یا موت کو پکارے گا، جیسے دنیا میں مصیبت کے وقت بے صبرے آدمی کہتے ہیں ہائے میں مرجاتا، ہائے مصیبت، ہائے میں پیدا نہ ہوتا وغیرہ، کیوں اب اس کو معلوم ہوجائے گا کہ مجھے ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جانا ہے، اور کبھی نجات نہیں ملنی، اس لئے کہے گا کاش میں مرجاتا۔

و یصلی سعیرًا: اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا، دوزخ کو سعیر فرمایا گیا، سعیر کا معنی ہے آگ کی لپٹ، دوزخ کی آگ انتہائی لپٹوں والی ہوگی اس لئے دوزخ کو سعیر کہا جاتا ہے، اِس کا جرم کیا ہوگا؟ آگے اللہ تعالیٰ وہ جرم بیان فرماتے ہیں۔

ناکام شخص کے جرائم: ناجائز خوشی کرنا:

انہ کان فی اھلہ مسرورًا: بیشک وہ اپنے گھرانے میں خوش رہتا تھا، گھرانے میں مطلق خوش رہنا برا نہیں ہے اس لئے آیت سے مطلق خوش رہنا مراد نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ خوش رہنا مراد ہے جو فخر کے ساتھ اور آخرت سے غافل کرنے والا ہو، اور یہ بات کافر میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے کیوں کہ وہ آخرت کو مانتا ہی نہیں، وہ سمجھتا ہے کہ جو عیش کرنا ہے مرنے سے پہلے کرلوں، پھر تو بس مرکرمٹی ہوجانا ہے، اگر خدانخواستہ یہ بری صفت مسلمان میں پائی جائے تو گو کہ کافر جیسا مجرم نہ ہو مگر جرم ضرور ہے، اس لئے مسلمان آخرت سے غافل کرنے

والی خوشیوں سے انتہائی پرہیز کرے، یہ جو شادی بیاہ یا ایسی بعض تقریبات میں لغویات اور گناہوں کی محافل قائم کی جاتی ہیں جو واقعی آخرت سے بالکل غافل کرنے والی ہیں ایسے موقعوں میں شامل ہونے والوں سے متعلق حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سخت ڈراتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِس امت کے کچھ لوگ کھانے پینے اور کھیل تماشے میں مشغول رات گذاریں گے صبح کو بندر اور خنزیر ہو گئے ہوں گے اور ایسے لوگوں پر دھنسنے اور پتھروں کی بارش ہونے کا عذاب پڑے گا، لوگ صبح کریں گے تو اُن میں یہ تذکرہ ہوگا کہ آج رات فلاں کا گھر دھنس گیا اور ایسے لوگوں پر آسمان سے قوم لوط کی طرح کے پتھر برسیں گے اور ایسی بری آندھیاں چلیں گی جیسی آندھیوں نے قوم عاد کو ہلاک کیا اِس کا سبب اُن لوگوں کا شراب پینا، سود کھانا، گانے والی عورتیں رکھنا، اور ریشمی لباس پہننا، اور رشتہ داریاں توڑنا ہوگا۔

(ذم الملاھی لابن ابی الدنیا ح ۳)

قیامت کا انکار:

انہ ظن ان لن یحور: اُس کا یقین یہ تھا کہ کبھی اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹنا نہیں ہوگا یعنی قیامت کا منکر تھا، یہی انکار ہی تو آخرت سے غفلت کا سبب ہے، ورنہ اگر آخرت اور بعث بعد الموت پر ایمان و یقین ہوتا تو دنیا میں غفلت والی خوشیوں میں نہ رہتا، آخرت کی فکر ہوتی۔

بلیٰ ان ربہ کان بہ بصیرًا: کیوں لوٹنا نہیں ہے؟ ضرور لوٹنا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعمال دیکھنے والا تھا، اور اُس کا تقاضا ہے کہ اچھے برے اعمال کا بدلہ بھی دے، ورنہ اچھا برا آدمی سب برابر ہو جائیں گے، اور یہ چیز قیامت برپا کر کے سب کو دوبارہ اٹھا کر آخرت کے جہان میں جمع کئے بغیر نہیں ہو سکتا، اس لئے قیامت برپا کرنا اور اُس کے لئے زندہ کرنا اور نتیجہ میں جنّت یا دوزخ میں بھیجنا لازمی ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ

تو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات اکٹھا کرتی ہے، اور چاند کی جب

طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾

پورا ہو جائے ضرور بر تم لوگ ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پہنچو گے

لغوی تحقیق:

الشفق: سورج غروب ہونے کے بعد وہ وقت جب دن کی روشنی اور رات کی تاریکی مخلوط ہوتی ہے۔ وسق: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب سمیٹ کر جمع کرنا۔
القمر: تین راتوں کے بعد کا چاند، پہلی کا چاند ہلال، اور چودھویں کا چاند بدر کہلاتا ہے۔
اتّسق: از افتعال ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، اکٹھا ہونا، چاند کا پورا ہونا۔
لترکبُنّ: فعل مستقبل معلوم مؤکد بالام ونون ثقیلہ، صیغہ جمع مذکر حاضر چڑھنا۔ طبق: حال، منزل۔

تفسیر:

ربط: ماقبل میں بھی قیامت کا ذکر ہے ان آیتوں میں بھی جن چیزوں کی قسمیں اٹھائی گئیں اُن کے حالات میں اختلاف سے قیامت برحق ہونے کا اثبات ہے۔

فلا اُقسِم بالشفق الآیۃ: چار چیزوں کی قسمیں اٹھا کر اللہ تعالیٰ نے قیامت میں اٹھنے کا اثبات فرمایا ہے۔

اول: شفق کی قسم، شفق کیا ہے؟ امام مالک مؤطا میں فرماتے ہیں کہ غروب کے بعد جو سرخی ہے وہ شفق ہے، حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے (مصنف عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، سنن دار قطنی) حضرت ابن عباس، عمر، علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی نقل ہے (سنن بیہقی) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو لیا، صاحبین یہی کہتے ہیں، یہی جمہور کا قول ہے۔ (روح المعانی)

ثانی: رات کی قسم۔ ثالث: اُن سب مخلوقات کی قسم جن کو رات اپنے اندر جمع کر لیتی ہے اور وہ رات کو اپنے اپنے ٹھکانوں میں آرام کرتی ہیں۔ رابع: چودھویں رات کے چاند کی قسم۔

اللہ تعالیٰ جن چیزوں کی قسمیں اٹھاتے ہیں وہ چیزیں اُس بات کے لئے بطور گواہ ہوتی

ہیں جس کے لئے قسم اٹھائی جارہی ہے، یہ چاروں چیزیں بھی گواہ ہیں کہ دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے، شفق علامت ہے دن جانے اور رات آنے کی اور یہ انقلاب ہے، جو دلیل ہے کہ ایک دن اِس جہان کا سورج ڈوب جائے گا، رات آنا بھی دلیل ہے کہ نظام کائنات جو سورج چاند ستاروں کے ساتھ روشن ہے، رات کی طرح یہ ایک دن تاریک ہونے والا ہے، اور جس طرح رات آنے سے مخلوقات سمٹ کر اپنی اپنی جگہ جمع ہو جاتی ہیں، ایسے ایک دن سب مخلوقات سمٹ کر قیامت کے میدان میں جمع ہوں گی، اور جس طرح چاند چودھویں کا ہو جائے تو اُس کے بعد اُس کے لئے زوال شروع ہو جاتا ہے ایسے حضرت خاتم النبیین ﷺ پر نبوت کا چاند مکمل ہو گیا اب آپ ﷺ کے بعد زوال ہے اور جتنا عرصہ گذرتا جائے گا قیامت نزدیک سے نزدیک تر ہوتی جائے گی، یہ سب انقلابات ہیں جو قیامت کے سب سے بڑے انقلاب پر گواہ ہیں۔

یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے شفق سے رات شروع ہوتی ہے موت سے عالمِ آخرت شروع ہوتا ہے، اور عالمِ برزخ لوگوں کے سونے کے حال کے مشابہ ہے، اور چاند پورا ہونا فنا کے بعد قیامت کی زندگی کے مشابہ ہے۔ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

لترکبُنّ طبقاً عن طبق: اے انسانو! تم بھی ضرور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پہنچو گے، کہ موت، پھر قبر و برزخ، پھر قبروں سے اٹھنا، پھر میدان حشر میں حساب و کتاب اور مختلف حالات، اور بالآخر جنت یا دوزخ میں جانا ہوگا۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝ بَلِ الَّذِينَ
تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے، اور جب ان پر قرآن پڑھا جائے نہیں جھکتے، بلکہ کافر لوگ اُس کو
كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ
جھوٹا بتاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ جمع کرتے ہیں، سو آپ ان کو خبر دو دردناک عذاب کی، لیکن جو ایمان
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝
لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے اجر ہے جو ختم نہ ہوگا۔

لغوی تحقیق:

لا یؤمنون : فعل نفی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال، ایمان لانا، ماننا۔ **قری ء** : فعل ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، از فتح پڑھنا۔ **لا یسجدون** : فعل نفی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از نصر جھکنا، سجدہ کرنا۔ **کفروا** : ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، انکار کرنا۔ **اعلم** : صیغہ اسم تفضیل، واحد مذکر، از سمع، جاننا۔ **یوعون** : مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال، جمع کرنا۔ **بَشِّرْ** : امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از تفعیل، خوشی کی خبر دینا، مطلق خبر دینا۔ **الیم** : صیغہ صفت، بمعنی مؤلم درد دینے والا۔ **ممنون** : اسم مفعول از مَنّ: گننا۔ **ممنون** : گنا ہوا۔

تفسیر:

ربط: اوپر قیامت اور اُس میں حساب وکتاب برحق ہونا ذکر کرنے کے بعد اب اُس کو بعید سمجھنے پر رد ہے۔

• **فمالھم لا یؤمنون:** اِن کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے، یعنی تعجب ہے کہ انکار کی وجہ کوئی نہیں پھر بھی انکار کرتے ہیں، دوبارہ زندہ ہونے کے محال ہونے پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی، اور بغیر دلیل کسی یقینی بات کا انکار نادانی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جی عقل نہیں مانتی؟ تو کہا جائے گا کہ یہ کونسی وزنی دلیل ہے؟ عقل وہاں تک کام کرسکتی ہے جہاں تک اُس کی حد ہے اُس سے آگے کام نہیں کرتی، اُس سے آگے عقل کو وحی کے تابع ہو کر چلنا ہوگا، اور وحی قطعی بتاتی ہے کہ دوبارہ زندہ ہونا صرف ممکن ہی نہیں واقع بھی ہوا ہے، اور ہوگا، گذشتہ زمانوں کے واقعات دیکھو، بنی اسرائیلی کا مقتول زندہ ہونا، عیسی علیہ السلام کے معجزے کے طور پر کئی مردوں کا زندہ ہونا، طاعون سے بھاگنے والے بنی اسرائیلیوں کا مرنا پھر زندہ ہونا، ستر سرداروں کا طور کے پاس سرکشی کے سبب مرنا پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہونا، عزیر علیہ السلام کا وفات پا کر سو سال کے بعد زندہ کیا جانا وغیرہ بیشمار واقعات ہیں، اس کے بعد کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ جی یہ بعید اور ناممکن ہے؟

و اذا قری ء علیھم القرآن لا یسجدون: جب اُن پر قرآن پڑھا جائے

نہیں جھکتے، یعنی قرآن کی فصاحت وبلاغت جس نے سب کو مقابلے سے عاجز کردیا کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے اور کلام الٰہی نبی ورسول پر اترا کرتی ہے جو حضور ﷺ کے نبی ورسول ہونے کی دلیل ہے، تو اِن کو اس کے سامنے سر تسلیم خم ہونا اور تعمیل کرنا ضروری ہے۔ پھر ان لوگوں کے پاس اُس کے سامنے نہ جھکنے کا اور نبی کریم ﷺ کی اتباع نہ کرنے کا کونسا بہانہ اور عذر ہے؟

فائدہ: یہ آیت سجدہ ہے، جس کی تلاوت کرنے اور سننے پر سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے،

فائدہ: اِس آیت میں تلاوت قرآن کے وقت سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت ہے (چاہے سجدہ ظاہری ہو یعنی زمین پر پیشانی رکھ کر اظہارِ عاجزی کرنا، اور چاہے سجدہ حقیقی ہو یعنی قرآنی احکام کی تعمیل) جس سے ثابت ہوا کہ آیت سجدہ سن کر سجدہ کرنا واجب ہے۔

آگے اُن کے انکار کا سبب ذکر ہے:

بل الذین کفروا یکذبون: بلکہ کافر لوگ تکذیب کرتے ہیں، یعنی محض ضد پر اڑے ہیں کہ نہیں ماننا، اور ضد کا تو کوئی علاج ہی نہیں ہے، یہاں دو لفظ آگئے کفروا یکذبون، کفروا کا تعلق دل سے اور یکذبون کا تعلق زبان سے ہے یعنی یہ لوگ نہ دل سے سچا مانتے ہیں نہ زبان سے، نہ اقرار کرتے ہیں نہ تصدیق کرتے ہیں پھر کیسے توفیقِ ایمان ہو؟ توفیقِ ایمان تب ہی ہوتی ہے جب ضد کے ذریعے تسلیم کا مادہ جلا نہ دیا گیا ہو۔

واللہ اعلم بما یوعون: اللہ تعالی خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ اعمال جمع کررہے ہیں، یعنی اپنے اعمال ناموں میں اور قبر کی صندوق میں جمع کررہے ہیں، اللہ تعالی سب جانتے ہیں یعنی ضرور اُن کے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

فبشرھم بعذاب الیم: اِن کو دردناک عذاب کی خبر دے دو، بشارت اصل میں خوشی کی خبر کو کہتے ہیں، لیکن یہاں دردناک عذاب کی خبر دینے کو بشارت فرمایا، یا تو بطور استہزاء اُس کو بشارت فرمایا، یا بشارت خوشی کے معنی سے خالی کرکے مطلق خبر کے معنی میں ہے

الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت لھم اجرٌ غیر ممنون: مگر جو ایمان اور عمل صالح کے جامع ہوں گے، کفر اور فسق سے خالی ہوں گے اُن کو عذاب نہیں ہوگا بلکہ اُن کو نہ ختم ہونے والا اجر ملے گا، اور وہ اجر جنت اور اُس کی نعمتیں ہیں جن پر فنا نہیں ہے، جیسا کہ پہلے

ایک جگہ ذکر ہو چکا ہے۔

بحمد اللہ و توفیقہ قد تمّ توضیح سورۃ الانشقاق یوم السبت لعاشر من رجب المرجب سنۃ ۱۴۳۸ من الهجرۃ النبویۃ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام والنظر الثانی یوم الاحد لاحد وعشرین من الجمادی الاولی سنۃ ۱۴۴۰ھ

⊙⊙⊙⊙

سورۃ البروج مکیۃ

23 آیات، 109 کلمات، 465 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ② وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۭ③
اور قسم ہے برجوں والے آسمان کی، اور اس دن کی جس کا وعدہ ہوا ہے، اور حاضر ہونے والے کی اور اس کی جس
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ④ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ⑤ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ⑥
میں حاضر ہوتے ہیں، ملعون ہوئے خندقوں والے، یعنی بہت ایندھن والی آگ والے، جب وہ اُس پر بیٹھے تھے،
وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۭ⑦ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ
اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے، اور انہوں نے مسلمانوں سے بدلہ نہیں لیا مگر
اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ⑧ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
اسی بات کا کہ وہ ایمان لائے اس اللہ تعالی پر جو غالب اور تعریفوں کا مستحق ہے، وہ جس کی بادشاہی ہے آسمانوں
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۭ⑨ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
اور زمینوں کی، اور اللہ تعالی ہر چیز پر واقف ہے، بیشک وہ جنہوں نے تکلیف دی مسلمان مردوں اور عورتوں کو
ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ⑩ اِنَّ الَّذِيْنَ
پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے، بیشک وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ ذٰلِكَ
جوایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہی
الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ﴿۱۱﴾
بڑی کامیابی ہے

لغوی تحقیق:

ذات: والا، مالک، صاحب۔ البروج: بُرج کی جمع، آسمان میں موجود خاص منزلیں۔ الموعود: اسم مفعول، صیغہ واحد مذکر، از ضرب، وعدہ کیا ہوا، قیامت کا دن جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ شاھد: صیغہ اسم فاعل، واحد مذکر از سمع موجود ہونے والا، مشاہدہ کرنے والا، گواہی دینے والا۔ مشھود: صیغہ واحد مذکر، اسم مفعول، از سمع وہ جس میں حاضری کی جائے، جس کا مشاہدہ کیا جائے۔ قُتِلَ: ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، مارا جائے، یہاں لعنت کئے جانے اور رسوا کئے جانے کا معنی ہے۔ اصحٰب: صاحب کی جمع، والا، مالک۔ الاخدود: واحد ہے، اخادید جمع ہے، گڑھا۔ الوَقود: ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ قعود: قاعد کی جمع بیٹھا ہوا شخص از نصر بیٹھنا۔ شھود: شاھد کی جمع۔ نقموا: ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، بدلہ لینا۔ العزیز: سب پر غالب، بہت قوت والا۔ الحمید: بہت ہی تعریفوں کے لائق۔ مُلك: بادشاہی۔ شھید: حاضر، ہر چیز سے واقف۔ الفوز: کامیابی۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ سورت کے آخر میں ذکر ہوا کہ جو کچھ اعمال وہ جمع کر رہے ہیں (جن میں حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف دینا بھی ہے) اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے یعنی سزا دے گا، اس سورت میں ذکر ہے کہ پیغمبر اور مسلمانوں کو تکلیفیں دینے کا بدعمل صرف کفار مکہ کا نہیں ہے بلکہ گذشتہ امتوں میں بھی یہی کیا گیا، جیسا کہ اس سورت میں اصحاب الاخدود کا ذکر ہے گذشتہ سورت میں بھی کافروں کے لئے وعید اور مسلمانوں کے لئے وعدہ ذکر تھا اس

سورت میں بھی وعدہ وعید ذکر ہے ساتھ قرآن مجید کی عظمت شان بھی بیان ہوئی جو صاحب قرآن اور مسلمانوں کی سچائی کی دلیل ہے۔

آسمان میں برج:

والسماء ذات البروج: اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسمیں اٹھا کر ظالموں اور مظلوموں کی داستان بیان فرمائی ہے، اول برجوں والے آسمان کی قسم، بروج: برج کی جمع ہے، برج خاص منزلیں اور ٹھکانے یا راستے ہیں جن میں ستارے چلتے اور ٹھہرتے ہیں، علماء لکھتے ہیں کہ بارہ برج ہیں جن میں چلنے والے سیارے سات ہیں، برجوں کے نام حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت ہیں، سات سیاروں کے نام زحل، مریخ، مشتری، زہرہ، عطارد، شمس، قمر ہیں، امام مجاہد اور ابن ابی نجیح اور ابو صالح اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بروج سے ستارے مراد ہیں، اور خاص ستارے مراد نہیں بلکہ سب ستاروں کو عام ہے، امام ابن جریر نے بروج کا پہلا معنی راجح بتایا ہے، اور فرمایا کہ چاند ہر برج میں دو اور تین دن رہتا ہے تو اس کی اٹھائیس منزلیں ہوتی ہے، اور دو راتیں چھپا رہتا ہے، اور سورج ہر برج میں ایک مہینہ رہتا ہے۔

والیوم الموعود: دوم: وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم، مراد قیامت کا دن ہے۔

وشاھدٍ ومشھود: سوم: اُس کی قسم جو حاضر ہوتا ہے۔

چہارم: اُس کی قسم جس میں حاضری کی جاتی ہے، تفسیر میں متعدد قول ہیں۔

① **شاھد:** جمعہ کا دن کہ ہر ہفتے آموجود ہوتا ہے، اور **مشھود** نو ذی الحجہ کا دن کہ اُس دن لوگ عرفات میں حاضر ہوتے ہیں۔ ② **شاھد:** انسان۔ **مشھود:** قیامت کا دن قرآن مجید میں ہے **وذالك یوم مشھود**۔ ③ **شاھد:** رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشہود قیامت کا دن، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں **شاھد** بمعنی گواہ ہے، اور انسان کے حق میں **شاھد:** بمعنی حاضر ہونے والا ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں، ہر ایک مراد ہو سکتا ہے، تفسیر حدائق الروح والریحان کے مصنف علامہ محمد الامین ہرری شافعی مکی دامت برکاتہم نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

جمعہ کے دن کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

افضل الایام عند اللہ یوم الجمعة و ھو شاھد. و مشھود یوم عرفة
(شعب الایمان ح ۳۴۸۲)

اللہ تعالی کے نزدیک سب دنوں میں سے افضل جمعہ کا دن ہے اور یہی شاہد ہے، اور مشہود نو ذی الحجہ کا دن ہے۔

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الشاھد یوم الجمعة و المشھود یوم عرفة.

(لطائف المعارف لابن رجب ۲۸۰)

شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود نو ذی الحجہ کا دن ہے۔

ظاہر ہے کہ ارجح تفسیر وہی ہو سکتی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہو، گو کہ دوسری تفاسیر معنیً صحیح ہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن گواہ ہوں گے، سب انسان قیامت کے دن اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہوں گے، مگر آیت میں شاہد اور مشہود سے مراد وہی لینا بہتر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اکثروا الصلاۃ علیّ یوم الجمعة فانه مشھود تشھدہ الملائکة و ان احدًا لن یصلی علیّ الا عُرضت علیّ صلاته حتی یفرغ منھا. قال قلتُ و بعد الموت؟ قال و بعد الموت. ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق. (ابن ماجة ح ۱۶۳۷)

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھو کیوں کہ وہ مشہود دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور جو بھی مجھ پر درود شریف پڑھے اُس کا درود فارغ ہونے تک مجھ پر پیش ہوتا رہتا ہے، میں نے عرض کیا وفات کے بعد بھی ایسا ہوگا؟ فرمایا ہاں وفات کے بعد بھی ہوگا، بیشک اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے، تو اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اُس کو رزق ملتا ہے۔

اس حدیث میں فرشتوں کی خصوصی حاضری کے اعتبار سے جمعہ کے دن کو مشہود فرمایا، مگر آیت میں مشہود سے جمعہ کا دن مراد نہیں اگرچہ فرشتوں کی حاضری کے اعتبار سے جمعہ بھی مشہود ہے، مگر آیت میں اس کو شاہد کہا گیا ہے۔

قتل اصحاب الاخدود النّار: یہاں قُتِلَ کا لفظ انشاء یعنی دعاء کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے اور خبر کے معنی میں بھی، اگر خبر کے معنی میں ہو تو اصحاب الاخدود سے وہ مسلمان مراد ہیں جن کو آگ کی خندقوں میں ڈالا گیا تھا، اور اگر دعاء کے معنی میں ہو تو اصحاب الاخدود سے مراد وہ کافر لوگ ہوں گے جنہوں نے مسلمانوں کی سزا کے لئے خندقیں کھودی تھیں۔

واقعہ اصحاب اخدود:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سورت میں ایک قصہ کا اجمالاً ذکر ہے جو صحیح مسلم میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ کوئی بادشاہ کافر تھا اس کے پاس ایک کاہن تھا، اس نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جائے تو اس کو اپنا علم سکھادوں، مجھے خطرہ ہے کہ مرجاؤں تو یہ علم ختم ہوجائے گا، اور جاننے والا کوئی نہ ہوگا، چنانچہ لڑکا تجویز کیا گیا، اس کو کاہن کے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا گیا، لڑکا اُس کے پاس آتا جاتا تھا، اس کے راستہ میں ایک عبادت خانہ میں ایک راہب تھا (جو دین حق پر تھا) دین حق اس وقت دین عیسوی تھا وہ لڑکا اس کے پاس آتے جاتے وقت حاضر ہوتا، اور اُس سے باتیں پوچھتا تھا، لڑکے کو اُس نے بتایا کہ میں صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، تو لڑکا اُس کے پاس ٹھہرتا اور کاہن کے پاس دیر سے پہنچتا، کاہن نے گھر والوں کو شکایت کی، لڑکے نے راہب کو بتایا تو راہب نے کہا کہ جب کاہن پوچھا کرے تو بتادیا کر کہ میں گھر میں تھا، گھر والے پوچھیں کہ کہاں تھا تو بتایا کر کہ کاہن کے پاس تھا، بہرحال لڑکا خفیہ مسلمان ہوگیا، ایک بار اس لڑکے نے دیکھا کہ کسی جانور (شیر) نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے، اور لوگ پریشان ہیں، اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعاء کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے، اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جائے، اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کو لگا اور وہ ہلاک ہوگیا، لوگوں میں شور و تبصرہ شروع ہوگیا کہ اس

لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے، کسی اندھے نے سنا تو آکر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی ہو جائیں، تو اتنا اتنا عوض دوں گا، لڑکے نے کہا مجھے عوض نہیں چاہیے بس یہ کہ اگر تیری بینائی واپس ہو تو کیا تو بینائی واپس کرنے والے اللہ پر ایمان لائے گا؟ اس نے قبول کیا، لڑکے نے دعا کی، وہ بینا ہو گیا، اور مسلمان ہو گیا، بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں، تو اُس راہب کو اور لڑکے کو اور اُس نابینے کو گرفتار کر کے بلایا اور کہا میں تمہیں ایسے قتل کروں گا کہ کسی کو ویسا قتل نہ کیا ہو گا، چنانچہ اس نے راہب اور نابینے کو قتل کر دیا، اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ پر لے جا کر سر کے بل گرا دیا جائے، لوگ لے گئے، جب وہاں پہنچے خود وہ لوگ گر کر ہلاک ہو گئے، اور لڑکا صحیح سالم واپس چلا آیا، تو بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا، تو اس کو لے گئے، اور وہی لوگ غرق ہو گئے اور اس کو اللہ نے بچا لیا، تو خود لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، ہاں مجھ کو بِسْمِ اللهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ کہہ کر تیر مارو تو مر جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور لڑکا مر گیا، جب تیر کنپٹی پر لگا لڑکے نے کنپٹی پر ہاتھ رکھ دیا، اور شہید ہو گیا، تو اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر سب لوگوں نے کہا اس لڑکے کو وہ علم تھا جو کسی کو نہیں تھا، ہم اس لڑکے کے رب اللہ پر ایمان لاتے ہیں، بادشاہ کو لوگوں نے اکسایا، وہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان دولت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اعلان کر دیا کہ جو شخص اسلام سے پھرے گا ہم اس کو رہنے دیں گے، اور جو اسلام نہیں چھوڑے گا اس کو آگ میں جلا دیں گے، تو اُس نے بہت سے آدمیوں کو آگ میں جلا دیا تو اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اُن کا قصہ بیان فرمایا، منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں وہ شہید (جگہ کی کھدائی کے سبب) نکالا گیا تو اس نے (شہادت کے وقت سے اب تک) اپنی انگلی تیر والی جگہ کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی۔ (روح المعانی ۳۰/۱۰۰،۱۰۱)

اہل حق کے ساتھ اس قسم کے ظلم کے واقعات متعدد ہیں، علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان آیات میں جن اصحاب اخدود کا ذکر ہے اُن کی تعیین میں دس اقوال ہیں، میرے نزدیک اصح یہی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی واقعہ ہے۔ (روح المعانی)

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:
صحیح مسلم کی اس حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ سورہ بروج میں خندق والوں

کا جوذکر ہے اس سے یہی واقعہ مراد ہے (آسان ترجمہ قرآن ص ۱۹۱۳) و اللہ اعلم.

اذھم علیھا قعود: جب وہ آگ کی خندقوں میں مسلمانوں کو جلا رہے تھے اُس وقت تماشائی بن کر تماشا دیکھنے کے لئے خندقوں کے آس پاس بیٹھے دیکھ رہے تھے۔

ومانقموا منھم: مسلمانوں کا جرم کیا تھا؟ محض یہی کہ اُنہوں نے دین حق کیوں قبول کیا؟ دین حق اور اُس پر زندگی گذارنا ہر دور کے فرعونوں کے نزدیک نا قابل معافی جرم رہا ہے، آج بھی بے دین قسم کے امراء اِسی سوچ کے حامل ہیں، جو جتنا دین کا پابند ہو وہ اُن کے نزدیک پست سوچ والا ہے، اور جو جتنا دین سے دور ہو وہ اتنا بلند سوچ والا ہے۔

توبہ کی فضیلت:

ان الذین فتنوا المؤمنین: اللہ تعالیٰ کی ذات بے حد رحیم و کریم ذات ہے کہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے مسلمانوں کو تکلیف دی پھر توبہ نہ کی تو سزا کے مستحق ہوں گے، یعنی اگر اس کے بعد توبہ کر لیتے تو بھی سزا سے چھوٹ جاتے، اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے۔
سبحان اللہ توبہ اتنا بڑا ہتھوڑا ہے کہ اس سے یہ سارا جرم معاف کر دیا جاتا۔

سوال: ہوتا ہے کہ قتل کا تعلق تو حقوق العباد سے ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ حقوق العباد کو معاف نہیں فرمائیں گے بلکہ مظلوم کو بدلہ دلوائیں گے، جب کہ آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مقتول کے حق میں کی ہوئی حق تلفی بھی معاف ہو جاتی ہے؟

جواب: اول: بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کفر سے توبہ کر لے تو کفر سے توبہ اتنا زیادہ وزن رکھتی ہے کہ اُس کے ذریعے زمانہ کفر میں کئے ہوئے سب گناہ حقوق العباد سے متعلق ہوں یا حقوق اللہ سے معاف ہو جاتے ہیں، مثلاً حضرت خالد بن ولید اور وحشی بن حرب اور ابوسفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم نے زمانہ کفر میں اتنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا؟ مگر جب مسلمان ہو گئے اُن سے مقتول صحابہ رضی اللہ عنہم کا قصاص وغیرہ نہیں لیا گیا، اور مکمل معافی کا پروانہ دیا گیا، اگر وہ قتل جو حق العبد سے متعلق ہے معاف نہیں ہوا تو آخرت میں معافی، رضاء خداوندی، جنت کی بشارت اور جہنم سے دوری کی خوشخبری نہ ملتی۔

دوم: اگر آدمی کے ذمہ حقوق العباد ہوں گے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے معاف فرمانا چاہیں گے تو اس طرح مکمل معافی ملے گی کہ اہل حق کو اللہ تعالیٰ صلہ دے کر

معاف کرنے پر راضی کرلیں گے اور اہل حق ہی معاف کردیں گے، اور ظاہر ہے کہ بندے حقوق العباد دنیا میں معاف کردیں یا آخرت میں، اللہ تعالی معافی کا پروانہ دے کر جنت میں بھیج دیں گے۔

سوم: فتنوا اور لم یتوبوا ماضی کے صیغے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کو ایذائیں دیں اور پھر دنیا میں ہی مکمل توبہ کرلی، تو حقوق العباد اس طرح معاف ہوجائیں گے کہ مکمل توبہ کا حصہ ہے بندوں سے حقوق معاف کرالینا یا ادا کردینا، اور جب دنیا میں ہی مظلوم معاف کردیں چاہے مفت میں یا بدلہ لے کر حقوق العباد ذمہ سے ختم ہوگئے، اس لئے توبہ سے حقوق العباد سمیت سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، مگر یہ توجیہ تب ہے جب قتل سے کم درجہ حق تلفی ہو، یا قتل کی صورت ہو مگر مرجانے سے پہلے پہل زخمی مقتول قاتل کو معاف کردے (هذا ما عندی ان كان صوابا فمن الله وان كان خطأ فمنی ومن الشيطان والعلم عند الله)

ولهم عذاب الحريق: اس کی دو تفسیریں ہیں۔ اول: عذاب جہنم سے آخرت کی سزا ذکر ہے، اور عذاب الحریق سے دنیا کی سزا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کو تکلیف دینے والے اِن ظالموں کو آخرت میں جہنم کی سزا تو ملے گی، دنیا میں بھی اُن کو آگ میں جلنے کی سزا ملی ہے وہ اس طرح کہ اُن کی جلائی ہوئی آگ نے خود اُن کی طرف رخ کرکے اُن کو بھی جلادیا تھا۔

دوم: عذاب حریق سے مراد بھی جہنم کی آگ کا عذاب ہے جو بطور عطف بیان الگ سے ذکر کیا گیا، گویا کہا گیا کہ سن لو کہ جہنم کا عذاب کیسا ہوگا؟ آگ میں جلنا ہوگا، اس سے اُن کو بے حد تنبیہ کرنا ہے کہ وہ سب عذابوں سے سخت ترین عذاب ہوگا کیوں کہ آگ کے ذریعے سزا سب سزاؤں سے سخت ترین سزا ہے،

انّ الذين آمنوا وعملوا الصلحت: چونکہ اوپر کافروں ظالموں کی سزا ذکر ہوئی اس لئے قرآن مجید کے انداز بیان کے مطابق اب مسلمانوں کی جزا ذکر ہے، فرمایا جو لوگ دو چیزوں کے جامع ہوں اُن کے لئے بہشتیں ہیں جن کے باغوں کے درختوں کے نیچے (پست حصے میں) نہریں بہتی ہوں گی، یہی بہت بڑی کامیابی ہے جو اِن لوگوں

کو حاصل ہوگی وہ دو چیزیں یہ ہیں اول: ایمان لائے یعنی اُن میں کفر و شرک نہ ہو۔ دوم: نیک اعمال کئے، یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام نہ کئے ہوں یا گناہ ہوئے تو توبہ سے معاف کرالئے ہوں۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾
بیشک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، بیشک وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا، اور وہی
ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾
ہی بخشنے والا بہت محبت کرنے والا ہے، عرش والا اور بزرگی والا ہے، وہ کر لینے والا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے

لغوی تحقیق:

بطش: کسی شیءکو دبدبہ کے ذریعے حاصل کرنا، یعنی مضبوط پکڑ۔ یُبدِئُ: مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال کسی شیء کو پہلی بار وجود میں لانا۔ یُعِیدُ: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال، لوٹانا، دوسری بار وجود دینا۔ الغفور: بہت ہی بخشش کا معاملہ کرنے والا، بہت ہی پردہ ڈالنے والا۔ الودود: بہت ہی محبت کرنے والا۔ المجید: بزرگی والا یعنی بہت بڑائی اور عزت والا۔ فعّال: مبالغے کا صیغہ ہے، بے حد کام وجود میں لانے والا۔ یُرِیدُ: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال ارادہ کرنا۔

تفسیر:

اوپر ظالموں کا برا انجام اور مظلوموں کا اچھا انجام ذکر ہوا، اب اللہ تعالیٰ اپنی صفات ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ ظالموں سے بدلہ لے سکتا ہوں کچھ مشکل نہیں ہے۔

ان بطش ربك لشديد: بیشک تیرے رب کی پکڑ بہت ہی مضبوط ہے، جب چاہے اور جہاں چاہے اور جس کو چاہے پکڑ لیتا ہے، اور ایسا پکڑتا ہے کہ کوئی چھڑا نہیں سکتا اُس کی پکڑ ڈھیلی نہیں کرسکتا۔ و هو يُجيرُ و لا يُجَارُ عليه. إن يمسسك الله

یضر فلا کاشف لہٗ الا ھو و ان یمسسك بخیر فھو علی کل شیءٍ قدیر . ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسك لھا و ما یمسك فلا مرسل لہٗ من بعدہ .

انہٗ ھو یبدیٔ و یعید: اللہ تعالیٰ کی قدرت عامہ کا ذکر ہے کہ ہر چیز جس کا پہلے وجود نہیں تھا اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہی اُس کو وجود دے کر دنیا میں لاتا ہے، اور پھر جب سب کچھ ختم ہو جائے گا تب بھی اس سب کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی وجود میں لائے گا، جو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو عدم سے وجود میں لاتا ہے وہی اللہ ہر حال اور کیفیت کو وجود میں لانے والا ہے۔

وھو الغفور الودود: اس کی صفات میں سے ایک صفت غفور ہے غفور کا معنی ہے بہت پردہ ڈالنے والا ، اسی لئے شارحین غفّار کا معنی ستّار سے کرتے ہیں، پھر پردہ ڈالنے کی دو صورتیں ممکن ہیں اول: گناہ ہو گیا مگر پایا جاتا یا ہی نہیں پایا جاتا یا اور سزا نہیں دی، اور چوں کہ لوگوں کے سامنے رسوائی اور پوچھ گوچھ بھی سزا ہے، اس لئے وہ بھی نہیں دی جاتی۔ دوم: اللہ تعالیٰ نے بندے اور گناہ کے درمیان پردہ اور رکاوٹ ڈال دی کہ بندے کو گناہ تک نہیں پہنچنے دیا یہی معنی ہے اُن آیات کا جن میں نبی کریم ﷺ کے لئے ایسے الفاظ لائے گئے مثلاً لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ ہاں ما تقدم کے غفران کی صورت پہلی ہے اور ما تأخّر کے غفران کی صورت دوسری ہے۔

بہر حال غفّار کا معنی ستّار سے کرتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ پردہ درگذر کرنے کو لازم ہے اس لئے غفور کا معنی معاف کرنے والا بخشنے والا سے بھی کیا جاتا ہے۔

دوسری صفت **الودود** ہے بہت ہی محبت کرنے والا جس سے مراد محبت کا لازم ہے یعنی بندوں کا بہت ہی دھیان رکھنے والا ، کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مناسب حالات ، ضروریات وغیرہ کا خوب دھیان رکھتے ہیں۔

تیسری صفت **ذو العرش** ہے، جس کا معنی ہے عرش کا مالک ، اگر عرش سے خاص فلک مراد ہو تو چوں کہ وہ سب مخلوقات میں سے بڑی مخلوق ہے اس لئے عرش کا مالک کا مطلب سب مخلوق کا مالک ہونا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی مخلوق کا مالک ہے تو چھوٹی مخلوقات کا بطریق اولیٰ مالک ہے، اور اگر عرش سے مراد حکومت ہو تو مطلب ہوا کہ کائنات کی ساری حکومت کا

مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

چوتھی صفت المجید ہے، المجید کا معنی ہے وسیع کرم اور بہت جود و سخا والا، اور اگر یہاں المجیدِ حالت جر میں ہو تو یہ عرش کی صفت ہوگی، یعنی بہت عظمت اور مرتبے والا۔

پانچویں صفت: فعّالٌ لّما یُرید: جو مرضی ہو وہ کرنے والا، کسی کام میں دوسرے سے رائے اور مشورے کا محتاج نہیں ہے، نہ مشورہ لیتا ہے، بلکہ جو ارادہ ہو کسی سے پوچھے بغیر کرتا ہے۔

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾
کیا آپ تک اُن لشکروں کا قصہ پہنچا؟ یعنی فرعون اور ثمود کا، بلکہ کافر لوگ تکذیب میں ہیں،
وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾
اور اللہ اُن کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے، بلکہ وہ عظمت والا قرآن مجید ہے، لوحِ محفوظ میں ہے

لغوی تحقیق:

حدیث: ہر وہ بات جو انسان تک پہنچے وحی ہو یا کچھ اور۔ الجُنُود: جُنْد کی جمع لشکر۔ ثمود: ایک قبیلہ کا نام ہے جو ثمود بن عاثر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہے۔ محیط: اسم فاعل، صیغہ واحد مذکر، گھیرنے والا۔ لوح: تختی، یہ ایک خاص تختی ہے جس کی پوری کیفیت اُس کے خالق کے علم میں ہے، از اول تا آخر جو کچھ دنیا میں ہونے والا تھا اور ہوگا اللہ تعالیٰ نے قلم فرشتہ اور لوح محفوظ کو پیدا کر کے قلم کو لوح محفوظ میں سب لکھنے کا حکم فرمایا۔ محفوظ: صیغہ اسم مفعول، واحد مذکر از سمع، حفاظت کیا ہوا۔

تفسیر:

ربط: پیچھے مؤمنین کے ساتھ ظالم کافروں کا ظلم اور پھر مؤمنوں کا اچھا انجام اور کافروں کا بدانجام ذکر ہوا، اب مسلمانوں کی مزید تسلی کے لئے خاص کافروں کا انجام بد ذکر ہو رہا ہے۔

هل اتاك حديث الجنود: کیا آپ کے پاس خاص لشکروں یعنی فرعون اور ثمود کی خبر پہنچی؟ فرعون کا کچھ حال سورہ نازعات میں ذکر ہو گیا، تفصیل ابتدائی پاروں میں ذکر ہوئی

ہے، غرور اتنا کہ خدائی کا دعویدار تھا، اور پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مہین (یعنی گھٹیا و حقیر) کہتا تھا، جب اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل مصر سے چلے گئے تو اُس نے مع لشکر پیچھا کیا، اللہ تعالیٰ نے فرعون سمیت سب کو دریا میں غرق کیا، آج بھی مصر کے عجائب گھر میں اُس کی ممی موجود ہے قرین قیاس یہی ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے دور والا فرعون ہے ۔

اور ثمود ایک پوری قوم تھی جو قوم عاد کے بقایا میں سے تھی، حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر اُن کی طرف بھیجا گیا، اپنا من پسند معجزہ مانگا تو پہاڑ کی چٹان سے اونٹنی نکلی، مگر اس قوم نے پیغمبر کی ہدایات پر کان نہ دھرے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سخت آواز نکالی اور سب کے کلیجے پھٹ گئے اور اوندھے منہ مرے پڑے تھے، واخذ الذین ظلموا الصیحۃ فاصبحوا فی دیارھم جٰثمین ۔

اِن واقعات میں صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے مظلوموں کو تسلی ہے کہ اِن ظالموں کی طرح مکہ کے ظالم تباہ ہوں گے اور حضرت موسیٰ و صالح علیہما السلام اور اُن کے متبعین کی طرح تم کامیاب ہو گے۔

بل الذین کفروا فی تکذیب: اِن واقعات سے کافروں کو عبرت نہیں آتی بلکہ اُلٹے تکذیب میں لگے ہیں، حالاں کہ اِن واقعات سے بھی عبرت پکڑنی چاہیے تھی، پھر اللہ تعالیٰ اُن کے کرتوتوں سے واقف ہے، اور یہ لوگ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں، جب چاہے پکڑ لے۔

بل ھو قرآن مجید: یہ تو اترنے والی وحی پر طرح طرح کے تبصرے کرتے ہیں جب کہ اُن کی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں یہ تو وحی اور قرآن ہے، جو بہت عزت و درجے والا ہے، بلوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، جیسے لوح محفوظ میں محفوظ ہے ایسے وہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی بحفاظت پہنچا ہے، اِن کو مان لینا چاہیے۔

فی لوح محفوظ: لوح محفوظ جمہور علماء کے نزدیک ساتویں آسمان کے اوپر ایک خاص تختی اور جسم ہے جس میں قیامت تک ہونے والا سب لکھا گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سفید موتی سے بنی تختی ہے جس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیان کے فاصلے جتنی ہے، اور چوڑائی مشرق و مغرب کے درمیان کے فاصلے جتنی ہے، مگر اُس میں اللہ تعالیٰ

کے لامحدود علم کی کل معلومات نہ ہیں نہ ہوسکتیں ہیں، کیوں کہ محدود میں لامحدود علم نہیں آسکتا، نہ ہی لامحدود علم کا کوئی آخری کنارہ ہوتا ہے، جب کہ لوح محفوظ کی ایک آخری حد ہے۔

(کشاف اصطلاحات الفنون)

بحمد الله و توفیقه قد تمّ توضیح سورة البروج بعد صلوة العصر فی یوم الاثنین لتاسع عشر من رجب المرجب سنة ۱۴۳۸ من الهجرة النبوية على صاحبها الصلواة و السلام. والنظر الثانی فی یوم الاحد لاحد وعشرين من الجمادى الاولى سنة ۱۴۴۰ھ

OOO

سورة الطارق مكية

17 آیات، 72 کلمات، 271 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ الثَّاقِبُ ③ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا
قسم ہے آسمان کی اور رات کو ظاہر ہونے والے کی، اور آپ کو کیا معلوم ہے کہ رات کو ظاہر ہونے والا کیا ہے؟ وہ روشن ستارہ
عَلَيْهَا حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ مِنْ
ہے، نہیں ہے کوئی شخص جس پر کوئی محافظ نہ ہو، تو انسان کو چاہئے کہ دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ وہ اچھلتے پانی سے
بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨ فَمَا لَهٗ مِنْ
پیدا کیا گیا، جو پیٹھ اور سینے کے درمیان میں سے نکلتا ہے، بیشک وہ اللہ اُس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، جس دن
قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ⑩ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ⑪ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ⑫ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ
راز ظاہر ہو جائیں گے، تو آدمی کے لئے نہ طاقت ہوگی نہ کوئی مدد کرنے والا، اور قسم ہے بارش والے آسمان کی، اور پھٹنے والی
فَصْلٌ ⑬ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ⑭ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ⑮ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ⑯ فَمَهِّلِ
زمین کی، بیشک یہ کلام ہے فیصلہ کرنے والا، اور لغو چیز نہیں ہے، بیشک وہ لوگ خفیہ تدبیریں کرتے ہیں میں تدبیر کرتا، اور میں بھی

الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

خفیہ تدبیریں کرتا ہوں تدبیر کرنا، سو آپ کافروں کو مہلت دو، اُن کو تھوڑے ہی دن مہلت دو

لغوی تحقیق:

الطارق : صیغہ اسم فاعل از نصر ،روندنا، دروازہ وغیرہ پیٹنا، رات کو ظاہر ہونے والا بھی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اس لئے وہ بھی طارق کہلاتا ہے، راستے پر چلنے والا بھی راستہ پر قدموں کی آہٹ پیدا کرتا ہے اس لئے وہ بھی طارق کہلاتا ہے، رات کو ظاہر ہونے والی ہر چیز۔ النجم : ستارہ جمع نجوم ۔ الثاقب : اسم فاعل، واحد مذکر از نصر سوراخ کرنے والا ، پھاڑنے والا ۔ لینظر : امر غائب معلوم صیغہ واحد مذکر غائب ، از نصر دیکھنا۔ مِمَّ : مِن اور ما سے مرکب ہے ۔ من جار۔ ما استفہامیہ ۔ خُلِق : ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب از نصر پیدا کرنا۔ دافق : صیغہ اسم فاعل واحد مذکر از نصر، اچھلنے والا ، تیزی سے بہنے والا ۔ الصُّلب : پیٹھ ۔ الترائب : تَرِیْبَۃٌ کی جمع ، سینے کی پسلیاں ۔ رجع : مصدر از ضرب ،لوٹنا، لوٹانا۔ تُبلی : مضارع مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب، ظاہر ہونا ۔ السرائر : سریرۃ کی جمع ،راز کی باتیں ۔ ناصر : صیغہ اسم فاعل، واحد مذکر، از نصر مدد کرنے والا ۔ الرجع : لوٹنا، لوٹانا، بارش کو رجع فرمایا کیوں کہ ہوا اس کے پانی کو اِدھر اُدھر لوٹاتی ہے، اور بارش کو اُس کی جگہوں میں گھماتی ہے۔ الصدع : ذو جسم چیزوں میں پھٹن ۔ فصل : مصدر بمعنی اسم فاعل، از ضرب فیصلہ کرنے والا ۔ الھزل: مصدر، ہر وہ بات جس کا کچھ نتیجہ نہ ہو، لغو۔ یکیدون : مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، تدبیر کرنا۔ مھِّلْ و اَمھِلْ : امر حاضر معلوم، اوّل از تفعیل ثانی از افعال صیغہ واحد مذکر حاضر، مہلت دینا۔ رُوَیدًا : مصدر بمعنی قریب الختم وقت، تھوڑا وقت۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ سورت میں کافروں کے لئے وعید اور مسلمانوں کے لئے تسلی تھی ، وعید کے ثبوت کے لئے اعمال کا محفوظ ہونا اور قیامت میں زندہ ہونا لازم ہے، اِس سورت میں اسی کا ذکر ہے، نیز گذشتہ سورت میں ذکر تھا کہ کافر قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں ، اِس

سورت میں انسان کی حقارت ذکر کر کے قرآن مجید کی حقانیت ذکر کی ہے۔

والسماء والطارق: اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی قسمیں اٹھائیں پھر انسان کی تخلیق ذکر فرمائی۔ اوّل: آسمان کی قسم۔ دوم: طارق کی قسم، طارق رات کو ہر ظاہر ہونے والے کو کہتے ہیں، رات کو آنے والے مہمان کو بھی طارق کہتے ہیں حدیث میں ہے اذا اطال احدکم الغیبۃ فلا یطرق اھلہ لیلاً جب تم میں سے کوئی عرصہ دراز تک گھر سے غائب رہا ہو وہ واپس رات کو (اچانک بغیر اطلاع دیئے) نہ آئے، یہاں طارق کی مراد اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائی۔ النجم الثاقب یعنی طارق سے مراد رات کو ظاہر ہونے والا روشن ستارہ ہے، یہ خاص ستارہ مراد ہے یا ہر ستارہ؟ دونوں قول ہیں۔ ثاقب: کا اصل معنی ہے پھاڑنے والا یہاں مراد ہے اندھیرے کو پھاڑنے والا یعنی روشنی کرنے والا، خاص ستارہ مراد ہو تو کونسا؟ جُدی، ثریا، زحل، چاند، وغیرہ متعدد اقوال ہیں۔

ان کلّ نفس لمّا علیھا حافظ: نہیں کوئی انسان جس پر کوئی محافظ نہ ہو، اس محافظ سے مراد میں کئی قول ہیں۔ اول: مراد انسان کے اعمال کے محافظ ہیں، یعنی کراماً کاتبین فرشتے مراد ہیں کہ بتاویل کلّ واحد ہر ایک محافظ ہے ایک برائی کا دوسرا نیکی کا، چونکہ لکھا ہوا خوب یاد رہتا ہے تو مراد ہے بذریعہ کتابت اعمالِ انسانی یاد کرنے والے۔ دوم: اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے، اللہ تعالیٰ محافظ بمعنی آدمی کی ذات پر محافظ ہے، اور بمعنی آدمی کے اعمال پر نگران ہے۔

فلینظر الانسان: چاہیے کہ بعث بعد الموت کا منکر انسان دیکھے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا انسان حق کا انکار تکبر کی وجہ سے کرتا ہے کیوں کہ تکبّر میں دو باتیں ہیں۔ اول: دوسرے کو گھٹیا سمجھنا، دوسرے حق کو ٹھکرانا، یہ نبی اور نائبین نبی کو گھٹیا سمجھتا ہے، اور نبی یا نائب نبی کے ذریعے ملنے والے حق کو ٹھکراتا ہے، اس لئے متکبّر حق کے انکاری کو اپنی حقیقت سمجھائی جارہی ہے کہ اِس متکبّر انسان کو سوچنا چاہیے کہ یہ کس چیز سے پیدا ہوا؟ گھٹیا پانی یعنی مادہ منویہ سے پیدا ہوا جس کو دیکھے تو کراہت کرتا ہے، جسم پر لگنے سے نفرت آتی ہے، کپڑوں پر لگے تو بغیر دھوئے نہیں رہتا، تو اِس سے بنا ہوا انسان کس بناء پر تکبر کرتا ہے؟ مُہلّب بن ابی صفرہ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کے پاس سے اکڑ کر چلتے ہوئے گذرا،

حضرت مالک ﷺ نے فرمایا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ یہ چال جہاد کے میدان میں کافروں مسلمانوں کی دوصفوں کے درمیان چلنے کے سوا باقی حالات میں ناپسندیدہ ہے، ؟مُہلّب نے کہا مجھے پہچانتے ہو؟ فرمایا ہاں تجھے پہچانتا ہوں۔

اوّلك نطفةٌ مذرة وآخرك جيفةٌ قذرة وانت بينهما تحمل العذرة

ابتداء تو تیری یہ ہے کہ ایک گندہ پانی ہے، اور انتہاء تیری یہ ہے کہ لاشہ پھینکا ہوا ہے، اور درمیانی حالت یہ ہے کہ تو پاخانے کا ڈھیر اٹھائے ہوئے ہے۔

(تاریخ الاسلام ذھبی ۸/۲۱۷)

خلق من ماءٍ دافق: پیدا کیا گیا اچھلتے پانی سے، پانی سے منی مراد ہے، اچھلنا مرد کی منی میں ہوتا ہے، عورت کی منی میں نہیں ہوتا، جسے اشارہ ہے کہ اولاد پیدا ہونے میں عورت کی بہ نسبت مرد کے مادہ کو زیادہ دخل ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر مرد کا عورت سے ملاپ نہ ہو تو قانونًا وعادۃً فقط عورت سے اولاد کی پیدائش نہیں ہوتی، خلاف عادت اللہ تعالی اپنی قدرت کا اظہار کردے جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کی تخلیق ہوئی وہ اسے ایسے خارج ہے جیسے آدم علیہ السلام کی اور پھر حواء کی پیدائش اسے خارج ہے، ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم۔

یخرج من بین الصلب والترائب: جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کے درمیان میں سے، پیٹھ سے مرد کی پیٹھ اور سینے سے عورت کے سینے کی ہڈیاں مراد ہیں، یا مرد وعورت دونوں کی پیٹھ اور سینہ مراد ہے یعنی مرد اور عورت ہر ایک کا مادہ منویہ پیٹھ اور سینے کے درمیان میں سے نکلتا ہے۔

انه علی رجعه لقادر: بیشک اللہ انسان کے دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے، قیامت میں دوبارہ پیدا کرنا اُس کے لئے ایسے ہی آسان ہے جیسے انسان کا پہلی بار پیدا کرنا، جب پہلی بار کی پیدائش محال نہیں تو دوسری بار کی پیدائش کیوں محال ہوگئی؟ اور کس کے لئے محال ہوگئی؟ انسان ایک شیء عدم سے بغیر نمونہ وجود میں لاتا ہے، پھر ایک بار شیء وجود میں لانے کے بعد اُس کو ختم کرکے پھر وجود میں لانا ذرا بھی محال نہیں سمجھتا بلکہ ناممکن یا محال سمجھنے والے کی عقل پر ماتم کرتا ہے، تو اللہ تعالی کے لئے اِس کو محال اور ناممکن کیوں قرار دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالی کو اپنے سے بھی کمزور سمجھتا ہے

سب چھپا ہوا ظاہر ہوگا:

یوم تبلی السرائر: جس دن انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اُس دن کا یہ حال ہے کہ انسانوں کے پوشیدہ چھپے ہوئے کرتوت اور راز ظاہر ہو جائیں گے جیسے مٹی میں مل کر چھپ جانے والے انسانی ذرات ظاہر ہو جائیں گے، پھر انہاں کرتوت چھپانا چاہے گا تو بھی نہ چھپا سکے گا، ایسے ہی چھپ کر اخلاص سے کئے ہوئے نیک اعمال بھی ظاہر ہوں گے، پوشیدہ اچھے برے عقائد اور ارادے بھی ظاہر ہوں گے، لفظ سرائر سب کو عام ہے، البتہ نیکی کا ظہور باعث خوشی ہوگا اور برائی کا ظہور باعث رسوائی ہوگا، ظاہر ہونے کی صورت چہرے سے ہوگی یعنی جس کو کامیابی ملنی ہے اُس کا چہرہ بارونق خوش مسکراتا روشن ہوگا، اور جس کے لئے رسوائی ہے اُس کا چہرہ کالا سیاہ بدشکل ہوگا۔

فمالہٗ من قوۃ ولا ناصر: جس کے لئے رسوائی ہوگی اور برے کرتوت ظاہر ہوں گے اُس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوگی نہ اپنی ذات میں وہ طاقت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے نفاذ کا مقابلہ کرے، نہ کوئی حمایتی دوست اور لشکر ہوگا جو فیصلہ الٰہی کے نفاذ میں رکاوٹ بن سکے لازماً فیصلہ الٰہی نافذ ہو کر رہے گا۔

والسماء ذات الرجع: بارش والے آسمان یا بادل کی قسم اور زمین کی قسم جو ایسی پیداوار والی ہے جو زمین کو پھاڑ کر پیدا ہوتی ہے، جیسے یہ آسمان یا بادل اور یہ زمین اور پیداوار انسانیت کو فائدہ پہنچاتے ہیں ایسے ہی قرآن مجید اور اُس کے احکام انسانیت کے لئے فائدہ ہی دینے والے ہیں،

انہ لقول فصل: بیشک یہ قرآن مجید فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، یعنی اِس میں مذکور سب شریعت اور حق ہے اور ذریعہِ کامیابی ہے اور اِس کے احکام کے خلاف راستہ شریعت سے دوری، باطل اور ذریعہِ ناکامی ہے، چاہے بندے کامیابی اور ناکامی اِس سے ہٹ کر سمجھتے رہیں۔

انہٗ کی ضمیر کا مرجع بعث بعد الموت کا مضمون بھی ہو سکتا ہے یعنی دوبارہ زندہ ہونے کی بات حق ہے، اور مذاق نہیں ہے۔

وماھوبالھزل: یہ کتاب فضول اور لغو نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ لغو اور عبث کلام کرنے سے اور لغو کا حکم دینے سے پاک ہیں، حکیم ذات نہ عبث کام کرنے والی ہوتی ہے نہ عبث کا حکم کرنے والی ہوتی ہے، جدید دور کے لوگ احکام الٰہی کو فرسودہ اور اس دور کے ساتھ نہ چل سکنے والے قرار دیکر کتابِ الٰہی کو عبث کہنے کے سخت جرم کے مرتکب بنتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے کہ فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے، میں نے عرض کیا فتنوں سے بچاؤ کی صورت کیا ہوگی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب بچاؤ کا ذریعہ ہے، اِس میں پہلوں کی خبریں ہیں، اور بعد والوں کی بھی، اور درمیان کے دور کے احکام ہیں، یہ فیصلہ کرنے والی ہے مذاق نہیں ہے، جس متکبر نے اِس کو چھوڑا اللہ اُس کی گردن توڑ دے گا، اور جس نے اِس کو چھوڑ کر ہدایت تلاش کی اللہ تعالیٰ اُس کو گمراہ کر دے گا، یہی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے، یہی ذکرِ حکیم ہے، یہی صراطِ مستقیم ہے، یہ ایسی ہے جس میں بدعات وخواہشات نہیں گھستیں، اور علماء سیر نہیں ہوتے، اور زبانیں اشتباہ نہیں ڈال سکتیں، اور کثرت سے پڑھنے سے پُرانا نہیں ہوتا، اور اِس کے عجائب ختم نہیں ہوتے، جنات نے جب اس کو سنا تو یہ کہنے پر مجبور ہوئے ''بیشک ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو صحیح راستہ سجھاتا ہے'' جو اس کے بول بولے وہ سچ کہتا ہے، اور جو اِس کے ساتھ فیصلے کرے وہ عدل کرتا ہے، اور جو اس پر عمل کرے اجر پائے گا، اور جو اس کی راہ لے اُس کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت ملے گی''۔ (ترمذی، دارمی)

انھم یکیدون کیدًا و اکید کیدًا: مکہ والے طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں جن کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو مٹائیں، اور میں بھی مضبوط تدبیریں کرتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ دوں دین حق غالب کروں، اِن کی تدبیریں میری تدبیروں کے مقابلہ میں پرِکاہ کے برابر بھی نہیں ہیں، کم عقل بچوں کی طرح اِن کو اپنی تدبیروں پر فضول ناز ہے، سو آپ اُنہیں رہنے دیں، تھوڑے دن ہیں اُن کی تدبیریں بنانے کے، آخر یہ مٹ جائیں گے اور اِن کی تدبیریں بھی دھری رہ جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوگا، چنانچہ بدر میں اہل مکہ کی خوب گت بنی رہی سہی کسر بعد کے غزوات میں پوری ہو کر رہی، اور موت کے بعد تو کوئی نہیں چھوٹتا۔

سورۃ الاعلیٰ

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بحمد اللہ و توفیقہ قد تم توضیح سورۃ الطارق فی یوم الخمیس الا...

عشرون من رجب المرجب سنۃ ١٤٣٨ من الهجرة النبوية على صاحبها الصلوٰۃ

والسلام: والنظر الثاني في يوم الثاني وعشرين من جمادى الاولى سنة ١٤٤٠

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۃ الاعلیٰ

اس کو سورۃ سَبِّح بھی کہتے ہیں، اس میں 19 آیات، 72 کلمات، 290 حروف ہیں۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَ

آپ پاکی بیان کیا کریں اپنے اُس رب کے نام کی جو عالیشان ہے، وہ جس نے بنایا اور ٹھیک بنایا، اور وہ جس نے

الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝٦ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

تجویز کیا اور راہ سمجھائی، اور وہ جس نے چارہ نکالا، پھر اُس کو کر دیا کوڑا سیاہ، ہم آپ کو قرآن پڑھایا کریں گے تو آپ نہیں بھولیں

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝٧ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝٨ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ

گے مگر جب اللہ تعالیٰ چاہے، بیشک وہ ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے، اور ہم آپ کو سہولت دیں گے آسان شریعت کے لئے، سو آپ

الذِّكْرٰى ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝١١ الَّذِيْ يَصْلَى

نصیحت کیا کریں اگر نصیحت فائدہ دے، ضرور وہ شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ڈرتا ہو، اور وہ شخص نصیحت سے دور ہوگا

النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝١٣ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝١٤ وَذَكَرَ

جو بڑا بدنصیب ہو، وہ جو بڑی آگ میں داخل ہوگا، پھر نہ تو اُس میں مرے گا اور نہ جیئے گا، تحقیق وہ کامیاب ہوگیا جو پاک

اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝١٥ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝١٦ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝١٧ اِنَّ

ہوا، اور اپنے رب کا نام ذکر کرتا ہے، اور نماز پڑھتا ہے، بلکہ تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالاں کہ آخرت

هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝١٨ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝١٩

بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، بیشک یہ مضمون گذشتہ صحیفوں میں بھی ہے، یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں

لغوی تحقیق:

سَبِّحْ : فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از تفعیل، پاکی بیان کرنا۔ الاعلیٰ: سب سے بلند شان والا۔ قدّر : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب از تفعیل اندازہ کرنا۔ ھدٰی: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب از ضرب رہنمائی کرنا۔ غثا ء: سیلاب کی جھاگ، منتشر خشک بوٹیاں وغیرہ یعنی کوڑا کرکٹ۔ احوٰی: سخت سیاہ رنگ کا۔ سنقرئ: س حرف تقریب۔ نقرئ ء : مضارع معلوم، صیغہ جمع متکلم از افعال پڑھانا۔ لا تنسٰی: فعل نفی معلوم از سمع صیغہ واحد مذکر حاضر، بھولنا۔ الجھر: مصدر از فتح زور سے بولنا۔ یخفٰی: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، پوشیدہ ہونا۔ نیسّر: مضارع معلوم، صیغہ جمع متکلم، از تفعیل آسان کرنا۔ الیسرٰی : آسان چیز، مراد شریعت۔ ذکّر: فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر از تفعیل نصیحت کرنا، یاد دلانا۔ الذکرٰی: اسی سے اسم مصدر ہے۔ نفعت: فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از فتح فائدہ دینا۔ یذّکّر: مضارع معلوم، واحد مذکر غائب، از اِفّعّل فرع تفعل نصیحت پکڑنا۔ یتجنّب: مضارع معلوم از تفعّل، پرہیز کرنا، بچنا۔ الاشقٰی: صیغہ اسم تفضیل شقی سے از سمع محروم القسمت، بدنصیب۔ لا یموتُ: فعل نفی مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر مرنا۔ لا یحیٰی: نفی مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از سمع زندہ ہونا۔ افلح: ماضی معلوم از افعال، صیغہ واحد مذکر غائب، کامیاب ہونا۔ تزکّٰی : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعل، پاک ہونا۔ صلّٰی : ماضی معلوم، واحد مذکر غائب، از تفعیل نماز پڑھنا۔ تؤثرون : مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر حاضر، از افعال، ترجیح دینا۔ الحیٰوۃ الدنیا: ایسی زندگی جو ختم ہونے کے قریب ہو۔ ابقٰی: صیغہ اسم تفضیل، واحد مذکر، از سمع باقی رہنا۔

تفسیر:

ربط: سورہ طارق میں آخرت میں جزاء سزا کا ذکر تھا، اس سورت میں آخرت کی کامیابی اور اُس کے حاصل کرنے کا طریقہ ذکر ہے، اور وہ طریقہ اللہ کا ذکر، اللہ کی معرفت،

تزکیہ، نماز، وغیرہ، اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی ترغیب ہے، نیز سورہ طارق میں انسان کی تخلیق اور نباتات کی تخلیق ذکر ہے الارض ذات الصدع، اس سورت میں سب مخلوقات کے ضمن میں انسان کی تخلیق اور پھر نباتات کی تخلیق ذکر ہے الذی خلق فسوّی. اخرج المرعٰی یعنی بالفاظ دیگر دونوں سورتوں میں اللہ کی خالقیت ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام پاک ہیں:

سبّح اسم ربك الاعلی: اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح بیان کیجیئے جو بلند شان والا ہے، یعنی یہ بیان کریں کہ ہر عیب اور کجی سے اللہ تعالیٰ کا نام پاک ہے، لفظ اسم مفرد ہے لیکن اسم جنس ہے، سب اسماء الٰہی مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سب نام پاک ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی حسنٰی اس لئے ہیں کہ ہر نام میں اچھا معنیٰ ومفہوم ہے جو اللہ تعالیٰ کے کمالات ظاہر کرتا ہے، اور ہر وہ نام جس میں حُسن نہ ہو چاہے عیب بھی نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بولا جاسکتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی نام اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے اس طرح بولنا جس سے اللہ تعالیٰ اور غیر برابر معلوم ہو جائز نہیں مثلاً فلاں میرا رازق ہے، ایسے ہی جس حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نامناسب ہے اُس حالت میں ذکر جائز نہیں، مثلاً بیت الخلاء وغیرہ میں، اور جو شخص ایسے حال میں ہو کہ اللہ کا نام یا ذکر سننا پسند نہ کرے احتیاط اس میں ہے کہ اُس کے سامنے ذکر نہ کیا جائے مثلاً سائل کو کہنا اللہ تجھے روزی دے، کیوں کہ سائل تو وہ سننا چاہتا ہے جس سے اُس کا دل خوش ہو، جب کہ اِس سے اُس کا دل خوش نہیں ہوتا، یہیں سے سمجھ آتا ہے کہ سائل کو یہ کہنا کہ معاف کرو، درست نہیں ہے، تو سائل کو یہ کہنا چاہیے کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو تجھے دوں، یا کسی اور وقت میں آؤ۔

اور اللہ تعالیٰ کے اسماء ہر عیب اور کجی سے تب ہی پاک ٹھہریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہر نامناسب بات سے پاک ہو، اس لئے آیت سے جس طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ہر عیب اور نقص سے پاک ہونا ظاہر ہے ایسے اللہ تعالیٰ کی ذات کا بھی پاک ہونا ظاہر ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے جو مخلوقات پیدا فرمائیں اُن مخلوقات کی ذات میں عیب ونقص بیان نہ کیا جائے مثلاً فلاں کانا، بھینگا، لنگڑا، وغیرہ وغیرہ، کیوں کہ یہ کچھ بندے نے اپنی ذات میں خود نہیں کیا ہوتا بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کرتا ہے، ایسے ہی بندہ اپنی شکل بری نہ سمجھے کہ اللہ پر

اعتراض ہوگا، ایسے ہی رضا بالقضاء نہ ہونا یعنی تقدیر پر ناراض ہونا اللہ تعالیٰ کے اُس فعل میں عیب ماننا ہے، کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ ٹھیک نہیں کیا، دیکھیے سُبْحَانَ اللهِ کے لفظ میں کتنا بڑا مفہوم پایا جارہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے نام، اُس کی ذات، اُس کے سب کام ہر نقص اور عیب سے پاک ہیں، اِسی مفہوم اور یقین کے ساتھ سُبْحَانَ اللهِ کا ورد کیا جائے تو سکون قلب نصیب ہوگا ان شاء اللہ۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فسبّح باسم ربّك العظيم نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِس پر رکوع میں عمل کرو [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہو] اور جب سبّح اسم ربّك الاعلى نازل ہوئی فرمایا اپنے سجدوں میں اِس پر عمل کرو [سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى کہو] (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، روح)

الاعلیٰ: علو سے ہے بمعنی بلند ہونا، مراد اِس سے جسم و مکان و ذات کے اعتبار سے بلند ہونا نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ جسم و مکان سے پاک ہے بلکہ درجے اور حکومت میں اونچا ہونا ہے، اور ممکن ہے کہ الاعلی اسم کی صفت ہو تو مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نام شراکت سے بلند ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات شراکت سے بلند ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں کا غیر پر اطلاق درست نہیں ہے۔

الذی خلق فسوّٰی: وہ اللہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور برابر بنایا، خلق کا مفعول ذکر نہیں ہوا عموم کے لئے، ساری مخلوق اللہ نے پیدا کی، کوئی دوسرا خالق نہیں ہے، اور پھر مخلوق کو برابر بنایا یعنی ہر مخلوق کے سب اعضاء میں اور اُس کی جسامت اور وضع و ہیئت میں تناسب رکھا، ہر انسان کے دونوں ہاتھ، پاؤں، ٹانگیں وغیرہ برابر بنائیں، چھوٹی بڑی نہیں بنائیں، اسی کا ذکر الذی خلقك فسوّاك میں گذرا۔

والذی قدّر فهدٰی: وہ جس نے تجویز کیا پھر رہبری کی، یعنی جانداروں کے لئے اُن کے مناسب فیصلے اور خاص کام اور مقاصد تجویز کئے، اُنہی مقاصد اور کاموں کے لئے استعمال ہو رہے ہیں

تقسیم کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے جو فرد کہ جس کام کے قابل نظر آیا

پھر رہبری کی: یعنی ہر جاندار کو اُس کے مناسب کام سمجھا دیا، ہر چیز جس جس کام میں لگی

ہے، اُس کو اُس کام کی سمجھ دے دی، پھر ہر ایک مخلوق کو زندگی گذارنے کے لئے جس جس خوراک کی ضرورت ہے، اُس کو حاصل کرنے کے طریقے سمجھا دیئے، مضر اور مفید خوراک سمجھا دیں کہ اِن سے بچو اور ان کو حاصل کرو، یہ کام کرنے کا ہے اور یہ نہ کرنے کا ہے کام اس طریقے پر کرو اور اِس کام کا یہ طریقہ ہے، بہت سی مخلوقات بغیر استاذ کے ایسے ایسے کام کرتی نظر آتی ہیں جیسے اُنہیں کسی استاذ نے تعلیم دی ہو، اُن کا رہبر خود اللہ تعالیٰ ہے۔

والذی اخرج المرعٰی: انسان اپنی عقل کے ذریعے خود کھانے کمانے اور اپنی خوراک بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے، جب کہ دوسرے حیوانات نہ ایسی عقل رکھتے ہیں نہ اپنی غذا بنانے کے طریقے جانتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی خوراک گھاس چارہ نکالا، جس سے جانور خوراک بناتے ہیں، اُس کو کھانے کے لئے کسی خاص طریقے کی اور مرکب بنانے کی ضرورت نہیں ہے، تو آسانی سے جانور اُس کو خوراک بنا لیتے ہیں۔

فجعلہٗ غثاءً احوٰی: پھر اُس گھاس پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو کوڑا کرکٹ جیسا بنا دیتا ہے، کہ چرنے کے قابل نہیں رہتا خشک ہو جاتا ہے اور کالے رنگ کا ہو جاتا ہے، اور پھینکا ہوا بیکار پڑا ہوتا ہے، جو علامت ہے کہ ایسے ہی دنیا فی الحال سرسبز و شاداب ہے لیکن اِس کا نتیجہ ویسی ہی بربادی اور فناء ہے جیسے گھاس اور چارہ، یہ سب تصرفات اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق اور متصرف فی الامور، مدبر کائنات اور مختار کل ہونے کی صاف دلیل ہیں، اللہ تعالیٰ کا مقصود ان چیزوں کے بیان سے یہی ہے۔

وحی پر حفاظت خداوندی:

سنقرئك فلا تنسٰی: اوپر کے سارے تصرفات کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ دنیا فانی کو ترجیح نہ دینی چاہیئے آخرت باقی کو ترجیح دینی چاہیئے، اور آخرت کو ترجیح دینے کی صورت طاعات اختیار کرنا ہے، اور طاعات کا علم قرآن مجید سے حاصل ہوتا ہے، اس لئے آپ ﷺ قرآن مجید یاد کیا کریں اور اس کی تبلیغ کیا کریں، رہا یہ وسوسہ کہ قرآن مجید کہیں بھول نہ جائے تو یہ ذمہ داری ہم پر ہے کہ "ہم آپ کو پڑھائیں گے" یعنی یاد کرائیں گے "تو آپ ﷺ نہیں بھولیں گے" یاد کرانے کی ذمہ داری ہم پر ہے، انّ علینا جمعہٗ و قرآنہٗ. فاذا قرأناہُ فاتّبع قرآنہٗ. ثم انّ علینا بیانہٗ صرف یاد کرانا نہیں بلکہ

اُس کو زبان سے ادا کروانا، اُس کا مطلب سمجھانا اور آگے لوگوں کے سامنے صحیح تفسیر کرانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

شانِ نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر تشریف لاتے تو ان کے وحی پہنچاتے وقت رسول اللہ ﷺ اس ڈر سے ساتھ ساتھ پڑھتے کہ کہیں آپ ﷺ کے ذہن سے نہ نکل جائے (بھول نہ جائے) جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا اس ڈر سے کہ بھول نہ جائے، تو اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سنقرئك فلا تنسى الا ما شاء الله.

(مجمع الزوائد ح ۱۱۴۸۵، طبرانی)

یہ بھی ممکن ہے کہ مطلب ہو کہ ہم آپ کو پڑھائیں گے آپ نہ بھولیں گے یعنی عمل میں احکام قرآن کا خوب دھیان رکھیں گے کہ کوئی قرآنی حکم نہ چھوٹنے پائے گا کہ توفیق الٰہی شامل حال رہے گی۔

الا ما شاء الله: مگر جس حصے کو اللہ بھلوائیں اُس کو آپ بھول سکتے ہیں، یعنی ہم ہی بھلوائیں گے تو آپ بھولیں گے ورنہ آپ قرآن مجید کی بھول سے محفوظ رہیں گے، اِس سے دوسری آیت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے ما ننسخ من آية او نُنسِها نأت بخير منها او مثلها جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی آیت قرآنی کی تلاوت منسوخ کرنا چاہیں گے تو دو صورتوں میں سے کوئی ہوگی اول اللہ تعالیٰ صاف بتادیں گے کہ اِس کو ہم نے منسوخ کردیا، دوم اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے ذہن سے اور آپ ﷺ کے ہم عصر مسلمان آپ ﷺ کے تلامذہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہن سے اُس کا حفظ ختم کردیں گے، کبھی بھی یاد نہ رہے گا، اور یہ بھلوانا اُس کے منسوخ ہونے کی علامت ہوگی، چنانچہ جب کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ سے قرآن مجید کا کوئی حصہ سنتے جس میں حضور ﷺ کوئی آیت چھوڑ دیتے، تو وہ سمجھ جاتے کہ یا تو وقتی طور پر نبی کریم ﷺ سے بھول ہوگئی یا منسوخ ہوگئی ہوگی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز پڑھائی، تو آیت

چھوڑ دی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ہی عرض کیا یا رسول اللہ! آپ فلاں آیت بھول گئے یا منسوخ ہو گئی ہے،؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے (وقتی طور پر) بھلائی گئی ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ)

تو اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ آپ بھولیں گے نہیں، ہاں اگر بھلوائیں گے اور اُس بھلوانے میں بھی حکمت ہو گی تب ہی آپ ﷺ بھولیں گے، اور اس بھولنے میں پریشانی کی ضرورت نہیں، وہاں آپ رضا بالقضاء پر عمل فرمائیں۔

دوسری تفسیر یہ بھی کی گئی کہ آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے تو بھولیں گے مگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہے گا اس لئے نہیں بھولیں گے، اس تفسیر کے مطابق آیت کا نسخ سے کچھ تعلق نہیں ہوگا۔

ونیسّرک للیُسریٰ: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کی یہ تفسیر فرمائی کہ ہم اس آسان شریعت کے ہر حکم پر چلنے کے لئے آپ ﷺ کو سہولت دیں گے یعنی جیسے آپ کے لئے سمجھنا آسان ہوگا ایسے اُس کی تبلیغ اور عمل بھی آسان ہوگا، یعنی مشکل حکم نہیں دیں گے، یا اِس کے احکام آپ مشکل نہیں سمجھیں گے آسان سمجھیں گے۔

نصیحت فائدہ مند ہے:

فذکّر اِن نفعت الذّکریٰ: سو آپ نصیحت کرتے رہا کریں اگر نصیحت نفع دے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر نفع نہ دے تو نصیحت نہ کریں، کیوں کہ نصیحت بہر حال نفع دیتی ہے اگر مخاطب کو نفع دے تو یہی مقصود ہوتا ہے، اور اگر مخاطب کو نفع نہ دے تو ناصح کو تو بہر صورت نفع دیتی ہے، اس لئے اِن نفعت الذکریٰ قید احترازی نہیں قید واقعی ہے، اس لئے بعض مفسّرین نے اِنْ بمعنی قَدْ لیا ہے، اگلی آیت سیذّکّر من یخشیٰ اور فانّ الذّکریٰ تنفع المؤمنین سے بھی نصیحت کا نافع ہونا صاف ظاہر ہے، البتہ دونوں آیتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اِس نصیحت کا نفع طالب کو ہوتا ہے، بے طلب اور ضدی ہٹ دھرم شخص کو نہیں ہوتا، جیسے فرمانِ الٰہی ہے یھدی الیہ مَن یُنِیْبُ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت مُنیب یعنی ماننے کا مادہ اور ارادہ رکھنے والے کو ہوتی ہے۔

سیذّکّر من یخشیٰ: جو خشیت رکھتا ہو اُس کو نصیحت حاصل ہوگی، خشیت دل

میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہونے کے ساتھ اُس سے ڈرنے کو کہتے ہیں، خشیت میں محبت وعظمت دونوں ہوتے ہیں اس لئے آدمی ایسے عظیم کی نافرمانی سے ڈرتا ہے اور اُس کی خوشنودی کا طالب ہوتا ہے، اس لئے وہ ہر حکم کی تعمیل کرنے میں جلدی کی کوشش کرتا ہے، جو شخص کہے اور سمجھے کہ جی مجھے مولویوں کے وعظ کا کچھ اثر نہیں ہوتا اُس کا دل سخت ہے، اُس میں خشیت نہیں، خشیت پیدا ہونے سے ہی دل نرم ہوتا ہے، وہ اہل خشیت اور غرباء فقراء اور مسکین لوگوں کے پاس بیٹھے، یتیموں کے ساتھ شفقت کرے، دنیادار اور گناہ کے عادی لوگوں کی مجالس سے دور ہو ان شاء اللہ خشیت پیدا ہوگی، پھر وعظ اثر کرے گا۔

بہت بڑا بد نصیب آدمی:

ویتجنبہا الاشقٰی : وہ شخص نصیحت سے دور ہوگا جو بہت بڑھیا بد نصیب ہے، یہاں اشقٰی اسم تفضیل کا صیغہ لایا گیا جس کا مطلب ہے وہ شخص جو سب آدمیوں سے بڑھ کر بد نصیب اور محروم ہو اور وہ شخص کافر ہی ہوسکتا ہے، اس لئے اشقٰی سے ضدی کافر مراد ہے، گنہگار مسلمان اِس میں داخل نہیں کیوں کہ گناہ کا عادی مسلمان کتنا ہی گیا گذرا ہو وہ شقی ہوسکتا ہے، اشقٰی نہیں ہوسکتا، ہاں اُس کو گناہوں کی زندگی سے نکلنا چاہیے تا کہ وہ اشقٰی نہ بن جائے، کیوں کہ بعض اوقات گناہوں کی نحوست سے آدمی کا ایمان باقی نہیں رہتا۔

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اللہ والوں علماء عاملین کی مجالس اور صحبتوں سے دور بھاگتا ہے تو وہ اپنے ایمان کی فکر کرے کیوں کہ اُس کا یہ عمل اُس کو کفر کے قریب اور ایمان سے دور کر رہا ہے، یہ شخص نصیحت سے دور ہو رہا ہے اور اللہ فرما رہے ہیں یتجنبہا الاشقٰی اشقٰی نصیحت سے دور ہوتا ہے۔

جہنم کی آگ کی کیفیت:

الذی یصلی النار الکبرٰی : اشقٰی وہ ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا، دنیا کی آگ کے مقابلے میں جہنم کی آگ کو بڑی فرمایا کیوں کہ جہنم کی آگ کے مقابلے میں اِس آگ کی کوئی طاقت نہیں جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر [۶۹] حصے بڑھی ہوئی ہے،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مروی ہے:

نارکم هذه التی یوقد ابن آدم جزء من سبعین جزءًا من حرّ جهنم قالوا و الله ان کانت لکافیة یا رسول الله ! قال فانّها فضّلت علیها بتسعة و ستّین جزأ کلها مثل حرّها. (مسلم ح ۲۸۴۳)

تمہاری یہ آگ جو انسان جلاتے ہیں جہنم کی تپش کا سترواں حصہ ہے، عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کی قسم یہی دنیا کی آگ ہی کافی تھی، فرمایا وہ انہتر حصے اِس آگ سے بڑھائی گئی ہے جس کا ہر حصہ اس کی تپش کے برابر تپش رکھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ وانس رضی اللہ عنہما سے ایک اور حدیث نبوی میں ہے:

اوقدت النار الف سنة حتی احمرت ثم اوقد علیها الف سنة حتی ابیضت ثم اوقد علیها الف سنة حتی اسودت فهی سوداء مظلمة.

(البعث والنشور للبیهقی ح ۵۰۵، ۵۰۶)

ہزار سال جہنم کی آگ جلائی گئی حتی کہ سرخ ہوگئی، پھر مزید ہزار سال جلائی گئی حتی کہ سفید ہوگئی، پھر مزید ہزار سال جلائی گئی حتی کہ سیاہ ہوگئی اب وہ سیاہ تاریک ہے۔

جہنمی نہ مرے گا نہ جیئے گا، ارتفاع نقیضین کا شبہ:

ثم لا یموتُ فیها ولا یحییٰ: پھر وہ بدنصیب شخص جہنم میں نہ جیئے گا نہ مرے گا، اگر کوئی منطقی فلسفی منطق کے زور پر اعتراض کرے کہ اِس سے تو ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے جب کہ نہ اجتماع نقیضین درست ہے نہ ارتفاع نقیضین، تو جواب یہ ہے کہ اگر یہاں مطلق موت اور مطلق حیات کی نفی ہو تب ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے جب کہ یہاں مطلق موت اور مطلق حیات کی نفی نہیں ہے خاص موت اور خاص حیات کی نفی ہے یعنی ایسی موت نہ مرے گا جس سے راحت پالے نہ ایسی حیات پائے گا جس میں راحت ملے، مرے گا فوراً جیئے گا جیئے گا اور فوراً مرے گا اور یہ مرنا بھی بالکلیہ نہ ہوگا، کیوں کہ موت کو موت آگئی ہوگی پھر اُس پر فناء کرنے والی موت کہاں سے آئے، قرآن مجید میں ہے و یأتیه الموت من کُلّ مکان و ماهو بمیّت اُس کے پاس موت کے سامان ہر طرف سے آئیں گے مگر مرے گا نہیں، حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ جہنمی کی روح گلے میں آکر اٹک جائے گی نکلے گی نہیں کہ مرجائے، نہ دوبارہ اپنی جگہ پیٹ میں واپس ہوگی کہ

راحت پائے اور اُس کو زندگی فائدہ دے (اعاذنا اللہ)۔ (الدر المنثور ۱۶/۵)

کامیاب آدمی کی صفات:

قد افلح من تزکّٰی: وہ شخص پوری پوری کامیابی پائے گا جس میں تین باتیں ہوں گی۔ اول: کلمہ پڑھ کر پاک ہوا کفر وشرک سے اور ظاہری باطنی سب گناہوں سے، کلمہ کے بعد عام گناہوں سے پاک ہونے کی صورت یہ ہے کہ گناہ نہ کئے ہوں تقوی والی زندگی اختیار کی ہو، یا اگر گناہ ہوئے ہوں تو توبہ کر کے معاف کرا لئے ہوں۔ دوم: اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرتا ہو، یعنی ذکر اللہ والی زندگی بنائی ہو، اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہا ہو، اصل ذکر یہ ہے کہ ہر موقع سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم سامنے رکھا ہو کُلُّ مُطِیْعٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی فِیْ عَمَلٍ فَهُوَ ذَاکِرٌ (مرقات ۱۵۳۹/۴ ح۲۲۶۱) عمل میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے والا اللہ کا ذکر کرنے والا ہے، زبانی وقلبی دونوں طرح ذکر اللہ کا اہتمام کرنا چاہیے، قلبی ذکر اللہ کے احکام سامنے رکھنا ہے۔ سوم: نماز کی پابندی کی ہو، ذکر اللہ میں نماز بھی آجاتی ہے کیوں کہ وہ ذکر اللہ کا بڑا فرد ہے، مگر نماز کو علیحدہ ذکر کرنے سے اُس کی اہمیت کا اظہار ہے اور اُن گمراہ لوگوں کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں یوں ہی ذکر کرو نماز کی ضرورت نہیں (دلیل یہ دیتے ہیں کہ نماز سے مقصود بھی ذکر ہے، ایسا نہیں بلکہ ذکر کی خاص کیفیت بھی مقصود ہے) جیسے کہتے ہیں یوں ہی غرباء کی امداد کرو قربانی کے جانور ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔

تکبیر تحریمہ کے مسائل:

ذکر اسم ربّہٖ: میں عموم ہے، اِس میں تکبیر تحریمہ بھی داخل ہے، جسے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ اگرچہ خاص الفاظ یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے ساتھ منقول ہے (اس لئے تکبیر تحریمہ کہتے وقت اِنہی الفاظ کی پابندی کی جائے) لیکن اگر کوئی ایسے الفاظ سے تکبیر تحریمہ کہے جن سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام ذکر ہو تو تکبیر تحریمہ ادا ہو جائے گی، یاد رہے کہ اِس بارے میں کتبِ فقہ میں یہ تعلیم نہیں دی جا رہی کہ مسنون الفاظ اَللّٰہُ اَکْبَرُ جان کر چھوڑ دیئے جائیں، بلکہ محض مسئلہ کی وضاحت کے لئے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کبھی کسی نے غلطی کے ساتھ یا اتفاقیہ یا بغیر عادت کے اللہ اجلّ یا اعظم وغیرہ تکبیر تحریمہ کے لئے ادا کئے تو تحریمہ ہوگی یا نہیں؟

اس لئے اِس مسئلے کو غیر مقلدین کا نزاع بنانا فضول شور کرنا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذا سبّح او کبّر او هلّل اجزأهُ فی الافتتاح (ابن ابی شیبة ح ۲۴۶۱)

جب آدمی سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا لا الہ الا اللہ کہہ دے تو نماز کے افتتاح (شروع) میں اُس کے لئے یہ لفظ کافی ہوں گے۔

فقیہ حکم بھی کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اگر سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو تکبیر کی جگہ یہ کافی ہوں گے۔ (ایضاً ح ۲۴۶۲)

امام شعبی بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جونسے نام کے ساتھ نماز شروع کرو کافی ہوگا۔ (ایضاً ح ۲۴۶۴)

دنیا فانی اور آخرت باقی:

بل تؤثرون الحیوة الدّنیا والآخرة: آخرت کی مکمل کامیابی کے لئے تو یہ اعمال ہیں مگر تمہیں اُن سے کیا غرض؟ کیوں کہ تم لوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت ترجیح دینے کے لائق ہے دو وجہ سے اوّل: دنیا آخرت کے مقابلے میں بہتر نہیں ہے آخرت بہتر ہے۔

حضرت سہل بن سعد ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مری پڑی بکری دیکھی جس کی ٹانگیں اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں، فرمایا کیا خیال ہے یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے نا! عرض کیا جی ہاں، فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اللہ کے نزدیک دنیا اِس سے بھی زیادہ حقیر ہے، اور ارشاد فرمایا:

لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضة ما سقی کافرًا منها شربة. (ذم الدنیا ح ۱۔لابن ابی الدنیا)

اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو اُس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ پلاتے۔

دوم: دنیا فانی ہے آخرت باقی ہے، ظاہر ہے بہتر اور باقی کو غیر بہتر اور فانی پر ترجیح ہے، حضرت تھانوی ﷫ بطور مثال فرماتے ہیں کہ ایک دوست دوسرے کو کہے کہ میرے دو

مکان ہیں ایک تو (فرض کرو) کچا ہے قابل مرمت بھی ہے، دوسرا پختہ اور مضبوط ہے مرمت کی ذرا ضرورت نہیں، تم اُن میں سے جو چاہو پسند کرو تمہیں دیتا ہوں مگر کچا قابل مرمت لوگے تو ہمیشہ کے لئے تمہارا ہوگا، اور پختہ لو تو مثلاً چھ ماہ سال کے لئے عارضی رہائش کے لئے تمہیں دیتا ہوں ہمیشہ کے لئے نہیں دیتا، اب عقل مند انسان کونسا پسند کرے گا؟ ظاہر ہے کہ جو ہمیشہ کے لئے مل رہا ہے اگرچہ کچا اور قابل مرمت ہے اُسی کو لینا چاہے گا، جب کہ یہاں دنیا و آخرت کے معاملہ میں عقل مندی فانی کو باقی پر ترجیح دینے میں سمجھی جارہی ہے، یہ عقل مندی نہیں ناسمجھی ہے ۔

الا انما الدنيا كظل بنية ولا بد يوما ان ظلك زائل

سنو بیشک دنیا عمارت کے سائے جیسی ہے، اور لازمی بات ہے کہ ایک دن تیرا یہ سایہ ختم ہوجائے گا۔

ان هٰذا لفي الصحف الاولى: بیشک یہ بات پہلے صحیفوں میں یعنی حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں بھی ہے، کونسی بات؟ یعنی دنیا فانی اور آخرت باقی ہے اور باقی ترجیح کے لائق ہے فانی ترجیح کے لائق نہیں ہے، یا مکمل کامیاب وہ شخص ہوگا جس میں اوپر مذکور تین باتیں پائی جائیں، یا اس سورت کا سارا مضمون پچھلے صحیفوں میں مذکور ہے۔

صحف ابراهيم وموسى: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس اور تورات سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر بھی دس صحیفے نازل ہوئے۔ (روح المعانی ۳۰/۱۲۷، الدر المنثور ۸/۸۹ بحوالہ عبد بن حمید و ابن مردویہ و ابن عساکر)

بحمد الله وتوفيقه قد تم توضيح سورة الاعلى زمن تعطيلات المدرسة في يوم الثلاثاء لسابع وعشرين من رجب المرجب سنة ۱۴۳۸ من الهجرة النبوية على صاحبها الصلوة والسلام. و النظر الثاني لخامس وعشرين من الجمادى الاولى سنة ۱۴۴۰ھ

★★

سورة الغاشية مكية

اس میں 26 آیات، 92 کلمات، 381 حروف ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ

کیا آپ کے پاس خبر آئی گھیر لینے والی کی، بہت سے چہرے اُس دن ذلیل ہوں گے، مصیبت اٹھانے والے

نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَا

عاجز ہوں گے، جلانے والی آگ میں داخل ہوں گے، اُن کو پانی پلایا جائے گا کھولتے ہوئے چشمے سے، اُن

لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧

کا کھانا نہیں ہوگا سوائے کانٹے والی جھاڑی کے، جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک سے فائدہ دے گا

لغوی تحقیق:

الغاشية : صیغہ اسم فاعل، واحد مؤنث، از سمع ڈھانپنا، گھیرنا۔ خاشعة: اسم فاعل، صیغہ واحد مؤنث، عاجزی کرنا۔ عاملة : اسم فاعل، صیغہ واحد مؤنث، محنت کرنے والے، عمل کرنے والے۔ ناصبة : اسم فاعل از سمع ، واحد مؤنث، تھکنا، کوشش کرنا۔ حامية : اسم فاعل از سمع ،واحد مؤنث ، از سمع سخت گرم ہونا۔ تسقٰى : مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از ضرب ، پلانا۔ عين : متعدد معانی ہیں یہاں بمعنی چشمہ۔ آنية : پختگی کے قریب، سورہ رحمٰن میں آنٍ آیا ہے، گرمائش میں انتہاء کو پہنچا ہوا۔ ضريع : خشک بدبو والی کانٹے دار بوٹیاں۔ لا يُسْمِنُ : فعل نفی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال موٹا کرنا۔ لا يغني : نفی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال، ضرورت پوری کرنا، بے نیاز کرنا۔ جوع : مصدر، از نصر بھوکا ہونا۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ سورت میں جنّت واہل جنّت اور دوزخ واہل دوزخ کا اجمالاً ذکر ہوا اس

سورت میں تفصیلاً ذکر ہے۔

هل اتاك حديث الغاشية : کیا آپ کے پاس گھیر نے والے واقعہ کی خبر آئی ہے؟ یہ سوال تعجب میں ڈالنے کے لئے اور اگلی خبر سننے کا شوق دلانے کے لئے ہے، غاشية قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، قیامت کو غاشية اس لئے کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ساری مخلوق کو گھیر لے گا، کوئی اُس سے بچا ہوا نہیں ہوگا کہ جس پر قیامت کا اثر نہ ہو، اور اُس حادثے کا شکار نہ ہو، بلکہ سب ہی کو قیامت کا حادثہ بھگتنا ہوگا۔

بعض نے غاشية کی تفسیر دوزخ سے کی ہے مگر یہ مرجوح ہے کیوں کہ اِسی سورت میں آگے اِسی غاشية کی تفصیل ہے جس میں اہل دوزخ کے ساتھ اہل جنّت کا ذکر بھی ہے یعنی غاشية وہ ہے جو اہل جنّت واہل دوزخ دونوں کو عام ہے اور وہ سوائے قیامت کے نہیں ہے، اس لئے غاشية سے قیامت ہی مراد ہے۔

وجوهٌ يومئذٍ خاشعة : اِن آیات میں اُن لوگوں کا حال ذکر ہے جو ناکام ہوں گے یعنی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ وجوہ بول کر اصحاب وجوہ مراد ہیں بہت سے چہرے یعنی چہروں والے انسان ایسے ہوں گے، جن کے حالات میں سے تین حال یہ ہوں گے۔

خاشعة : ذلیل ہوں گے، مجرم قیدیوں کی طرح سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔

عاملة : دوزخ میں مشقتیں اٹھانے والے ہوں گے، زنجیروں میں جکڑے ہوئے، بیڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ **ناصبة :** مشقتوں کے سبب تھکے ہوئے ہوں گے۔

کچھ مفسرین نے یہ تین حال دنیا میں بیان کئے ہیں یعنی دوزخ میں جانے والے کئی ایسے ہیں جن کا دنیا میں بھی یہ حال تھا کہ خاشعة : اللہ تعالی کے سامنے عبادت میں خشوع کرتے تھے، خوب عاجزی کا اظہار کرتے تھے۔ عاملة : اعمال میں خوب لگے ہوئے ہوتے تھے۔ ناصبة : مجاہدے اتنے زیادہ کرتے تھے کہ اُن سے تھکے ہوئے ہوتے تھے مگر دوزخ میں داخل ہوں گے کیوں کہ جنّت میں داخل ہونے کے لئے صرف محنت وعمل اور مجاہدہ کام کا نہیں جب تک ایمان اور عقیدہ صحیح نہ ہو، اور یہ لوگ سب نبیوں پر ایمان نہیں رکھتے تھے جیسے یہود و نصاری وغیرہم قُل ننبئكم بالاخسرين اعمالًا . الذين

ضلّ سعیهم فی الحیوۃ الدنیا و هم یحسبون انهم یُحسِنُون صنعًا.

ابو عمران جونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ایک راہب کے پاس سے گذرے تو ٹھہر گئے، راہب کو بلایا گیا کہ امیر المؤمنین آئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو راہب پر مشقت اور مجاہدہ کا اور دنیا کا سب کچھ چھوڑنے کا کافی اثر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا رو پڑے، عرض کیا گیا یہ عیسائی ہے، فرمایا مجھے بھی معلوم ہے لیکن مجھے ترس آ رہا ہے، اور اللہ تعالی کا یہ فرمان یاد آ رہا ہے عاملة ناصبة . تصلی نارًا حامية مجھے اُس کی تھکن و مجاہدہ پر ترس آیا جب کہ یہ دوزخ میں ہوگا۔

(الدر المنثور ۸/۹۱۴ بحوالہ عبد الرزاق، ابن المنذر، حاکم)

اِسی میں وہ گمراہ اہل بدعت بھی داخل ہیں جو اُن بدعات و رسوم میں مال و جان اور وقت کھپاتے ہیں جن کو خود گھڑا ہے اور شریعت میں اُن کی کوئی اصل نہیں ہے، آخرت میں اُس محنت و مشقت پر اُن کو کچھ نہیں ملے گا، کاش لاعلم مسلمان غور فرمائیں کہ وہ جان و مال کہاں صرف کر رہے ہیں؟

تصلی نارًا حامية: یہ لوگ اُس آگ میں داخل ہوں گے جو بے حد سخت گرم ہوگی جس سے زیادہ حرارت ہو ہی نہیں سکتی، جس کی حرارت دائمی ہوگی۔

تُسقی من عین آنية: جب پانی مانگیں گے تو ایسے تیار چشمے کا پانی ملے گا جو سخت تر گرم کھولتا ہوگا، جس کا ایک قطرہ پہاڑ پر ڈالا جائے تو پگل جائے، جب اُن کے مونہوں کے قریب کیا جائے گا چہروں سے گوشت اتر پڑے گا، اور جب پیئیں گے آنتیں کٹ جائیں گی

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں تمہارا کیا خیال ہے اُن لوگوں سے متعلق جو اللہ تعالی کے سامنے پچاس ہزار سال اپنے قدموں پر کھڑے ہوں گے جنہوں نے کچھ لقمہ نہ کھایا ہوگا، گھونٹ پانی نہ پیا ہوگا حتی کہ پیاس سے گردنیں ٹوٹ گئی ہوں گی، بھوک سے پیٹ جل گئے ہوں گے اُنہیں جہنم لے جائیں گے اور سخت گرم کھولتے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے جس کی گرمی انتہاء کو پہنچ گئی ہوگی اور ابال سخت ہوگیا ہوگا۔ (المجالسۃ وجواہر العلم ۴/۲۲۲، العاقبۃ فی ذکر الموت لعبد الحق اشبیلی/ ۲۸۲)

لیس لهم طعام الا من ضریع: اُن کو کھانا نہیں ملے گا سوائے ضریع کے،

ضریع ایک کانٹے دار خشک بوٹی ہے زمین سے ملی ہوئی ہوتی ہے، عرب اُس کو شبرق کہتے ہیں، یہ جب تک سبز ہو اونٹوں کی غذا ہوتی ہے، لیکن خشک ہو کر بلی کے ناخنوں جیسی ہو جاتی ہے جس کو کوئی جانور نہیں کھا سکتا، زہریلی ہو جاتی ہے، بعض روایات کے مطابق جب حلق سے اترے گی نہ باہر نکل سکے گی نہ نیچے کو اترے گی اعاذنا اللہ.

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل دوزخ پر بھوک مسلط کی جائے گی وہ بھی دوسرے عذابوں کے برابر ہوگی، تو کھانا مانگیں گے تو ضریع کھانے کو ملے گی جو نہ موٹا کرے گی نہ بھوک کے کام آئے گی، پھر کھانا مانگیں گے تو گلے میں اٹکنے والا کھانا ملے گا، تو اُنہیں یاد آئے گا کہ دنیا میں پانی کے ذریعے کھانا نیچے کو لے جاتے تھے تو پانی مانگیں گے چنانچہ اُنہیں گرم کھولتا پانی ملے گا، جب مونہوں کے قریب کیا جائے گا چہرے بھون جائیں گے، اور جب پیٹوں میں جائے گا اندر کا سب کچھ کٹ جائے گا، الحدیث۔ (سنن ترمذی ح ۲۵۸۶)

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَا تَسْمَعُ فِيهَا
بہت سے چہرے اُس دن بارونق ہوں گے، اپنی محنت کے سبب خوش ہوں گے، اونچی بہشت میں ہوں گے، اُس
لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾
میں لغوبات نہ سنیں گے، اُس میں جاری چشمے ہوں گے، اور اس میں اونچے تخت ہوں گے، اور رکھے ہوئے پیالے
وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾
ہوں گے، اور گدے برابر لگے ہوئے ہوں گے، اور قالینیں پھیلی ہوئی ہوں گی

لغوی تحقیق:

ناعمة: اسم فاعل، صیغہ واحد مؤنث، از سمع، خوش عیش، تروتازہ۔ راضیة: اسم فاعل، صیغہ واحد مؤنث، از سمع، پسند کرنا، خوش ہونا۔ عالیة: علو سے اسم فاعل ہے، صیغہ واحد مؤنث از نصر بلند ہونا۔ لاغیة: اسم فاعل، صیغہ واحد مؤنث، از نصر بغیر سمجھے بولنا، یعنی لغو کلام بولنا۔ جاریة: جاریٌ کی مؤنث، واحد مؤنث، اسم فاعل از

ضرب بہنا۔ سُرُرٌ : سریرٌ کی جمع تخت۔ مرفوعۃٌ : اسم مفعول، صیغہ واحد مؤنث، از فتح اونچا کرنا۔ اکوابٌ : کُوبٌ کی جمع ، وہ پیالہ جس کے پکڑنے کا کڑا نہ ہو۔ موضوعۃٌ : اسم مفعول، واحد مؤنث، از فتح رکھنا۔ نمارقُ : نمرقۃٌ (ن اور راء کی تینوں حرکتوں کے ساتھ) کی جمع ، تکیہ۔ مصفوفۃٌ : اسم مفعول، صیغہ واحد مؤنث از نصر قطار میں بچھائے ہوئے۔ زرابیُّ: زِرْبِیَّۃٌ کی جمع ، بچھائی ہوئی رنگ برنگی قالین۔ مبثوثۃ : از نصر ، اسم مفعول، واحد مؤنث، پھیلائی ہوئی۔

تفسیر:

وجوہٌ یومئذ ناعمۃ: ان آیتوں میں آخرت میں کامیاب ہونے والوں کا حال ذکر ہے، فرمایا بہت سے چہرے یعنی چہروں والے خوش حال تروتازہ بارونق ہوں گے، حسین خوبصورت چودھویں کے چاند جیسے چہرے ہوں گے، اور بہت سے چہرے چمکتے ستاروں جیسے ہوں گے، یہ لوگ دنیا میں جنت کے حصول کے لئے جو کوششیں کی تھیں آج اُن کا ثمرہ دیکھ کر راضی اور خوش ہوں گے ۔

فی جنّۃ عالیۃ: بہشت بریں میں ہوں گے ، یعنی ایسی بہشت میں جو درجے کے اعتبار سے بلند شان ہے، اور مکان کے اعتبار سے بھی ساتویں آسمان سے اوپر ہے، اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہاں عالیۃ کا فاعل محذوف ہے عالیۃ اشجارُھا یعنی جنت کے درخت بھی اونچے اونچے ہوں گے۔

لاتسمعُ فیہا لاغیۃ: وہ لوگ جنّت میں لغوبات نہیں سنیں گے، لغو وہ ہے جس کا کچھ فائدہ نہ ہو اور بظاہر نقصان بھی نہ ہو، تو جب لغوبات نہیں سنیں گے تو ضرر دینے والا کلمہ اور گناہ کا کلمہ بطریق اولٰی نہیں سنیں گے۔ لا یسمعون فیہا لغوًا و لا کِذّابًا نہ لغو سنیں گے نہ جھوٹ۔

فیہا عینٌ جاریۃٌ: جنّت میں بہنے والے چشمے ہوں گے، عینٌ اسم جنس ہے قلیل کثیر سب کو شامل ہے، اس لئے یہاں کسی ایک خاص چشمے کا ذکر نہیں سب طرح کے چشموں کا ذکر ہے، پانی کے چشمے، شراب اور دودھ اور شہد کے چشمے سب مراد ہیں، جاریۃٌ چشمے بہنے

والے ہوں گے یعنی کبھی بند نہ ہوں گے، ہمیشہ جاری رہیں گے، اور یہ جملہ اسمیہ کی صورت میں ہے، اور جملہ اسمیہ میں دوام واستمرار کا معنی ہوتا ہے، تو یہ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جنت والی جنت کو ہمیشہ کے لئے بقاء ودوام ہوگی کبھی فناء نہ ہوں گے، اگلے جملے بھی جملہ اسمیہ کی صورت میں ہیں اُن میں بھی دوام واستمرار کا معنی ملحوظ رہے۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ : جنّت میں تخت ہوں گے اونچے رکھے ہوئے، طویل پائیوں پر بلند ہوں گے، جب آدمی اُن پر بیٹھنا چاہے گا نیچے کو جھک جائیں گے، اور جب بیٹھ جائے گا اوپر کو بلند ہو جائیں گے، اُن پر بیٹھ کر مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی سب نعمتوں کو اور اہل جنت کو دیکھ سکے گا۔ (حدائق الروح والریحان)

وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ : اور جنّت میں چشموں کے کناروں پر بغیر کڑے والے پیالے رکھے ہوئے ہوں گے آدمی جس جانب سے چاہے گا پیئے گا۔

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ: آرام کرنے کے لئے اور ٹیک لگانے کے لئے تکیے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے قطار میں لگے ہوئے موجود ہوں گے، جیسا کہ یہ اہتمام خصوصاً ہمارے بہت سے لوگ کرتے ہیں، اُن تکیوں کے اوپر بیٹھ سکیں گے ٹیک لگانا چاہیں تو ٹیک لگا سکیں گے۔

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ: اور تختوں پر اور نیچے بیٹھنے کی جگہوں پر بھی مختلف رنگوں اور نقش و نگار والی قالینیں اور بستر بچھے ہوئے ہوں گے، یہ سب قسم کا انتظام اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ میزبان ہوں گے اور اہل جنّت کو مہمان بنائیں گے، اور ہر میزبان اپنی طاقت کے مطابق مہمانوں کے لئے راحت وخوشی کے سامان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تو خزانے اور طاقت لامحدود ہے۔

اَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى الْجِبَالِ
کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا؟ اور آسمان کی طرف کہ کس طرح بلند کیا گیا؟ اور پہاڑوں کی
كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ
طرف کہ کس طرح کھڑے کئے گئے؟ اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی؟ سو آپ نصیحت کرتے رہیں، بس

عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝

آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں، آپ اُن پر ذمہ دار نہیں ہیں، مگر جس نے منہ موڑا اور کفر اختیار کیا ہو اُس کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا بڑی سزا، بیشک ہمارے

إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ۝

پاس ہی اُن کو لوٹنا ہے، پھر ہمارے ذمہ ہی اُن کا حساب ہے۔

لغوی تحقیق:

لاینظرون: فعل نفی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از نصر دیکھنا۔ الابل: اونٹ۔ خُلِقَت: فعل ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از نصر پیدا کرنا۔ رُفِعت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از فتح، بلند کرنا۔ نُصِبَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، کھڑا کرنا۔ قائم کرنا۔ سُطِحَت: ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، بچھانا۔ ذَکِّرْ: فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از تفعیل سمجھانا، نصیحت کرنا۔ مُذَکِّرٌ: اُسی سے اسم فاعل، واحد مذکر۔ مصیطر: صیغہ اسم فاعل، واحد مذکر، از باب فعللہ نگرانی کرنا۔ یُعَذِّبُ: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل سزا دینا۔ اِیاب: مصدر از افعال لوٹنا۔ حساب: گنتی کرنا، پوچھ گوچھ کر کے عمل کا بدلہ دینا۔

تفسیر:

شروع سورت میں قیامت کا ذکر کر کے خوش نصیب کامیاب اور بدنصیب ناکام لوگوں کا ذکر فرمایا، اب پھر منکرینِ قیامت کے رد میں بعث بعد الموت کا اثبات کیا جا رہا ہے، کہ جو اللہ قدرت کے یہ سب کارنامے کرنے پر قادر ہے وہ بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے پھر تم کیوں انکار کرتے ہو؟

افلا ینظرون الی الابل: کیا یہ لوگ اونٹ کو دیکھتے نہیں کہ کیسے پیدا ہوا؟ سارے جانداروں سے اُس کی شکل عجیب ہے، جسم بہت بڑا، طاقت کافی، بھاری بوجھوں کو باسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والا، ہر طرح کی کانٹے دار جھاڑیاں آسانی سے خوراک

بناتا ہے، بے حد تابع، اگر چہ بچہ بھی اُس کی لگام پکڑ کر کہیں لے جائے تو ساتھ چل پڑتا ہے، اس کی پیٹھ پر کجاوہ رکھ کر انسان پورا گھرانہ سوار کر سکتا ہے، اپنا کھانا پینا ساتھ رکھتا ہے، دس دن تک بغیر پیئے گذار سکتا ہے، اپنے ستانے والے کے لئے کینہ رکھتا ہے، طبیعت میں صبر بھی ہے، جس جانور کا پتہ نہ ہو وہ بہت صابر ہوتا ہے اونٹ کا بھی پتہ نہیں ہے (حیات الحیوان وغیرہ)

حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اونٹ مالکوں کے لئے عزت ہے، بکریاں برکت ہیں، اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر باندھ دی گئی ہے۔ (ابن ماجة)

والی السّماء کیف رفعت: اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا؟ آسمان وزمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے، نہ ستون ہیں، نہ کوئی اور طرح کی ٹیک، محض قدرت الٰہی نے اس کو قائم کر رکھا ہے، بڑے سے بڑا سائنسدان ساری عمر کی تحقیق سے بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسے کھڑے ہیں؟

والی الجبال کیف نصبت: اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے قائم کئے گئے؟ اتنے بڑے اور اونچے ہونے کے باوجود کبھی کسی جانب نہیں جھک پڑتے، دبتے نہیں، اپنے اندر اور اوپر قیمتی ذخیرے اور خزانے، معدنیات، چشمے اور قیمتی درخت رکھتے ہیں۔

والی الارض کیف سُطِحَت: زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟ قدرت کی نشانیاں تو بہت ہیں لیکن خصوصاً اِن چار کا ذکر کیا گیا اس لئے کہ یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اوّل مخاطب یعنی عرب لوگ اِن چار سے خوب واقف ہیں، گویا فرمایا گیا کہ سامنے دیکھو تو اونٹ اور اوپر دیکھو تو آسمان اور دائیں بائیں دیکھو تو پہاڑ اور نیچے دیکھو تو زمین میری قدرت کی وہ نشانیاں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالی سب کچھ پر قادر ہے پھر تم لوگ بعث بعد الموت کو اللہ تعالی کی قدرت سے باہر کیوں سمجھتے ہو؟ ذرا تنہا بیٹھ کر سوچا کرو تمہیں بعث بعد الموت بھی سمجھ آسکتی ہے۔

فذکّر انّما انت مذکّر: اگر اِن دلائل قدرت سے بھی اُن کو کچھ سمجھ نہیں آتا تو آپ کے سمجھانے سے بھی شاید سمجھ نہ پائیں اس لئے آپ زیادہ فکر نہ کرو اپنا کام کئے جاؤ آپ سمجھائیں بس آپ کا کام سمجھانا ہے، آپ ذمہ دار اور نگران نہیں ہیں، مبلّغ کا کام سمجھانا

ہے راستے پر لگانا نہیں ہے، اس لئے یہ نہ کہنا چاہیئے کہ جی فلاں دوسروں کو تو تبلیغ کرتا ہے لیکن اُس کے گھرانے کے افراد تو ٹھیک نہیں ہیں پہلے اُن کو تو ٹھیک کرے، گھرانے کا فرد ہو یا کوئی دوسرا نبی اور نائب نبی کا کام سب کو سمجھانا ہے پھر اللہ تعالیٰ جس کو توفیق دیتے ہیں اور آدمی ضد چھوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سیدھے راہ پر ڈال دیتے ہیں نبی یا نائب نبی راہ راست پر نہیں ڈال سکتے۔

اِلَّا مَن تولی و کفر: آپ کے سمجھانے پر جو راہ راست پر آیا وہ تو کامیاب ہوا لیکن جس نے نصیحت سے منہ موڑا اور منکر ہی ہوا اُس کے لئے ناکامی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اُس کو بڑی سزا دیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں فرمایا بیشک ہمارے پاس انہوں نے لوٹنا ہے اور پھر ہمارے ذمہ اُن سے حساب لینا ہے آپ کے ذمہ نہیں، بس آپ کے ذمہ تبلیغ ہے۔

الا من تولی کا استثناء **لست علیھم بمصیطر** سے متصل نہیں بلکہ منقطع ہے، کیونکہ استثناء متصل کی صورت میں یہ بات لازم آئے گی کہ منہ موڑے والے اور کفر اختیار کئے رکھنے والے پر آپ ﷺ ذمہ دار ہیں، حالانکہ آپ ﷺ کسی پر ذمہ دار نہیں ہیں۔

ثم ان علینا حسابھم: **علینا حسابھم** پر مقدم ہے یہ تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی ہمارے ہی ذمہ اُن کا حساب لینا ہے ہمارے سوا کسی کے ذمہ حساب نہیں ہے، تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بھی حساب لینے والا جانتے ہیں آیت اُن کے خلاف ہے یہ نظریہ اِس آیت کے خلاف ہے جیسے بعض شیعہ کہتے ہیں کہ بندوں کا حساب حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ لیں گے، ایسے ہی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فرشتے حساب لیں گے یہ ثابت نہیں ہے،

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ قسیم الجنۃ والنار ہیں، یہ بات اِس آیت کے خلاف اور من گھڑت ہے۔

بحمداللہ و توفیقہ قد تمّ توضیح سورۃ الغاشیۃ فی یوم الخمیس لتاسع و عشرین من رجب المرجب سنۃ ۱۴۳۸ من الھجرۃ النبویۃ علی صاحبھا الصلواۃ والسلام. والنظر الثانی لخامس وعشرین من الجمادی الاولی سنۃ ۱۴۴۰ھ

سورة الفجر مكية

29 یا 30 آیات، 139 کلمات، 597 حروف ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ
ترجمہ: قسم ہے فجر کی، اوردس راتوں کی ، اور جفت اور طاق کی، اوررات کی جب جانے لگے،
هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝
کیا اس میں عقل مند کے لئے کافی قسم ہے؟

لغوی تحقیق:

الفجر : کسی چیز کا پھٹنا، صبح کو بھی فجر اس لئے کہتے ہیں کہ اسے رات پھٹتی ہے، یعنی اُس کی روشنی رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر نکلتی ہے۔ **عشر :** دس کا عدد۔ **الشفع:** وہ عدد جو برابر تقسیم ہو سکے، جس کو جفت کہتے ہیں۔ **الوَتر :** وہ عدد جو برابر تقسیم نہ ہو سکے، جس کو طاق کہتے ہیں۔ **یسرِ :** اصل میں یسرِی ہے فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب چلنا۔ **قَسَم:** از ضرب، قسم کھانا۔ **حجر:** اسم مصدر، از نصر روکنا، جس جگہ کا پتھروں کے ذریعے گھیرا دیا گیا ہو (پتھر رکاوٹ بنائے گئے ہوں) اُس کو حِجر کہتے ہیں، عقل کو حجر اس لئے کہتے ہیں کہ برائی سے روکتی ہے۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ سورت میں مؤمنین اور کفار کی جزا سزا ذکر تھی ، یہاں بھی دونوں کی جزا سزا کا ذکر ہے، درمیان میں گذشتہ اقوام کے کفار کو دنیا کے اندر ملنی والی بعض سزاؤں کا ذکر ہے۔

والفجر ولیال عشر: اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسمیں اٹھا کر حساب و کتاب جزا و سزا ہونے کو مؤکد کیا ہے۔

اول: فجر کی قسم الفجر پر الف لام جنس کا ہو تو مطلق فجر مراد ہے، کیوں کہ فجر کا وقت

وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشهودًا فجر کے وقت کی
بہت بابرکت ہے نماز میں قرآن (زیادہ) پڑھا کرو کیوں کہ فجر کی نماز کے وقت (فرشتوں کی) حاضری ہوتی
ہے، پیچھے والصبح اذا تنفس میں بھی صبح کی قسم اٹھائی گئی، یہ وقت اس اعتبار سے
اللہ تعالی کی نعمت ہے کہ اِس میں اللہ تعالی انسان کو اٹھا کر نئے دن کی زندگی عطا فرماتے ہیں
اور یہ موت کے بعد روز قیامت زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہونے کی دلیل ہے۔

اور اگر الفجر کا الف لام عہد کا ہو تو خاص فجر مراد ہوگی، تو یا دس ذی الحجہ کی فجر یا
اول محرم کی فجر، یا جمعہ کے دن کی فجر مراد ہے، پہلی تفسیر راجح ہے، اور یہ مخصوص فجر بھی اُس
میں داخل ہے۔

فضائل ذی الحجہ:

دوم: دس راتوں کی قسم، اِن دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں، بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحیح سند کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد نقل ہے کہ ان دس راتوں سے ذی الحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ (مجمع الزوائد ح ۱۱۴۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِن دس دنوں سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جس میں کیا ہوا کوئی عمل اللہ تعالی کو بہت محبوب ہو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا (دوسرے دنوں میں کیا ہوا) جہاد فی سبیل اللہ کا عمل بھی اُس سے بڑھ کر محبوب نہیں؟ فرمایا ہاں وہ بھی اُس سے بڑھ کر محبوب نہیں، ہاں اگر آدمی جان مال لے کر جہاد فی اللہ کے لئے جائے اور پھر کچھ بھی واپس لے کر نہ لوٹے (یہ چیزیں قربان کردے تب ایسا جہاد اِن دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب ہوگا)

(الدر المنثور ۵۰۱/۸ بحوالہ بخاری، شعب الایمان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِن دنوں سے افضل دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نہیں، اور اِن میں کئے ہوئے عمل سے محبوب عمل کوئی نہیں، لہٰذا تم لوگ اِن دنوں تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) تکبیر (اَللّٰهُ اَكْبَرُ) تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰه کا ذکر) زیادہ کیا کرو۔ (ایضاً بحوالہ شعب الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اِن دنوں

میں سے کسی بھی دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہے، اور ان دنوں کا عمل سات سو گنا بڑھ جاتا ہے۔ (ایضا بحوالہ شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ان دنوں کی ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔ (شعب الایمان)

سوم و چہارم: جفت اور طاق کی قسم، جفت ہر وہ عدد جو برابر تقسیم ہو سکے جیسے 2،4 وغیرہ، اور طاق ہر وہ عدد جو برابر تقسیم نہ ہو جیسے 1، 3، 5 وغیرہ، آیت میں کیا مراد ہے؟

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مراد نمازیں ہیں بعض جفت اور بعض طاق ہیں۔ (مسند احمد ح۱۹۹۱۹، ۱۹۹۳۵، ترمذی ح۳۳۴۲، مسند الرویانی ح۱۲۴، ۱۴۸، مستدرک صحیح ح۳۹۲۸،)

• حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دس راتوں سے ذی الحجہ کے دس دن اور جفت سے عید الاضحیٰ کا دن اور طاق سے نو ذی الحجہ کا دن مراد ہے۔ (مجمع الزوائد ح۱۱۴۹۰، بزار بسند صحیح)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جفت و طاق سے نو اور دس ذی الحجہ کا دن ہے۔ (مجمع الزوائد ح۱۱۴۹۱، طبرانی)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ اس سے گنتی کے اعتبار سے عدد مراد ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد فرماتے ہیں کل مخلوق کی دو قسمیں ہیں جفت اور طاق، دوسری تفاسیر بھی منقول ہیں، ظاہر ہے کہ حدیث مرفوع صحیح حدیث جابر رضی اللہ عنہ ارجح ہونی چاہیے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جفت سے مراد دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور طاق سے نویں تاریخ کذا فی الحدیث اور ایک حدیث میں ہے کہ اس سے نماز مراد ہے، کہ کسی کی طاق رکعتیں ہیں کسی کی جفت، اور پہلی حدیث کو روایۃً بھی اصح کہا گیا کذا فی الروح، اور درایۃً بھی وہ راجح ہے، کیونکہ بقیہ مقسم بہ ازمنہ میں سے ہیں، اور یہ تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ شفع و وتر سے مراد شفع و وتر معظم ہو اور دونوں اس کے مصداق ہو جائیں گے۔ (بیان القرآن)

پنجم: رات کی قسم جب رات جانے لگے، یہ صبح صادق ہونے سے پہلے کا وقت ہوتا

ہے، صبح صادق ہونے سے دن شروع ہو جاتا ہے، گویا ابتداء میں دن کے اول وقت کی قسم ہے اور اِس میں رات کے آخری وقت کی قسم ہے، دن کا اوّل وقت تخلیق انسانی و تخلیق کائنات کی ابتداء اور رات کا آخر وقت کائنات کی فناء اور اُس کے بعد اعادہ کی علامت ہیں، یعنی اے انسانو! ایک تمہاری ابتداء ہے جس سے دنیا میں آئے، ایک تمہاری انتہاء ہے جب دنیا سے رخصت ہو کر دوسرے جہان میں پہنچو گے۔

سوال: واللیل اذا یسرِ ہر رات کو شامل ہے، اِس میں لیالٍ عشرٍ بھی داخل ہیں، تو لیالٍ عشرٍ کا الگ سے کیوں ذکر ہوا؟

جواب: لیالٍ عشرٍ میں دس راتوں کی ذات کے لحاظ سے قسم کھائی گئی ہے، اور "اللیل اذا یسر" میں رات کی خاص صفت یعنی اُس کے جانے کی صفت کے اعتبار سے قسم کھائی گئی ہے، تو دونوں میں فرق ہوا۔

هل فی ذالك قسم لذی حجر: کیا اِن چیزوں کی قسم عقل مند کے لئے کافی ہے؟ جس سے سمجھے کہ دنیا فانی ہے اور ایک دن اِس جہان سے جانا ہے، اور پھر دوسرے جہان میں کھڑے ہو کر جزا سزا کا معاملہ ہونا ہے، جیسا کہ جواب قسم محذوف ہے لنجازینّ كلّ احد بما عمل ہم ہر آدمی کو اُس کے عمل کا ضرور ضرور بدلہ دیں گے۔

سوال: ذالك اسم اشارہ بعید مفرد ہے، اور اِس کا مشار الیہ امور متعددہ ہیں تو اشارہ و مشار الیہ میں مطابقت نہیں ہے؟

جواب: امور متعددہ بتاویل المذکور ہو کر مفرد ہیں، لہٰذا مطابقت ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۞ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۞ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ
کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے کیسا کیا قوم عاد کے ساتھ، یعنی قوم ارم کے ساتھ جو ستونوں جیسی قامت
مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۞ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۞
میں تھے، وہ جن کی مثل پیدا نہیں ہوئی شہروں میں، اور قوم ثمود کے ساتھ جو پتھروں کو تراشتے تھے وادی قریٰ میں
وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۞ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۞ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۞
اور فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا، جنہوں نے سرکشی کر رکھی تھی شہروں میں، اور اُن میں فساد زیادہ کر رکھا تھا،

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

تو اُن پر برسایا تیرے رب نے عذاب کا کوڑا، بیشک تیرا رب گھات میں ہے

لغوی تحقیق:

لم تر : فعل جحد معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از فتح دیکھنا، جاننا۔ عاد: عاد بن عوص یا عاص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد، اُن کے باپ کے نام کے ساتھ اُن کا نام رکھا گیا، اِنہی کو عادِ اِرَم اور عادِ اولی بھی کہا جاتا ہے۔ اِرَم: سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے، یہ عاد اُن کے پوتے کی اولاد ہے۔ العِماد: ستون، جس کے سہارے پر بھروسہ کیا جائے۔ لم یُخلَق: فعل جحد مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر پیدا کرنا۔ مِثْل: وہ بات جو دوسری بات کے مشابہ ہو، وہ چیز جو دوسری چیز سے ملتی ہو۔ البِلاد: بَلَد کی جمع، باہم ملی ہوئی حد لگائی ہوئی وہ جگہ جس میں متعدد لوگ جمع ہو کر رہائش اختیار کر کے باہم اُنس رکھتے ہوں یعنی شہر۔ ثمود: یہ ثمود بن عابر بن اِرَم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہے، دادے ثمود کے نام سے اُن کا قبیلہ ہے۔ جابوا: ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از نصر، زمین تراشنا۔ الصخر: سخت پتھر۔ الواد: وہ پست زمین جس میں سے پانی بہتا ہو۔ طغوا: ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از فتح، سرکشی کرنا۔ اکثروا: ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال زیادہ کرنا۔ الفساد: مصدر از نصر، خراب و برباد ہونا۔ سوط: کوڑا۔ المِرصاد: ظرف مکان، از نصر گھات لگانے کی جگہ، مورچہ۔

تفسیر:

الم تر کیف فعل ربُّك بعاد: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے قوم عادِ ارم کے ساتھ کیا کیا؟ استفہام تقریری ہے یعنی آپ کو معلوم ہے، کیونکہ قصہ مشہور ہے، پھر آپ کے رب نے اِس سے پہلے آپ کو بتادیا ہے۔

حضور ﷺ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر استدلال اور جواب:

بعض اہل بدعت نے "اَلَمْ تَرَ" جیسے الفاظ سے نبی کریم ﷺ کا ہر جگہ حاضر و ناظر

ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کیوں کہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان قوموں کی ہلاکت کا واقعہ دیکھا ہے، اور دیکھنے والے کو ناظر کہتے ہیں، اور ناظر وہی ہوتا ہے جو حاضر ہو مگر یہ استدلال درست نہیں ہے، کیوں کہ رویت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک رویت بصری، دوسری رویت علمی، یہاں رویتِ علمی مراد ہے الم تر ای الم تعلم اور کسی واقعہ کے علم کے لئے رویت بمعنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری نہیں، نبی کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحی علم کا ذریعہ ہے، ایسے ہی کسی گذرے ہوئے قصہ کا تواتر یعنی زبانِ زدِ عام وخاص ہونا بھی علم کا ذریعہ ہے۔

دوسرے بہت سے موقعوں میں یہی لفظ ہے اور وہاں علم کے معنی ہیں، مثلاً الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات طباقًا کیا سات آسمانوں کی تخلیق تمام مخاطبین نے آنکھوں سے دیکھی ہے؟ (ایک مخاطب نے بھی نہیں دیکھی، نہ کوئی اُس وقت موجود تھا) البتہ مخاطبین کو سات آسمان ہونا اور اُن کی تخلیق رویت علمی سے معلوم تھا، تو یہاں بھی رویت علمی مراد ہے۔

قوم عاد کے حالات اور اُن کی ہلاکت:

کیف فعل ربّك بعاد: قوم عاد عاد بن عوص یا عاص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہے، عاد دو ہیں، ایک عادِ اولیٰ جس کو عادِ اِرم کہتے ہیں یہ قوم عاد کے اوائل لوگ تھے، دوسری عاد اخریٰ یہ اوائل کے باقی ماندہ لوگ تھے، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق عاد اخریٰ کا ذکر صرف سورہ احقاف میں آیا ہے، باقی ہر جگہ عاد سے عاد اولیٰ عادِ اِرم مراد ہے، اِن لوگوں کے پاس حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے، یہ بت پرست قوم تھی، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا کہانہ مانا اللہ تعالیٰ نے اِن کو آندھی کے عذاب کے ذریعے ختم فرمایا واما عادٌ فاھلکوا بریحٍ صرصرٍ عاتیۃٍ سخرھا علیھم سبع لیالٍ وثمانیۃ ایام حسومًا سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل آندھی چلی، طویل القامت ہونے کے سبب ہوا نے جواڑا اڑا کر پھینکا تو کھجوروں کے جڑ سے اکھاڑے ہوئے درختوں کی طرح مرے پڑے تھے فتری القوم فیھا صرعٰی کانھم اعجاز نخل خاویۃ طاقتور ہونے کی وجہ سے انہیں اپنی طاقت پر اتنا ناز تھا کہ کہتے تھے مَن اشدّ منا قوۃ ہم سے بڑھ

کرکون طاقتور ہے؟ او لم یروا انّ اللہ الذی خلقھم ھو اشدّ منھم قوۃ
جواب ملا جناب! تمہارا بنانے والا خالق تم سے بڑھ کر طاقتور ہے، اکثر مفسرین بتاتے ہیں
کہ یمن میں اُن کا بہت بڑا شہر تھا، احقاف اور ذات العماد اُسی شہر کو کہا گیا ہے، بعض نے اِرم
اُس شہر کا نام بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اُن کے گھر عمان اور حضرموت کے درمیان تھے (حدائق
الروح والریحان)

ذات العماد: عاد جو ستونوں والے تھے، مراد طویل القامت ہونا ہے، منقول ہے
کہ ان میں سے بہت لمبی قد والا آدمی چار سو گز کا یا سو گز کا ہوتا اور سب سے کم قد والا ساٹھ
گز قد کا ہوتا تھا، یا ذات العماد سے مراد یہ ہے کہ وہ بڑے بڑے ستونوں پر کھڑی اونچی
اونچی عمارتیں بناتے تھے۔

و ثمود الذین: اور قوم ثمود کے ساتھ کیا کیا جو وادی القُرٰی میں پتھر تراشتے تھے، یہ
ثمود بن عابر (یا عامر) بن اِرَم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہے، دادے ثمود کے
نام سے اُن کا قبیلہ ہے جیسا کہ ذکر ہوا، وہ پہاڑوں کو تراش کر اُن میں گھر بناتے تھے،
جیسا کہ قرآن مجید میں ہے و کانوا ینحتون من الجبال بیوتًا فرھین انجینئر نگ
میں بڑی ماہر قوم تھی حالانکہ اُس وقت جدید دور کے مضبوط آلات بھی ایجاد نہیں ہوئے تھے،
اُن کی عمارتوں کے نشان آج بھی موجود ہیں جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کریں
تو راستے میں ایک جگہ ثمود صالح کا بورڈ آویزاں ہے، یہ حجاز و تبوک کے درمیان علاقے میں
مدینہ طیبہ کے ملکِ شام والی جانب کے قریب وادی قری میں رہتے تھے۔

وفرعون ذی الاوتاد: اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیسا کیا؟ اس فرعون
سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے دور کا فرعون ہے، فرعون مصری بادشاہوں کا لقب تھا، اِس فرعون کا نام
ولید بن مصعب بن ریان تھا۔

میخوں والے سے کیا مراد ہے؟ (۱) میخوں سے مراد لشکر ہیں یعنی اتنے بڑے لشکروں
والا تھا جن کے بکثرت خیمے ہوتے جنہیں میخوں سے مضبوط باندھا جاتا تھے۔
(۲) وہ جس کو مجرم بنا کر سزا دیتا اُس کو پکڑ کر اُس کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں
گاڑ دیتا۔

الذین طغوا فی البلاد فاکثروا فیہا الفساد: یہ اُن سب لوگوں کا حال ذکر ہے جو اوپر ذکر ہوئے کہ اُن لوگوں کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا (سر اٹھانے کو ہی سرکشی کہا جاتا ہے) حدود انسانیت سے نکل چکے تھے، غصہ، شہوت، وغیرہ میں حد سے بڑھ جانا طغیان کہلاتا ہے، اُسی کا نتیجہ فساد ہوتا ہے اس لئے وہ لوگ سرکشی میں مبتلا ہوکر زمین میں کثرت سے فساد کرتے تھے یعنی دنیا کا آرام و سکون برباد کرتے تھے، کفر و شرک، گناہ اور ظلم کرتے تھے، حقوقِ انسانیت تباہ کرتے تھے، جب کہ وہ خود فسادی ہوتے ہوئے وقت کے پیغمبروں کو فسادی کہتے تھے، وقال فرعون.... انی اخاف ان یبدّل دینکم اوان یظھر فی الارض الفساد ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے اور آج بھی ہو رہا ہے کہ جو خود فسادی ہیں وہ زمین پر دین کا پیغام صحیح پہنچا کر اصلاح کرنے والوں کو فسادی اور آج دہشت گرد کہتے ہیں۔

فصبّ علیھم ربّك سوط عذاب: پس اُن پر برسایا تیرے رب نے عذاب کا کوڑا یعنی سخت قسم کا عذاب، کہ قوم عاد پر آندھی آئی، قوم ثمود جبرئیل علیہ السلام کی سخت آواز سے تباہ ہوئے، فرعون اور اس کی قوم دریا میں غرق ہوئے۔

انّ ربّك لبالمرصاد: نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیشک تیرا رب گھات میں ہے، یہاں تشبیہ ہے یعنی جیسے آدمی گھات میں بیٹھ کر اپنے نشانے پر اچانک حملہ کرتا ہے اور نشانہ خطا نہیں جاتا، ایسے اللہ تعالیٰ سب بندوں پر نگرانی فرما رہے ہیں جس کو جب پکڑیں گے اچانک پکڑیں گے اور وہ پکڑ سے بچ کر نہیں نکل سکے گا۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہو "انّ ملائکۃ ربّك لبالمرصاد" تیرے رب کے فرشتے گھات میں ہیں، فرشتوں کی گھات کی سات جگہیں ہیں، اول میں ایمان سے متعلق پوچھتے ہیں، اگر منافق یا کافر ہو دوزخ میں داخل کرتے ہیں، ثانی میں نماز کا پوچھتے ہیں، صحیح طریقے سے ادا کی تو نجات ورنہ دوزخ میں جانا ہوگا، ثالث میں زکوۃ سے متعلق، رابع میں ماہِ رمضان کے روزے سے متعلق پوچھتے ہیں، خامس میں حج وعمرہ سے متعلق، سادس میں وضو اور غسلِ جنابت سے متعلق، سابع میں والدین کے احترام اور صلہ رحمی سے متعلق پوچھتے ہیں، اگر اِن سب سے نکل گیا جنت میں

جانے کا حکم ہوگا، ورنہ دوزخ میں جائے گا۔ (حدائق الروح والریحان ۳۱/۳۱۶)

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ۬ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ؁۱۵

سو جب انسان کو آزمائے اُس کا رب اور اُس کو عزت دے اور انعام دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ۬ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ؁۱۶ كَلَّا بَلْ لَّا

دی ہے، اور لیکن جب اُس کو آزمائے اور اُس پر اُس کی روزی تنگ کردے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے میری

تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ؁۱۷ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ؁۱۸ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ

عزت گرادی، ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے، اور محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے

اَكْلًا لَّمًّا ؁۱۹ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ؁۲۰

اور ترکہ کھا جاتے ہو سمیٹ کر، اور مال سے محبت کرتے ہو خوب محبت

لغوی تحقیق:

اذا ما ابتلاهُ : اذا ظرفیہ ہے۔ ما زائدہ ہے۔ ابتلا فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افتعال آزمانا، امتحان میں ڈالنا۔ فاکرَمَ : اکرَمَ فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال، عزت دینا۔ نَعَّمَ : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل، خوشحال بنانا۔ قدَرَ : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب قدرت دینا، خاص مقدار میں چیز دینا۔ رزق : مصدر، از نصر، دی ہوئی چیز، روزی دینا۔ اهانَنِ : آخر میں نون وقایہ ہے۔ اهانَ ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال، توہین کرنا، بے عزت کرنا۔ لا تُکرِمُون: نفی معلوم، صیغہ جمع مذکر حاضر، از افعال عزت کرنا۔ الیتِیم: وہ نابالغ بچہ اور بچی جس کا باپ فوت ہو گیا ہو، اور جب بالغ ہو جائے یتیم نہیں کہلاتا، انسان کے سوا دوسرے حیوانات میں یتیم وہ کہلاتا ہے جس کی ماں مر جائے۔ لا تحٰضُّون : فعل نفی معلوم، صیغہ جمع مذکر حاضر، از مفاعلہ ترغیب دینا۔ المسکین: جس کے پاس کچھ نہ ہو، یا جو فقیر سے زیادہ تنگ حال ہو، اور فقیر وہ ہے جس کے پاس ضرورت جتنا نہ ہو۔ تأکلون : فعل مضارع معلوم، صیغہ جمع

مذکر حاضر، از نصر، کھانا۔ التُّراث: اصل میں وِرَاث ہے، میت کا چھوڑا ہوا مال۔ لَمًّا:
مصدر، از نصر جمع کرنا۔ تُحِبُّون: مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر حاضر، از افعال پسند
کرنا۔ جمًّا: بہت زیادہ۔

تفسیر:

امیری غریبی اللہ تعالی کی آزمائش:

فاَمّا الانسان اذا ما ابتلاہ ربّہٗ: انسان کو جب اللہ تعالی اس طرح آزمائش میں ڈالے کہ اُس کو عزت دے دے اور خوشحال بنادے، تو بطور فخر کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی، معزز بنایا، لیکن جب اُس کو اس طرح آزمائے کہ اُس کی روزی تنگ کردے تو بطور شکایت کہتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی، میری عزت گرادی، فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہے، یہ کافر انسان کی طبیعت ذکر ہے مقصد یہ ہے کہ کافر کے نزدیک دنیاوی ساز وسامان اور خوشحالی ہی عزت ہے، اگر یہ ہے تو بندہ معزز ہے اور یہ نہیں تو بندہ حقیر وذلیل ہے، یہ عادت مؤمن کی نہیں، مؤمن کے نزدیک عزت کا دارومدار دنیاوی ساز وسامان اور دنیاوی عیش وعشرت پر نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالی کی رضا پر ہے، اگر اللہ تعالی بندے سے راضی ہے تو چاہے مفلوک الحال فقیر ہو یہ معزز ہے، اور اگر بادشاہ ہے اور اللہ تعالی اُس سے راضی ہے تو بھی معزز ہے، لیکن اگر ایک ملک کا نہیں بلکہ پوری دنیا کا بادشاہ ہے لیکن اللہ تعالی راضی نہیں تو وہ بے عزت اور حقیر ہے۔

تو آیت سے معلوم ہوا کہ انسان پر اللہ تعالی کی آزمائش کی مختلف صورتیں ہیں کبھی اللہ تعالی دے کر آزماتے ہیں اور کبھی لے کر آزماتے ہیں، اگر اللہ تعالی مال دے تو انسان اپنا کمال نہ سمجھے فخر وغرور میں مبتلا نہ ہو بلکہ اللہ تعالی کی عطا سمجھ کر شکر ادا کرے، زبانی بھی یعنی الحمد للہ کہے اور عملی بھی یعنی مال میں اللہ تعالی کا حق ادا کرے، اور کسی حال میں اللہ تعالی کی نافرمانی اور گناہ نہ کرے، اور اگر اللہ تعالی غریب بنائے تو بھی اللہ تعالی کی قضا پر راضی رہ کر صبر کرے، اللہ تعالی کی شکایت نہ کرے، سمجھے کہ وہ اللہ جو مجھے فقیر رکھ رہا ہے وہ میری مصلحت مجھ سے زیادہ جانتا ہے:

آنکس کہ توانگرت نمی گرداند او مصلحتِ تو از تو بہتر داند

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے مسلمان پر تعجب ہے اگر اُس کو خیر پہنچے اللہ تعالی کی حمد اور شکر کرتا ہے، اور اگر اُس کو تکلیف پہنچے ثواب کی نیت کرتا اور صبر کرتا ہے، مؤمن کو ہر چیز میں اجر ملتا ہے، حتی کہ منہ کی طرف جو لقمہ اٹھاتا ہے اُس میں بھی اجر پاتا ہے۔ (الصبر لابن ابی الدنیا ح ۵۳)

حضرت ابو ہند داری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث قدسی روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

من لم یرض بقضائی ویصبر علی بلائی فلیلتمس ربا سوای

(المعجم الکبیر ۳۲۰/۲۲ ح ۸۰۷)

جو میری قضا یعنی فیصلے پر راضی نہ ہو اور میری بھیجی ہوئی آزمائش پر صبر نہ کرے وہ میرے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کر لے۔

یعنی قضا پر راضی ہونا چاہیے کیونکہ اللہ ہمارے حاکم ہیں اور حکیم ہیں، دنیاوی حاکم کے فیصلے پر آدمی راضی ہو تو احکم الحاکمین کے فیصلے پر اُس سے بڑھ کر رضا ہونی چاہیے، اور اللہ تعالی کی طرف سے بھیجی ہوئی آزمائش پر صبر کرنا چاہیئے کہ آدمی سمجھے کہ میرے رب نے یہ بھیج کر کسی طرح میری پرورش کرنی چاہی ہے، بچہ بیمار ہو اور والدین انجکشن لگوائیں تو اگر چہ بچہ ناسمجھی سے روتا ہے لیکن والدین سمجھتے ہیں کہ اِس میں اُس کی خیر ہے، تو کیا اللہ کی شفقت اور اس کا علم والدین سے کم ہے؟

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غریبوں کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے، ایسے ہی بظاہر کم عزت والے کو گھٹیا نہ سمجھنا چاہیئے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں اُس کی بڑی عزت ہو، اِن باتوں کا علم اللہ تعالی کو ہے، آدمی کیا جانے کون حقیر اور کون معزز ہے؟

عزت گرنے کے اسباب:

بل لا تُکرِمون الیتیم: صرف یہ نہیں کہ کافر انسان مال ہونے کی صورت میں فخر کرتا ہے اور غربت کی صورت میں اللہ تعالی کی شکایت کرتا ہے، اُس کی کئی دوسری بھی گندی عادتیں ہیں مثلاً اے کافرو! تمہاری ایک عادت یہ ہے کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، کہ

باپ کا سہارا اٹھ جانے پر تم ہی اُس کا سہارا بنتے اُس پر خرچ کرتے، اُس کے کھانے پینے لباس وغیرہ ضروریات کا دھیان رکھتے، بلکہ الٹا یتیم کی بے عزتی کرتے ہو، مثلاً اُس سے خدمت لے لی اور اجرت کا نام ہی نہ لیا، مزدوری کرالی اور اجرت کھا گئے، اُس کے باپ کے کُل یا بعض ترکے پر تم قابض ہو بیٹھے اور اُس میں سے نہ یتیم پر خرچ کیا نہ چھوڑا، مسلمانوں کو کافروں کی یہ بدعادتیں اس لئے بتائی جا رہی ہیں کہ مسلمان اِن سے بچیں، اس دور میں وفات پانے والے کی بیوہ یا بڑا بیٹا یا پھر چچا یا ماموں وغیرہ کُل ترکے اور جائیداد پر قابض بن بیٹھتا ہے اور اپنے کو ایسا مختارِ کُل سمجھتا ہے کہ اُن میں سے کوئی ذرا منہ کھولے تو تھپڑ اور مُکا رسید کرنے سے بھی نہیں رُکتا، اور طرح طرح کے طعن کرتے ہیں کہ جی تمہیں ابا کے مرنے کا غم نہیں، تم تو اُس کے مرنے کی انتظار میں تھے، وغیرہ حالاں کہ یہ سب فقرے خود اُس کی ذات پر فٹ ہوتے ہیں، ان الذین یأکُلون اموال الیتامٰی ظلماً انما یأکُلون فی بطونہم نارًا یتیموں کا مال ناحق کھانے والے اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، قیامت کے دن اٹھیں گے تو مونہوں سے آگ نکل رہی ہوگی۔

ولا تحٰضُون علی طعام المسکین: دوسری گندی عادت یہ ہے کہ خود محتاجوں کو کھلاتے دوسروں کو بھی ترغیب نہیں دیتے کہ وہ محتاجوں کو کھلایا کریں، یعنی اُن میں دو باتوں کا مجموعہ تھا کہ نہ خود کھلاتے نہ کسی کھلانے والے کو ترغیب دیتے، معلوم ہوا کہ اگر آدمی دو میں ایک نیکی نہ کر سکتا ہو تو دوسری تو نہ چھوڑا کرے، اگر خود نہیں کھلاتا تو دوسروں کو ترغیب دیا کرے، کہ یہ نیکی تو آسان ہے، اِس سے اُن لوگوں کی ناسمجھی ظاہر ہوئی جو خیال کرتے ہیں کہ آدمی دوسرے کو کسی نیکی کا تب کہے جب خود بھی وہ نیکی کرتا ہو، ایسا درست نہیں، اگر آدمی خود نیکی نہ کرتا ہو تب بھی دوسرے کو نیکی کا کہے۔

فائدہ: وہ لوگ بھی گندے ترین انسان ہیں اور اِس آیت کے تحت داخل ہیں جو خود نہ مدارس کو کیا چندہ دیتے دوسروں کو منع کرتے ہیں، بلکہ اِن کی عادت کفار کی عادت سے زیادہ بری ہے، کیوں کہ کفار محتاجوں کو نہ کھلاتے تھے نہ ترغیب دیتے تھے لیکن کوئی کھلاتا تو اُس سے منع نہیں کرتے تھے، بلکہ ایسے کو اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور یہ لوگ نہ خود چندہ دیتے ہیں نہ دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں بلکہ الٹا سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کے

مہانوں طلباء اور مولویوں کو چندہ نہ دیا کرو، اللہ ہمارے وطنی بھائیوں کو ہدایت دے آمین
وتأكلون التراث اكلا لمّا: تیسری گندی عادت یہ ہے کہ فوت ہونے والے کی میراث کا مال خوب سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو، بہنوں کو حق نہیں دیا جاتا، پھوپھیوں کا حق مارا جاتا ہے، کئی نسلوں سے عورتیں حق وراثت سے محروم چلی آرہی ہوتی ہیں، بڑا وارث ترکے میں سے جونسی چیز چاہے اپنے لئے الگ کر لیتا ہے، اور ترکے میں سے ہی امام صاحب کو کپڑے وغیرہ کئی چیزیں دے دی جاتی ہیں، آج کل تو زور چلتا ہے تو مرنے سے بھی پہلے باپ کی میراث بیٹے وغیرہ بزوری سنبھال لیتے ہیں، فوت ہونے والے کے ثواب کے نام پر ترکے کی رقم سے دیگیں چڑھا کر عوام وخواص، پیر ومرید پڑھے لکھے اور ان پڑھ سب مزے سے کھاتے ہیں اور کوئی بھی نہیں پوچھتا کہ یہ خیرات کیسی رقم سے کی ہے؟

وتحبون المال حبا جما: ان ساری گندی عادتوں کی بنیاد مال کی محبت جیسی گندی عادت ہے جو تم میں پائی جاتی ہے، اُسی کے سبب دوسری گندی حرکتیں کرتے ہو، حرام آمدنی، دوسروں کے مال وجائیداد پر قبضہ، جھوٹے مقدمے، نماز روزے کو چھوڑنا، زکوۃ کوتاوان سمجھنا، حج سے اعراض، بغیر عذر شرعی جماعت کی نماز کا اہتمام نہ کرنا، وغیرہ جتنی بیماریاں ہیں اُن کا سبب حُب مال ہے، حب جاہ بھی حب مال کے سبب ہوتا ہے، اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا

حُبّ الدّنیا رأس کُلّ خطیئة (شعب الایمان ح۱۰۰۱۹، الزهد لابن ابی الدنیا ح۹ بسند حسن عن الحسن مرسلًا) دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝
ہرگز ایسا نہیں جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی، اور آپ کا رب اور فرشتے آئیں گے
وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝
قطار در قطار، اور اُس دن جہنم لائی جائے گی، اُس دن انسان سمجھے گا لیکن کہاں مفید ہوگا اُس کے لئے سمجھنا، کہے
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَّلَا
گا اے کاش میں نے اپنی زندگی کے لئے آگے بھیجا ہوتا، تو اس دن کوئی سزا نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کی

يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ؕ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ

سزا جیسی، اور کوئی نہیں جکڑے گا اللہ کے جکڑنے جیسا، اے اطمینان والی جان! لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۧ

میں کہ تو اُس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش ہو، پس داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری بہشت میں

لغوی تحقیق:

دُكَّتْ: فعل ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، کوٹنا، نرم کر دینا۔ صفًّا: مصدر، از نصر قطار باندھنا۔ جِیْءَ: فعل ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب، آنا۔ اَنّٰی: حرف استفہام، کہاں سے، کیسے۔ لا یعذّبُ: فعل نفی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب از تفعیل سزا دینا۔ لا یُوثِقُ: فعل نفی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال جکڑنا۔ المطمئنّۃُ: اسم فاعل، واحد مؤنث، از افعلّال مطمئن ہونا۔ اِرجِعِیْ: امر حاضر معلوم صیغہ واحد مؤنث حاضر، از ضرب لوٹنا۔ راضیة: اسم فاعل، صیغہ واحد مؤنث، از سمع پسند کرنے والی، اِسی سے مرضیة: صیغہ اسم مفعول، واحد مؤنث، پسند کی ہوئی، خوش کی ہوئی۔ فادخُلِی: امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مؤنث حاضر، از نصر داخل ہونا۔ عِبَاد: عَبْد کی جمع، بندہ، از نصر عبادت کرنا، غلامی کرنا۔

تفسیر:

ربط: ماقبل میں سزا کے قابل اعمال کا ذکر ہوا اب قیامت کا ذکر ہے جس میں جزا سزا ہوگی۔

قیامت کے روز زمین کا حال:

كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الاَرضُ دَكًّا دَكًّا: یہ لوگ اِن بد اعمال کو ایسے لاپرواہی سے کرتے ہیں جیسے اِن کو کچھ جزا سزا نہیں بھگتنی، ہرگز ایسا نہیں، بلکہ ضرور سزا ہوگی اور جزا سزا کا وقت تب شروع ہوگا جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی، زلزلہ سے برابر اور نرم کر دی جائے گی، اونچ نیچ نہ رہے گی، یہ قیامت برپا ہونے کے لئے ایک حال

بیان ہوا، بہت سے حالات سورہ تکویر وغیرہ میں ذکر ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالی اور فرشتوں کی آمد:

وجاء ربك والملك صفا صفا: اور تیرا رب آئے گا، جیسے اُس کی شان کے لائق ہے، یہ متشابہات قسم کی آیات میں سے ہے، تاہم ممکن حد تک علماء نے کچھ توجیہات بھی بیان کیں، امام ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یک توجیہ یہ کی گئی کہ واؤ بمعنی باء ہے جاء ربك بالملك تیرا رب فرشتوں کو لائے گا، دوسری توجیہ یہ کی گئی کہ یہاں مضاف محذوف ہے وجاء امرُ ربك تیرے رب کا امر اور حکم آئے گا یعنی قیامت آئے گی (مشكل الحديث وبيانه ۲۰۸) یاجاء قدرةُ ربك تیرے رب کی قدرت آئے گی یعنی ظاہر ہوگی، بہرحال یہ تاویلات کے درجے میں ہیں حقیقت اللہ تعالی کو معلوم ہے، بعض حقائق قیامت کے دن کھلیں گے اور بعض حقائق ایسے بھی ہوں گے کہ قیامت بلکہ جنت میں جانے کے بعد بھی اُن کی حقیقت نہیں کھلے گی بس اللہ تعالی کی جو بھی مراد ہے ہمارا اُس پر بے سوچے سمجھے ایمان ہے۔

والملك صفا: اور فرشتے صفیں باندھ کر آئیں گے، جب آسمان پھٹ جائے گا تو فرشتوں کا نیچے کی طرف نزول ہوگا جیسا کہ پہلے کئی جگہ ذکر ہوگیا۔ یوم يقوم الروح و الملائكة صفا.

جہنم کا ظہور:

وجيء يومئذ بجهنم: اور اُس دن جہنم لائی جائے گی، یہ مطلب نہیں ہے کہ اِس وقت جہنم موجود نہیں ہے اُس وقت وجود میں لائی جائے گی، بلکہ اب مخفی ہے اُس وقت ظہور میں لائی جائے گی، ساتوں زمینیں جہنم کے اوپر بطور پردہ ہیں، اور قیامت کے دن یہ زمینیں نہیں رہیں گی، تو ساتویں زمین سے نیچے موجود جہنم ظاہر ہوجائے گی وبُرِّزَتِ الجحيم للغوين.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسلم ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُس دن جہنم اس حالت میں لائی جائے گی کہ اُس کی ستر ہزار لگامیں ہوں

گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔ (الدر المنثور ۸/۵۱۲)

انسان سمجھے گا مگر سوائے حسرت کچھ نہ ہوگا:

یومئذٍ یتذکر الانسان وانّٰی له الذکرٰی: اُس دن انسان نصیحت حاصل کرلے گا مگر اُس کو اُس دن نصیحت حاصل ہونا کہاں فائدہ مند ہوگا؟ نصیحت تو دنیا میں حاصل کرنی تھی، آج تو اپنے کیے کا پھل اٹھانا ہے، نصیحت اُس وقت مفید ہے جب اُس پر عمل ہو سکے، اور آج تو جزا سزا کا جہان شروع ہوگیا:

؎ چڑیاں چگ گئیں جب کھیت مینہ برسا تو کس کام کا
آج رونے دھونے سے کچھ نہیں بنے گا، اب حسرت ہی ہوگی

یقول یٰلیتنی قدّمتُ لحیاتی: اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں لحیاتی ای فی حیاتی حیات سے دنیا کی زندگی مراد ہے، آدمی کہے گا کاش کہ میں نے دنیا والی زندگی میں نیکیاں آگے آخرت کے لئے بھیجی ہوتیں، دوم: لام اپنے معنی میں ہے اور حیات سے آخرت کی زندگی مراد ہے یعنی آدمی کہے گا کاش میں نے اپنی آخرت والی زندگی کے لئے نیکیاں آگے بھیجی ہوتی۔

فیومئذٍ لایعذب عذابهٗ احد و لا یوثق وثاقهٗ احد: پس اُس دن جو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا اللہ تعالیٰ کی سزا جیسی سزا کسی نے نہ دی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ جیسا مجرم کو جکڑے گا ویسا کبھی کسی نے اپنے مجرم کو نہیں جکڑا ہوگا۔

نفس کی تین اقسام:

یٰایّتها النّفس المطمئنة: اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو اُس دن حکم ہوگا اے اطمینان والی روح! چل اپنے رب کی رحمت کی طرف اس حال میں کہ تو رب سے خوش ہو اور رب تعالیٰ تجھ سے خوش ہو، ظاہر آیت یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن کہا جائے گا۔
مطمئن روح سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترنے والے ہر حکم پر یقین کرنے والی ہے کیوں کہ یقینی بات پر اطمینان ہوتا ہے، تو مومن اللہ تعالیٰ کے احکام پر یقین رکھ کر مطمئن ہوتا ہے، اور اس کو مطمئن اس لئے بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرنے والی تھی، کیوں

کہ احکام الٰہی بجالانے سے دنیا میں بھی اطمینان حاصل ہوتا ہے،

قرآن مجید میں نفس کی تین صفتیں ذکر ہوئیں: امّارہ، لوّامہ، مطمئنہ۔

امّارہ وہ نفس جو آدمی کو برائی پر ابھارتا ہو۔ لوّامہ وہ نفس جو برائی ہونے پر اور نیکی چھوڑنے پر آدمی کو ملامت کرے۔ مطمئنہ: وہ نفس ہے جو گناہوں کے قوی خیالات و وساوس سے محفوظ ہو، چوں کہ ایمان کے ساتھ نیک اعمال والی زندگی گذارنے والے چین وسکون کے ساتھ رہتے ہیں (جب کہ گناہوں کی زندگی گذارنے والوں کے لئے بے چینی ہی ہوتی ہے) اس لئے ایسی چین کی زندگی والے جیسے دنیا میں چین سے رہتے ہیں موت کے وقت بھی چین سے ہوں گے قیامت میں بھی چین وسکون سے ہوں گے، اس لئے ایسے کو مطمئنہ کہا گیا۔

ارجِعِی الی ربّكِ: لوٹ اپنے رب کی طرف، رجوع کا معنی ہے اس جانب کو لوٹنا جہاں سے ابتداء کی ہو، تو مطلب یہ ہوگا کہ روح پہلے بھی ربّ تعالیٰ کے پاس تھی پھر جسم میں آئی اب پھر رب تعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے، یعنی دنیا میں آنے سے پہلے جو ٹھکانہ تھا دنیا سے جانے کے بعد بھی وہی ٹھکانہ ہوگا۔

روح پہلے پیدا ہوئی:

فائدہ: اِس لفظ سے کئی علماء نے استدلال کیا ہے کہ روحیں جسموں سے پہلے پیدا ہوئی ہیں (حدائق الروح والریحان) کیوں کہ رجوع کا لفظ پہلے والی جگہ دوبارہ واپس ہونے کے معنی کے لئے ہوتا ہے، اور اِس مسئلہ کی ایک دلیل عہد السْتُ بھی ہے، کہ اجسام دنیا میں نہیں آئے تھے کہ روحوں کو آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکال کر اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے اقرار کا عہد لیا تھا، سب روحوں نے مسلمان ہوں یا غیر مسلم اِس کا اقرار کیا تھا۔

راضیۃ مرضیۃ: لوٹ اپنے رب کی طرف اِس حال میں کہ تو اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے خوش ہو۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ راضیۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی جس کو یقین تھا کہ جو کچھ پہنچا وہ ٹلنے والا نہ تھا اور جو ٹل گیا وہ پہنچنے والا نہ تھا۔

(الکنٰی والاسماء للدولابی ح۵۱۵)

ظاہر یہ ہے کہ یہ جنتی مسلمانوں کو قیامت کے دن کہا جائے گا، کیوں کہ گذشتہ آیات میں کَلَّا اِذَا دُکَّتِ الارض سے قیامت کے حالات کا ذکر شروع ہوا ہے تو یہ بھی قیامت کا حال ہے، لیکن بعض احادیث میں موت کے وقت یہ خطاب ہونا ذکر ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مؤمن سے متعلق فرمایا کہ اُس کی موت کے وقت ملک الموت آکر اُس کے سر کے پاس بیٹھتا ہے اور کہتا ہے

ایتھا النفس المطمئنة اخرجی الی مغفرة من الله ورضوان

(مستدرک ح ۱۰۷، الزھد لابن المبارک ح ۱۲۱۹، الشریعة للآجری ح ۸۶۴)

اے اطمینان والی جان! باہر آ اپنے رب کی بخشش اور رضا کی طرف۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

و یقال ایتھا النفس المطمئنة اخرجی راضیة مرضیًا عنك الی روح الله و کرامته (مسند البزار ح ۹۵۴۱)

اور مؤمن کو کہا جاتا ہے اے مطمئن جان! باہر آ اِس حال میں کہ تو راضی ہو اور تجھ سے اللہ راضی ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عزت کی طرف (آجا)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

واذا توفّی الله العبد المؤمن ارسل الیه مَلَکَین بخِرقة من الجنّة و ریحان من ریحان الجنّة فقالا ایتھا النفس المطمئنة اخرجی الی روح و ریحان و ربّ غیر غضبان اخرجی فنعمّا قدّمتِ فتخرج کاطیبِ رائحة المِسك وجدھا احد منکم بانفه قط

(المعجم الکبیر ۱۳/۳۵۵ ح ۱۴۱۷۴، مجمع الزوائد ح ۳۹۳۲ رجاله ثقات)

جب اللہ تعالیٰ مؤمن کو وفات دیتے ہیں اُس کے پاس دو فرشتے بھیجتے ہیں جن کے پاس جنّت کا کپڑا (کفن) اور جنّت کی خوشبو ہوتی ہے، تو فرشتے کہتے ہیں اے مطمئن جان! باہر آ رحمت اور رزق کی طرف اور ایسے رب کی طرف جو غصہ نہیں ہے، باہر آ کیوں کہ تو نے اچھے اعمال آگے بھیجے ہیں، تو وہ روح نکلتی ہے اس حال میں کہ اُس کی خوشبو کستوری کی خوشبو دُوں

میں سے سب سے عمدہ خوشبو جو تم میں سے کسی نے ناک میں پائی ہو ہوتی ہے۔

یہ احادیث اس تفسیر کے خلاف نہیں اول تو اس لئے کہ ان میں آیت کی تفسیر مقصود نہیں نہ وقت موت کی تخصیص ہے (بیان القرآن ۱۲/۹۷)

دوم: اس لئے بھی کہ موت کے وقت خطاب سے مقصود بھی جنت میں داخلہ کی خوشخبری ہوسکتی ہے یعنی اے مطمئن روح! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹے گی کہ تو اللہ تعالی سے اور اللہ تعالی تجھ سے راضی ہوں گے اور حکم کریں گے کہ میرے خاص بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

سوم: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مؤمن کو موت کے وقت بھی یہ کہا جاتا ہے (چاہے کچھ بھی مقصود ہو) قیامت کے دن بھی کہا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

بحمد الله و توفيقه قد تمّ توضيح سورة الفجر في يوم الخميس لرابع عشر من شعبان سنة ۱۴۳۸ من الهجرة النبوية على صاحبها الصلواة والسلام. والنظر الثاني لسادس وعشرين من الجمادى الاولى سنة ۱۴۴۰ھ

★★

سورة البلد مكية

اس سورت کو سورہ لا اقسم بھی کہا جاتا ہے، 20 آیات، 82 کلمات، 320 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ
میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی، اس حال میں کہ آپ کے لئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے، اور قسم ہے
وَّمَا وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ
باپ کی اور اولاد کی، پکی بات ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا بڑی مشقت میں، کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اُس پر کوئی

لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝٥ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦ أَيَحْسَبُ أَن

قدرت نہیں کرے گا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے کافی مال خرچ کر دیا، کیا وہ خیال کرتا ہے کہ

لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝٧ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝٩ وَهَدَيْنَٰهُ

اُس کو کسی نے نہیں دیکھا؟ کیا ہم نے بنائی نہیں اُس کے لئے دو آنکھیں، اور زبان اور دو ہونٹ؟ اور ہم نے اُس

ٱلنَّجْدَيْنِ ۝١٠ فَلَا ٱقْتَحَمَ ٱلْعَقَبَةَ ۝١١ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا ٱلْعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣

کو سمجھائے دونوں راستے، پھر بھی وہ ہو کر نہ نکلا گھاٹی میں سے، اور آپ کو کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ گردن آزاد

أَوْ إِطْعَٰمٌ فِى يَوْمٍ ذِى مَسْغَبَةٍ ۝١٤ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥ أَوْ مِسْكِينًا

کرنا ہے یا کھانا کھلانا فاقے والے دن، رشتہ دار یتیم کو، یا مٹی میں ملے محتاج کو،

ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦ ثُمَّ كَانَ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا۟

پھر ہوتا اُن لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی تاکید کی اور ایک دوسرے پر رحم

بِٱلْمَرْحَمَةِ ۝١٧ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ ۝١٨ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا هُمْ

کھانے کی تاکید کی، یہی لوگ دائیں والے ہیں، اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا ہمارے احکام کا یہی بائیں

أَصْحَٰبُ ٱلْمَشْـَٔمَةِ ۝١٩ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌۢ ۝٢٠

والے ہیں، اُن پر ہر طرف سے آگ بند کی ہوئی ہوگی

لغوی تحقیق:

حِلّ: ازضرب، حلال ہونا، ازنصر داخل ہونا، یہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے حلال کی ہوئی۔ **والد:** بچے پیدا ہونے کا سبب بننے والا یعنی باپ۔ **وَلَدَ:** ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، ازضرب. جننا۔ **كَبَد:** مصدر بمعنی مشقت۔ **لن يَّقْدِرَ:** فعل نفی مستقبل معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، ازضرب. قابو پانا۔ **اهلكتُ:** ماضی معلوم، صیغہ واحد متکلم، ازافعال، ختم کرنا، خرچ کرنا۔ **لُبَدًا:** بمعنی کثیر جس کے اجزاء بوجہ کثرت ایک دوسرے میں ملے ہوئے ہوں۔ **عینین:** عین کا تثنیہ آنکھ۔ **لسان:** زبان۔

شفتین: شفۃٌ کا تثنیہ، ہونٹ۔ ھدینا: ماضی معلوم، صیغہ جمع متکلم، راہ سمجھانا۔ النجدین: نَجْدٌ کی تثنیہ، بلند راستہ۔ اقتحم: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افتعال تیزی سے گھسنا۔ العقبۃ: پہاڑ میں مشکل راستہ، جس کو گھاٹی کہتے ہیں۔ فكّ: مصدر، از نصر چھڑانا، آزاد کرنا۔ رقبۃ: گردن، مراد گردن والا یعنی غلام۔ اِطعَام: مصدر از افعال کھانا کھلانا۔ مسغبۃ: مصدر میمی، از سمع مشقت والی بھوک پیاس۔ مقربۃ: مصدر میمی، قرابت، رشتہ داری۔ متربۃ: مصدر میمی، مٹی میں ملنا۔ تواصوا: فعل ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب از تفاعل ایک دوسرے کو تاکید کرنا۔ الصبر: مصدر از ضرب، ثابت قدم رہنا، صبر کرنا۔ المرحمۃ: مصدر میمی، از سمع شفقت کرنا۔ المیمنۃ: دائیں جانب۔ المشئمۃ: بائیں جانب۔ مؤصدۃ: اسم مفعول، از افعال بند کرنا۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ سورت میں مال سے محبت کرنے والے کی بری عادتیں ذکر تھیں، اب مال والے سے مال صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے، فكّ رقبۃ او اطعام الآیۃ، نیز گذشتہ سورت میں انسان کی آزمائشوں کا ذکر ہوا، اس سورت میں بھی آزمائش ذکر ہے۔

مکہ مکرمہ افضل شہر ہے:

لآاُقسِم بھٰذاالبلد: اس سورت میں اللہ تعالی نے تین چیزوں کی قسمیں اٹھا کر فرمایا کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا۔

اول: مکہ مکرمہ کے شہر کی قسم، چونکہ نبی کریم ﷺ اس سورت کے نزول کے وقت مکہ مکرمہ میں تھے اور ھٰذا اسم اشارہ قریب کے لئے ہوتا ہے اس لئے باتفاق مفسرین شہر سے مراد مکہ مکرمہ کا شہر ہے، یہ قسم مکہ مکرمہ کی عظمت وفضیلت ظاہر کرتی ہے، مکہ مکرمہ کے فضائل میں بہت سی احادیث طیبہ منقول ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لا رہے تھے آپ

ﷺ نے مکہ شریف کی طرف رُخ کر کے فرمایا:

و اللہ انّك لخیر ارض اللہ و احب ارض اللہ الی اللہ و لولا انّی اخرجت منك ماخرجتُ. (ترمذی،نسائی،ابن ماجۃ ح۳۱۰۸)

اللہ کی قسم! بیشک تو اللہ تعالی کی ساری زمین سے افضل ہے، اور اللہ تعالی کو ساری زمین سے محبوب ہے، اگر مجھے نہ نکالا جاتا میں باہر نہ جاتا۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے۔

اس کے مقابلہ میں مدینہ منورہ سے متعلق بھی بعض روایات سے شبہ پڑتا ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے، مثلاً

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ:

المدینة خیر من مکة (التاریخ الکبیر للبخاری رقم ۱۳۸، المعجم الکبیر ۲۸۸/۴، رقم ۴۴۵۰) مدینہ شریف مکہ شریف سے بہتر ہے۔

جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اول: تو یہ روایت ضعیف ہے اس میں راوی محمد بن عبدالرحمن ابن رداد ہے ابن عدی کہتے ہیں ضعیف ہے، ازدی کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے، اس لئے امام ذہبی کہتے ہیں روایت صحیح نہیں (فیض القدیر ۳۴۹/۶) ملا علی قاری فرماتے ہیں ضعیف ہی نہیں منکر ہے۔ (مرقات ۱۸۶۸/۵)

دوم: جمہور نے فرمایا ہے کہ مراد اس اعتبار سے بہتر ہونا ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو مکہ مکرمہ میں ایذائیں دی جاتی تھیں مدینہ طیبہ میں اُن سے سلامتی ہے۔

بہر حال مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے، لیکن بہت سے ائمہ نے تصریح کی ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس سے نبی کریم ﷺ کا جسم مبارک ملا ہوا ہے وہ حصہ روئے زمین کے سب حصوں سے بلکہ کعبہ بلکہ عرش سے غرض زمین و آسمان کے سب حصوں سے افضل ہے۔ (راہِ حق)

وانت حلّ بھٰذا البلد: اس جملہ کے دو معنی ہیں اول: اور آپ کے لئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے، یعنی ویسے مکہ مکرمہ حرم امن والا ہے جہاں قاتل تک کو بھی مارنے کی اجازت نہیں ہے، چنانچہ کوئی اپنے باپ کا قاتل بھی دیکھ لیتا تو اُس سے

چھیڑ چھاڑ نہ کرتا، لیکن اللہ تعالی نے آئندہ کے لئے پیشین گوئی فرمائی کہ ایک وقت آنے والا ہے جب اہل مکہ مغلوب اور آپ فاتح ہوں گے، مکہ مکرمہ فتح کرنے کے لئے تھوڑے سے وقت لڑائی کرنی پڑے گی، بس اُس تھوڑے وقت کے لئے آپ کے لئے لڑائی حلال ہوجائے گی پھر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگی۔

دوم: اِس جملے میں واؤ حالیہ ہے، یعنی میں اِس شہر مکہ مکرمہ کی قسم کھاتا ہوں اس حال میں کہ آپ اِس میں رہ رہے ہیں، یعنی ویسے بھی یہ شہر عظمت والا ہے اور خصوصاً اِس شہر میں آپ کی اقامت نے اِس کی عظمت کو دوبالا کر دیا ہے۔

ووالد وما ولد: اور قسم ہے باپ کی اور اُس کی اولاد کی، مراد عام ہے ہر باپ اور اُس کی اولاد کو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد خاص ہو ابراہیم علیہ السلام اور اُس کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام مراد ہوں، جن کا مکہ مکرمہ سے تعلق ظاہر ہے، یا آدم علیہ السلام اور اُس کی کُل اولاد مراد ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی کبد: البتہ تحقیق ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا یعنی باوجود کمزور مخلوق ہونے کے از ابتداء تا انتہاء اِس کی زندگی مشقتوں سے عبارت ہے، ابتداء ماں کا پیٹ ہے تنگ ہونے کے سبب اُس میں زندگی بڑی مشقت والی ہے، پھر دنیا میں آتے وقت بھی کافی مشقت ہوتی ہے، پھر دنیا میں آنے کے بعد بچپن میں اتنی کمزوری ہوتی ہے کہ خود نہ کھا پی سکتا ہے، نہ پیشاب پاخانہ صاف کر سکتا ہے، نہ پکڑ سکتا ہے نہ چل سکتا ہے، پھر گرتا پڑتا آخر چلنے کے قابل ہوتا ہے تو تعلیم کے لئے مکتب اور استاذ کے حوالے ہوتا ہے، سکولوں اور مدارس میں اُسے ذہنی جسمانی ہر طرح مشقت اٹھانی پڑتی ہے، پھر شادی کے قابل ہوجاتا ہے تو گھر کی تمام ذمہ داریوں اور گھرانہ تک کے بوجھ تلے دب جاتا ہے، اور پھر بڑھاپا تو مشقتوں کا مجموعہ ہے ہی، پھر بلوغت سے موت تک احکام شریعت پر عمل کی مشقت بھی ہے، اچھے برے حالات غمی خوشی، بیماری صحت وغیرہ بھی ہیں، پھر موت اور قبر حشر میں خدانخواستہ سزا ہوئی تو وہ مشقت ہے سزا نہ ہوئی تو بھی یہ حالات مشقتوں والے ہیں۔

ایک بزرگ نے اپنے عالم دوست کو خط لکھا کہ (تم نے جو شادی کرلی تو شادی کا معنی تو خوشی ہے مگر) شادی کی حقیقت یہ ہے سُرُورُ شھرٍ یہ صرف ایک مہینے کی خوشی ہے و

غموم دھر ساری زندگی کے غم ہیں و نزول قبر بالآخر قبر میں اترتا ہے۔

شادی شدہ ہو کر زندگی افضل ہے بے شادی کی زندگی سے:

فائدہ: اس بارے میں علماء محققین نے بحث کی ہے کہ بغیر شادی کے ہو کر سر پر اہل و عیال کا بوجھ نہ لیتے ہوئے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر اور بکثرت نوافل پڑھنے میں گذارنا افضل ہے یا شادی کر کے اہل وعیال کا بوجھ اٹھانا اور محض ضروری عبادت فرائض واجب، سنن مؤکدہ ادا کرتے ہوئے نوافل کی کثرت نہ کرتے ہوئے زندگی گذارنا افضل ہے؟

راجح یہ ہے کہ افضل وہ زندگی ہے جو نبی کریم ﷺ کی زندگی سے ملتی ہے یعنی اہل و عیال کا بوجھ بھی سر پر ہو مجرد زندگی نہ ہو اور ضروری عبادت ادا کرتے ہوئے زندگی گذاری جائے، احادیث میں بھی اس کی فضیلت آئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے سامنے وہ تین شخص پیش کئے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، ایک شہید، دوسرا وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کی اور اپنے آقا کا بھی خیر خواہ رہا، تیسرے پاک دامن مانگنے سے بچنے والا بال بچے رکھنے والا (غریب) آدمی۔

(صحیح ابن حبان ح ۴۳۱۲، صحیح ابن خزیمۃ ۲۲۴۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

من قلّ مالهٗ و کثُر عیالهٗ وحسن صلاتهٗ ولم یغتب المسلمین جاء یوم القیامة و هومعی کهاتین (مسند ابی یعلیٰ ح ۹۹۰، الترغیب لقوام السّنّة ح ۲۲۵۳)

جس شخص کا مال کم ہو گھرانہ زیادہ ہو اور نماز بہتر ادا کرتا ہو، مسلمانوں کی غیبت نہ کی ہو قیامت کے دن آئے گا تو میرے ساتھ ایسے ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں ۔

فتنوں کے دور میں گوشہ نشینی:

البتہ فتنوں کے دور میں گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے کی فضیلت بھی آئی ہے۔

خیر الناس یومئذ مؤمن معتزل فی شعب من الشعاب یتقی ربہ و یذر الناس من شرہ۔ (الفتن لنعیم بن حماد ۵۰۲)

اُن دنوں لوگوں میں سے افضل وہ مسلمان ہوگا جو کسی پہاڑی گھاٹی میں الگ تھلگ رہتا ہو، اللہ تعالی سے ڈرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے رکھے۔

خیر الناس فی الفتنۃ رجل معتزل فی مالہ یعبد ربہ و یؤدی حقہ. و رجل آخذ براس فرسہ فی سبیل اللہ یُخیفھم و یُخیفونہ. (مسند احمد ح ۱۷۳۵۳ کنز العمال ح ۳۰۹۶۶ عن ام مالک بھزیہ رضی اللہ عنہا)

فتنوں میں سب لوگوں سے بہتر وہ آدمی ہوگا جو اپنے مال (ریوڑ وغیرہ) میں الگ تھلگ رہ کر اللہ کی عبادت کرے، اور اُس کا حق ادا کرے، یا وہ آدمی جو گھوڑے کا سر تھام کر کفار کو ڈراتا ہو اور کفار اُس کو ڈراتے ہوں (مجاہد فی سبیل اللہ)۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عافیت کے دس حصے ہیں نو حصے خاموشی ہے اور ایک حصہ لوگوں سے الگ تھلگ رہنا ہے۔ (العزلۃ لابن ابی الدنیا رقم ۴۷)

حضرت عبداللہ بن مرزوق رحمہ اللہ نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے مشورہ کیا کہ میں کہاں رہائش اختیار کرلوں؟ فرمایا مرّ الظہر ان میں جہاں تجھے کوئی آدمی نہ پہچانے۔ (رقم ۴۲)

عام حالات میں مجرّد زندگی سے یہ مشقت و بوجھ والی زندگی بہتر ہے، دورِ حاضر میں دیہات کی زندگی بہت سے فتنوں سے حفاظت کی زندگی ہے۔

ایحسبُ ان لن یقدر علیہ احد: کیا انسان خیال کرتا ہے کہ کبھی کوئی اُس پر گرفت نہیں کرے گا، اور اُس سے انتقام نہیں لے گا؟ اُس کا یہ خیال بالکل بیہودہ ہے، نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالی اُس پر ضرور گرفت کریں گے چاہے دنیا میں گرفت فرمائیں، یا دوسرے جہان میں گرفت فرمائیں۔

یقول اھلکتُ مالًا لبدًا: یہ انسان بطور فخر کے کہتا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اسلام کو مٹانے کے لئے بہت مقدار میں مال خرچ کر ڈالا، یعنی دینِ حق کے خلاف خرچ کرنے کو اپنا کمال سمجھ کر فخریہ یہ بات کہتا ہے، اور

ایحسبُ ان لم یرہٗ احد: اس کا خیال یہ ہے کہ اُس کو کوئی نہیں دیکھتا ہے، اُس کے

اسی خیال نے اس کو آزاد کر رکھا ہے، جو چاہے کرتا پھرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ہر وقت ہر جگہ دیکھتے ہیں۔

الم نجعل لہٗ عینین: اِس انسان کو اپنی ذات میں غور کر کے اللہ تعالیٰ کو پہچاننا چاہیے، اور دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس پر بہت سی نعمتیں فرمائی ہیں، مثلاً کیا ہم نے انسان کے لئے دو آنکھیں نہیں بنائیں؟ کہ اِن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے دیکھے، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے چہرے دیکھے، قرآن مجید دیکھے۔

آنکھ میں بہت سی قدرت کی نشانیاں ہیں، اِس کو اللہ تعالیٰ نے سر کے ساتھ لگایا کیوں کہ اِس کا کام چراغ جیسا ہے، اور چراغ اونچی جگہ ہونا بہتر ہے، اور زیادہ روشنی دیتا ہے، اور آنکھ حرکت کرنے میں تیز ہے، جو چیز سامنے آئے، اُس کا فوٹو کھینچ کر دل میں پہنچاتی ہے، اِس کی پلکیں اِس کے لئے پردے کا کام دیتی ہیں، اشارہ ہے کہ عمدہ چیز کے لئے پردہ ہونا چاہیے، اِس پر بال بنائے جن کے کھلنے اور ملنے سے مکھیاں وغیرہ سے آنکھ محفوظ رہتی ہے، پلکیں اور بال کالے ہیں، اور آنکھوں کے اندر بھی آس پاس کا حصہ کالا ہے، اشارہ ہے کہ کالا رنگ نظر تیز کرتا ہے، اس لئے عام طور پر سرمہ بھی سیاہ استعمال ہوتا ہے، آنکھیں دو بنائیں ظاہر کو دیکھنے کے لئے، اشارہ ہے کہ باطن میں بھی بصیرت کے لئے دو روشنیاں ضروری ہیں قرآن اور سنت، پھر دو آنکھیں ہونے کے باوجود ایک چیز کو ایک دکھاتی ہیں، دو نہیں دکھاتی۔

ولسانا: اور کیا زبان نہیں بنائی؟ جس سے آدمی حق کے حق ہونے کا اقرار کرے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، اللہ تعالیٰ کی کاریگریوں اور صفات کو بیان کرے، زبان بھی بہت بڑی نعمت ہے، کہ اِس کے ذریعے سب طرح کے معاملات طے کرتے ہیں، گواہیاں دیتے ہیں، ذائقے چکھتے ہیں، جو مضمون دماغ سوچتا ہے، الفاظ کا جامہ پہنا کر زبان ادا کرتی ہے۔

وشفتین: اور کیا ہونٹ نہیں بنائے؟ جن کے سبب چہرے میں حسن آگیا، اگر انسان کے یہ ہونٹ نہ ہوں تو دانت کھل جاتے ہیں اور چہرہ انتہائی بدشکل ہو جاتا ہے، جہنمیوں کو جب جہنم میں گرم پانی پلایا جائے گا جس سے اوپر نیچے کے ہونٹ جل بھن کر اوپر

اور نیچے کو لٹک جائیں گے تو کتنے بدشکل لگیں گے تلفح وجوههم النّار وهم فيها كالحون ان ہونٹوں کے ذریعے ہی کسی گندی چیز کے منہ میں جانے سے حفاظت رہتی ہے، بولنے کھانے پینے اور پھونک مارنے میں مدد ملتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیثِ قدسی نقل ہے:

يا ابن آدم ! ان نازعك بصرك الى بعض ماحرمت عليك فقد اعنتُك بطبقتين فاطبقهما عليه و ان نازعك لسانك الى بعض ما حرمت عليك فقد اعنتُك بطبقتين فاطبقهما عليه (کنز العمال ۴۳۲۰۷)

اے انسان! اگر تیری نگاہ میرے حرام کئے ہوئے کام کو دیکھنے کی طرف تجھے مجبور کرے تو میں نے دو پردے بنا کر تیری مدد کی ہے، تو اُن دو پردوں کو آنکھ پر بند کردے اور اگر تیری زبان میرے حرام کئے ہوئے کسی بول کی طرف تجھے مجبور کرے، تو دو پردوں کے ذریعے میں نے تیری مدد کی، تو وہ دو پردے اُس پر بند کردے۔

وهدينهُ النجدين: اور ہم نے انسان کو دونوں راستے سمجھائے، یعنی اچھائی برائی، کامیابی ناکامی، جنّت اور جہنم کا راستہ سمجھایا، یہ سمجھانا عقل کے ذریعے بھی ہوا کہ دنیا میں کئے جانے والے اچھے اور برے کام کے جو نتائج سامنے آتے ہیں اُن سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ میں نیکی کروں گا تو اچھا مستقبل حاصل ہوگا بری حرکتیں کروں گا تو برا مستقبل ہوگا، جس کے لئے قیامت قائم ہونا اور اُس میں جزا سزا ہونا تا کہ اچھا اور برا انسان الگ الگ ہوجائے لازمی بات ہے، یہ انصاف قائم کرنا احکم الحاکمین کے لئے عین انصاف ہے، اور دارالجزاء اور قیامت قائم ہونے کے بغیر یہ نہیں ہوسکتا۔

اور یہ سمجھانا انبیاء ورسل اور اُن کے نائبین کے ذریعے بھی ہوا، کیوں کہ عقل اِس کی پوری حقیقت تک پہنچنے سے ایک درجے میں قاصر تھی، اور انسان کی کمزوری اللہ تعالی جانتے ہیں اس لئے اللہ تعالی نے یہ سلسلہ بھی جاری فرمایا تا کہ کل قیامت میں کوئی بھی عذر پیش نہ کرسکے اَن تقولوا یومَ القِیامۃِ انّا کنّا عن هٰذا غافلین۔

فلا اقتحم العقبة: لیکن انسان گھاٹی سے ہوکر نہ گذرا، گھاٹی مشکل راستہ ہوتا ہے، نیکی کے راستہ کو گھاٹی اس لئے فرمایا کہ اس میں نفس و شیطان اور خواہشات سے

مقابلہ ہے، مطلب یہ ہے کہ اِن نعمتوں کی قدر کرنا لازم تھی کہ اللہ تعالی کا شکر گذار بنتا، یعنی ایمان اور اعمال صالحہ والی زندگی اختیار کرتا کہ یہی شکر الٰہی ہے، مگر کافر انسان نے ایسا نہ کیا،

سوال: جب ماضی پر لا آتا ہے، تو لا کا تکرار ضروری ہوتا ہے، جیسے فلا صدق و لا صلی جب کہ یہاں صرف ایک بار لا آیا ہے کیوں؟

جواب: بعد والا کلام لا کے معنی پر دلالت کر رہا ہے، اس لئے تکرار کی ضرورت نہیں ہوئی، یعنی تقدیر عبارت ہے فلا اقتحم العقبة ...و لا آمن۔

جنّت میں لے جانے والے اعمال:

وما ادراك ما العقبة: اے مخاطب! آپ کو کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے جس سے گذر کر آدمی اللہ تعالی کی نعمتوں کا قدردان اور شکر گذار، اور جنت کا مستحق ٹھہرتا ہے؟ وہ سب نیک اعمال ہیں خصوصا درج ذیل اعمال اختیار کرنا اُس گھاٹی کو پار کرنا ہے جس کے آگے بہشت ہے۔

فَكُّ رقبة: اول: گردن چھڑانا ہے، یعنی غلامی یا تاوان یا جرم میں پھنسی ہوئی گردن چھڑانا، غلامی میں پھنسی ہوئی گردن چھڑانا اُس کو آزاد کرنا، اپنی ملکیت میں ہو تو آزادی دے، دوسرے کی ملکیت میں ہو تو اُس کو خرید کر آزاد کرے، یا آزاد کرنے کی ترغیب دے کر اُس کی آزادی کا ذریعہ بنے، تاوان یا جرم میں پھنسی ہوئی گردن چھڑانے سے مراد کسی قاتل مسلمان کو قصاص یا دیت لازم ہونے کی صورت میں اُس سے چھڑا کر دیت مغلظہ یا صلح کی صورت میں طے شدہ بدل، یا دیت خفیفہ جو لازم ہو وہ ادا کر دینا اُس کی گردن چھڑانا ہے۔

اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ بندہ اللہ تعالی کو خوش کرنے والے اعمال کر کے اپنی گردن کو جہنم سے آزاد کرے۔

او اطعام فی یوم ذی مسغبة: دوم: کوئی بھوکا ہو اُس کو سخت بھوک کے دن کھانا کھلانا۔

یتیماً ذا مقربة او مسکیناً ذا متربة: کی قید احترازی نہیں اِن کے علاوہ کوئی بھوکا ہو تو اُس کو کھلانا بھی ثواب ہے البتہ ایسے بدحال کو کھلانا زیادہ ثواب ہے، یعنی کوئی یتیم

بے سہارا ہو اور ہو بھی قریبی رشتہ دار، اُس کو کھلانا یتیمی اور رشتہ داری کی وجہ سے کئی گنا بڑھ کر ثواب ہے، دوسرا مٹی میں لت پت مسکین یعنی جس بیچارے کے پاس اتنا بھی نہیں کہ اپنی صفائی ستھرائی کا بندوبست کر سکے، یعنی اُس کے پاس کچھ نہ ہو یہ بھی مال کا مصرف ہے، قابل رحم ہے۔

ثم کان من الذین آمنوا: سوم: آدمی ایمانیات پر ایمان لائے، یہ اوپر ذکر کی ہوئی نیکیوں کی قبولیت کے لئے شرط ہے، لفظ ثُمَّ اس معنی میں تراخی کے لئے نہیں کہ ایمان باقی نیکیوں سے مؤخر ہے، بلکہ یا بمعنی واؤ عطف ہے، یا وجود تراخی کے معنی کے لئے ہے یعنی آخری سانس تک ایمان موجود ہو تب نیکیاں قبول ہوں گی ورنہ سب نیکیاں ضائع ہو جائیں گی، یا تراخی رتبی کے لئے ہے یعنی ایمان کا درجہ سب نیکیوں سے بلند ہے۔

صبر اور اس کی تین قسمیں:

وتواصوا بالصبر: چوتھے: ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی، صبر کا معنی ہے ثابت قدمی اور جم جانا، اس کی تین صورتیں ہیں، اول: مصیبت کے وقت فیصلہ خداوندی میں کوئی حکمت اور خیر ہونے کا خیال جم جانا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی شکایت نہ ہوگی، اس کو صبر علی المصیبت کہتے ہیں۔ دوم: اللہ تعالیٰ نے جن اعمال صالحہ کرنے کا حکم فرمایا ہے اُن میں حکمِ خداوندی کی تعمیل کی پابندی پر جم جانا، اس کو صبر علی الطاعت کہتے ہیں۔ سوم: نفس اور شیطان برائی کا خیال لائے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے پرہیز کرنے پر جم جانا، اس کو صبر عن المعصیت کہتے ہیں، اِن تینوں کو اختیار کرنے والا ہی کامل صابر ہے، اور اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ وغیرہ آیات میں ایسے ہی صابرین کا انعام ذکر ہوا ہے، اِن میں سے اونچے درجہ میں صبر عن المعصیت ہے پھر صبر علی الطاعت ہے پھر صبر علی المصیبت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبر تین ہیں، صبر علی المصیبت، صبر علی الطاعت، صبر عن المعصیت، جو صبر علی المصیبت کرے یہاں تک کہ مصیبت کو اچھے انداز کی تسلی کے ذریعے لوٹائے، اللہ تعالیٰ اُس کے لئے تین سو درجے لکھے گا جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کے درمیان کی مسافت

جتنا فاصلہ ہوگا، اور جو صبر علی الطاعت کرے اُس کے لئے چھ سو درجے لکھے گا جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آخری زمین کے نیچے سے عرش کے آخر تک کا فاصلہ ہے، اور جو صبر عن المعصیت کرے گا اللہ تعالی اُس کے لئے نوسو درجے لکھے گا جن میں سے ہر دو درجوں کے درمیان آخری زمین کے نیچے سے عرش کے ختم تک مسافت کا دوگنا فاصلہ ہوگا۔ (الصبر لابن ابی الدنیا ح ۲۴)

تواصوا بالصبر: میں صبر کی یہ سب صورتیں داخل ہیں، اور کامل صابر وہی ہے جس میں یہ سب جمع ہوں، معلوم ہوا کہ انسانوں کی دنیا وآخرت کی کامیابی کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ ایک دوسرے کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا بھی ضروری ہے، فرد کا ایمان وعمل صالح کافی نہیں ہے، جب تک اجتماعی صورت میں ایمان وعمل صالح نہ ہو، اور اُس کے لئے معاشرہ کی درستگی ضروری ہے جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

کمزور مخلوق پر ترس:

وتواصوا بالمرحمة: اور ایک دوسرے کو مخلوق پر رحم کرنے کی تاکید کی، رحم اور ترس کھانے کا محل ضعیف وکمزور مخلوق ہے، اس لئے چھوٹے بچوں پر شفقت ہو، صنف نازک یعنی عورت پر سختی نہ کی جائے بیٹی ہو یا بیوی یا کوئی اور، اپنے ماتحت جو بھی ہوں غلام، نوکر، ملازم، اُن سے حسنِ سلوک کیا جائے، بادشاہ عوام پر فوج رعایا پر سختی نہ کرے، یتیموں بیواؤں محتاج غریب لوگوں پر حسب وسعت خرچ کیا جائے اُن کو بدحالی سے نکالنے کی کوشش ہو، سواری وغیرہ کے جانور پر بوجھ طاقت سے زیادہ نہ لادا جائے، اور مارا پیٹا نہ جائے، زخمیوں، بیماروں، بوڑھوں کے ساتھ مدد کی جائے، خصوصا بوڑھے والدین سے قول وعمل میں حسن سلوک کیا جائے بدسلوکی ناجائز ہے، زمیندار مزارع سے، مستاجر مزدور سے قوی شریک کمزور شریک ساتھی سے زیادتی نہ کرے، طاقت سے زیادہ کام نہ لے، اجرت پوری ادا کرے بلکہ زیادہ دے سکے تو بہتر ہے، مقروض وقرض خواہ میں سے قوی کمزور کو نہ ستائے، ہر قوی ہر کمزور سے حسن سلوک کرے، ہو سکے تو حق سے زیادہ فائدہ پہنچائے، ورنہ کم از کم حق نہ دبائے، یہ سب باتیں تواصوا بالمرحمة میں داخل ہیں، یہ بھی صرف ایک

فرد اپنی حد تک کرنے والا نہ ہو بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تاکید و تبلیغ کرے، دونوں جملوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ہر فرد پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرنے اور اللہ اور مخلوق کے حقوق میں کوتاہی سے بچنے کی تبلیغ و تاکید فرض ہے، اگر مسلمان اس میں کوتاہی کریں گے تو ہرگز کامیاب نہ ہوں گے بلکہ ناکام ہی رہیں گے۔

اولائك اصحاب الميمنة : اِس جملے کے تین مطلب ہو سکتے ہیں۔ اول: یہ لوگ دائیں جانب والے ہیں، یعنی وہ ہیں جن کو اُن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے جو کامیابی کا پروانہ ہوگا۔ دوم: یہ وہ لوگ ہیں جن کو (عرش الٰہی کے) دائیں جانب والے راستے پر چلنے کا حکم ملے گا اور وہ راستہ جنّت میں جاتا ہے یعنی جنّت کا راستہ لینے اور جنّت میں جانے کا حکم ملے گا۔ سوم: یہ لوگ خیر و برکت وسعادت والے ہیں یعنی جن کو خیر و برکت حاصل ہوگی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، برکت نفع کثیر کا نام ہے۔

والذين كفروا بٰاٰيٰتِنا هم اصحب المشئمة : اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا یہ بائیں جانب والے ہیں، انکار کرنے میں ایمانیات اور شریعت کے کسی بھی حکم کا انکار داخل ہے، یعنی اللہ و رسول کے کسی ایک حکم کا انکار بھی کفر ہے، یہ کفر کرنے والے اصحٰب المشئمة ہیں، اِس کے بھی تین معنی ہیں۔ اول: یہ لوگ بائیں جانب والے ہیں یعنی جن کو اعمال نامے بائیں ہاتھ میں ملیں گے، جو جہنم کا پروانہ ہوگا۔ دوم: اِن لوگوں کو بائیں جانب راستے پر چلنے کا حکم ملے گا، جو جہنم کی طرف جانے والا ہوگا۔ سوم: یہ لوگ نحوست و بے برکتی والے ہیں جنہیں دنیا و آخرت میں نحوستیں ہی حاصل ہوں گی، اور اِن کے سبب دوسروں پر بھی نحوستیں پڑتی ہیں، نحوست کثیر نقصان کا نام ہے۔

عليهم نارٌ مؤصدة : اُن پر آگ بند کی گئی ہوگی، یعنی جہنم میں اُن کو داخل کر کے جہنم کے دروازے اُن پر بند کر دیئے گئے ہوں گے، نہ کبھی در کھلیں گے نہ باہر نکل سکیں گے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔

بحمد اللہ و توفیقہٖ قد تمت توضیح سورۃ البلد فی السابع وعشرین من شعبان المعظم قبل العصر سنۃ ۱۴۳۸ھ والنظر الثانی للسابع من الجمادی الثانیۃ سنۃ ۱۴۴۰ھ

سورۃ الشمس مکیۃ

اس سورت میں 15 آیات، 54 کلمات، 247 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ① وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ② وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ③
قسم ہے سورج کی اور اُس کی روشنی کی، اور چاند کی جب سورج کے پیچھے آئے، اور دن کی جب وہ سورج کو روشن کرے،
وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ④ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ⑤ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ⑥
اور رات کی جب وہ سورج کو ڈھانپ لے، اور آسمان کی اور اُس ذات کی جس نے اُس کو بنایا، اور زمین کی اور اُس ذات کی
وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ⑦ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ⑧ قَدْ اَفْلَحَ
جس نے اُس کو پھیلایا، اور نفس کی اور جس نے اُس کو برابر کیا، پھر اُس کو سمجھائی اُس کی برائی اور اُس کی پرہیزگاری، تحقیق وہ
مَنْ زَكّٰىهَا ⑨ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ⑩ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ⑪
شخص کامیاب ہوگیا جس نے نفس کو پاک کیا، اور تحقیق ناکام ہوگیا جس نے اُس کو مٹی میں ملایا، قوم ثمود نے جھٹلایا اپنی سرکشی کے
اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ⑫ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ⑬
سبب، جب اٹھا اُن کا بڑا بدبخت، تو فرمایا اُن کو اللہ تعالی کے پیغمبر نے اللہ تعالی کی اونٹنی کو اور اُس کے پانی پینے کی باری کو چھوڑو،
فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ⑭
تو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کو مار ڈالا، تو ہلاکت ڈالی اُن پر اُن کے رب نے اُن کے گناہ کے سبب اور اُن کو برابر کر دیا،
وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ⑮
اور اللہ تعالی نہ ڈرے اُن کے انجام سے

لغوی تحقیق:

ضُحٰی: سورج کا کھل جانا، اشراق کا وقت۔ تَلٰی: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب از نصر اس طرح پیچھے آنا کہ دونوں کے درمیان کوئی چیز فاصل نہ ہو۔ جَلّٰی: ماضی معلوم،

صیغہ واحد مذکر غائب از تفعیل ،کھولنا، پردہ ہٹانا۔ یغشٰی : مضارع معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب از سمع ،ڈھانپنا۔ ما بنٰی : ما موصولہ بھی ہوسکتی ہے،اور مصدریہ بھی۔ بنٰی: ماضی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب،ازفتح ،بنانا،تعمیر کرنا۔ طحٰی : ماضی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب از نصر بچھانا۔ سوّٰی : ماضی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب از تفعیل برابر کرنا،درست بنانا۔ اَلْهَمَ : ماضی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب،ازافعال ،دل میں بات ڈالنا، الہام کرنا۔ فُجُور :مصدر از نصر ،دیانت کا پردہ پھاڑنا۔ تقوٰی : مصدر دراصل وقیٰ ہے از ضرب، بچنا، پرہیز کرنا۔ افلح : ماضی معلوم از ضرب صیغہ واحد مذکر غائب از افعال ،کامیاب ہونا،دنیوی فلاح سعادتوں کے حصول کے سبب کامیابی،اوروہ اسباب زندگی مالداری،عزت ہے،اخروی فلاح چار چیزیں ہیں وہ زندگی جس پر فنا نہیں،وہ غنی جس پر فقر نہیں،وہ عزت جس میں ذلت نہیں، وہ علم جس میں جہل نہیں۔ زکّٰی: ماضی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب از تفعیل ،پاک کرنا۔ خاب : ماضی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب ،ازضرب ناکام ہونا،مطلوب ہاتھ سے نکل جانا۔ دسّٰی : دراصل دَسَّسَ ،ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب ازفعللہ ،مٹی میں ملانا۔ طغوٰی : مصدر،ازفتح،سرکشی کرنا۔ انبعث : ماضی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب،ازانفعال ،ابھرنا،آمادہ ہوجانا،متوجہ ہونا،کرگذرنا۔ اشقٰی : صیغہ اسم تفضیل،ازسمع بدبخت ومحروم القسمت ہونا۔ ناقۃ: اونٹنی ۔ سقیٰ: مصدر از سمع ،پانی پینا،پانی پینے کی باری۔ عقروا: ماضی معلوم،صیغہ جمع مذکر غائب،بنیاد سے کاٹ دینا۔ دمدم : ماضی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب،از فعللہ ۔ ہلاک کرنا، پیچھا کرنا۔ ذنب :گناہ۔ لایخاف : فعل نفی معلوم،صیغہ واحد مذکر غائب،ازسمع ڈرنا۔ عقبٰی:انجام۔

تفسیر:

ربط: سورہ بلد کے آخر میں کامیاب وناکام لوگوں کا اصحٰب المیمنۃ اور اصحٰب المشئمۃ کے عنوان سے ذکر ہوا، اِس سورت میں بھی متعدد قسموں کے بعد قد افلح اور قد خاب سے کامیاب وناکام لوگوں کا ذکر ہے۔

والشمس وضحٰھا: اِن آیتوں میں متعدد چیزوں کی قسمیں اٹھائیں اور

جوابِ قسم میں بتایا کہ کس قسم کا آدمی کامیاب اور کس قسم کا ناکام ہے، اور پھر بعض ایسے لوگوں کا ذکر ہوا جو دنیا میں ناکام اور برباد ہوئے۔

اوّل: سورج کی قسم۔ دوسری: سورج کی روشنی کی قسم، یہ دونوں قسمیں سورج کی عظمت کی دلیل ہیں، سورج نظام کائنات چلنے میں بہت بڑا ذریعہ ہے کہ اس کی روشنی میں سارا نظامِ زندگی چل رہا ہے قل ارئیتُم ان جعل الله علیکم اللیل سرمدًا الی یوم القیٰمة من اله غیر الله یأتیکم بضیاء میرے حبیب! فرمادیں کہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک تم پر رات بنادے تو وہ کون معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لائے گا، اِسی سورج سے دِن کا اُجالا ہے لتبتغوا من فضلہٖ جو اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی رزق حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

والقمر اذا تلٰها: تیسری: چاند کی قسم جب وہ سورج کے پیچھے آئے، چاند کے سورج کے پیچھے آنے میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں، یہ کہ سورج کے غروب کے پیچھے آئے، یہ چاند کے دوسرے عشرے کی تاریخوں میں ہوتا ہے، یا سورج کے طلوع کے پیچھے آئے یہ چاند کی پہلی رات میں ہوتا ہے کہ سورج جب طلوع ہوتا ہے اُس کے ساتھ ہی کچھ دیر میں چاند طلوع ہوتا ہے مگر چھوٹا ہونے کی وجہ سے دن میں نظر نہیں آسکتا، اب تک کوئی ایسی دوربینیں ایجاد نہیں ہوئیں جو پہلی رات کا چاند دن کے وقت دکھا سکیں حالانکہ چاند موجود ہوتا ہے البتہ سورج کے غروب کے بعد ہی نظروں میں آتا ہے۔

یاد رہے کہ بہت سے لوگوں کو مغالطہ رہتا ہے کہ وہ پہلی رات چاند کا طلوع مغرب سے سمجھتے ہیں حالاں کہ مغرب سے نہ چاند کبھی طلوع ہوتا ہے نہ سورج ہاں قیامت سے پہلے سورج مغرب سے طلوع ہوجائے گا جس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا ورنہ نظام کائنات میں مغرب سے نہ سورج کا طلوع ہوتا ہے نہ چاند کا۔

والنهار اذا جلّٰها: چوتھی: دن کی قسم جب دن سورج کو روشن کردے، یعنی جب سورج خوب دن ہونے پر پورا پورا روشن ہوجاتا ہے تو اُس وقت کی قسم، سورج روشن کرنے کی نسبت دن کی طرف مجاز ہے، دن کی طرف اس وجہ سے نسبت ہے کہ سورج کا روشن ہونا دن میں ہوتا ہے۔ و ضحٰها میں دن میں مطلق روشنی ہونے کی قسم تھی، اِس میں روشنی کمال

پر ہونے کے وقت کی قسم ہے، یعنی وہ عام اور یہ خاص ہے۔

واللیل اذا یغشٰھا: پانچویں: رات کی قسم جب رات سورج کو ڈھانپ لے یعنی جس وقت اُس کی روشنی ختم ہو جاتی ہے اور اندھیرا ہو جاتا ہے، رات کے وقت ہمارے اور سورج کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے تب رات ہو جاتی ہے چونکہ یہ حال رات کے وقت ہوتا ہے اس لئے ڈھانپنے کی نسبت رات کی طرف کردی گئی، گویا رات سورج کے لئے پردہ اور ڈھکن ہے۔

والسمآء وما بنٰھا: چھٹی: آسمان کی قسم۔

ساتویں: وما بنٰھا: اِس کے ما میں دو احتمال ہیں، اول: ما موصولہ ہے بمعنی اُس ذات کی قسم جس نے اُس کو بنایا، یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم۔ دوم: ما مصدریہ ہے، اِس صورت میں بنا فعل بمعنی مصدر ہوگا یعنی آسمان کی قسم اور اُس کے بنانے کی قسم۔

والارض وما طحٰھا: آٹھویں: زمین کی قسم۔

نویں: ماطحٰھا: کی قسم، یہاں بھی ما میں دونوں احتمال ہیں اگر ما موصولہ ہو تو بمعنی اُس کے بچھانے والے یعنی اللہ کی قسم، اور اگر ما مصدریہ ہو تو بمعنی اُس کے بچھانے کی قسم،

ونفس وما سوّٰھا: دسویں: نفس (انسانی جان) کی قسم۔

گیارہویں: وما سوّٰھا: اِس کے ما میں بھی دونوں احتمال ہیں، ما موصولہ ہو تو بمعنی اُس ذات کی قسم جس نے نفس کو برابر کیا یعنی ٹھیک بنایا، یعنی اللہ خالق کی قسم، اور اگر ما مصدریہ ہو تو بمعنی نفس کو ٹھیک بنانے کی قسم، البتہ اگلے الفاظ کے مناسب اِس ما کو موصولہ بنانا بہتر ہے۔

فالھمھا فجورھا و تقوٰھا: نفس (یعنی انسانی جان) ٹھیک بنانے کے بعد پھر اُس کو اُس کی بدی اور پرہیزگاری سمجھائی، یہ مضمون وہی ہے جو و ھدینٰہ النجدین میں ذکر ہوا ہے کہ انسان کو اچھائی برائی، کامیابی ناکامی، جنت و دوزخ کے دونوں راستے سمجھادیئے، لیکن مجبور نہیں کیا کہ تو ضرور نیکی، جنت، کامیابی کے راستے پر ہی چل، بلکہ مختار بنایا کہ انسان کی مرضی یہ جونسا راستہ اختیار کرے، اگر کامیابی کا راستہ اختیار کیا تو کامیاب ہوگا، ناکامی کا راستہ اختیار کیا تو ناکام ہوگا کیوں کہ انسان جو بوئے اُسی کی فصل

اٹھاتا ہے، جس منزل کی جانب چلے اُسی پر پہنچتا ہے۔

فائدہ: آیت میں فجور پہلے اور تقویٰ بعد میں ذکر ہوا، اشارہ ہے کہ فجور نہ ہو تب ہی تقویٰ آئے گا، اور اس لئے بھی کہ فجور میں مضرت ہے، تقویٰ میں منفعت ہے، اور منفعت کے علم سے مضرت کا علم اہم ہے کیونکہ دفع مضرت جلب منفعت سے مقدم ہے۔

کامیاب وہ جو گناہوں سے بچا:

قد افلح من زکّٰھا: یکی بات ہے کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاک کیا، یعنی ظاہر اور باطن اور ہاتھ پاؤں زبان، کان، پیٹ، شرم کا مقام، دل دماغ وغیرہ سب اعضاء گناہوں سے پاک کئے، یعنی یا تو اِن سے گناہ کئے ہی نہیں، یا گناہ عادۃً نہیں کئے کبھی کوئی گناہ ہوا تو توبہ کر کے اُس سے نفس کو پاک کیا، اور پاک حال میں اِس دنیا سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا، تو چوں کہ جنّت میں پاک لوگ جائیں گے کیونکہ وہ پاک جگہ ہے اور یہ شخص بالکل پاک ہے تو یہ فوراً جنّت میں جائے گا، ایک دن اور لحمہ کے لئے بھی دوزخ میں نہیں جائے گا، چوں کہ اللہ تعالیٰ تعریف کر رہے ہیں اور تعریف کے قابل کامل مسلمان ہے جو کہ سیدھا بہشت میں پہنچے گا اس لئے مَنْ زَکّٰھَا سے کامل مؤمن مراد ہے، رہا گناہ کا عادی فاسق فاجر مسلمان! اُس سے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا ہے، کیوں کہ اپنے فسق وفجور کے سبب وہ پوری طرح قابل تعریف نہ رہا، اس لئے آیت سے گناہ کے عادی مسلمان کا جنّت میں نہ جانا اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا ثابت نہیں ہوتا۔

ناکام وہ جس نے نفس کی مانی:

وقد خاب من دسّٰھا: اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے نفس کو مٹی میں دبا دیا، یعنی ہمیشہ ذلت اور حیوانیت کے کام کئے، انسانیت والا اور آخرت کی عزت کا کوئی کام نہیں کیا کہ کم از کم ایمان ہی اختیار کر لیتا تاکہ ایک دن تو آخرت کی ذلت سے نکل کر عزت کے مقام میں پہنچ جاتا، تو ایسے شخص کو سوائے ناکامی کچھ حاصل نہ ہوگا، اور ہمیشہ کی ناکامی دوزخ میں ہے تو یہ ہمیشہ کا دوزخی ہوگا، اِس آیت میں بھی گناہ کے عادی مسلمان کا ذکر نہیں ہے بلکہ

غیر مسلم کا بدانجام ذکر ہے، کیوں کہ گناہ گار کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گناہوں کی سزا کے بغیر جنت میں چلا جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ سزا کے بعد چلا جائے، مگر اُس کے لئے سزا صورۃً سزا ہوگی حقیقت میں تطہیر وتہذیب ہوگی، جیسے میل کچیل سے لت پت بچے کو ماں صابن وغیرہ خوب لگا کر اور جسم خوب رگڑ کر نہلاتی ہے، جس سے مقصود سزا دینا نہیں ہوتا اگر چہ تکلیف ہوتی ہے، پاک صاف کرنا مقصود ہوتا ہے، ایسے گنہگار مؤمن کو گناہوں کی آلودگیوں میل کچیل سے پاک کرنے کے لئے دوزخ کے حمام میں داخل کیا جائے گا صفائی ہو چکنے کے بعد جنت میں جا سکے گا۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا: جھٹلایا قومِ ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب، پیچھے سورہ فجر میں قوم ثمود کا تذکرہ ہو گیا ہے، حضرت صالح علیہ السلام اُن کی طرف بھیجے گئے، بت پرست قوم تھی، بہت وعظ ونصیحت کے بعد آخر قوم نے خاص معجزے کا مطالبہ کیا کہ پتھر کی چٹان میں سے دس ماہ کی گابن اونٹنی نکلے جو بچہ جنے تب ہم آپ پر ایمان لائیں گے، اور آپ کی اطاعت کریں گے، اُن کے مطالبے پر اونٹنی کا معجزہ دکھایا گیا مگر قوم بضد رہی۔

اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا: جب قوم کا بدبخت ترین شخص کھڑا ہوا اور اُس نے گھات لگا کر اونٹنی کو زخمی کر کے مار ڈالا، اُس شخص کا نام قدار بن سالف تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی! کیا تمہیں معلوم ہے کہ پہلے لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر بدبخت کون ہے؟ عرض کیا اللہ ورسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارنے والا، اور کیا معلوم ہے کہ بعد والوں میں سب سے بڑھ کر بدبخت کون ہے عرض کیا اللہ ورسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا جو تیرا قاتل ہوگا؟

(فضائل الصحابہ للامام احمد ح ۹۵۳)

ایک کی حرکت پر سب کو سزا؟

سوال: اس آیت سے واضح معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حرکت صرف ایک شخص نے کی تو ساری قوم کو کیوں عذاب ہوا؟

جواب: ساری قوم اِس حرکت پر راضی تھی یا تو اُن سب نے زبان سے رضا کا اظہار کیا تھا اس طرح کہ اِس نے کچھ لوگوں کے کہنے پر ساری قوم مردوں عورتوں سے اُن کی مرضی

معلوم کی تھی اور سب نے مارنے کا کہا تھا جیسا کہ آیت فعقروا صاحبھم سے معلوم ہورہا ہے (کہ نادوا کی ضمیر فاعل قوم کی طرف راجع ہے) یا اس طرح کہ اگرچہ حرکت ایک نے کی لیکن اس حرکت کا سُن کر ساری قوم نے خوشی کا اظہار کیا کہ یہ اچھا ہوا۔

نادم ہوئے پھر سزا کیوں؟

سوال: آیت فعقروھا فاصبحوا نٰدمین سے ظاہر ہوا کہ وہ لوگ اونٹنی مارنے کے بعد نادم ہوئے، اور ندامت توبہ ہے تو اُن کی توبہ قبول نہیں ہوئی اور عذاب آیا کیوں؟

جواب: یہ ہے کہ یا تو یہ ندامت توبہ کی نیت سے نہیں تھی بلکہ عذاب آنے کے ڈر سے ندامت تھی، یا یہ ندامت توبہ والی تھی مگر عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد تھی اور اُس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

فقال لھم رسُولُ اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا: تو اُن کو اللہ کے رسول صالح علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کو اور اُس کے پانی پینے کی باری کو چھوڑو۔ فقال کے شروع میں فاء آیا جس کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ تعقیب بلافصل (ماقبل مذکور کے فوراً بعد فاء کے مابعد کے ہونے کو بتانے) کے لئے آتا ہے یہاں یا تو فاء محض تعقیب بلافصل ذکری کے لئے ہے تعقیب بلافصل وجودی کے لئے نہیں ہے، کیوں کہ اونٹنی کے مارے جانے کے بعد نصیحت کرنے کا کوئی مطلب نہیں؟ اور اگر فاء تعقیب بلافصل وجودی کے لئے ہو تو عقروھا میں مجاز لیں گے یعنی عقروھا کا مفہوم ارادوا عقرھا ہوگا کہ اُن لوگوں نے اونٹنی ماردینے کا ارادہ کیا تو اُن کو اس ارادے سے باز رکھنے کے لئے اللہ کے رسول علیہ السلام نے اُن کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو، لیکن وہ نہ مانے۔

ناقۃ اللہ وسقیٰھا: یہ مفعول بہ ہے فعل محذوف کا ذروا یا احذرُوا ناقۃَ اللہ الخ یعنی چھوڑ دو اونٹنی اور اُس کے پانی پینے کی باری کو، یا بچو اونٹنی اور اُس کے پانی پینے کی باری سے، وہ اونٹنی معجزہ ہونے کی وجہ سے عام اونٹنیوں سے ممتاز تھی، جانور اُس سے ڈرتے تھے، وہ کسی چراگاہ میں یا پانی کے تالاب وغیرہ پر جاتی تو جانور بھاگ جاتے، مجبوراً باری مقرر کرنی پڑی

سُقْیٰھا سے مراد اُسکے پانی پینے کی باری ہے۔

اللہ تعالی نے اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی اپنی اونٹنی فرمایا اُس کی عظمت وشرافت کے اظہار کے لئے، جیسے خانہ کعبہ کو بیتُ اللہ یعنی اپنا گھر فرمایا۔

بعض جانوروں کے جنّت میں جانے کی روایت:

فائدہ: شیخ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ نسفی نقل کیا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا اور اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہونے والا مینڈھا اور بنی اسرائیل کی گائے اور یونس علیہ السلام کی مچھلی اور سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی اور بلقیس کے پاس جانے والا ہدہد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی اور عزیر علیہ السلام کا گدھا وغیرہ جانور بھی جنّت میں جائیں گے ۔(نزھۃ المجالس ۱/ ٦٢)

مگر یہ کچی بات ہے اِس کا ثبوت نہیں ہے، ایسی بات نبی کے فرمان سے ثابت ہونا ضروری ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

فکذبوہ فعقروھا: پس اُن لوگوں نے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی بات کو جھٹلایا اور اُونٹنی کو مار ڈالا، اونٹنی کو ایک شخص نے مارا لیکن ساری قوم کی طرف نسبت اِس وجہ سے ہے کہ اِس حرکت پر سب خوش تھے، اور جو گناہ ایک شخص کرے اور دوسرے اُس پر خوش ہوں وہ بھی اُس میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔

فدمدم علیھم ربّھم بذنبھم فسوّاھا: پس ہلاکت ڈالی اُن پر اُن کے رب نے اُن کے قصور کے سبب اور اُن کو برابر کر دیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل میں اُن پر سخت آواز نکالی جس سے سب کے سب مر گئے۔ فسوّاھا کا مطلب یہ ہے کہ سب کو عذاب دینے میں برابر کر دیا یعنی سب پر عذاب بھیجا کسی کو نہ چھوڑا، نہ چھوٹے کو نہ بڑے کو۔

ولا یخاف عقبٰھا: لا یخاف بمعنی لم یَخَفْ ہے، اللہ تعالی نہ ڈرے ان کی ہلاکت کے انجام سے، جیسا کہ دوسرے سزا دینے والے اپنے ظلم کی وجہ سے کسی کو سزا دینے کے بعد انجام سے ڈرتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالی ظلم نہیں کرتے، کہ ناحق مار دیں، اور پھر اُن سے

طاقتور کوئی نہیں جس سے ڈریں،
اس قصے سے مقصود نبی کریم ﷺ کو تسلی ہے، کہ جیسے قوم ثمود پر تکذیب کے سبب ہلاکت آئی، اور حضرت صالح علیہ السلام اور اُن پر ایمان لانے والوں کو نجات ملی، ایسے ہی آپ ﷺ کے مخالفین مشرکینِ مکہ پر ہلاکت آسکتی ہے، اور آپ ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والے نجات پائیں گے،

بحمد الله وتوفيقه قد تم توضيح سورة الشمس قبل العصر لثالث من رمضان المبارك سنة ۱۴۳۸ھ والنظر الثاني لثاني عشر من جمادى الثانية سنة ۱۴۴۰ھ

★★★

سورة الليل مكية

اس سورت میں 21 آیات، 71 کلمات، 320 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝١ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝٢ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝٣ اِنَّ
قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے، اور دن کی جب وہ روشن ہوجائے، اور اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ
سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝٤ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٦
کو پیدا کیا، بیشک تمہاری محنت مختلف ہے، تو وہ جس نے دیا اور پرہیز گاری اختیار کی، اور اچھی بات کی تصدیق کی، ہم
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْ ۢبَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝٨ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝٩
اُس کو شریعت کے لئے سامان دیں گے، اور لیکن جس نے کنجوسی کی اور بے پرواہوا، اور اچھی بات کو جھٹلایا، ہم اُس
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝١٠ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝١١ اِنَّ عَلَيْنَا
کو سامان دیں گے مشکل چیز کے لئے، اور اُس کو اُس کا مال کام نہ آئے گا جب وہ ہلاکت میں گرے گا، بیشک ہمارے
لَلْهُدٰى ۝١٢ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝١٣ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝١٤
ذمہ ہے راہ سمجھانا، اور بیشک ہمارے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا، تو میں نے تمہیں ڈرایا بھڑکنے والی آگ سے، جس

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِىْ

میں نہیں داخل ہوگا سوائے بڑے بدبخت کے، وہ جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا، اور ضرور اُس سے بچایا جائے گا بہت

يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿۱۹﴾ اِلَّا

پرہیزگار، وہ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو، حالانکہ کسی کا اُس کے پاس احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، بس اپنے

ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۱﴾

بلند شان والے رب کی رضا کی خاطر (ایسا کرتا ہے) اور عنقریب وہ خوش ہوگا

لغوی تحقیق:

ماخلق : ما موصولہ ہو تو بمعنی الذی خلق الذکر و الانثیٰ ، اور اگر مصدریہ ہو تو بمعنی و خلقِہِ الذکر و الانثیٰ ۔ الذکر : ہر جاندار مخلوق کا نر۔ الانثیٰ: مادہ۔ شتّٰی : مختلف قسم کا۔ اعطٰی : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال دینا۔ اتّقٰی : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افتعال، پرہیز کرنا، بچنا۔ صدّق : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل، سچا جاننا۔ الحُسنٰی : اسم تفضیل مؤنث، از کرُم ، پسندیدہ چیز۔ سنیسّرُہٗ : س حرف تاکید۔ نیسّرُ : مضارع معلوم، صیغہ جمع متکلم، از تفعیل، آسان کردیا۔ الیُسرٰی : مصدر معرف باللام، از ضرب، آسان چیز، آسان احکام۔ بخِل : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از سمِع ، کنجوسی کرنا، مال میں سے اللہ تعالیٰ اور بندوں کا حق ادا نہ کرنا۔ استغنٰی : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از استفعال بے پرواہونا۔ العُسرٰی: مصدر، مشکل چیز۔ مایُغنِی : نفی مضارع معلوم ، صیغہ واحد مذکر غائب، غنی کرنا، کام دینا۔ تردّٰی : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعل گہرائی میں گرنا۔ الھدٰی : مصدر، از ضرب راہ سمجھانا۔ انذرتُ : ماضی معلوم، صیغہ واحد متکلم، از افعال ، ڈرانا۔ تلظّٰی: اصل میں تتلظّٰی مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، خوب شعلے مارنا۔ سیُجنّبُ : س حرف تقریب، یُجنّبُ مضارع مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، دور کرنا، بچانا۔ الاتقٰی : اسم تفضیل از ضرب

بہت پرہیز کرنے والا ۔ یُؤتِی : مضارع معلوم صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال دینا۔ یتزکّٰی: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعل ۔ پاک کرنا ۔ نعمۃ : اچھی حالت، احسان ۔ تُجزٰی: مضارع مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، بدلہ دینا ۔ ابتغاء: مصدر از افتعال طلب کرنا ۔ وجہ: چہرہ، ذات ۔ یرضٰی: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از سمع راضی ہونا، خوش ہونا۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ سورت میں کامیاب اور ناکام آدمیوں اور اُن کے عمل ذکر فرمائے، اس سورت میں بھی کامیاب و ناکام بندوں اور کامیابی اور ناکامی کے سبب بننے والے اعمال بیان فرمائے۔

والیل اذا یغشٰی : قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لے، یعنی سورج کو اور اُن سب چیزوں کو جو سورج کے ذریعے روشن تھیں اپنے اندھیرے کے ذریعے ڈھانپ لے:

و اللیل داج و العصاۃ نِیامٌ و العابدون لذی الجلال قِیامٌ

رات تاریک ہے اور گناہ کرنے والے سوئے ہیں، عبادت گذار اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہیں۔

و النھار اذا تجلّٰی : اور دن کی قسم جب خوب روشن ہو جائے، اور رات کی تاریکی ختم ہو جائے۔

اللہ تعالی نے رات کا ذکر پہلے اور دن کا ذکر بعد میں کیا کیوں کہ دنیا میں اصل تاریکی ہے، دن کی روشنی عارضی ہے، اصل نہیں، اور تاریکی وجوداً مقدم ہے روشنی پر، اس لئے ذکراً بھی مقدم کی گئی ہے۔

وما خلق الذکر والانثٰی : ما میں دو احتمال ہیں، اول: ما موصولہ ہو تو ما بمعنی الذی ہوگا یعنی و الذی خلق الذکر و الانثٰی اُس ذات کی قسم جس نے ہر قسم کی چیز کا نر و مادہ پیدا فرمایا یعنی اللہ تعالی کی قسم، اور اگر ما مصدریہ ہو تو بمعنی و خلقِہٖ الذکر و الانثٰی اور قسم ہے اللہ تعالی کے نر اور مادہ کو تخلیق کرنے کی یعنی اللہ تعالی کی صفت

خالقیت کی قسم، غور کریں تو دونوں صورتوں میں مفہوم تقریباً ایک نکل آتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم جو خالق ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خالقیت کی قسم۔

فائدہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے دو ہی قسمیں بیان کیں یعنی نر اور مادہ، خنثیٰ مشکل بظاہر نکل گیا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ اُس کا بھی خالق ہے، وجہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ دو ہی قسمیں ہیں، تیسری قسم قلیل اور نادر ہے، اُس کا اعتبار نہیں کیا گیا، اس لئے یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس کا خالق اللہ نہیں ہے، پھر خنثیٰ مشکل ہمارے علم کے اعتبار سے خنثیٰ مشکل ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ ہے، اس لئے اگر کوئی شخص مثلاً قسم اٹھالے کہ آج نہ کسی نر سے بات کروں گا نہ مادہ سے، اور پھر خنثیٰ مشکل سے بات کر لی تو حانث ہو جائے گا۔ (کشاف)

اور آج کی زبان میں اگر قسم کھائی کہ کسی آدمی سے بات نہیں کروں گا، یا کسی بندے سے بات نہیں کروں گا تو بھی خنثیٰ مشکل سے بات کرنے سے حانث ہو جائے گا کیوں کہ خنثیٰ بھی آدمی اور بندہ ہے۔

انّ سعیکم لشتّٰی: جیسے دن اور رات مختلف ہیں اور نر اور مادہ مختلف ہیں ایسے ہر بندے کی کوشش مختلف ہے، کوئی نیکی میں لگا ہے تو کوئی برائی میں، کوئی جنت کے راہ پر تو کوئی دوزخ کے راہ پر۔

جنّتی آدمی کی صفات:

فامّا مَن اعطٰی و اتقٰی: نیکی اور جنّت کی راہ پر چلنے والے کی صفات یہ ہیں اول: وہ مال دیتا ہے، یہاں یہ ذکر نہیں کہ کس کو دیتا ہے؟ تو اس میں عموم ہے مراد ہر جائز اور ضروری جگہ پر خرچ کرتا ہے، یعنی بال بچوں پر والدین پر، رشتہ دار و اقارب پر، ہر محتاج ضرورت مند پر خرچ کرتا ہے چاہے زکوۃ کا مال ہو یا عشر یا صدقہ فطر یا صدقاتِ نافلہ ہوں۔

دوم: تقویٰ اختیار کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے بچتا ہے۔

سوم: حسنٰی یعنی بھلی بات کی تصدیق کرتا ہے، مراد بھلی بات سے اللہ اور رسول ﷺ کی ہر بات ہے، کیوں کہ اللہ و رسول کوئی برائی کی بات نہیں فرماتے، اُن کا ہر حکم نیکی اور بھلائی

ہے، اِسی کو ایمان کہتے ہیں کیوں کہ فقہاء وغیرہ ایمان کی تعریف میں کہتے ہیں التصدیق بجمیع ما جاء به النبی ﷺ یعنی ایمان نام ہے ہر اُس بات کو سچا ماننے کا جو نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے لائے ہیں، تو صدّق بالحُسنٰی میں سب ایمانیات کی تصدیق داخل ہے، اعطٰی میں حقوق العباد کی ادائیگی آگئی، واتقٰی میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پوری ادائیگی کرنا اور اُن میں کوتاہی نہ کرنا آ گیا، صدق بالحسنٰی میں ایمانیات وعقائد صحیحہ آگئے، جس میں یہ سب ہوں وہ کامیاب ہوگا۔

فسنیسرہٗ للیُسرٰی: ہم اُس کے لئے آسان کریں گے شریعت کے احکام کو، یعنی جس میں اوپر والی تین صفات ہوں اُس کے ساتھ ہماری توفیق شاملِ حال ہوگی، ہم دوسرے احکام بھی اُس کے لئے آسان کر دیں گے، کیوں کہ جو اِن صفات والا ہو اِن صفات میں خاصیت ہے جذب کی، ایسے شخص کو قربِ خداوندی زیادہ ہوتا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنی طرف کھینچتے جائیں گے، اور اُدھر کی جاذبیت ایسی ہے کہ جس سے قرب کا ذریعہ بننے والے نیک اعمال زیادہ ہونے لگتے ہیں، گناہوں سے پرہیز ہونے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ گناہوں کی میل کچیل سے ایسے صاف فرماتے ہیں جیسے ماں شفقت سے اپنے بچے کو صاف دیکھنا پسند کرتی ہے، پھر نیکی سے محبت اور گناہوں سے نفرت بڑھ جاتی ہے، اگر فرض وغیرہ چھوٹے تو گویا بخار سا ہونے لگتا ہے، خدانخواستہ گناہ ہوجائے تو سچی توبہ کر کے معاف کرائے بغیر چین وسکون نہیں رہتا، ایمان مضبوط ہوجاتا ہے، ایسی کیفیت ہوجاتی ہے جو حدیث میں ہے:

اذا سرّتك حسنتُك وسائتك سيئتُك فانت مؤمن .

(مسند احمد ۲۲۱٦٦)

جب نیکی سے تجھے خوشی ہو اور برائی سے تجھے غم لگے تو تُو مؤمن ہے،

شرعی احکام آسان ہیں:

فائدہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے شریعت اور شرعی احکام کو یُسرٰی فرمایا، جس سے واضح

معلوم ہوا کہ شریعت اور شرعی احکام آسان ہیں اور واقعی آسان ہیں، جو لوگ شریعت کے حکموں کو مشکل کہتے ہیں وہ نادان، نا سمجھ ہیں، آخر جس اللہ نے شریعت کو یُسْرٰی (آسان) فرمایا کیا اُس کی بات خلاف حقیقت ہوسکتی ہے؟ ہم ایک کلو بوجھ اٹھا سکنے والے بچے سے دو کلو نہیں اٹھواتے وہ اللہ طاقت سے بڑھ کر احکام کا بوجھ انسان پر کیسے ڈالتے ہیں جب کہ خود فرماتے ہیں خلق الانسان ضعیفًا انسان کمزور پیدا ہوا ہے؟

سوال: ہوتا ہے کہ آخر شرعی احکام پھر مشکل کیوں لگتے ہیں؟

جواب: یہ ہے کہ اصل میں نفس آزاد رہنا پسند کرتا ہے پابندی برداشت نہیں کرتا، اس لئے احکام نفس کو شاق گذرتے ہیں، لیکن جس طرح دو سال ہونے پر دودھ چھڑانے پر اول بچے کو تکلیف ہوتی ہے، مگر اُس کی شفقت ہی کی بناء پر والدین اُس کی یہ تکلیف برداشت کرتے ہیں، بالآخر بعد میں بچہ کو ماں کے دودھ کا دھیان تک نہیں رہتا بلکہ کچھ عرصے بعد اگر ماں آزمائش کے طور پر دودھ پلانے لگے تو اُس کو نفرت ہوتی ہے، یہی حال نفس کا ہے، اول نیکی مشکل لگے گی بعد میں عادت بن جائے گی، اول گناہ چھوڑنا مشکل لگے گا بعد میں گناہ سے نفرت ہو جائے گی، مگر پہلے پہل ہمت استعمال کرنا ضروری ہے، آخر دنیا کے کئی مشکل کام آدمی نہیں کرسکتا مگر پھر ہمت کر کے کر لیتا ہے تو اللہ تعالی کو خوش کرنے کے لئے اور اپنی روحانی صحت کے لئے چند دن کی مشقت کیوں نہیں اٹھائی جاتی؟ نیکی میں راحت اور گناہ سے بچنے میں سکون حاصل کرنے کے لئے کم از کم ایک چلہ تو لگالو جس میں نیکی ہی کرو، گناہ سے بچو، پھر دیکھو دوسرے چلے میں کیسی کیفیات پیدا ہوتی ہیں؟

من اخلص لله تعالى اربعين يومًا ظهرت ينابيعُ الحكمة من قلبه على لسانه (مسند الشهاب ح ٤٦٦، حلية الاولياء ٥/١٨٩، الزهد لابن المبارك ح ١٠١٤)

جو شخص ایک چلہ اللہ تعالی کے (حکم پر چلنے کے) لئے خالص کر دے اُس کا دل ایسا منبع حکمت بن جائے گا کہ اُس کے بول دانائی اور عقلمندی کے ہوں گے۔

زبان دل کی ترجمان ہے اور دل بادشاہ ہے سارے اعضاء جسمانی کا، تو دل عاقل بن

جائے گا جس سے زبان اور سارے اعضاء سے بھی عقل مندی کے کام ہوں گے نادانی کے کام نہیں ہوں گے۔

الا وانّ فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب. (بخاری ح۵۲،مسلم ح۱۵۹۹)

سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو سارا جسم درست ہوگا، جب وہ خراب ہو سارا جسم خراب ہوگا، سنو! وہ دل ہے،

جہنّمی کی صفات:

واَمّا من بخل واستغنٰی: ناکام شخص کی عادتیں کامیاب کے برعکس ہیں اول: کامیاب تو اللہ تعالی کے حکم پر مال دیتا ہے، ناکام بخل کرتا ہے، بخل خرچ کرنے کے لائق چیزیں ایسے موقع میں روک رکھنا ہے جہاں نہ روکنی چاہیئیں، بخیل مبالغہ کا صیغہ ہے بہت زیادہ کنجوسی کرنے والا، اللہ کے حقوق زکوۃ، عشر، صدقہ فطر، قربانی واجب ہوں اور نہ ادا کرے، اہل وعیال پر خرچ نہ کرے یا ضرورت سے بھی کم خرچ کرے، مہمان کی مہمان نوازی بقدر وسعت بھی نہ کرے، تھوڑی مقدار رقم پر لڑائیاں کرتا پھرے۔

دوم: کامیاب تو گناہوں سے بچتا ہے، لیکن ناکام اُس کے برعکس ہے جو اللہ تعالی کے احکام کی پروانہ کرے، گناہ اور نافرمانی بلا جھجک کرگذرے۔

سوم: کامیاب شخص تو اللہ ورسول ﷺ کی فرمائی ہوئی بھلی باتوں کی تصدیق کرتا ہے، ناکام اِس کے برعکس وہ ہے جو بھلی بات کی یعنی اللہ ورسول ﷺ کی فرمائی ہوئی باتوں کی تکذیب کرے، خلاصہ یہ کہ کامیاب کے مقابلہ میں ناکام شخص نہ حقوق العباد ادا کرتا ہے نہ حقوق اللہ ادا کرتا ہے نہ ہی ایمانیات کی تصدیق کرتا اور عقائد صحیحہ رکھتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں بھی کوتاہی کرتا ہے اور گمراہانہ عقائد رکھتا ہے۔

فسنیسّرہٗ للعُسرٰی: ہم اُس کے لئے آسان کریں گے مشقتوں والی راہ، یعنی جس راہ پر چلنے کے نتیجہ میں مشقتیں ہوں وہ راہ چلنا اُس کے لئے آسان کریں گے، گناہ اور اللہ تعالی کی نافرمانیاں اُس کے لئے آسان کردی جائیں گی، جن کا نتیجہ دوزخ ہے جہاں

مشقتیں ہی مشقتیں ہیں، راحت نام کی کوئی چیز نہیں ہے، اور اُس کے لئے وہ راہیں مشکل ہوجائیں گی جن کا نتیجہ راحتیں ہیں، یعنی نیکیاں کرنا، خیر کے کام، احکامِ الٰہی کی تعمیل، سنتِ نبوی والی زندگی، یہ مشکل ہوجائے گی، حدیث تقدیر میں ہے:

اعملوا فكلٌّ ميسَّرٌ لما خُلِق له امّا مَن كان من اهل السعادة فيُيسَّر لعمل اهل السعادة و اما مَن كان من اهل الشقاء فيُيسَّر لعمل اهل الشقاوة. (بخاری ح۴۹۴۹)

عمل کرتے رہو، ہر آدمی کے لئے اُسی کا عمل آسان ہوگا جس کے لئے پیدا ہوا، اگر آدمی سعادت مند ہوگا تو اُس کے لئے سعادت مندوں والے عمل آسان ہوں گے، اور اگر محروم بدنصیب ہوگا تو اُس کے لئے بدنصیبوں والے عمل آسان ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں ہے:

اذاخلق العبدللجنة استعمله بعمل اهل الجنة حتى يموت على عمل اهل الجنة فيدخله الجنة واذاخلق للنار استعمله بعمل اهل النارحتى يموت وهو على عمل اهل النار فيدخله به النار.

(نوادر الاصول ۴/۲۰۲)

جب اللہ تعالیٰ بندہ کو جنت کے لئے پیدا کرتے ہیں اس کو جنت والوں کے اعمال میں استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ جنتیوں کے عمل پر وفات پاتا ہے، اور اللہ اس کو جنت میں داخل فرماتے ہیں، اور جب دوزخ کے لئے پیدا کرتے ہیں تو دوزخیوں والے عمل میں اُس کو استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ دوزخیوں کا عمل کر کے مرتا ہے، تو اُس کی وجہ سے اُس کو دوزخ میں داخل فرماتے ہیں۔

وما يغنى عنه ماله اذا تردّٰى: یہ ناکامی والے کام کرنے والا جب ہلاکت میں گرے گا تو اُس کا وہ مال اُس کے کام نہیں آئے گا جس میں بخل کرتا تھا، کیوں کہ وہی مال کام آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم مانا گیا ہوگا، اور اِس نے تو تعمیل حکم نہیں کی تھی پھر کیسے کام آئے؟ الٹا عذاب کا سبب ہوگا، اُس کا مال جہنم کی آگ میں تپا کر اُس کی پیشانی، اور پہلو اور

پیٹھ کو داغا جائے گا، اور کہا جائے گا یہ وہ مال ہے جو تم نے اپنے لئے خزانہ بنا کے رکھا تھا اب اپنے خزانہ کئے ہوئے مال کا مزا چکھ لو، اور میدان حشر میں زہریلا سانپ بن کر اُس کے پیچھے لگے گا اور لپٹ کر اُس کو کہے گا میں تیرا جمع کیا ہوا مال ہوں۔

اللہ تعالی کامیابی کی راہ سمجھاتے ہیں:

انّ علینا للھدیٰ: بیشک ہمارے ذمہ تو راہ دکھلانا ہے، آگے بندوں کی مرضی ہے کہ ہماری دکھائی ہوئی سیدھی راہ پر چلیں یا نہ چلیں، یہ اللہ تعالی کے ذمہ بطور احسان ہے جو اللہ تعالی نے رحم کی بناء پر اپنے ذمہ لیا ہے، بطور فرض ذمے میں نہیں ہے جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے، آج کل کی اصطلاح میں بطور احسان فرض ہونے کو اخلاقی فریضہ سے تعبیر کرتے ہیں، اِس تعبیر کو لیں تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالی کے ذمہ بطور اخلاقی فریضہ کے اس لئے ہوا کہ وہ انسانی مشینری کے موجد اور کاریگر ہیں اور کاریگر کا اخلاقی فریضہ ہوتا ہے کہ وہ جو مشینری تیار کرے خریدنے لینے والے کو استعمال کا طریقہ سمجھائے، کہ خیال رکھنا یوں استعمال سے ٹھیک چلے گی اور یوں استعمال سے خراب اور تباہ ہو جائے گی، اِس کے بعد چلانے والے کا اختیار ہے وہ تباہی کے طریقے پر چلائے یا درست طریقے پر چلائے، اور اِس میں فائدہ نقصان اُس کا اپنا ہے کاریگر کا کچھ فائدہ نقصان نہیں ہے، اس لئے حدیث قدسی میں ارشاد خداوندی ہے:

یا عبادی !لوانّ اوّلکم وآخرکم وانسکم وجنّکم کانوا علی اتقی قلب رجل واحد منکم ما زاد ذالك فی ملکی شیئًا . یاعبادی ! لوان اولکم و آخرکم و انسکم و جنکم کانوا علی افجر قلب رجل واحد ما نقص ذالك من ملکی شیئًا. (مسلم ح ۲۵۷۷)

اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور جن اور انسان تم میں سے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہو اُس کے دل والے ہو جائیں میری بادشاہی (شان) میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا، اور اے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور جن اور انسان سب سے بڑھ کر نافرمان

آدمی کے دل والے ہو جائیں میری بادشاہی میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی۔

سب کچھ کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے:

وان لنا للآخرۃ والاولیٰ: اور بیشک ہمارے ہی اختیار میں ہے آخرت اور دنیا، لنا کی تقدیم حصر کا فائدہ دے رہی ہیں یعنی ہمارے سوا کسی کے اختیار میں نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے، دنیا کی جتنی ضروریات اور چیزیں ہیں صحت، عزت، راحت، مال ودولت، رزق، وغیرہ اور اُن کی ضد بیماری، ذلت، بے چینی، فقر، وغیرہ سب اللہ کے اختیار میں ہیں ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اللہ کا غیر نہیں دے سکتا، اور آخرت کی چیزیں موت کے وقت کا اچھا برا حال، قبر میں عذاب وثواب، قبر سے اٹھتے وقت گھبراہٹ اور سکون، اعمال نامے دائیں یا بائیں ہاتھوں میں ملنا، پل صراط پار ہونا نہ ہونا، آسان یا مشکل حساب، وزن اعمال میں نیکیوں یا گناہوں کا بھاری ہو جانا، شفاعت ہونا نہ ہونا، شفاعت کرنا نہ کرنا، جنت ودوزخ کا داخلہ وغیرہ سب کا سب اللہ کے اختیار میں ہے، اس لئے سب کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے۔

فانذرتکم نارا تلظّی: میں تمہیں ڈراتا ہوں بھڑکنے والی آگ سے، مراد جہنم کی آگ ہے، جس کا ذکر پہلے بھی کئی بار گذرا۔

بڑا بد بخت جہنم میں جائے گا:

لایصلھا الا الاشقی: جہنم میں نہیں داخل ہوگا مگر سب سے بڑھ کر بدنصیب شخص، سب سے بڑھ کر بدنصیب شخص کافر ہے، اور یہاں حصر ہے کہ صرف وہی ہی داخل ہوگا، مراد حصر سے یہ ہے کہ بطور سزا جہنم میں کافر ہی داخل ہوگا، گنہگار مسلمان اگر گیا تو اُس کا داخلہ بطور سزا نہیں بطور تطہیر ہوگا، یا یوں کہیں کہ کافر کے لئے ہمیشہ کے داخلے کا حصر ہے، اور گنہگار مسلمان اگر داخل ہوا تو عارضی طور پر داخل ہوگا، یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آیت میں اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ دوزخ اصل میں کافروں ہی کے لئے بنائی گئی ہے، مسلمانوں کے لئے نہیں بنائی گئی، یہ الگ بات ہے کہ مسلمان کو نافرمانی کی وجہ سے کچھ وقت کے لئے

عارضی طور پر دوزخ میں جانا پڑے تو ممکن ہے لیکن اصل میں دوزخ مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔

بہر حال اشقٰی میں مسلمان داخل نہیں چاہے انتہائی فاسق فاجر بھی ہو کیونکہ آگے اشقٰی کی جو صفات بیان فرمائیں وہ کسی مسلمان میں نہیں پائی جاتیں۔

الذی کذب و تولی: اشقٰی وہ ہے جس نے حق کو جھٹلایا، یعنی نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے احکام کو سچا نہ مانا، اور منہ موڑا یعنی ایمان اور طاعت سے منہ موڑا، ظاہر ہے کہ یہ صفات کافر میں پائی جاتی ہیں۔

صرف کلمہ سے پوری کامیابی نہیں ملے گی:

فائدہ: فرقہ مرجیہ گذرا ہے جن کا نظریہ یہ تھا کہ جب آدمی نے کلمہ پڑھ لیا چاہے کتنے گناہ کر لے، چاہے کلمہ کے سوا کوئی ایک نیکی بھی نہ کرے جنت میں ہی جائے گا ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا، اُنہوں نے اِس آیت کو بھی دلیل بنایا، اوپر کے الفاظ میں اُن کی دلیل کا جواب ہوگیا، توجہ فرمالیں، اہل حق کے نزدیک اگر گناہ کا عادی مسلمان بغیر توبہ مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے یوں فضل نہ فرمایا تو وہ گناہوں کی سزا میں کچھ وقت تک دوزخ میں جائے گا، پھر ایمان کی وجہ سے ایک دن دوزخ سے نجات پا کر ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہوگا، اہل حق کی دلائل بہت زیادہ ہیں، جن میں سے وعید کی آیات ہیں جن میں کفر کے سوا دوسرے گناہوں پر جہنم اور سزا کی وعیدیں آئیں، مثلاً

ان الذین یأکلون اموال الیتامیٰ ظلمًا انما یأکلون فی بطونهم نارًا و سیصلون سعیرًا . و من یقتل مؤمنًا متعمدًا فجزائهٗ جهنم خالدًا فیها و غضب الله علیه ولعنهٗ و اعدّلهٗ عذابًا عظیمًا وغیرہ۔

متواتر احادیث ہیں جن میں گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں گئے ہوئے مسلمانوں کا شفاعت کے ذریعے خارجہ ہوگا اور جنت میں داخل ہوں گے، معراج کے واقعات میں وہ احادیث ہیں جن میں گنہگار مسلمانوں کو کسی گناہ کے سبب عذاب میں مبتلا ہوتا دکھایا گیا۔

تقویٰ جہنم سے بچائے گا:

وسیجنبہا الاتقی: اورعنقریب اتقی شخص دوزخ سے بچایا جائے گا، اتقی یعنی سب سے بڑھ کر متقی شخص، اور یہ وہ کامل مسلمان ہوسکتا ہے جو اللہ تعالی کے فرائض اور ضروری احکام نہ چھوڑے اور کسی گناہ کے قریب نہ جائے، اور اگر خدانخواستہ گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کرکے اُس سے پاک ہوجائے، جیسے اوپر ایسے شخص کا ذکر ہوا جو کامل ہلاکت یعنی ہمیشہ کی دوزخ کا شکار ہونا ہے ایسے اُس کے مقابلہ میں کامل نجات یافتہ کا ذکر ہوا جو کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا اور جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے، گنہگار مسلمان کا ذکر نہ ہوا، جس سے ہم مخاطب انسانوں کو ترغیب ہے کہ کامل نجات یافتہ بننے کی کوشش کرو، آگے اتقی کی صفات ہیں۔

اتقی شخص کی صفات:

الذی یؤتی مالہٗ یتزکّٰی: وہ جو اپنا مال اس لئے دیتا ہے تاکہ مال کو پاک کرے، غریبوں کا جو حق مال سے متعلق ہے وہ میل کچیل کی مثل ہے، جب وہ حق مال میں سے ادا ہوجائے تو مال ایسے پاک ہوجاتا ہے جیسے فصل میں سے جڑی بوٹیاں ختم کردی جائیں اور فصل صاف ہوجاتی ہے، زکوۃ کو اس لئے زکوۃ کہتے ہیں کہ وہ مال کی پاکی کا ذریعہ ہے۔

وما لاحد عندہٗ من نعمۃ تجزٰی: اور اُس کے ذمہ کسی کا احسان نہیں ہے جس کا بدلہ ادا کیا جائے، بلکہ محض اللہ تعالی کی رضاء کے لئے مال دیتا ہے، یعنی مال خرچ کرنے میں بالکل مخلص ہے ذرا بھی اُس کے اخلاص میں ملاوٹ نہیں، نہ نام ونمود مقصود ہے، نہ کسی محسن کا بدلہ ادا کرنا، اگر مقصود ہے تو صرف اللہ تعالی کی رضا مقصود ہے، یہ ہے سب سے بڑھ کر تقوی والا شخص جس کی یہ صفات ہیں، یہ جہنم سے بچایا جائے گا۔

سیجنّبہا: کے لفظ ظاہر کرتے ہیں کہ جب اتقیٰ شخص تقوی کے اونچے درجے پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کو جہنم والے اعمال سے بچنے کے لئے محنت نہیں کرنی پڑتی، اللہ تعالی کی مدد ایسے شامل حال ہوجاتی ہے کہ توفیق خداوندی خود اُس کو جہنم والے اعمال سے بچاتی رہتی

ہے، حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ سے مرسل حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله يحمی عبده المؤمن الدنيا وهو يحبه كما تحمون مريضكم الطعام والشراب تخافون عليه. (مسند احمد ح ۲۳۶۲۷)

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کو محبت کرتے ہوئے دنیا سے ایسے بچاتے ہیں جیسے تم مریضوں کو کھانے پینے سے بچاتے ہو جس کے متعلق تمہیں خطرہ ہوتا ہے۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ ہیں:

اذا احب الله عبدًا حماه الدنيا كما يظل احدكم يحمی سقيمه الماء. (ترمذی ح ۲۰۳۶)

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اُس کو دنیا سے اس طرح بچاتے ہیں جیسے آدمی اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔

تو جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کو دنیا سے بچاتے ہیں تو آخرت میں نقصان دینے والے اعمال سے کیسے نہیں بچاتے ؟ ضرور بچاتے ہیں، آدمی اللہ تعالیٰ کا محبوب بن کر تو دیکھے،

ولسوف يرضى: اور عنقریب یہ اتقی خوش ہوگا، یعنی اتقی کو اللہ تعالیٰ آخرت میں خوش کر کے ہی چھوڑیں گے۔

شانِ نزول:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تو کمزور غلام آزاد کرتا ہے اگر تو نے ایسا کرنا ہی ہے تو مضبوط آدمی آزاد کر وتیرا دفاع کریں گے اور تیری حفاظت کریں گے، عرض کیا ابا جان! میرا مقصود تو بس اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو اِسی بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں فامّا من اعطی سے آخر تک۔ (مستدرک، درمنثور)

اِس حدیث کے مطابق اتقی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا گیا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی

گواہی کے مطابق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر متقی تھے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کرتے تھے، اور آخرت میں ایسے کامیاب ہوں گے کہ جیسے دنیا میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ اُن کو خوش کریں گے ۔

بحمد اللہ و توفیقه تم توضیح سورة اللیل بیوم الثلاثاء لعاشر من رمضان المبارك سنة ۱۴۳۸ھ و النظر الثانی لثانی عشر من جمادی الثانیة سنة ۱۴۴۰ھ

❁❁❁

سورة الضحیٰ مکیة

اس سورت میں 11 آیات، 40 کلمات، 142 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ﴿١﴾ وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى ﴿٢﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿٣﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ
قسم ہے چاشت کے وقت کی، اور رات کی جب چھا جائے، نہیں چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے اور نہ لاتعلق
مِنَ الْاُوْلٰى ﴿٤﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿٦﴾
ہوا، اور البتہ آخرت بہتر ہے آپ کے لئے دنیا سے، اور عنقریب تجھے تیرا رب عطا کرے گا تو آپ راضی ہو جائیں
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿٧﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ﴿٨﴾ فَاَمَّا
گے، کیا آپ کو یتیم نہیں پایا کہ پھر ٹھکانہ دیا، اور آپ کو ناواقف پایا پس راہ سمجھائی، اور آپ کو فقیر پایا پس
الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ﴿٩﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾
مالدار کر دیا، سو یتیم پر سختی نہ کرو، اور مانگنے والے کو نہ ڈانٹو، اور اپنے رب کا احسان بیان کرو،

لغوی تحقیق:

سَجٰى: فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر، ڈھانپنا، ٹھہرنا۔ ودّع: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل چھوڑنا۔ قلٰی: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب

از فتح ، بیزار ہونا۔ یعطِی : مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب از افعال دینا۔ ترضیٰ : مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از سمع ،خوش ہونا۔لم یجِد : فعل جحد معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب، پانا۔اٰوٰی : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال ٹھکانہ دینا۔ضالًّا : صیغہ اسم فاعل، از ضرب راستہ بھولنا، ناواقف ہونا۔ عائلًا : غریب ،فقیر۔ اغنٰی : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال مالدار کرنا۔لا تقھَرْ: نہی حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر ذلیل کرنا، غلبہ کرنا۔ السائل : صیغہ اسم فاعل، از فتح مانگنا، پوچھنا۔ لا تنہر : فعل نہی حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، تلخی کے ساتھ ڈانٹنا۔حدّث : فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از تفعیل، بیان کرنا۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ سورت میں اتقٰی کا ذکر تھا اِس سورت میں متقین کے سردار نبی کریم ﷺ کا ذکر ہے، نیز گذشتہ سورت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب ذکر ہوئے اس سورت میں نبی کریم ﷺ کے فضائل ذکر ہیں ،اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ تقدیم ایسے ہے جیسے غار میں پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے پھر رسول کریم ﷺ داخل ہوئے ،دل میں پہلے صدیق آئے گا تو پھر نبی آسکے گا، پہلے صدیق نہیں آئے گا تو نبی نہیں آسکے گا، پہلے صدیق اکبر سے عقیدت آئے گی تو پھر نبی سے عقیدت آئے گی۔

شانِ نزول:

اس بارے میں مختلف روایات ہیں خلاصہ سب کا یہ ہے کہ کسی وجہ سے کچھ عرصہ وحی کا سلسلہ بند ہوا تو آپ ﷺ کو بہت پریشانی ہونے لگی، اور بعض دشمن کہنے لگے کہ آپ ﷺ کو آپ کے رب نے چھوڑ دیا اور آپ سے لاتعلق ہو گیا، تو اُس پر یہ سورت نازل ہوئی -

والضُّحیٰ: اللہ تعالی نے دو قسمیں اٹھا کر دشمنوں کی بات کا رد فرمایا، اول: چاشت کے وقت کی قسم، یہ وقت سورج کے طلوع کے پندرہ بیس منٹ بعد شروع ہوتا ہے،

نمازِ اشراق کا یہی وقت ہے، ممکن ہے کہ مراد سارا دن ہو، جزء بول کر کل مراد ہو، کیوں کہ اِس کے مقابلہ میں رات کی قسم ذکر ہے۔ دوم: رات کی قسم جب چھا جائے، یعنی مکمل اندھیرا ہو جائے، یا سجیٰ کا معنی ہے جب سکون پکڑے یعنی اُس کی تاریکی ٹھہر جائے، کم زیادہ ہونا رُک جائے، یا جب رات میں ہر مخلوق سکون پکڑے۔

سوال: گذشتہ سورت میں رات کا ذکر پہلے اور اِس سورت میں دن کا ذکر پہلے ہے، کیوں؟

جواب: رات اور دن میں سے ہر ایک کو دوسرے پر کسی درجہ میں فضیلت حاصل ہے، رات کو یہ فضیلت ہے کہ وہ وجود میں دن سے مقدم ہے، اور دن کو روشن ہونے کے لحاظ سے فضیلت حاصل ہے، اس لئے گذشتہ سورت میں رات کی فضیلت کا اور اِس سورت میں دن کی فضیلت کا لحاظ کیا گیا ہے۔

سوال: و الضحیٰ میں دن کی صرف ایک گھڑی کی اور و اللیل میں پوری رات کی قسم اٹھائی گئی وجہ؟

جواب: اشارہ ہے کہ دن کی صرف ایک گھڑی نفع میں پوری رات کے برابر ہے، پھر صبح کی گھڑی خوشی کی گھڑی ہے، اور رات ساری وحشت کا وقت ہے، جس میں اشارہ ہے کہ دنیا میں خوشی بہت ہی کم اور پریشانیاں بہت زیادہ ہیں۔ (حدائق الروح والریحان)

ماودعك ربك وما قلى: نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑ دیا اور نہ تجھ سے بیزار ہوا، اللہ تعالیٰ نبی سے بیزار ہو جائے تو اِس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ نبی کے انتخاب میں غلطی ہو گئی کہ جس کو نبی منتخب کیا وہ نبوت کے لائق نہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ اِس سے پاک ہے، اس لئے وحی کا کچھ عرصہ نہ آنا اللہ تعالیٰ کے نبی سے بیزار ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

ہر لمحہ بعد ترقی:

وللآخرة خير لك من الاولى: اس جملہ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ اول: موصوف الساعة محذوف ہو السَّاعة الآخرة خير لك من الساعة الاولى آپ کے لئے ہر بعد والی گھڑی ہر پہلی گھڑی سے بہتر ہوگی، کیوں کہ نبی و رسول کے لئے ہر گھڑی بعد

درجات میں ترقی اور قرب خداوندی میں اضافہ ہوتا ہے، یہی حال اولیاء کا بھی ہوتا ہے، اور جب ترقی کرتے ہیں تو اپنی پچھلی گھڑی اُنہیں حقیر اور کمزور معلوم ہوتی ہے تو گذشتہ گھڑی پر استغفار کرتے ہیں، یہ ترقی محسوس نہیں ہوتی مگر ہوتی ہے جیسے بچہ آہستہ آہستہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بلوغ کو پہنچ جاتا ہے مگر تھوڑی تھوڑی ترقی محسوس نہیں کرتا، اور جب جوانی سے عبادت شروع کرتا ہے تو عبادت میں لگے لگے چالیس سال سے اوپر پہنچتا ہے تو عبادت میں حلاوت ولذت محسوس ہونے لگتی ہے تو اُس سے پہلے والی عبادت کو بیکار سمجھنے لگتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی فرماتے ہیں ہر عبادت اول ریاء ہوتی ہے پھر عادت بنتی ہے پھر عبادت بنتی ہے، تو جیسے جسمانی ترقی ہوتی ہے ایسے نبی وولی کو روحانی ترقی ہوتی ہے، نبوت کے بعد نبی کریم ﷺ کی ترقی کی ابتداء چار امتیوں کے ایمان لانے سے ہوتی ہے آخر چند سال بعد مسلمان ایک لاکھ کی تعداد سے بڑھ جاتے ہیں، اول اسلام عرب میں آتا ہے پھر عجم میں پہنچ جاتا ہے۔

دوم: موصوف الحیاۃ محذوف ہے، کہ آخرت کی زندگی آپ ﷺ کے لئے دنیا کی زندگی سے بہتر ہوگی، کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی سب پر سرداری اور قیادت ہوگی ،سب آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے، آپ اُن کے خطیب اور قائد ہوں گے، سب خاموش اور آپ بولنے والے ہوں گے، سب سے پہلے آپ سفارش کریں گے، جنتی لوگوں کی ایک سو بیس صفوں میں سے اسی صفیں آپ کے امتیوں کی ہوں گے، اول آپ ﷺ جنت میں جائیں گے وغیرہ بے شمار درجات عالیہ آپ ﷺ کو حاصل ہوں گے، اور آپ ﷺ کی برکت سے آپ کی امت کو حاصل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو خوش کریں گے:

ولسوف یعطیک ربک فترضی: اور (دنیاو) آخرت میں آپ ﷺ کو آپ کا رب دے گا تو آپ خوش ہو جائیں گے، چنانچہ دنیا میں آپ ﷺ کے دین کو سب پر غلبہ ملا، اہل مکہ اور دشمن برباد ہوئے **یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار** کا منظر سامنے آیا، اور آخرت میں شفاعت کبریٰ، حوض کوثر وغیرہ بیشمار اعزازات اللہ کی طرف دیئے

جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مسلم شریف میں حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم پڑھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عرض ان تعذبهم فانهم عبادُك پڑھی تو دونوں ہاتھ اٹھالئے اور عرض کیا اے اللہ! میری امت کو بخش، میری امت کو بخش! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اور اُن سے کہو۔

انّاسنُرضِیك فی امتِك ولانسوءك بیشک ہم آپ کو آپ کی امت کے حق میں راضی کر کے چھوڑیں گے اور آپ کو ناخوش نہ چھوڑیں گے (درمنثور ۸/ ۵۴۳، مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اشفع لامتی حتی ینادینی ربی فیقول ارضیتَ یامحمد! فاقول ربِّ رضیتُ میں اپنی امت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے آواز دے گا کہ اے محمد! کیا آپ راضی ہوگئے؟ میں عرض کروں گا اے میرے رب! میں راضی ہوگیا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اہل عراق! تم لوگ کہتے ہو کہ سب سے بڑھ کر امید دلانے والی آیت قُل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوامن رحمة اللہ الاٰیة ہے پہلے ہم بھی یہی کہتے تھے لیکن اب ہم اہل بیت کہتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر امید دلانے والی آیت ولسوف یعطیك ربّك فترضیٰ ہے (التوحید لابن خزیمہ ۲/ ۶۷۳)

خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد روایت کیا ہے

لایرضیٰ محمد واحد من امته فی النار (الدر المنثور ۸/ ۵۴۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوں گے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

فائدہ: اذًا لا ارضیٰ و واحد من امتی فی النار یا واللہ لا ارضیٰ و واحد من امتی فی النار حدیث ثابت نہیں ہے، حدیث کی کسی معتبر کتاب میں منقول نہیں

ہے، بعض تفاسیر میں بغیر سند ذکر ہے، جس پر بغیر ثبوت اعتماد نہیں کیا جاسکتا، درمنثور تفسیری احادیث کا بڑا ذخیرہ ہے اُس میں اِس کا کوئی نشان نہیں ۔

دنیا میں آپ ﷺ پر احسانات خداوندی: اللہ تعالیٰ نے کفیل دیئے:

الم یجدك یتیماً فاٰوٰی: فرمایا اے میرے پیغمبر! آئندہ آپ پر انعامات کریں گے، اب سے پہلے بھی ہم نے آپ پر بہت انعامات کئے ہیں، مثلاً ہم نے آپ کو یتیم پایا تو آپ کو رہنے کا ٹھکانہ دیا، آپ ﷺ کی پیدائش سے بھی پہلے والد حضرت عبداللہ وفات پا گئے، پیدائش ہونے کے بعد دادا عبدالمطلب نے ذمہ داری اپنے پر ڈالی، اُن کی وفات کے بعد دادا کی وصیت کے مطابق آپ ﷺ کے چچا جناب ابوطالب نے آپ کی پرورش کی، اُن کے زیرنگرانی رہے،

اللہ تعالیٰ نے احکام کی تفصیل سمجھائی:

و وجدك ضالاً فھدٰی: اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بے خبر پایا تو سمجھا دیا، یعنی اللہ کی ذات وصفات واحکام شریعت کی تفصیلات سے آپ بے خبر تھے، اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان تھی مگر تفصیلات بتانے کی ضرورت تھی، ایسے صفات الٰہی کی تفصیلات اور ایمانیات کی تفصیلات بتانے کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے اِن سب کی ضروری تفصیلات سمجھائیں، یہ معنیٰ نہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی بالکل پہچان نہ تھی، اور آپ ﷺ ایمان کو ذرا نہیں جانتے تھے جیسے دوسری آیت سے غلط فہمی ہوسکتی ہے ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان. بلکہ مطلب یہ ہے کہ تفصیلات سے ناواقف تھے، یعنی اجمالاً علم تھا، تفصیلات بتلانے کی ضرورت تھی۔

(۲) یا آیت کا مطلب ہے اللہ نے آپ کو گم کردہ راہ پایا تو آپ ﷺ کو راہ سمجھائی، کسی موقع میں آپ ﷺ راہ بھول گئے تھے تو اللہ نے آپ ﷺ کی رہبری کی یعنی رہبری کا انتظام فرمایا کہ آدمی بھیج دیا، پہلی تفسیر راجح ہے۔

فائدہ (۱): آج کل کے محاورہ میں آیت میں ضالا کا ترجمہ گمراہ سے کرنا جائز نہیں،

آج سے پہلے فارسی زبان کے مطابق اِس معنی میں کوئی گستاخی نہیں تھی کیوں کہ فارسی میں گمراہ کا معنی وہ جو راہ بھول جائے، اور اِس معنی میں گستاخی نہیں تھی، مگر اب گمراہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی شریعت سے ہٹا ہوا، اور یہ گستاخی ہے۔

ایک غلط رائے:

فائدہ (۲): امام رازی لکھتے ہیں: فاعلم ان بعض النّاس ذهب الی انهٗ کان کافرًا فی اوّل الامر ثم هداه الله وجعلهٗ نبیًا . قال الکلبی وجدك ضالًا یعنی کافرًا فی قوم ضلال فهداك للتوحید و قال السدی کان علی دین قومه اربعین سنة . (تفسیر ثعلبی، ابن جریر)

و قال مجاهد وجدك ضالا عن الهدی لدینه . (تفسیر کبیر ۱۹۷/۳۱)

جان لو کہ بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ حضور ﷺ شروع میں (معاذ اللہ) مؤمن نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت دے کر نبی بنایا، کلبی کہتا ہے کہ و وجدك ضالًا کا مطلب ہے کہ آپ کو گمراہ قوم میں غیر مؤمن پایا تو آپ کو توحید کی ہدایت دی، سدی کہتا ہے کہ حضور ﷺ چالیس سال تک اپنی قوم کے (شرکیہ) دین پر تھے، مجاہد کہتا ہے کہ وجدك ضالًا یعنی آپ کو اپنے دین کی ہدایت سے بے خبر پایا۔

یہ اقوال باجماع اہل حق بالکل مردود ہیں، سدی اور کلبی مجروح لوگ ہیں، اور مجاہد تو مفسر عظیم ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، اندازہ یہ ہے کہ مجاہد پر بھی یہ اتہام ہے اور سدی اور کلبی بھی جیسے کیسے ہیں اُن پر بھی اتہام ہے، گو کہ سدی کے قول کی سند تفسیر ابن جریر میں ذکر ہے مگر وہ صحیح نہیں راوی غیر معتبر ہیں، امام رازی نے اگرچہ ذکر کیا کہ اہل حق کے نزدیک انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور بعد ہر طرح کے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں مگر اُن کو اور ثعلبی و ابن جریر کو ایسے مردود اقوال ذکر کرنے سے گریز ہی کرنا چاہیے تھا۔

نبی کریم ﷺ کا غناء، اور فقر:

ووجدك عائلًا فاغنٰی: آپ ﷺ کو فقیر پایا تو آپ کو غنی کر دیا، روزگار کے

وسائل نہیں تھے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ذریعے اول تجارت کرکے پھر اُن سے شادی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مالدار بنادیا، پھر اموال غنیمت سے آپ ﷺ کو مالدار بنایا۔

فقیری اختیار کرنے کی وجوہ:

اگر چہ آپ ﷺ نے فقر کو اختیار کیا مگر آپ ﷺ کا یہ فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری، فقر کو اختیار کرنے کی کئی وجہیں ہوسکتیں ہیں:

اول: تاکہ دشمنان دین یہ نہ کہہ سکیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی مالداری کی وجہ سے لالچ میں آپ کے ساتھ ہوئے، ورنہ وہ حضرات مخلص نہ تھے معاذ اللہ۔

دوم: آپ ﷺ کی امت کی بڑی تعداد فقراء کی ہے، آپ ﷺ نے اُن کی خاطر فقر اختیار کیا تاکہ اُن کو تسلی رہے کہ ہم غریب ہیں تو کیا ہوا ہمارے آقا ﷺ بھی غریب رہے ہیں

سوم: یہ سمجھانے کے لئے کہ امیری کے مقابلہ میں فقر افضل ہے کئی وجوں سے مثلاً فقراء مسلمان امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے، اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کیا کرو (میں وہاں ملوں گا) اور فرمایا تمہاری مدد ہوتی ہے اور تمہیں رزق ملتا ہے تو تمہارے کمزوروں کی برکت سے ملتا ہے۔

مالدار ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے:

فائدہ: مالدار ہونا بھی بری بات نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس کو بطور احسان ذکر فرمایا یعنی مالداری بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، البتہ اِس کا شکر لازم ہے کہ مال دین کے کاموں اور ضروری و جائز مصارف میں خرچ کیا جائے گناہوں اللہ کی نافرمانیوں کے موقع میں عیاشیوں میں خرچ نہ کیا جائے، حضور ﷺ نے ایک صحابی کو فرمایا:

نعم المال الصالح للرجل الصالح (مشکوۃ)

نیک آدمی کے لئے درست مال اچھی چیز ہے۔

فاما الیتیم فلا تقھر: لیکن یتیم پر سختی نہ کیا کرو، کیوں کہ آپ یتیم رہے ہو، تو

آپ کو معلوم ہے کہ یتیم کتنا قابلِ ترس ہوتا ہے؟

واما السائل فلا تنھر: اور مانگنے والے فقیر کو ڈانٹا نہ کرو، کیوں کہ وہ عام طور پر فقیر ہوتا ہے، اور فقیر بھی قابلِ ترس ہوتا ہے، ڈانٹ سے اُس کا دل دکھے گا، نہ یتیم کا دل دکھاؤ، نہ فقیر کا دل دکھاؤ، اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی خصوصاً وکالت فرماتے ہیں جس کا وکیل کوئی نہ ہو، اس لئے غریب اور کمزور طبقے کے حقوق اللہ و رسول نے زیادہ بیان کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار:

واما بنعمة ربك فحدث: اور اپنے رب کا احسان بیان کرتے رہا کرو، اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکریہ ادا کرنے کی کئی صورتیں ہیں، دل میں خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کا احسان ماننا، زبان سے الحمد للہ کہنا، اور زبان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی، اور عمل سے شکر نافرمانیوں سے پرہیز کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کئی نعمتیں تو ایسی ہیں جن کا اظہار ضروری ہوتا ہے جیسے ایمان، ایسے ہی علم جس کا اظہا اُس کو بیان کرنے سے ہوتا ہے، اور اس کو چھپانا باوجود اظہار کی قدرت کے اور اظہار کی ضرورت کے گناہ ہے، اس لئے نبی وحی کا کوئی حصہ چھپا نہیں سکتا، یہاں آیت میں خصوصاً یہی مراد ہے، حَدِّثْ امر ہے جو وجوب کے لئے ہے۔

اور کئی نعمتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا دوسروں کو خصوصاً حاسدین کو علم ہو تو اُن کا حسد بڑھے گا، جب کہ اُن کا اظہار بھی کوئی ضروری چیز نہ ہو، ایسی نعمتوں کو چھپانے کا حکم ہے، قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سنا انی رئیت احد عشر کوکبًا و الشمس و القمر رئیتھم لی سٰجدین تو فرمایا خیال کرنا اپنے بھائیوں کو یہ خواب بیان نہ کرنا کہیں وہ تمہارے خلاف کوئی تدبیر نہ کر دیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے:

استعینوا علی طلب حوائجکم بکتمانھا فان لکل نعمة حسدة.

(امثال الحدیث للاصبھانی ج ۲۰۰)

اپنی ضرورتوں کی تلاش پر (اُن کے پورا ہونے کے لئے) مدد حاصل کرو اُن کے چھپانے کے ذریعے کیوں کہ ہر نعمت کے لئے حسد کرنے والے لوگ ہیں۔

تو جس نعمت کے اظہار سے حاسدوں کے حسد اور کینہ ور لوگوں کے کینے کا خطرہ ہو اس کو چھپانے کی کوشش کرنی چاہیے، ویسے نعمتوں کا اظہار ہونا چاہیے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ. (مسند احمد ح ۸۱۰۷)

بیشک اللہ تعالی یہ پسند فرماتے ہیں کہ بندے پر اپنی نعمت کا نشان دیکھیں۔

ابو الاحوص جشمی عن ابیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں دیکھا کہ مجھ پر پرانے کپڑے تھے، فرمایا کیا تیرا مال ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، پوچھا کونسا مال ہے؟ میں نے عرض کیا ہر قسم کا مال اللہ نے مجھے دیا ہے، یعنی بکریاں اونٹ، فرمایا تو اللہ کی نعمت اور اُس کی مہربانی تجھ پر نظر آئے نا۔ (شرح السنۃ للبغوی ۱۲/۴۷، ۴۸)

بحمد اللہ قد تم توضیح سورۃ الضحیٰ فی یوم الاحد بعد الظہر لسادس عشر من رمضان المبارک سنۃ ۱۴۳۸ھ و النظر الثانی لرابع عشر من الجمادی الثانیۃ سنۃ ۱۴۴۰ھ

★★

سورۃ الم نشرح مکیۃ

اس سورت میں 8 آیات، 19 کلمات، اور 103 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝١ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝٢ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝٣
کیا ہم نے نہیں کھول دیا آپ کے لئے آپ کے سینے کو، اور اتار دیا آپ سے آپ کا وہ بوجھ، جس نے آپ کی
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦ فَاِذَا
کمر جھکا رکھی تھی، اور آپ کی خاطر بلند کیا آپ کا ذکر، پس بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بیشک مشکل کے

فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

ساتھ آسانی ہے، تو جب آپ فارغ ہوا کریں خوب محنت کیا کریں، اور اپنے رب کی طرف خوب دل لگایا کریں،

لغوی تحقیق:

لم نشرح: فعل جحد معلوم، صیغہ جمع متکلم، از فتح کھولنا، سینہ کے کھلنے سے مراد اللہ کے نور اور سکینہ وراحت کے ذریعے کھلنا۔ صدر: سینہ۔ وضعنا: ماضی معلوم، صیغہ جمع متکلم از فتح رکھنا، اتارنا۔ وِزر: بوجھ۔ انقض: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال توڑنا، ایسی توڑ کہ جس سے آواز پیدا ہو۔ ظھر: پیٹھ۔ رفعنا: ماضی معلوم، صیغہ جمع متکلم، از فتح، بلند کرنا، اونچا کرنا۔ ذکر: مصدر از نصر، یاد، تذکرہ۔ العسر: مصدر، مشکل، تنگی، یُسر: آسانی۔ فرَغتَ: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر از نصر فارغ ہونا۔ اِنصَبْ: فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، اپنے کو تھکن میں ڈالنا۔ اِرغَبْ: امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از سمع شوق کرنا۔

تفسیر:

ربط: سورہ ضحٰی میں بھی نبی کریم ﷺ کے فضائل ومناقب بیان کئے گئے، سورہ الم نشرح میں بھی نبی کریم ﷺ کے فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں۔

شرح صدر کی نعمت:

الم نشرح لك صدرك: اے میرے حبیب! کیا ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کا سینہ نہیں کھول دیا؟ یعنی واقعی ہم نے آپ ﷺ کا سینہ کھول دیا ہے، وحی یاد رکھنا اور پیغام خداوندی لوگوں تک پہنچانا مشکل تھا اِس مشکل کی آسانی کے لئے دل کھلا ہونا لازمی بات ہے، اللہ تعالی نے دل کھول دیا تو یہ فریضہ ادا کرنا آسان ہوگیا، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ میں علم اور حِکَم بھر دیا گیا۔ (درمنثور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت افمن شرح اللہ صدرہٗ تلاوت کی تو فرمایا جب دل میں نور داخل ہوجاتا ہے تو دل کھل جاتا ہے،

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی علامت کیا ہے؟ تو فرمایا آخرت کی طرف رجوع ہو جائے اور دنیا سے دل ہٹ جائے اور موت آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری ہو۔

(روح المعانی بحوالہ مستدرک وشعب الایمان وغیرہ)

وحی بوجھل نہ رہنے کا احسان:

ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك: اور ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ ﷺ کی پیٹھ ٹیڑی کر رکھی تھی، شروع میں جب آپ ﷺ پر وحی اترتی تھی آپ ﷺ کو بوجھ محسوس ہوتا تھا، اور آپ ﷺ کو قرآن مجید بھول جانے کی فکر ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ نے کئی طریقوں پر تسلی دی، مراد اُسی بوجھ کو ہلکا کرنا ہے، ایسے ہی تبلیغ احکام مشکل محسوس ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ اُس کو آسان کیا۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ بوجھ ہلکا کرنے سے مراد اگلی پچھلی سب لغزشوں کی معافی کا پروانہ ملنا ہے۔

ذکر بلند کرنے کا احسان:

ورفعنا لك ذكرك: اور آپ ﷺ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اِس بارے میں جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا فرمان آپ کو پہنچایا کہ مطلب یہ ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا آپ ﷺ کا بھی میرے ساتھ ذکر ہوگا، چنانچہ جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اکثر وہاں رسول اللہ ﷺ کا بھی ذکر ہے، کلمہ، نماز، ذکر میں، دنیا میں، قبر اور حشر میں غرض ہر جگہ اللہ کے ذکر کے ساتھ رسول کریم ﷺ کا ذکر ہے:

و ضم الالٰه اسمَ النبی مع اسمهٖ اذا قال فی الخمس المؤذن اشهدُ
و شق لهٗ من اسمه لیُجِلَّهٗ فذو العرش محمود و هٰذا محمدٌ

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو نبی بنایا اور ہر نبی کا ذکر یعنی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے بلند کیا تو آپ کا ذکر اور مرتبہ بھی بلند کر دیا۔

فائدہ: امام ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیٰ شخص کی

شہرت اور نیک نامی شرعاً پسندیدہ ہے، کیوں کہ لوگ اُس کی اقتداء کریں گے جس کے سبب اُس کو اجر حاصل ہوگا، اور امام عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں کہ مقتداء کو مقتداؤں کی حالت پر رہنا چاہیے تا کہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

مشکل کے بعد آسانیاں:

فان مع العسرِ یسرًا۔ انّ مع العسر یسرًا: عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جس کلمے کے شروع میں الف لام ہو اگر اسی کلمے کو دوبارہ الف لام کے ساتھ لایا جائے تو دونوں دفعہ اُس کلمے کی مراد ایک ہوتی ہے، اور اگر پہلی دفعہ بغیر الف لام لا کر پھر دوبارہ بغیر الف لام لایا جائے تو دونوں کی مراد الگ الگ ہوتی ہے (علمی اصطلاح میں جب ایک کلمہ دو دفعہ معرف باللام لایا جائے تو مراد ایک ہوتی ہے اور جب دو دفعہ نکرہ لایا جائے تو مراد الگ الگ ہوتی ہے) اس اصول کے مطابق جب العُسْرِ دونوں دفعہ معرفہ اور یُسْر دونوں دفعہ نکرہ لایا گیا تو گویا ایک عُسْر اور دو یُسْر ذکر ہوئے، مطلب یہ ہوا کہ ایک مشکل اور تنگی آئے گی تو اللہ تعالی اُس کے بعد دو آسانیاں بھیجیں گے (چاہے دونوں آسانیاں دنیا میں ہوں، یا ایک دنیا میں اور دوسری آخرت میں ہو) اس لئے آیت کے اترنے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لن یغلب عسر یُسرَینِ ان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرًا (روح المعانی عن عبدالرزاق، حاکم، بیہقی عن الحسن)

ایک مشکل دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آسکتی، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرا انّ مع العسر یسرًا پہلے کی تاکید ہو، اِس صورت میں پھر یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا بس اتنی تسلی ہوگی کہ آدمی پریشان نہ ہو کیوں کہ مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے۔

حضرت انس وابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مختلف الفاظ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ تشریف فرما تھے آپ کے سامنے ایک پتھر تھا تو ارشاد فرمایا: لوجاء العسر فدخل هٰذا الحجر لجاء الیُسر حتی یدخل علیه فیخرجهٗ۔
(روح المعانی بحواله بزار، طبرانی اوسط، حاکم، شعب الایمان)

اگر مشکل آ کر اِس پتھر میں داخل ہو تو آسانی بھی آئے گی اور اُس پر داخل ہو کر آدمی کو (مشکل سے) نکال دے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک بل دیکھا تو فرمایا:

لو كان العُسر في جُحرٍ لدخل عليه اليُسر حتّٰى يخرجهٗ.

(مجمع الزوائد ح ۱۱۵۰۰، ۱۱۵۰۱)

اگر تنگی اِس بل میں داخل ہو جائے آسانی اُس پر داخل ہو کر اُس کو باہر کر دے گی۔

فائدہ: مع العسر میں لفظ مع سے اشارہ ہے کہ تنگی کے بعد آسانی بہت جلدی آتی ہے، گویا تنگی کے ساتھ متصل ہوتی ہے، اس میں مشکل میں پھنسے انسان کو تسلی کا مضمون ہے۔

سوال: جب مشکل کے ساتھ آسانی ہے، تو مشکل آتی کیوں ہے؟

جواب اول: اگر آسانی کے ساتھ مشکل نہ ہو تو آسانی کا نعمت ہونا سمجھ نہیں آتا تعرف الاشياء باضدادها. ثانی: آسانی غفلت کا سبب بن جاتی ہے، مشکل سے اُس غفلت کا علاج کیا جاتا ہے۔ ثالث: مشکل آنے سے مشکل میں پھنسے انسانوں کے ساتھ ہمدردی غم خواری کا سبق ملتا ہے۔ رابع: اُس پر صبر کی توفیق دے کر اللہ تعالیٰ گناہوں کی معافی، درجات کی بلندی، اور اپنا قرب بندے کو دینا چاہتے ہیں، اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔

کچھ وقت تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے:

فاذا فرغت فانصَب: پس جب آپ فارغ ہوں خوب محنت کیجیے، یعنی کوئی وقت آپ کا وہ بھی ہو جس میں آپ لوگوں کی ملاقاتوں اور تبلیغ سے اپنے کو فارغ کریں، اور شکر الٰہی کی ادائیگی کے لئے یکسوئی کے ساتھ انفرادی عبادت میں محنت فرمائیں، اِس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنا کُل وقت بندوں کو نہ دے، کچھ وقت اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز ذکر و عبادت میں گذارے، جو بندے ایسا کرتے ہیں اُنہیں معلوم ہے کہ تنہائی کے ذکر و عبادت میں کتنی لذت اور چاشنی ہے، دل صاف و شفاف ہوتا ہے، غم دور ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے، دوسرے اوقات کی عبادتوں میں بھی حلاوت پیدا

ہو جاتی ہے۔

والی ربك فارغب: اور صرف اپنے رب کی طرف شوق کرو، یعنی تنہائی کے اُس وقت میں صرف توجہ الی اللہ ہو، صرف اللہ سے اپنی حاجتیں مانگو، ایسی آیات کی وجہ سے اللہ والے تنہائی میں ذکر کرنے کی خصوصیت سے تاکید کرتے ہیں۔

ایک عبادت کے بعد دوسری عبادت میں لگ جائیں:

فائدہ: فاذا فرغت فانصب کی تفسیر میں متعدد اقوال ملتے ہیں راجح یہی ہے جو ذکر ہوا، مثلاً جب نماز سے فارغ ہو جاؤ دعاء میں کوشش کرو (ابن عباس، ضحاک، قتادہ) جب فرائض سے فارغ ہو جاؤ قیام اللیل کی کوشش کرو (ابن مسعود) جب جہاد سے فارغ ہو جاؤ عبادت میں محنت کرو (حسن، زید بن اسلم) جب اپنے دنیاوی اسباب سے فارغ ہو جاؤ نماز پڑھو (مجاہد وغیرہ) آیت کی اس تفسیر سے مقصود تخصیص نہیں ہے بلکہ کسی نہ کسی عبادت اور عمل کی مثالیں ہیں (روح المعانی) یعنی نماز عبادت ہے اِس سے فارغ ہو تو دوسری عبادت مثلاً دعا میں مشغول ہو جاؤ، فرائض سے فارغ ہو تو نوافل بھی ادا کیا کرو، جہاد کی عبادت ادا کر لو تو دوسری عبادت میں لگو، دنیاوی کاموں سے فارغ ہو تو عبادت میں لگ جاؤ وغیرہ، حاصل وہی ہے کہ ایک عبادت سے فارغ ہو دوسری میں لگ جاؤ، اب یہ سب صورتیں اِس آیت کی تفسیر میں آجاتی ہیں۔

متفرق مسائل:

تنبیہ: اِن تفاسیر کے مطابق اور آیت کے الفاظ کے عموم کے مطابق ثابت ہوا کہ (۱) فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دو اوقات میں خصوصاً دعا قبول ہوتی ہے ایک فرض نمازوں کے بعد دوسرے آدھی رات کو۔

(۲) اجتماعی عبادت یعنی فرائض کے بعد انفرادی عبادت یعنی نوافل کی ادائیگی مستحب ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد دو رکعات نفل پڑھتے تھے، اس لئے ظہر کے فرض وسنن کے بعد اور مغرب کے فرضوں اور عشاء کے فرضوں اور وتر کے بعد کم از کم دو نفل پڑھنی چاہییں، اور چوں کہ فجر اور عصر کے فرضوں کے بعد نفل مکروہ ہیں اس لئے

اِن دونمازوں کے بعد نفل نہیں پڑھنی چاہیئں۔

(۳) مبلغ اور مقرر، واعظ کو بیان کے بعد شکر اور توبہ کی نیت سے دو نفل پڑھنے چاہیئں،

(۴) ہر وقت حضور ﷺ کا امتی دوسروں کی اصلاح اور دوسروں کو تبلیغ کرنے میں ہی نہ لگا رہے کہ بس لوگوں سے ہی میل جول ہو بلکہ کچھ وقت سب سے فارغ ہو اور تنہائی و یکسوئی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، ایسے ہی مدرس، استاذ ہر وقت طلباء کو پڑھانے میں ہی نہ لگا رہے کچھ وقت اپنے مولیٰ کو تنہائی میں دے، ورنہ اس کی تعلیم وتدریس میں برکت نہیں ہوگی، و اذكُرِ اسمَ ربك و تبتَّل اليه تبتيلاً . ایسے ہی مجاہد آدمی ہر وقت جہاد بالکفار میں مشغول نہ رہے بلکہ اِس عمل کے وقت بھی کچھ وقت فارغ کرکے ذکر اللہ میں مشغول ہو ایسے ہی مسلمان ہر وقت دنیاوی مشاغل میں ہی نہ لگا رہے پانچ نمازوں کا بھی پورا اہتمام کرے، اور کچھ وقت ذکر میں مشغول رکھے۔

دعاء بعد نماز جنازہ:

تنبیہ: اس آیت کے تحت اہل بدعت نے دعاء بعد جنازہ کی بحث چھیڑ دی ہے کہ جی ایک تفسیر کے مطابق جب فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعاء میں خوب محنت کرو، چونکہ نماز جنازہ بھی نماز ہے تو اُس کے بعد دعاء بھی آیت کے حکم میں داخل ہے۔

اس بارے میں مختصر عرض ہے کہ اول: تو نماز جنازہ مجازاً نماز کہلاتی ہے حقیقت میں نماز نہیں بلکہ دعاء ہے یہی وجہ ہے کہ جو طریقہ دعاء مانگنے کا ہے نماز جنازہ کا طریقہ وہی ہے بس تھوڑا سا فرق ہے، دعاء کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہوتی ہے پھر درود شریف پڑھا جاتا ہے، اور پھر دعاء مانگی جاتی ہے، جنازہ میں بھی پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد ہوتی ہے پھر دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور پھر تیسری تکبیر کے بعد میت کے حق میں دعاء کی جاتی ہے، البتہ ایک پہلو جنازہ میں نماز کا بھی ہے کہ وضوء ضروری ہے، تکبیرات ہیں اور سلام ہے، لیکن یہ پہلو جنازہ کی اصل حقیقت پر غالب نہیں مغلوب ہے، چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے شاگرد وغیرہم فرماتے ہیں جنازہ حقیقت میں نماز نہیں دعاء ہے۔

و اما الصلاة على الجنازة هل هى صلاة على الحقيقة ام لا ؟ فان فى

قول ابی حنیفة و اصحابه هی دعاء علی الحقیقة و لیست بصلاة لانه لا قرأة فیها و لا رکوع و لا سجود (النتف فی الفتاوٰی لابی الحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی حنفی (متوفی ۴۶۱ھ ص ۱۲۸)

مزید دیکھیں

المبسوط سرخسی ۶۴/۲ ، بدائع الصنائع ۳۱۴/۱،تبیین الحقائق ۲۰۲/۱، العنایة شرح الهدایة ۳۶۱/۱، البنایة شرح الهدایة ۶۴۴/۲، البحر الرائق ۱۲۶/۲،حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۲۹،تحفة الفقهاء ۲۴۹/۱،وغیرها .

اس لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ آدمی جنازہ کے بعد دعاء نہ کرے کیوں کہ ایک بار دعاء کر چکا ہے۔

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه قد دعا مرةً .

(المحیط البرهانی ۲۰۵/۲)

اور لکھتے ہیں کہ بعد کی دعاء جنازہ میں اضافہ کرنے جیسا عمل ہے،اور ظاہر ہے کہ کسی عمل میں اپنی طرف سے اضافے کی اجازت نہیں ہے۔

و لا یدعو للمیت بعد صلاة الجنازة لانه یشبه الزیادة فی صلاة الجنازة. (مرقات ۱۲۱۳/۳)

اس لئے فقہاء صاف منع کرتے ہیں۔

لا یدعو بعد التسلیم (البحر الرائق ۱۹۷/۲)

اگر آیت میں جنازہ کے بعد دعاء داخل ہوتی تو فقہاء علماء کیوں منع کرتے؟

دوم: فرض نمازوں کے بعد دعاء کا مصداق وہ دعاء بھی ہے جو نمازوں کے آخر میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ کر مانگی جاتی ہے۔

ثم قال فاذا فرغت یا محمد من الصلاة المکتوبة بعد التشهد و

القرأة و الركوع و السجود و انت جالس قبل ان تسلم فانصب.
(تفسیر مقاتل بن سلیمان ۷۴۲/۴)

الضحاك يقول في قوله فاذا فرغت فانصب يقول من الصلاة المكتوبة قبل ان تُسلّم فانصب (جامع البيان طبری ۴۹۶/۲۴) ای اذا فرغت من الصلاة فاتعب بالدعاء ابن مسعود رضی اللہ عنہ قبل التسليم (غرائب التفسير للنيشابوری ۱۳۵۸/۲) قال الشعبي اذا فرغت من التشهد فادع لدنياك و آخرتك (تفسير الرازی ۲۰۹/۳۲) و معناه فاذا فرغت من اركان الصلاة او قاربتَ الفراغ منها (تبيين الحقائق ۱۲۴/۱) و اما في القعدة الاخيرة فيدعو بعد التشهد و يسأل حاجتهٗ لقوله تعالى فاذا فرغت فانصب جاء في التفسير ان المرادمنه الدعاء في آخر الصلاة فانصب للدعاء (بدائع الصنائع ۲۱۳/۱)

تو جنازہ کے اندر آخر کی دعاء تشہد کے بعد سلام سے پہلے والی دعاء کی طرح ہے، اور آیت پر عمل جنازہ میں سلام سے پہلے دعا کرنے سے ہوگیا، بعد کی دعاء کی ضرورت نہیں۔

سوم: آیت میں فرمایا گیا کہ ایک عبادت سے فارغ ہوکر دوسری عبادت میں لگ جاؤ، اور چونکہ فرض نماز عبادت ہے اس لئے اُس کے بعد دعا جیسی عبادت میں لگنے کا حکم ہے لیکن جنازہ عبادتِ خداوندی نہیں ہے کہ اُس کے بعد دوسری عبادت یعنی دعاء میں مشغول ہونے کا حکم ہو بلکہ جنازہ مسلمان میت کا حق ادا کرنے کے لئے میت کے حق میں دعاء ہے، لہٰذا آیت کے حکم میں دعاء بعد جنازہ داخل ہی نہیں ہے ۔

والی ربك فارغب: اور اپنے رب ہی کی طرف شوق وطلب کرو، یعنی اللہ تعالی سے ہی مانگو، اُس کے غیر سے نہ مانگو، یہاں الی ربك کی تقدیم حصر وتخصیص کا فائدہ دیتی ہے، کہ صرف اللہ تعالی سے ہی حاجات مانگا کریں، غیر سے نہ مانگا کریں، اور جو حکم نبی کو ہے وہی نبی کریم ﷺ کے ہر امتی کو ہے، اس لئے غیرُ اللہ چاہے نبی ہو یا ولی یا علی اُن کو حاجات کے لئے پکارنا اللہ تعالی کے حق میں شریک کرنا ہے۔

اس میں اُن لوگوں کوخوب غور کرنا چاہیۓ جوعبادت (نماز)ادا کرنے کے بعد یا رسولَ الله المدد،یاعلی المدد ، یاغوث اعظم دست گیرو غیرہ کے نعرے لگاتے ہیں،ایسی حرکت اِس آیت کے خلاف ہے۔

بحمدالله وتوفيقه قدتم توضيح سورة الم نشرح بيوم الاثنين بعد الضحى لثالث وعشرين من رمضان المبارك سنة ١٤٣٨ھ و النظر الثانى لخامس عشر من الجمادى الثانية سنة ١٤٤٠ھ

سورة التين مكية

اس سورت میں 8 آیات،34 کلمات،105 حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ ۝ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ ۝ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ ۝ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ
قسم ہے انجیر کی،اور زیتون کی،اور امن والے اس شہر کی،تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا بہترین سانچے
فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَۙ ۝ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا
میں،پھر ہم نے اُس کو لوٹا دیا سب سے نچلے درجے میں،مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو اُن کے
الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍؕ ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِؕ ۝ اَلَيۡسَ
لئے اجر ہے نہ ختم ہونے والا،تو اے انسان!اس کے بعد کونسی چیز تجھے جزا،کو جھٹلانے پر مجبور کرتی ہے؟ کیا اللہ
اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ ۝
تعالی سب فیصلہ کرنے والوں سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والے نہیں ہیں؟

لغوی تحقیق:

التین : انجیر کا پھل اوردرخت ۔الزیتون : زیتون کا درخت اور پھل۔ طور: پہاڑ کا نام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالی سے ہم کلام ہوتے تھے۔سینین: خوبصورت ،درختوں والا ، بابرکت ۔الامین :امن والا ،امانتدار شخص پر بھی اطمینان ہو:

ہے اس لئے اُس کو امین کہتے ہیں۔ خلقنا: ماضی معلوم صیغہ جمع متکلم از نصر، پیدا کرنا۔ احسن: اسم تفضیل، صیغہ واحد مذکر از کرُم، سب سے بہتر۔ تقویم: مصدر از تفعیل، قامت، صورت۔ رددنا: ماضی معلوم، صیغہ جمع متکلم، از نصر، لوٹنا، لوٹانا۔ اسفل: صیغہ اسم تفضیل، سب سے نیچا۔ سافلین: اسم فاعل، صیغہ جمع مذکر، نیچے درجے والے۔ اجر: بدلہ۔ الدین: بدلہ، شریعت، یہاں پہلا معنی ہے۔ احکم: اسم تفضیل، صیغہ واحد مذکر، سب سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا۔ الحاکمین: اسم فاعل، صیغہ جمع مذکر، فیصلہ کرنے والے۔

تفسیر:

ربط: گذشتہ سورت میں انسانوں کے سردار حضرت نبی کریم ﷺ کی فضیلت کا بیان ہوا، اِس سورت میں مطلق انسان کی عظمت وفضیلت ذکر ہے۔

والتین والزیتون الخ: اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسمیں اٹھا کر انسان کی فضیلت بیان فرمائی۔ اول: تین یعنی انجیر کی قسم، ظاہر یہ ہے کہ انجیر کا درخت اور پھل مراد ہے، یہ مشہور درخت اور اُس کا پھل ہے، جو ہر جگہ پایا جاتا ہے، اِس کی قسم اِس کی عظمت شان ظاہر کرتی ہے، بعض سخت بخاروں میں اِس کا خشک پھل بطور دوا استعمال ہوتا ہے، تازہ انجیر طاقت دیتا اور معدے کو نرم کرتا ہے، یہ جنتی پھلوں کے مشابہ ہے کہ اِس کی گھٹلیاں نہیں ہوتیں، بواسیر ختم کرتا ہے، نقرس بیماری میں فائدہ دیتا ہے، بدن موٹا کرتا ہے، مثانہ کی پتھری میں مفید ہے، بلغم خارج کرتا ہے، وغیرہ۔

دوم: زیتون کی قسم: زیتون مبارک درخت ہے جس کے پھل سے تیل نکلتا ہے جس کو عربی میں زیت اور اردو میں روغن زیتون کہتے ہیں، اِس کے پھل میں اتنی طاقت ہے کہ پہاڑی لوگ بتاتے ہیں کہ پکے پھل کو چڑیاں کھاتی ہیں تو اُن کے جسم میں خوب چربی پیدا ہوجاتی ہے، نبی کریم ﷺ اِس کے تیل کو روٹی پر لگا کر بڑے مزے سے استعمال فرماتے تھے، کمزور پٹھوں والے چھوٹے بچوں کے ہاتھ پاؤں پر اِس کے تیل کی مالش کرنے سے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔

سوم: طور سینین کی قسم: طور وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسی علیہ السلام کو اللہ تعالی سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ سینین اور سیناء کا ایک معنی ہے، بعض نے کہا اس کا معنی ہے خوبصورت، بعض نے مبارک معنی کیا ہے، بعض نے فرمایا کہ سینین یا سیناء اُس جگہ کا نام ہے جہاں یہ پہاڑ واقع ہے۔

چوتھے: اس امن والے شہر یعنی مکہ مکرمہ کی قسم، اُس کی فضیلت کی تفصیل لا اقسم بهذا البلد میں گذر گئی، یہ چاروں چیزیں عظمت والی ہیں تب ہی اِن کی قسم اٹھائی گئی، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ تین اور زیتون سے مراد وہ جگہ ہے جہاں یہ درخت کثرت سے ہوتے ہیں اور وہ ملک شام ہے جہاں کثرت سے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، پہلی تفسیر کے مطابق یہاں دو درختوں اور دو مقامات کی قسم ہے، اور اس تفسیر کے مطابق یہاں چار خاص مقامات کی قسم ہوئی، اور اس تفسیر سے طور سیناء اور مکہ مکرمہ کے ساتھ مناسبت پوری طرح ہو جاتی ہے، کہ یہ چاروں جگہیں انبیاء علیہم السلام کے وجود مقدس کی برکت سے مبارک ہیں۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم: البتہ تحقیق ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں پیدا کیا، تقویم کا لفظی معنی ہے کسی چیز کی بنیاد درست کرنا، احسنِ تقویم سے مراد یہ ہے کہ فطرت کے اعتبار سے انسان کو دوسری مخلوق سے احسن بنایا اور جسمانی ہیئت اور شکل میں بھی دوسرے جانداروں سے احسن بنایا کہ دوسرے جاندار اوندھے منہ چلنے والے اور انسان سیدھ میں کھڑے ہو کر چلنے ٹھہرنے والا ہے، اور اُس کی کھال ظاہر ہے، اور انسان چیز کھانے کے لئے ہاتھ استعمال کرتا ہے، دوسرے جاندار ایسے نہیں، اور دوسری مخلوق کے مقابلے میں علم وقدرت والا سمجھے جانے والے الفاظ میں بولنے والا اور دانا اور محبت کرنے والا اور آگے کی اور ہر کام کی صحیح تدابیر کر سکنے والا بنایا ہے۔

طلاق کا ایک مسئلہ:

عیسی بن موسی ہاشمی خلیفہ منصور کی حکومت کا بڑا صاحب منصب تھا اُس کو اپنی بیوی سے بہت محبت تھی، ایک دن بیوی سے کہا اگر تو چاند سے زیادہ خوبصورت نہ ہو تو تجھے تین طلاق

اُس مجلس سے اٹھ کر چلی گئی اور پردہ کرلیا، اور کہا شوہر نے اُس کو طلاق دے دی ہیں، وہ اُس صبح ہوئی، عیسی خلیفہ منصور کے گھر پہنچے اور واقعہ بتایا، اور کہا امیر المؤمنین! اگر بیوی ہے، جب طلاق ہوئی غم سے میری روح نکل جاتی ہے اور زندہ رہنے سے مجھے موت محبوب ہوگی، بہت پریشانی کا اظہار کیا، منصور نے فقہاء بلائے اور اُن سے مسئلہ پوچھا، سب نے بتایا کہ طلاق پڑگئی ہے، ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ایک شاگرد حضرت یحیی بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ تھے وہ خاموش تھے، خلیفہ صاحب نے کہا آپ کیوں نہیں بولتے ؟ فرمایا بسم الله الرحمن الرحيم والتين والزيتون وطورسينين وهٰذاالبلدالامين لقدخلقناالانسان فی احسن تقویم امیر المؤمنین ! انسان سب چیزوں سے بڑھ کر حسین ہے، اُس سے بڑھ کر کوئی چیز حسین نہیں ہے، خلیفہ منصور نے عیسی سے کہہ دیا وہ بیوی بس تیری بیوی ہے، تو اپنی بیوی کے پاس جاسکتا ہے، اور اُس کی بیوی کو بھی پیغام بھیجا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرو، نافرمانی نہ کرو، طلاق نہیں ہوئی ہے۔

(احکام القرآن لابن العربی ۴/۴۱۵)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شوافع حضرات سے بھی یہی مسئلہ ذکر کیا ہے کہ ایسی صورت میں عورت طلاق نہیں ہوتی۔ (الاکلیل)

ثم رددنٰہ اسفل سافلین: پھر ہم انسان کو لوٹا دیتے ہیں سب سے نچلی حالت میں، اِس کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔

اول: یہ کہ ہم نے انسان پر تو یہ احسان کیا اِس کو چاہیے تھا کہ شکر گذار بنتا، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو مانتا مگر یہ بجائے شکر کے انسانیت سے گری ہوئی حرکتیں کرنے لگتا ہے، اشرف المخلوقات ہوکر ارذل المخلوقات والی حرکتیں کرنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے شان کے اعتبار سے سب مخلوقات سے گرا ہوا ہو جاتا ہے۔

اس مفہوم کے اعتبار سے اشکال ہوگا کہ انسان انسانیت سے گری ہوئی حرکتیں خود کرتا ہے ہاں اُس میں نفس اور شیطان بطور سبب دخیل ہیں، تو اُس کے گری ہوئی حرکتیں کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ ہم نے اُس کو اِس حالت میں لوٹایا گویا گری ہوئی

حرکتیں کروائیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں؟

جواب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف یہ نسبت خلق کے اعتبار سے ہے کسب کے اعتبار سے نہیں ہے، یعنی ہم نے انسان کو صورۃً احسن بنایا پھر انسان میں جس طرح سیرۃً احسن بننے کی صلاحیت پیدا کی ایسے یہ طاقت وصلاحیت اور استعداد بھی پیدا کی کہ وہ چاہے تو اپنے اختیار سے انسانیت سے گری ہوئی حرکتیں کرے جو اُس کی شان کے مناسب نہیں، چنانچہ کئی انسان اِس صلاحیت واستعداد کو استعمال کر کے انسانیت کے درجے سے گر کر حیوانیت کے درجے میں آجاتے ہیں بلکہ حیوانیت سے بھی گر جاتے ہیں و لقد ذرأنا لجهنم كثيرًا من الجن و الانس ، لهم قلوبٌ لا يفقهون بها و لهم اعينٌ لا يبصرون بها و لهم آذانٌ لا يسمعون بها. اؤلٓئك كالانعام بل هم اضل، اؤلآئك هم الغافلون.

اِس مفہوم سے الاالذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت کا استثناء پوری مناسبت رکھتا ہے۔

دوم: دوسری تفسیر یہ ہے کہ پھر ہم نے انسان کو سب سے نچلی حالت میں لوٹا دیا، یعنی انسان پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اُس کا سارا حُسن ختم ہو جاتا ہے، بہت ہی بدشکل ہو جاتا ہے، یہ بڑھاپے کا وقت ہے جو انسانی حُسن ملیامیٹ کر دیتا ہے، اور اپنے کام اور ضروریات سے بھی نکما کر دیتا ہے، جب کہ انسان کے علاوہ دوسرے جانور اُس کیفیت کو نہیں پہنچتے جس کو انسان بڑھاپے میں پہنچ جاتا ہے، اِس مفہوم کے اعتبار سے الا الذین آمنوا و عملوا الصّٰلِحٰت کے استثناء کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح والی زندگی اختیار کرنے والے انسانوں پر بڑھاپے کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا ایمان وعمل سے خالی انسانوں پر ہوتا ہے، کہ باعمل مومن بڑھاپے میں بھی بارونق چہرے اور حسن والا ہوتا ہے اور نیک اعمال میں بھی جتنا ہو سکے لگا رہتا ہے، اگر ظاہراً وہ سب اعمال نہیں کر سکتا جو جوانی میں کرتا تھا مگر حقیقۃً وہ کرتا رہتا ہے اس طرح کہ جوانی والے اعمال صالحہ اُس کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں کیوں کہ وہ اعمال اُس کی عادت بن چکے تھے اور اُس کا پختہ ارادہ تھا کہ موت

تک یہ اعمال کئے رکھوں گا مگر اب بڑھاپا جو رکاوٹ بنا تو نہ نبھاسکا تو نیت و عادت کے مطابق اُس کے وہ اعمال اعمال نامے میں پھر بھی لکھے جاتے رہتے ہیں، اور اجر وثواب بند نہیں ہوتا، ویسے بھی اس قسم کے انسان بڑھاپے میں بھی کسی نہ کسی درجے میں جو ہوسکیں اعمال صالحہ میں لگے ہی رہتے ہیں، اگر چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کئے جانے والے عمل نہ ہوسکے تو کیا ہوا بیٹھے بیٹھے جو عمل ہوسکیں کرتے رہتے ہیں، اپنے کو بیکار نہیں رہنے دیتے۔

سوم: ثم رددنٰہ اسفل سافلین سے آخرت کا حال بیان ہے یعنی دنیا میں تو انسان کو اچھی صورت میں بہترین سانچے میں ڈھالا مگر آخرت میں ہم انسان کو سب سے نچلی حالت میں لوٹا دیں گے کہ جہنم میں ڈال دیں گے جہاں انتہائی بری حالت ہوگی۔

الا الذین آمنوا: مگر ایمان وعمل صالح والے اس بری حالت کا شکار نہیں ہوں گے بلکہ جنت میں جائیں گے اور اُن کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر وثواب ہوگا۔

فما یکذبك بعدُ بالدّین: اے مخاطب انسان !اللہ تعالی نے خود تیری ذات میں اتنے انقلابات پیدا کئے، ایک حال کے بعد دوسرے حال میں لائے، اِس سے تجھے سمجھ آجانی چاہیئے کہ اللہ تعالی سب کچھ پر قادر ہے، اچھے حال کے بعد برا، برے کے بعد اچھا، کمزوری کے بعد طاقت، طاقت کے بعد کمزوری، عدم کے بعد وجود، وجود کے بعد عدم یہ سب کرسکتا ہے تو اِس جہان سے سب کو ختم کرنے کے بعد ایک اور جہان بعث بعد الموت کا کیوں قائم نہیں کرسکتا جہاں جزا وسزا احساب وکتاب ہوگا؟ ضرور کرسکتا ہے پھر تجھے کونسی بات نے جزا وسزا ہونے کو جھٹلانے پر آمادہ کیا؟

الیس اللہ باحکم الحاکمین: کیا اللہ تعالی سب حکومت کرنے والوں سے بڑھ کر حکومت کرنے والے نہیں ہیں؟ ضرور ہیں اور حاکم کو اپنی حکومت میں سب اختیار ہوتا ہے تو اللہ تعالی کو یہ سب قدرت اور اختیار کیسے نہیں کہ چاہے تو قیامت قائم کردے؟

اس جملے کا دوسرا معنی یوں بھی ہوسکتا ہے کیا اللہ تعالی سب فیصلے کرنے والوں سے بڑھ کر درست فیصلے کرنے والا نہیں ہے؟ ضرور ہے تو دنیا اللہ تعالی کے فیصلے کی جگہ نہیں ہے یہ دار الامتحان اور دار العمل ہے، یہاں نیک وبد، ظالم ومظلوم، کافر ومؤمن، کمزور وقوی، مافوق

وماتحت سب اپنے اپنے حال اور عمل میں ہیں، اور کسی کو اُس کے اچھے برے کی پوری پوری جزاوسزا نہیں مل رہی تو اگر آخرت اور قیامت نہ ہو اور دنیا میں بھی کسی کو جزاوسزا نہ ملے تو ظالم اور بدو کافروغیرہم جو اللہ تعالی کے قانون کو توڑنے والے ہیں اُن کو سزا نہ ملنا اور نیک ومظلوم ومؤمن وغیرہم کو جو قانون خداوندی پر چلنے والے ہیں ان کو جزا نہ ملنا کیا ناانصافی نہیں ہے؟ اور جب یہ ناانصافی ہے تو کوئی وہ دن بھی ہونا ضروری ہے جس میں قانون الٰہی توڑنے والوں کو سزا اور اُس پر چلنے والوں کو انعام ملے اور وہ قیامت کا دن ہے جس کا وجود بہت ہی ضروری ہے، لہٰذا قیامت کا انکار نہ کرو اور اُس کی فکر کرو۔

فائدہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد اور ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ سورت پڑھے اور الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھے تو اُس کو کہنا چاہیئے بلٰی و انا علی ذالک من الشاھدین یعنی واقعی اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے اور میں بھی اِس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔

بحمد اللہ و توفیقہ تم توضیح سورۃ التین بیوم الاحد قبل الظھر لتاسع وعشرین من رمضان المبارک سنۃ ۱۴۳۸ھ و النظر الثانی لخامس عشر من الجمادی الثانیۃ سنۃ ۱۴۴۰ھ

سورۃ العلق مکیۃ

اس سورت میں 19 آیات، 92 کلمات، اور 280 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

پڑھو اپنے اُس رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا، انسان کو پیدا کیا جمے ہوئے خون سے، پڑھو اور تیرا رب بہت

الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿۵﴾

کریم ہے، وہ جس نے قلم کے ذریعے سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا

لغوی تحقیق:

اقرأ: فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از فتح پڑھنا۔ علق: لوتھڑا، جمع ہوا خون۔ الاکرم: صیغہ اسم تفضیل، سب سے بڑھ کر کرم کرنے والا۔ علّم: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل سکھانا۔ القلم: قلم۔

تفسیر:

ربط: سورہ تین میں انسان کی پیدائش کا ذکر ہے، اس سورت میں تخلیق انسان کی علت مادیہ کا ذکر ہے۔

پہلی وحی:

یہ پانچ آیات حضور ﷺ پر اترنے والی پہلی وحی الٰہی ہے، نبی کریم ﷺ پر وحی شروع ہونے سے پہلے آپ ﷺ کو سچے خواب دکھائی دیتے تھے رات کو آپ ﷺ کوئی خواب دیکھتے صبح کو وہی سب سامنے واقع ہو جاتا، اور کسی تعبیر کی ضرورت نہ ہوتی تھی، پھر رسول اللہ ﷺ کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ تلوق سے یکسوئی اختیار کریں، اُس کے لئے آپ ﷺ نے غار حرا کو پسند فرمایا، یہ غار مکہ مکرمہ میں قبرستان جنۃ المعلی سے گذر کر کچھ آگے جبل نور پر واقع ہے، آپ ﷺ اُس غار میں جا کر راتوں کو رہتے اور عبادت کرتے تھے، جب تک توشہ باقی ہوتا اور اہل خانہ کی خبر گیری کی ضرورت نہ ہوتی تب تک وہیں قیام ہوتا، جب توشہ ختم ہو جاتا حضرت خدیجۃ الکبری کے پاس تشریف لاتے اور توشہ لے جاتے، آپ ﷺ اُسی غار میں تھے کہ سترہ رمضان کو حضرت جبرئیل علیہ السلام بحکمِ الٰہی تشریف لائے اور فرمایا اِقْرَأْ پڑھیے، آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنی آغوش میں لے کر زور دبایا کہ آپ کو تکلیف ہونے لگی، پھر چھوڑ کر فرمایا پڑھیے، آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا تین بار ایسا کیا اور تیسری بار کے بعد فرمایا اقرأ باسم ربك الذی خلق۔

آپ ﷺ یہ پہلی آیات لے کر گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کا دل کانپ رہا تھا

حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے فرمایا زملونی زملونی مجھے کپڑے سے ڈھانپو، مجھے کپڑے سے ڈھانپو، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کپڑا اڑالا آپ ﷺ کی سردی دور ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو صورت حال بیان کی، اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہونے لگا ہے، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اللہ تعالی آپ ﷺ کو ضائع نہیں فرمائیں گے کیوں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بوجھل لوگوں سے بوجھ اٹھواتے ہیں، بے روزگار کو کمائی پر لگاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں (جس میں ایسی اچھی عادتیں ہوں وہ ضائع نہیں ہوتا)، پھر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، وہ زمانہ جاہلیت میں بت پرستی چھوڑ کر نصرانیت اختیار کئے ہوئے تھے اور اُس وقت یہی دین حق تھا، وہ بہت بوڑھے تھے، ان کی بینائی چلی گئی تھی، حضرت خدیجۃ الکبری نے عرض کیا ذرا بھتیجے کی بات سنو، حضور ﷺ نے اُن کو پورا واقعہ بتایا، اُس نے سنتے ہی کہا یہ وہی ناموس یعنی فرشتہ ہے جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ تعالی نے بھیجا تھا:

فَاِنْ يَّكُ حَقًّا يَا خَدِيْجَةُ فَاعْلِمِيْ حَدِيْثَكِ اِيَّانَا فَاَحْمَدُ مُرْسَلُ
وَ جِبْرِيْلُ يَأْتِيْهِ وَ مِيْكَالُ مَعْهُمَا مِنَ اللهِ وَحْيٌ يَشْرَحُ الصَّدْرَ مُنْزَلُ
يَفُوْزُ بِهٖ مَنْ فَازَ عِزًّا لِدِيْنِهٖ وَ يَشْقٰى بِهِ الْغَاوِيُ الشَّقِيُّ الْمُضَلَّلُ
فَرِيْقَانِ مِنْهُمْ فِرْقَةٌ فِيْ جِنَانِهٖ وَ اُخْرٰى بِاَغْلَالَ الْجَحِيْمِ تُغَلَّلُ

ترجمہ: ① اے خدیجہ! جو بات تو نے بتائی اگر سچ ہے تو تجھے معلوم ہو کہ احمد پیغمبر ہے۔

②: جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں، اور ساتھ میکائیل علیہ السلام ہوتے ہیں، اللہ تعالی کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے جو سینے کھولتی ہے۔

③: اُس کے دین کی نصرت کرتے ہوئے کامیاب ہونے والا کامیاب ہوگا، اور گمراہ محروم اور گمراہ کیا ہوا محروم ہی ہوگا۔

④: اُن کی دو جماعتیں ہوں گی، ایک بہشتوں میں ہوگی، اور دوسری جہنم کے زنجیروں میں جکڑی جائے گی۔ (حدائق الروح والریحان. تاریخ ابن عساکر ۱۰/۶۳)

اور کہا کاش میں آپ کی نبوت کے زمانہ میں قوی ہوتا، کاش میں اُس وقت زندہ ہوتا جب قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی، رسول اللہ ﷺ نے تعجب سے پوچھا کیا میری قوم نکال دے گی؟ فرمایا بیشک نکال دے گی، کیوں کہ جو نبی بھی آپ والا پیغام لے کر آیا اُس کی قوم نے اُس کو ستایا ہے، اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو آپ کی پوری مدد کروں گا، اِس واقعہ کے چند دن بعد ورقہ فوت ہو گئے، اور کچھ عرصہ وحی کا سلسلہ بند رہا۔

حضور ﷺ کون سی عبادت کرتے تھے؟

فائدہ ①: حضور ﷺ غار میں کس طریقے پر اور کونسی عبادت کرتے تھے؟ صحیح یہ ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عبادت (نماز وغیرہ نہیں تھی) محض مخلوق سے تنہائی اور اللہ تعالیٰ کی طرف خاص توجہ اور تفکر تھی۔ (تفسیر مظہری ۱۰/۳۰۱)

حضور ﷺ کے خوف کا سبب:

فائدہ ②: حضور ﷺ پر جبرئیل علیہ السلام کے دبانے اور وحی پہنچانے کے بعد خوف سا ہو گیا اور سردی سی محسوس ہوئی، اِس کی وجہ کیا ہے؟ یا تو یہ وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹ کر غیر اللہ میں مشغولیت نہ ہو جائے، یا یہ وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو خوف ہوا کہ نبوت کا بوجھ اٹھا بھی سکوں گا یا نہ؟

ورقہ بن نوفل کا انجام:

فائدہ ③: حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اُس نے آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی لیکن آپ ﷺ کے ظہور سے پہلے فوت ہو گیا (اُس کا کیا ہوگا؟) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے ورقہ کو خواب میں دیکھا ہے اُس پر سفید کپڑے تھے، اگر وہ دوزخیوں میں سے ہوتا تو اُس کا لباس کسی اور رنگ کا ہوتا۔ (ترمذی ح ۲۲۸۸)

تلاوت کے شروع میں بسم اللہ:

اقرأ باسم ربك الذی خلق: پڑھو اپنے اُس رب کے نام سے جس نے

پیدا کیا یعنی سب مخلوق کو پیدا کیا، مراد قرآن پڑھنا ہے، یعنی قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے رب تعالیٰ کا نام لو، معلوم ہوا کہ قرآن مجید شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنی چاہیے،

نکتہ(1): یہاں اقرأ باسم اللہ نہیں فرمایا باسم ربك فرمایا، اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی تلاوت کا حکم دے کر تلاوت کے ذریعے بندے کی روحانی تربیت کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کو تربیت میں بڑا دخل ہے کہ اس کے ذریعے روح انسانی ترقی کرتی اور کمال کو پہنچتی ہے، اور اشارہ ہے کہ وحی بھیج کر آپ ﷺ کا رب تدریجاً آپ کو انسانیت کے اونچے درجات تک پہنچانے والا ہے۔ رب کی صفت خالقیت ذکر کی تا کہ اللہ تعالیٰ کا غیر مراد ہونے کا احتمال ختم ہو جائے کیوں کہ مشرک لوگ اپنے بتوں کے نام سے کام شروع کرتے باسم اللّات و العزّٰی اور اُن کو بھی رب کہتے تھے، لیکن بتوں کو خالق نہیں مانتے تھے، تو مراد یہ ہوئی کہ بتوں کے نام سے شروع نہ کرو، رب کے نام سے شروع کرو، اور وہ جو بتوں کو رب کہتے ہیں اُن ارباب کے نام سے نہیں بلکہ خالق رب کے نام سے شروع کرنا ہے۔ (روح المعانی)

خلق الانسان من علق: پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے ۔

سوال: انسانوں کی اصل آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، تو اُس کے بجائے جمے ہوئے خون سے پیدا ہونے کو کیوں ذکر کیا جو کہ فروع میں ثابت ہے نہ کہ اصل میں؟

جواب: کفار کو آدم علیہ السلام کی تخلیق کی کیفیت کا علم نہیں تھا، تو اُس کے بیان سے قدرت خداوندی نہ سمجھ سکتے، اس لئے وہ بیان کیا جو اُن کے علم میں تھا۔

سامعین کی سمجھ کی سطح کے مطابق بیان ہونا چاہیئے:

فائدہ: معلوم ہوا کہ انسانوں سے گفتگو میں اُن کی عقل کے موافق باتیں کرنی چاہییں جو اُن کو سمجھ آسکیں، مخاطبین کی سمجھ سے بالا باتیں کرنا نامناسب ہے کلّموا النّاس علی قدر عقولھم لوگوں سے اُن کی سمجھ کے مطابق گفتگو کیا کرو۔

سوال: انسان اول نطفہ کی صورت میں ہوتا ہے پھر جمے ہوئے خون کی صورت میں تو اول یعنی نطفہ کی حالت کو بیان کیا جاتا؟

جواب: علقہ ہونا انسان بن جانے کی حالت کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت نطفہ ہونے کے، اس لئے ابعد حالت چھوڑ کر اقرب حالت کو ذکر کیا۔ (روح المعانی)

فائدہ: امام ابن عربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اِس سے معلوم ہوا کہ انسان پر انسان کا اطلاق علقہ کی حالت کے بعد ہوتا ہے، اُس سے پہلے اُس پر انسان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ و الله اعلم.

اقرأ و ربك الاكرم: پڑھو اور آپ کا رب بہت کریم ہے، دوسرا اقرأ پہلے کی تاکید ہے۔ اکرم کرم سے ہے جس کی صفت مشبہ کریم ہے یہ اسم تفضیل ہے جو نسبت بہ غیر کے مفہوم سے خالی ہے بمعنی بہت کرم کرنے والا، کرم کسی کو کوئی چیز بغیر کسی غرض کے دینا ہے، اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، اُس کے غیر میں کرم کی صفت پائی ہی نہیں جاتی، اس لئے اکرم اسم تفضیل مبالغہ کے معنی میں ہے، اسم تفضیل میں جو نسبت بہ غیر کا معنی ہوتا ہے وہ اِس میں نہیں ہے۔

و ربك الاكرم: اور تیرا رب بہت کرم کرنے والا ہے یعنی اُس کے کرم میں سے ہے کہ وہ آپ ﷺ کو باوجود اُمی ہونے کے قرآن مجید پڑھنا سکھائے گا۔

لکھائی کا علم اللہ تعالیٰ کی نعمت:

الذی علّم بالقلم: وہ جو قلم کے ذریعے تعلیم دیتا ہے، یعنی عام طور پر تو قلم کے ذریعے لکھنا پڑھنا سکھاتا ہے، لیکن آپ ﷺ کو اپنے کرم سے بغیر قلم کے پڑھنا سکھائے گا، معلوم ہوا کہ لکھنا پڑھنا جاننا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، مگر نبی کریم ﷺ کو اُمی بنانے میں حکمت تھی، کیا؟

و ما کنت تتلوا من قبلہ من کتابٍ و لا تخطہٗ بیمینك اذا لارتاب المبطلون.

آپ ﷺ اِس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ تو اہل باطل شک میں پڑ جاتے۔

یعنی اہل باطل کہتے اور سمجھتے کہ جی حضور ﷺ نے اہل کتاب سے آسمانی کتابیں

پڑھیں اور لکھائی جاننے کی وجہ سے اُن کے مضامین نقل کر لئے اور اب ہمیں سناتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اِس شبہ کے پیدا ہونے کی جڑ ہی کاٹ دی کہ آپ ﷺ کو امّی بنایا۔

علم لکھ کر محفوظ کرنا چاہیے:

الذی علّم بالقلم: سے معلوم ہوا کہ کتابت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، اور لکھ کر علم کو محفوظ کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اس لئے حدیثِ نبوی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں منقول ہے

قیِّدُوا العلم بالکتاب (جامع بیان العلم) لکھ کر علم کو محفوظ کرلو:

العلم صیدٌ وَالکتابة قیدهٗ قیِّدْ صُیُودك بالحبال الواثقة

علم شکار (کی طرح) ہے اور کتابت اُس کی قید ہے، اپنے شکار کئے ہوؤں کو مضبوط رسیوں سے باندھ لو۔

و ما من کاتب الا سیبلی و یُبقی الدهر ما کتبت یداهُ

فلا تکتب بکفِّك غیر شیء یسُرّك فی القیامة ان تراهُ

①: ہر کاتب نے فنا ہو جانا ہے، لیکن جو اُس کے ہاتھوں نے لکھا زمانہ اُس کو باقی رکھے گا۔

②: اس لئے تُو اپنی ہتھیلی کے ذریعے صرف وہی چیز ہی لکھ جس کا قیامت کے دن دیکھنا تجھے اچھا لگے۔ (حدائق الروح والریحان)

نبی کریم ﷺ سے بکثرت روایات ہیں جن میں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو احادیثِ نبوی لکھنے کا فرمایا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوا آپ ﷺ کا ہر فرمان لکھ لیا کرتا تھا تاکہ یاد رکھوں، مجھے قریش (صحابہ رضی اللہ عنہم) نے منع کیا اور کہا تو رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ہر بات لکھ لیتا ہے رسول اللہ ﷺ بشر ہیں غصے اور رضا میں ارشاد فرمایا کرتے ہیں، تو میں نے لکھنا چھوڑ دیا، پھر یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُکتُبْ فوالذی نفسی بیدہٖ ماخرج منّی الاحق (مسند احمد ح ۶۵۱۰)

لکھا کرو اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ سے حق ہی نکلا کرتا ہے۔

یہ درست ہے کہ آپ ﷺ نے حدیث لکھنے سے منع بھی فرمایا تھا مگر وہ اس لئے تاکہ

نئے اور کم سمجھ لوگوں پر قرآن وحدیث خلط ملط نہ ہو جائے ،اور اس لئے کہ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ حافظہ میں محفوظ کریں فقط کاغذوں میں ارشاداتِ نبوی نہ رہ جائیں، پھر منع پہلے تھا اجازت بعد میں ہوئی بعد والا حکم پہلے کو منسوخ کر دیتا ہے،تو کتابتِ حدیث کی منع منسوخ ہوگئی۔

تنبیہ:

علم کتابت کی ابتداء:

علّم الانسان مالم یعلم: انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا، کسی کو قلم کے ذریعے سکھایا اور کسی کو بغیر قلم کے سکھایا، بعض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سوا ہر نبی لکھنا جانتے تھے،ضحاک کہتے ہیں کہ سب سے پہلے لکھائی حضرت ادریس علیہ السلام نے شروع کی،کعب احبار کہتے ہیں آدم علیہ السلام نے شروع کی۔ واللہ اعلم

علامہ آلوسی فرماتے ہیں آثار سے ظاہر یہ ہے کہ عرب کے سوا باقی قوموں میں کتابت قدیم سے چلی آرہی ہے، البتہ عرب میں خصوصاً اہل حجاز میں قدیم سے نہیں ہے بعد میں لائی گئی،اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھو الذی بعث فی الامّیّین رسولًا منھم اور آپ ﷺ نے عرب سے متعلق خصوصاً فرمایا نحن امّۃٌ امّیّۃ لانکتب و لا نحاسبُ.

نبی کے لئے علم ما کان وما یکون پر استدلال کا رد:

فائدہ: علّم الانسان میں الانسان عام ہے، نبی اور غیر نبی کو، ظاہر ہے کہ ہر ایک کو اُس کی ضرورت جتنا علم سکھایا، ہر نبی کو وہ سکھایا جو اُس کے لئے ضروری تھا ہر نبی کا علم دوسرے عام انسانوں سے زیادہ تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کو سب انبیاء علیہم السلام سے زیادہ علم. عطا ہوا وعلّمك مالم تكن تعلم آپ ﷺ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ ﷺ کو معلوم نہ تھا۔

بعض اہل بدعت لفظ مَا کو عام ٹھہرا کر حضور ﷺ کے لئے سب کلیات وجزئیات

سورة العلق

اور ہر ذرہ ذرہ کا اور سب ما کان و ما یکون کا علم مانتے ہیں، یہ نصوص قرآنی اور قطعی دلائل کے خلاف ہے، لفظ مَا میں اتنا عموم نہیں ہے، جو شخص ایسا دعویٰ کرے وہ آیت میں مَا کے اتنے عموم کا ثبوت کسی نص قطعی حدیث متواتر یا مشہور یا اجماع قطعی سے پیش کرے،

اگر عموم اور استغراق مان بھی لیا جائے تو بھی استغراق حقیقی نہیں مانا جاسکتا بلکہ استغراق عرفی مراد لیا جاسکے گا، کیوں کہ عام انسانوں کے حق میں اِس ما میں استغراق حقیقی مراد نہیں ہے تو انبیاء کرام اور نبی کریم ﷺ کے حق میں اِسی ما سے استغراق حقیقی کیسے مراد لیا جاسکتا ہے؟ یہ فرق کرنا کہ یہ مَا عام انسان کے حق میں استغراق عرفی کے لئے ہے، اور نبی کے حق میں استغراقِ حقیقی کے لئے ہے کوئی انصاف نہیں ہے، اور اِس فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے،

البتہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ایسا مَا وارد ہو تو صرف وہاں ہی استغراق حقیقی مراد ہوگا جیسے یعلم مافی السمٰوات ومافی الارض وغیرہا، اللہ تعالیٰ کے غیر کے حق میں استغراق حقیقی نہیں بلکہ استغراقِ عرفی یا اضافی ہی مراد ہوگا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا علم عطائی ہے:

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا سکھایا انسان کو وہ جو نہیں جانتا تھا، معلوم ہوا کہ عام انسان کی طرح انبیاء علیہم السلام کا علم جتنا بھی ہے عطائی ہے ذاتی نہیں ہے، انہوں نے خود کچھ نہیں جانا اللہ تعالیٰ کے جنوانے سے ہی جانا جو جانا، اس لئے فقہاء کی تصریحات کے مطابق جو شخص اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے چاہے نبی ہو یا کوئی اور ذاتی علم مانے وہ مسلمان نہیں کافر ہے، البتہ عطائی علمِ غیب مانے تو کافر تو نہیں مگر سخت گمراہ اور قابل تعزیر ہے (دیکھیں روح المعانی ج ۲۰ آیت قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله (۱۲/۲۰)

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۭ
ہرگز نہیں بیشک انسان سرکشی کرتا ہے، اس سبب سے کہ اپنے کو مالدار دیکھتا ہے، بیشک تیرے رب کے پاس لوٹنا
اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۭ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۙ
ہے، کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے، آدمی کو جب وہ نماز پڑھے، یہ تو بتائیں اگر وہ ہدایت پر ہو، یا پرہیزگاری

أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۝ أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۝

کا حکم کرے، یہ تو بتائیں کہ اگر وہ جھٹلائے اور منہ موڑے، کیا اُس کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے، ہرگز نہیں اگر وہ باز نہ

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ

آیا تو ہم ضرور ضرور اُس کو گھسیٹیں گے پیشانی سے پکڑ کر، وہ پیشانی جو جھوٹی اور گناہ کرنے والی ہے، تو وہ بلالے اپنے اہل

نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ۩ ۝

مجلس کو، ہم بھی ابھی بلا لیتے ہیں لشکر کو، ہرگز نہیں آپ اُس کا کہنا مانو اور سجدہ کرو اور نزدیکی حاصل کرو

لغوی تحقیق:

لیطغیٰ : لام ابتدائیہ، یطغیٰ: فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، حد سے نکلنا۔ استغنیٰ : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از استفعال، بے پروا ہونا، مالدار ہونا۔ الرُّجعیٰ : مصدر، از ضرب۔ الرجوع سے ہے، رجوع کا معنی ہے اُس جگہ لوٹنا جہاں سے ابتداء ہوئی۔ ینہیٰ : مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از فتح، منع کرنا۔ عبدًا: مصدر از نصر، عبادت کرنا، غلام ہونا، بندہ، غلام۔ الھدیٰ : مصدر از ضرب، نرمی کے ساتھ راہ دکھانا، صحیح راستہ۔ التقوٰی : پرہیزگاری، ڈرنا۔ تولّٰی : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعل، منہ پھیرنا۔ یریٰ : مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از فتح، دیکھنا۔ لم ینته : فعل جحد معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افتعال، باز آنا، رک جانا۔ لنسفعًا : اصل میں لنسفعنْ ہے، فعل مستقبل معلوم مؤکد با نون تاکید خفیفہ، پیشانی کے بال کھینچنا۔ الناصیۃ : پیشانی، پیشانی کے بال۔ کاذبۃ: اسم فاعل، صیغہ واحد مؤنث، جھوٹ بولنے والی۔ خاطئۃ: اسم فاعل، واحد مؤنث غائب، گناہ کرنے والی۔ فلیدع : صیغہ لِیَدْعُ ہے، فعل امر غائب معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر، بلانا۔ نادیہٗ: ہٗ ضمیر ہے۔ نادی: اہل مجلس ساتھی۔ الزبانیۃ: پولیس کا عملہ، سزا دینے والے فرشتے۔ لا تطع : فعل نہی حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از افعال، کہا ماننا۔ اُسجُد: امر حاضر معلوم، صیغہ

واحد مذکر حاضر، از نصر، سجدہ کرنا، جھکنا، اقْتَرِب: امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از افتعال، قریب ہونا۔

تفسیر:

شانِ نزول:

مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اگر اُس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو اُس کی گردن روندے گا اور آپ ﷺ کا چہرہ گرد آلود کرے گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ ایسی حرکت کرنے آیا جب قریب آیا ایڑیوں کے بل واپس ہوا ہاتھوں کے ذریعے اپنا بچاؤ کر رہا تھا، اُس سے پوچھا گیا کہ کیا ہوا؟ اُس نے بتایا کہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان آگ کی خندق اور ہیبت ناک منظر اور پروں والی مخلوق آگئی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر وہ میرے قریب ہوتا فرشتے اُس کو بوٹی بوٹی اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے، تو اس بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ (روح المعانی)

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى، اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى: ہرگز نہیں بیشک انسان سرکشی کرتا ہے، اس وجہ سے کہ وہ اپنے کو غنی سمجھتا ہے۔ الانسان سے خاص انسان ابو جہل مراد ہے، مگر الفاظ عام ہیں، اس لئے جس انسان میں یہ صفات ہوں آیات اُس کے متعلق ہوں گی۔

(روح المعانی)

بہت سے بندے ہیں جو مالدار صاحب وسعت ہونے کے سبب دین اور احکامِ الٰہی سے بے پروائی کرتے ہیں، ایسے بندوں کو تو کثرت مال پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے تھا، اور شکر کی صورت احکامِ الٰہی کی تابعداری ہے، مگر یہ لوگ سخت ناشکرے ہیں، اُن کی حالت مذموم ہے۔

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى: بیشک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے، یعنی اِس سرکشی کا علاج یہ ہے کہ ایسے انسان کو موت اور قبر و حشر کو سوچنا چاہیے کہ یہ زندگی اور یہ عیش و عشرت

کا ساز وسامان فانی ہے، اس کو چھوڑ کر اللہ تعالی کے پاس حاضر ہونا ہے۔

ارئیتَ الذی ینھٰی عبداً اذا صلّٰی :الذی ینھٰی سے خصوصاً ابوجہل اور عبداً سے نبی کریم ﷺ مراد ہیں، لیکن یہاں بھی الفاظ کا عموم ایسے ہر شخص کو شامل ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت نماز وغیرہ جیسے عمل سے کسی کو روکنا سخت گناہ ہے۔

مکروہ وقت میں نماز سے روکنا اِس وعید میں داخل نہیں:

لیکن اگر کوئی شخص مثلاً مکروہ وقت میں نماز پڑھ رہا ہو اُس کو کوئی نماز پڑھنے سے روکے وہ منع کرنے والا اِس وعید میں ہرگز داخل نہیں ہوگا کیوں کہ وہ نہی عن المنکر کر رہا ہے، اور نفسِ نماز سے نہیں روک رہا بلکہ مکروہ وقت کی نماز سے روک رہا ہے (روح المعانی) اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے کہ انہوں نے کچھ آدمیوں کو عیدگاہ میں عید نماز سے پہلے نماز پڑھتے دیکھا تو (ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، کسی نے عرض کیا پھر آپ ﷺ منع کیوں نہیں کر دیتے؟ فرمایا خطرہ ہے کہ اِس آیت کی وعید میں نہ آجاؤں، یا فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ بندہ جب نماز پڑھ رہا ہو میں اُس کو روکوں (روح المعانی) یا فرمایا تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ میں اُن لوگوں کو روکوں جو نماز پڑھتے ہیں، اور الذی ینھٰی عبداً اذا صلّٰی کے بمنزلہ ہو جاؤں۔

(مسند بزار ح۶۸۷ مسند علی بن ابی طالب)

اول: تو یہ روایت صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اِس میں مجہول راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ح۳۲۳۶)

دوم: قرآن وسنت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکید فرمائی گئی یہ روایت اُس کے خلاف ہے، کیوں کہ مکروہ بھی منکر ہے، جس سے منع کرنے کا حکم ہے۔

سوم: بالفرض ثابت ہو تو کنائی انداز سے منع تو فرمایا ہے، لیکن اپنی سمجھ کے مطابق محض احتیاط کی بناء پر صاف الفاظ میں منع نہیں فرمایا۔

ارئیتَ اِن کَانَ علَی الھُدٰی. او امر بالتقوی: یہ تو بتلاؤ اگر وہ ہدایت پر ہو یا تقویٰ کا حکم کرتا ہو تو یہ اُس کو کیسے منع کرتا ہے؟ (مظہری) یعنی پھر ایسے کو ایسے اچھے اعمال

سے کیوں منع کرنا چاہیئے؟ کَانَ اور اَمَرَ کے اندر مستتر ضمیر عبدًا کی طرف راجع ہے، کان علی الھدٰی سے مراد خصوصاً نماز کی ادائیگی ہے، جو مسلمان نماز پڑھے وہ ہدایت یعنی سیدھے راستے پر ہے۔ امر بالتقوٰی سے مراد شرک کفر سے بچنے اور عقیدہ توحید و احکام خداوندی کو اختیار کرنے کی دعوت اور گناہوں سے بچنے کی دعوت ہے۔

دوسری تفسیر یہ بھی ہے کہ اِس آیت میں ضمائر ابوجہل کی طرف راجع ہیں، یعنی دیکھیں اگر یہ کافر ہدایت پر ہوتا، یا تقوٰی کا حکم کرتا تو یہ اُس کے کفر کرنے سے اور نہی عن المعروف کرنے سے بہتر ہوتا۔

ارئیتَ ان کذّبَ وتولّٰی: یہ تو بتلاؤ اگر اُس نے جھٹلایا اور منہ موڑا، یعنی وہ جو منع کرنے والا ہے، اُس نے صرف نماز سے منع کرنے کا برا کام نہیں کیا بلکہ اِس کے ساتھ حق کو جھٹلایا اور قبول کرنے اور سننے سے منہ موڑ لیا، تو اللہ تعالی کے عذاب سے کیسے بچ سکے گا؟ (تفسیر مظہری) یہاں بھی کذّب و تولّٰی کی ضمیر مستتر فاعل الذی ینھٰی یعنی ناہی (منع کرنے والے) کی طرف راجع ہے۔

الم یعلم باَنّ اللہ یرٰی: کیا اِس منع کرنے والے کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالی دیکھتا ہے؟ یعنی یہ جانتا ہے کہ اللہ دیکھتا ہے، پھر بھی ایسی حرکتیں کرتا ہے، جو مناسب نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ ابوجہل اور کفار مکہ اللہ تعالی کی ذات اور اُس کی صفات علم وغیرہ کے قائل تھے، دہریہ قسم کے لوگ نہیں تھے۔

کلّا لئن لم ینتہ لنسفعاً بالناصیۃ: ہرگز ایسا نہیں اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا ضرور ہم اُس کو پیشانی سے پکڑیں گے، یعنی پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹیں گے، مراد خود اُس کی ذات کو گھسیٹنا ہے، خصوصاً پیشانی کے ذکر کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں:

اول: عرب کے نزدیک پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنا انتہائی تذلیل ہے۔ دوم: عرب چوپاؤں کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچتے تھے، اِس کے ساتھ وہی چوپائے والا سلوک ہوگا۔ سوم: ابوجہل پیشانی کے بالوں کی خوب کنگھی کرتا اور اُن پر خوشبو لگاتا تھا اس لئے خصوصاً اُس کا ذکر ہوا۔ (روح المعانی)

ناصية كاذبة خاطئة: ایسی پیشانی جو جھوٹی ہے اور گناہ کرنے والی ہے، مراد پیشانی والا ہے یعنی ابو جہل جھوٹ بولنے والا اور گناہ اور اللہ تعالی کی نافرمانیاں کرنے والا ہے اس لئے اُس کو یہ سزا ملے گی۔

فليدع ناديه سندع الزبانية: پس وہ بلالے اپنے ہم مجلسوں کو ہم بھی بلاتے ہیں جہنم کے فرشتوں کو، یہ اشارہ ہے اُس واقعہ کی طرف جو حضرت ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل آیا، کہنے لگا میں نے آپ کو اس سے منع نہیں کیا؟ تین بار کہا، نبی کریم ﷺ نے سلام پھیر کر ابو جہل کو ڈانٹا، تو ابو جہل کہنے لگا تجھے علم تو ہے کہ مکہ مکرمہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بڑی پارٹی والا نہیں ہے، اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں فليدع ناديه سندع الزبانية حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر ابو جہل اپنی پارٹی بلا لیتا اللہ تعالی کے جہنم پر مقرر فرشتے اُس کو پکڑ لیتے۔

(ترمذی ح۳۳۴۹)

ایک روایت میں ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں نے حضرت محمد ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اُس کی گردن روندوں گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر اُس نے ایسا کیا فرشتے سب کے سامنے اُس کو پکڑ لیں گے۔

(ترمذی ح۳۳۴۸)

كلا لا تطعه: ہرگز نہیں اُس کا کہنا نہ مانو، یعنی جیسے تبلیغ کرتے اور نماز پڑھتے ہو وغیرہ یہ سب عمل جاری رکھو، اِس کی منع کی پروانہ کرو، معلوم ہوا مبلغین اور علماء کا کام ہے دعوت و تبلیغ کئے جانا اور منع کرنے والوں رکاوٹ بننے والوں کی پروانہ کرنا۔

نماز کے سجدہ کی فضیلت:

واسجد واقترب: اور سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ، یعنی مخالفین اور منع کرنے والوں کی اِن حرکتوں سے دل کے اطمینان و تسلی حاصل کرنے کا عمل نماز ہے، جب بھی کوئی پریشان کرے نماز پڑھو ان شاء اللہ بشرط یقین دل کو تسلی ہوگی پریشانی نہ رہے گی، کیوں کہ نماز کے ذریعے اللہ تعالی کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جو اللہ تعالی کے جتنا زیادہ قریب ہوگا اتنا پریشانیاں اور فکریں اُس سے بھاگیں گی۔

كان رسول الله ﷺ اذا حزبه امر صلى
(ابو داؤد ح۱۳۱۹، مسند احمد ح۲۳۲۹۹، عن حذيفة رضی اللہ عنہ)

آپ ﷺ کو جب بھی کوئی معاملہ پریشان کرتا آپ ﷺ نماز پڑھتے۔

اسْجُدْ میں سجدہ جو کہ نماز کا جزء ہے بول کر کُل یعنی نماز مراد ہے، خصوصاً سجدے کا ذکر سجدے کی اہمیت وفضیلت کے اظہار کے لئے ہے، ساری نماز اللہ تعالیٰ کے قرب اور پریشانی دور ہونے کا سبب ہے لیکن نماز میں سجدہ نماز کے باقی ارکان کی بہ نسبت زیادہ قرب کا سبب ہے، کیوں کہ سجدے میں بندہ تواضع کی انتہائی آخری حالت میں ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجدٌ فاكثروا الدعاء

(ابن حبان ح۱۹۲۸، ابو داؤد)

بندہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب سجدہ کر رہا ہوتا ہے تو سجدے میں کثرت سے دعاء کیا کرو۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عليك بكثرة السجود فانه لا تسجد لله تعالى سجدة الا رفعك الله تعالى بها درجة وحط عنك بها خطيئة (ابن خزیمہ ح۳۱۶)

تم پر لازم ہے کہ زیادہ سجدے کیا کرو کیوں کہ تم اللہ کی رضا کے لئے جو سجدہ بھی کرو اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں تمہارا ایک درجہ بلند کرے گا اور اُس کے بدلے تمہارا ایک گناہ مٹادے گا۔

کثرت سجود کی صورت یہ ہے کہ آدمی زیادہ تعداد میں نوافل پڑھے اور اُن میں قیام لمبا نہ کرے۔

فائدہ: اِس آیت کی تلاوت سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے۔

بحمد الله وتوفيقه تم توضيح سورة العلق بيوم السبت بعد الظهر للسادس من شوال المكرم سنة ۱۴۳۸ھ والنظر الثانى لسادس عشر من الجمادى الثانية سنة ۱۴۴۰ھ

سورة القدر مكية

اس سورت میں 5 آیات، 30 کلمات، 112 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ
بیشک ہم نے اِس قرآن کو نازل کیا شبِ قدر میں، اور آپ کو کیا معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ایک
اَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ④
ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح اترتے ہیں اپنے رب کی اجازت سے ہر کام کے لئے، وہ
سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤
سلامتی والی ہے فجر طلوع ہونے تک

لغوی تحقیق:

انزلنا: فعل ماضی معلوم، صیغہ جمع متکلم، از افعال، اتارنا۔ لیلة: رات جو غروب آفتاب سے صبح صادق تک کا وقت ہے۔ القدر: درجہ، عزت، تقدیر۔ الف: ایک ہزار۔ شھر: مہینہ۔ تنزّلُ: اصل میں تتنزّلُ ہے، فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعل، اترنا۔ امر: کام، حکم۔ سلامٌ: بمعنی ذاتُ سلامۃ سلامتی والی، مطلع: ظرف زمان، از فتح، طلوع ہونے کا وقت۔

تفسیر:

ربط: سورہ علق کے شروع میں قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہوا، اور وہ آیتیں ذکر ہوئیں جو سب سے پہلے نازل ہوئیں، اِس سورت میں قرآن مجید کے نزول کی تاریخ اور اُس تاریخ کی فضیلت ذکر ہے۔

شانِ نزول:

مفسّر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بنی اسرائیلی عابد کا

ذکر کیا جو ہزار مہینے تک دنوں کو ہتھیار لگائے جہاد کرتا رہا، اور راتوں کو عبادت کرتا رہا، مسلمانوں کو اِس پر حیرانگی ہوئی، تو اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ (مظہری)

بنوامیہ کے خلاف ایک بے بنیاد روایت:

ترمذی، حاکم، ابن جریر وغیرہم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (خواب میں) بنوامیہ کو اپنے منبر پر دیکھا آپ ﷺ کو اُن کا منبر پر ہونا برا لگا تو اُس پر دو سورتیں سورہ کوثر اور سورہ قدر نازل ہوئیں، سورہ قدر میں لفظ یوں تھے لیلة القدر خیر من الف شهر یملکها بنو امیّة یعنی شب قدر اُن ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں بنوامیہ حاکم بنیں گے، قاسم بن فضل ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم نے گنتی کی تو واقعی بنوامیہ کی حکومت ہزار مہینے تھی نہ کم ہوئی نہ زیادہ۔ (مظہری)

یہ روایت ذرا بھی قابل التفات نہیں قاسم بن فضل سے اوپر راوی یوسف بن سعد مجہول ہے (ترمذی ح ۳۳۵۰) پھر اُس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا، یا وہ کسی اور سے روایت کر رہا ہے؟ معلوم نہیں ہے، پھر اس روایت سے سورہ قدر میں تحریف ہونا ثابت ہوتا ہے، اور یہ عقیدہ اہل سنت واجماع اہل حق کے خلاف ہے، اس لئے بالکل مردود روایت ہے، نیز بنوامیہ کی حکومت نوے سال سے اوپر ہے، جب کہ اس میں ہے کہ اُن کی حکومت ہزار مہینے (۸۳ سال ۴ ماہ) سے زیادہ نہ تھی، البتہ اگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور بھی ساتھ ملا یا جائے تو ۸۳ سال ۴ ماہ باقی رہتے ہیں۔ (جامع الاصول) نیز سورہ قدر مکی ہے، اور منبر نبوی تو مدینہ طیبہ میں بنایا گیا تھا، اس لئے امام ابوالحجاج مزی فرماتے ہیں یہ منکر روایت ہے (تفسیر ابن کثیر ۸/۴۲۵) قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی مالکی رحمہ اللہ (م ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے (القبس فی شرح مؤطا ص ۵۳۸) امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ حدیث بہت ہی منکر ہے (تفسیر ابن کثیر ۸/۴۲۵) امام ابن الجوزی فرماتے ہیں من گھڑت ہے۔ (الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر ص ۳۲۹)

فضائل شب قدر:

انّا انزلناهُ فی لیلة القدر: بیشک ہم نے اِس قرآن مجید کو شبِ قدر میں نازل کیا،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مکمل قرآن مجید کا نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر (بیت العزت میں) شب قدر میں ہوا پھر تھوڑا تھوڑا اللہ تعالیٰ نازل فرماتے رہے (سنن نسائی الکبریٰ ح ۱۱۶۲۵، مستدرک ح ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، مجمع الزوائد ح ۱۱۵۰۵، ۱۱۵۰۶)

اور ممکن ہے کہ حضور ﷺ پر قرآن مجید کے نزول کی ابتداء شب قدر میں ہوئی ہو۔

(آسان ترجمہ قرآن، حضرت علامہ مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

سوال: قرآن مجید کا نزول رات کے وقت کیوں شروع ہوا، دن میں کیوں نہ ہوا؟

جواب: قرآن مجید جنّت کی راہ سمجھانے والا ہے، اور جنّت کے ساتھ دن کی بہ نسبت رات کی مناسبت زیادہ ہے کہ رات جنّت کی طرح راحت وسکون کا اور بستر ووصال کا وقت ہے، اور دن کی دوزخ سے مناسبت ہے کہ دوزخ کی طرح تھکن کا سبب اور فراق کا وقت ہے، اور رات کی عبادت دن کی عبادت سے افضل ہے، کہ دن کی بہ نسبت رات کو دل جمعی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے ایسی خصوصیات کے سبب نزولِ قرآن رات کو ہوا۔

شب قدر رمضان شریف میں ہوتی ہے جیسا کہ شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن سے ظاہر ہے، پھر رمضان کے کون سے دنوں کی رات ہے؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں ارجح یہ ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی سی رات ہے، زیادہ امکان ستائیسویں کی رات کا بیان کیا جاتا ہے، بہرحال بندہ جس رات میں شب قدر کا گمان کر کے عبادت کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی نیت کے مطابق شب قدر کی عبادت کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

یاد رہے کہ ہر جگہ کی شب قدر اُس علاقے کے چاند کے حساب کے مطابق ہوتی ہے، مثلاً اگر ستائیس رمضان کو شب قدر ہوئی تو اگر سعودی عرب میں ستائیس پہلے ہے اور پاکستان میں دوسرے دن ہے تو سعودی عرب میں اُن کی ستائیس اور پاکستان میں یہاں کی ستائیس کو شب قدر سمجھی جائے گی۔

لیلة القدر خیر من الف شھر: شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اگر ایسے ہزار مہینے عبادت کی جائے جن میں شب قدر نہ ہو اُن کے مقابلے میں ایک شب قدر کی

عبادت کا اجر وثواب ایسے ہزار مہینے کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

شب قدر کا ایک معنی ہے تقدیر والی رات، کہ اس میں بندوں سے متعلق اللہ تعالیٰ کے فیصلے فرشتوں کے حوالے ہوتے ہیں، اور شب قدر کا دوسرا معنی عظمت والی رات، یہ نام بھی اُس رات کی فضیلت ظاہر کرتا ہے، احادیث میں بھی شب قدر کے فضائل آئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قام لیلة القدر ایمانًا واحتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبه.

(ترمذی ح ۶۸۳)

جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت کے ساتھ شب قدر میں قیام کرے اُس کے پچھلے سب (چھوٹے) گناہ بخش دیے جائیں گے۔

فائدہ: اگر ہمارے جیسا کم ہمت شب قدر میں عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھ لے (اور معمول سے کچھ زائد نوافل پڑھ لے) تو وہ بھی شب قدر کی رات قیام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

تنزّل الملائکة والروح فیها باذن ربهم من کلّ امر: اِس رات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے اور روح ہر حکم کے لئے اترتے ہیں، روح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں جیسا کہ یوم یقوم الروح میں ذکر ہوا، حدیث میں ہے کہ شب قدر میں جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور جو بندے نماز یا ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اُن کے لئے رحمت کی دعاء کرتے ہیں۔ (الدر المنثور ۸/ ۵۸۳، بحوالہ بیہقی)

من کلّ امر: یعنی سارے سال کے اندر پیش آنے والے تقدیری واقعات لے کر زمین پر اترتے ہیں، اس تفسیر کے مطابق انا انزلناہ فی لیلة مبارکة ...... فیها یفرق کلّ امر حکیم امراً من عندنا شب قدر سے متعلق ہے، اور بعض مفسرین نے جو لیلة مبارکة کی تفسیر شب برأت سے کی ہے تو اُس کے مطابق فیها یفرقُ کل امر حکیم کا مطلب یہ ہوگا کہ شب برأت میں سال کے تقدیری واقعات لوح محفوظ سے نقل ہو کر آسمانِ دنیا پر لائے جاتے ہیں اور شب قدر میں آسمانِ دنیا سے

فرشتوں کے حوالے کئے جاتے ہیں۔

سلام : وہ رات سلامتی والی ہے، جس میں شر بالکل نہیں خیر ہی خیر ہے، بعض نے من کلّ امر سلام کی صفت بنایا ہے تو امر سے مراد شر ہوگا یعنی سلام من کلّ امر ای من کل شر۔

هي حتى مطلع الفجر: وہ رات فجر طلوع ہونے تک ہوتی ہے جیسا کہ ہر رات صبح صادق طلوع ہونے تک ہوتی ہے، تو اُس رات کی برکات بھی صبح صادق تک رہتی ہیں۔

بحمد الله و توفيقه تم توضيح سورة القدر بيوم الاحد بعد الظهر للسابع من شوال المكرم سنة ۱۴۳۸ھ، والنظر الثاني لثامن عشر من الجمادي الثانية سنة ۱۴۴۰ھ

★★

سورة البينة مدنية

اس سورت کو سورۃ بینة اور سورۃ لم یکن بھی کہتے ہیں، اس میں 8 آیات، 94 کلمات، 399 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى
وہ لوگ جنھوں نے کفر اختیار کیا اہل کتاب اور مشرکوں میں سے باز آنے والے نہ تھے یہاں تک کہ آتی اُن کے
تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝
پاس کھلی دلیل، یعنی پیغمبر اللہ کی طرف سے جو پڑھتا پاک ورق، جن میں مضبوط مضامین لکھے ہوئے ہوں، اور نہیں
وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا
اختلاف کیا اہل کتاب نے مگر بعد اس کے کہ اُن کے پاس کھلی دلیل آئی، اور اُن کو تو بس اسی کا حکم دیا گیا تھا کہ

إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۙ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں خالص کرکے اُس کے لئے عبادت کو یکسو ہوکر ،اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیتے

وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي

رہیں اور یہی درست مضامین کا طریقہ ہے، بیشک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب اور مشرکین میں سے جہنم کی

نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

آگ میں ہوں گے اُس میں ہمیشہ رہیں گے، یہی لوگ ہی سب مخلوق میں سے بدتر ہیں، بیشک جو لوگ ایمان

الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ

لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے یہی لوگ ہی سب مخلوق میں سے افضل ہیں، اُن کا بدلہ اُن کے رب کے پاس

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اُن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے، اللہ تعالیٰ اُن سے

ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

راضی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے، یہ اُس کا بدلہ ہے جو اپنے رب سے ڈرا۔

لغوی تحقیق:

لم یکن : فعل جحد معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر ،ہونا۔ کفروا: ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از نصر ،انکار کرنا۔ اہل الکتاب : وہ لوگ جن کو آسمانی کتابیں ملیں خصوصاً یہود و نصاریٰ مراد ہوتے ہیں۔ المشرکین: اسم فاعل، صیغہ جمع مذکر، از افعال شرک کرنا۔ منفکین : اسم فاعل، صیغہ جمع مذکر، از انفعال باز آنا، رکنا۔ تأتي : فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از ضرب آنا۔ البینۃ : کھلی دلیل۔ یتلوا: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر ،تلاوت کرنا۔ صحفًا: صحیفۃ کی جمع ورق۔ قیمۃ : قیمی مضبوط۔ تفرّق : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعل منتشر ہونا، جدا جدا ہونا۔ اُوتُوا : ماضی مجہول، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال، دینا۔

اُمِرُوا: فعل ماضی مجہول، صیغہ جمع مذکر غائب، از نصر حکم دینا۔ لیعبدوا: لام تعلیل ہے جس کے بعد اَن مقدر ہوتا ہے۔ یعبدوا: اصل میں یعبدون ہے، مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از نصر عبادت کرنا۔ مخلصین: اسم فاعل، صیغہ جمع مذکر، از افعال، خالص کرنا۔ الدّین: مذہب، طریقہ، عبادت۔ حنفاء: حنیف کی جمع، توجہ ہر طرف سے ہٹا کر ایک طرف متوجہ ہونے والا۔ یقیموا: اصل یقیمون ہے، مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال، قائم کرنا۔ الصلوة: نماز، دعا، درود شریف۔ یؤتوا: مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال، دینا۔ الزکوة: زکوۃ۔ جهنم: دوزخ کا نام۔ خالدین: اسم فاعل، صیغہ جمع مذکر، از نصر، ہمیشہ رہنا، شرّ: بمعنی اسم تفضیل بدتر۔ البریّة: اصل میں بریئةٌ ہے بمعنی مخلوق۔ جزاء: بدلہ۔ عدن: ٹھہراؤ۔ تجری: فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از ضرب، بہنا۔ تحت: نیچے۔ الانہر: نھر کی جمع۔ ابدًا: ہمیشہ۔ رضی: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از سمع، خوش ہونا۔ رضوا اِسی سے صیغہ جمع مذکر غائب۔ خَشِیَ: فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از سمع، ڈرنا۔

تفسیر:

ربط: سورہ قدر میں نزول قرآن کا ذکر تھا اِس سورت میں نزولِ قرآن کے سبب یا علت کا بیان ہے، اور قرآن مجید کے ماننے والوں کے اچھے انجام کا اور نہ ماننے والوں کے برے انجام کا ذکر ہے۔

لم یکن الذین کفروا من اهل الکتٰب والمشرکین: اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ اول: لم یکن فعل ناقص ہے، اور مشرکین سے عرب کے بت پرست مراد ہیں، یعنی دنیا کے کافر و مشرک اور اہل کتاب بے حد جہالت اور ضد کے سبب اپنے کفر و شرک سے اُس وقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک اُن کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے واضح حجت نہ آتی یعنی کوئی پیغمبر نہ آتا، اس لئے اللہ تعالی نے اُن کو سمجھانے اور اُن پر حجت تام کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید دے کر بھیجا۔

ثانی: لم یکن فعل تام ہے، اور مشرکین کا مصداق بھی اہل کتاب ہیں کہ اُن میں شرک فی الالوہیت سرایت کر گیا تھا، مطلب یہ ہے کہ یہ اہل کتاب جو نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے کفار کے مقابلہ میں فتح کی دعائیں کرتے، اور مشرکینِ عرب سے کہتے کہ نبی آخرالزمان تشریف لائیں گے، وہ تمہارے مقابلہ میں ہماری باتوں کی تصدیق کریں گے، اور اُن کے ساتھ مل کر ہم تم سے لڑیں گے، اِن باتوں پر پکے تھے، اور اِن باتوں کو چھوڑنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ نبی آخرالزمان ﷺ تشریف لائے تو اِن سب باتوں سے منہ موڑ لیا، اور آپ ﷺ کے انکاری ہو گئے۔

رسولٌ من اللہ یتلو صحفًا مطھرۃ: واضح حجت سے مراد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت نبی کریم ﷺ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے، مِنَ اللہ ای مبعوث من اللہ، جو قرآن مجید پڑھ کر سناتے ہیں۔

یتلوا صحفاً مطھرۃ: وہ پیغمبر پاکیزہ اوراق پڑھ کر سنائے، ایسے اوراق جو جھوٹ شک سے پاک ہوں گے، تحریف بھی جھوٹ ہے وہ تحریف سے بھی پاک ہوں گے، قرآن مجید میں کبھی کوئی تحریف لفظی نہیں کر سکے گا، بلکہ سارا قرآن ہمیشہ محفوظ ہوگا انا لہٗ لحافظون۔

فیھا کتب قیّمۃ: قرآن مجید کے اوراق میں قیمتی اور مضبوط مضمون ہوں گے، شک سے بالا قطعی اور یقینی ہوں گے، صحیح ہدایات ہوں گی۔

ضد و عناد حق قبول کرنے سے رکاوٹ، اور اہلِ علم کی حالتِ زار:

وما تفرق الذین اوتوا الکتٰب الا من بعد ما: نبی کریم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے اور نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے اہل کتاب آپ ﷺ کو مانتے تھے، مگر جب آپ ﷺ تشریف لائے، اُنہی اہل کتاب نے ضد و عناد میں مبتلا ہو کر آپ ﷺ کا انکار کیا اور آپ ﷺ سے اختلاف کیا، اُن کے اِس اختلاف کے لئے کوئی جواز نہیں تھا، بغیًا بینھم آپس کے ضد کی وجہ سے اِس نعمت سے محروم رہے، چوں کہ مشرکین لوگ

پہلے سے نہ کسی نبی کے قائل تھے نہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا اعتقاد تھا، اور اہل کتاب قائل تھے، اس لئے اللہ تعالی نے یہاں صرف اہل کتاب کا ذکر فرمایا۔

یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالی نے یہود ونصاریٰ کے اِس مرض کا ذکر فرمایا نبی کریم ﷺ کی امت کو سبق دینے کے لئے کہ حضور ﷺ کی امت کے اہل علم لوگ اِس مرض میں مبتلا نہ ہوں، افسوس جو بیماری یہود اہل علم میں تھی، وہی حضور ﷺ کی امت کے اہلِ علم میں ہے، یہ مرض ہم اہلِ علم کی جہالت کی نشانی ہے، اہلِ علم ہو کر اہلِ جہل ہوئے، ضد وعناد جہالتِ محضہ ہے، جو آدمی کو قبولِ حق سے محروم کرتی ہے، اہلِ علم باہم جس بات میں اختلاف کرتے ہیں، چاہے مخالف کے مُنہ سے حق بات نکلے ضد وعناد کی بنا پر قبول نہیں کرتے، مختلف جماعتوں میں بٹ کر ایک جماعت کے اہلِ علم دوسری جماعت سے بغض رکھے ہوئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہاں جہاں حق و باطل کی حد میں پہنچا ہوا اختلاف ہو، وہاں بغض لِلّٰہ ہونا عین ایمان ہے، مگر بغض لِلّٰہ ہو بغض لنفسہٖ نہ ہو، لیکن اہلِ باطل پر اس طرح شفقت اور ترس کھانے کی ضرورت ہے جیسے خطرناک مرض کے مریض پر شفیق حکیم کو ترس آتا ہے، اللہ تعالی ہمیں یہ دولت نصیب فرمائے آمین، یہ دولت اہلُ اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنے سے ملتی ہے۔

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین: حالانکہ اہلِ کتاب کو اُن کی کتابوں میں حکم دیا گیا تھا کہ صرف اللہ تعالی کی عبادت کریں، اللہ تعالی کے غیر کی عبادت نہ کریں لیکن اہل کتاب بھی شرک میں مبتلا ہوئے اللہ تعالی کے ساتھ عزیر علیہ السلام عیسی علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہا اور تین خداؤں کے قائل ہوئے، انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے سجدے کرنے لگے وغیرہ، یہ مرض بھی حضور ﷺ کی امت میں پیدا ہو گیا، اللہ تعالی امت کو ہدایت فرمائے آمین۔

عبادت میں اخلاص:

مخلصین لہ الدین: سے ظاہر ہوا کہ جیسے عبادت صرف اللہ تعالی کی ہو اُس کے غیر کی نہ ہو ایسے ہی اللہ تعالی کی عبادت بھی صرف اللہ تعالی کی رضا کے لئے ہو اُس میں

ریاکاری نہ ہو، اور حنفاء کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کرتے وقت عابد متوجہ الی اللہ ہو غیر اللہ کا دھیان بھی دماغ سے نکال دے۔

ایک ہے خیال آنا، دوسرا ہے خیال لانا، خیال آنا توجہ الی اللہ ہوتے ہوئے توجہ الی اللہ کے خلاف نہیں بشرطے کہ آدمی خیال کے پیچھے نہ پڑ جائے، ہاں خیال لانا برا ہے، خود خیال آنے سے اپنی توجہ آدمی عبادت کی جانب پھیر دے

وساوس جو آتے ہیں اُن کا ہو غم کیوں وساوس کا آنا نہ لانا برا ہے

نماز قائم کرنے کا حکم یہود کو:

ویقیموا الصلوۃ: اور حکم دیا گیا تھا کہ نماز قائم کریں، ایک ہے نماز پڑھنا اور ایک ہے نماز قائم کرنا، پڑھنا تو عام ہے جیسی کیسی ہو، قائم کرنا یہ ہے کہ نماز کا ظاہر و باطن دونوں پُرسکون ہوں، اور فرائض و واجبات و سنن و مستحبات کی پوری پوری رعایت کی جائے، ظاہر کے سکون کو خضوع کہتے ہیں، باطن کے سکون کو خشوع کہتے ہیں، باطن کا اثر ظاہر پر ہوتا ہے اس لئے ایک نمازی داڑھی سے کھیل رہا تھا تو حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔

(مصنف عبدالرزاق ح ۳۳۰۸)

زکوۃ کا حکم:

ویؤتوا الزکوۃ: اور زکوۃ ادا کریں، اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور زکوۃ کا حکم خاص حضور ﷺ کی امت کو نہیں آپ ﷺ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام اور اُن کی امتوں کو بھی یہ حکم تھا بنی اسرائیل سے متعلق ذکر ہے و قال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ و اٰتیتم الزکوۃ و اٰمنتم برسلی الایۃ البتہ بعض تفصیلات میں حضور ﷺ کی امت اور سابقہ امتوں کی نماز زکوۃ میں کچھ فرق ہے۔

وذالك دين القيمة: یہی طریقہ ہے درست مضامین کا، یعنی یہ جو اعمال اوپر بتائے گئے اِن اعمال کی ادائیگی ہی صحیح راستہ ہے، جس کا حکم قرآن کریم میں ہے، اور گذشتہ کتابوں میں بھی یہی حکم دیئے گئے، ان اعمال کا حکم خصوصاً نبی کریم ﷺ کی امت کو نہیں

ہے، تو جب آپ ﷺ والا دین نیا دین نہیں آپ کے بتائے ہوئے کام انوکھے اور نئے نہیں پھر منکرین اور مخالفین کے انکار اور مخالفت کا کیا جواز؟

مؤمنین کاملین افضل مخلوق، انسانوں اور فرشتوں میں سے افضل:

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئك : ایمان واعمال صالحہ والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کی ساری مخلوق میں سے افضل بہتر برتر ہیں ۔

آیت میں فرمایا کہ ایمان واعمال صالحہ والے انسان سب مخلوق میں سے افضل اور بہتر ہیں، اس سے کئی علماء نے استدلال کیا کہ انسان فرشتوں سے افضل ہیں، مگر اُس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ انسانوں میں سے جو خواص ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام وہ فرشتوں میں سے خواص سے افضل ہیں، فرشتوں کے خواص سے مراد چار فرشتے جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام ہیں، اور انسانوں میں سے جو عوام ہیں جن سے مراد مؤمنین صالحین ہیں وہ عوام فرشتوں سے افضل ہیں نہ کہ خواص فرشتوں سے، باقی جو مؤمنین صالحین نہیں ہیں اُن کا حکم صالحین کا صرف اُس وقت ہوگا جب وہ آخرت میں گناہوں سے صاف ہوجائیں گے یا تو مغفرت کے ذریعے یا سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہوکر ۔ (مظہری ۱۰/۳۱۹)

الذین آمنوا وعملوا الصلحت سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعہ لوگ؟

بحوالہ ابن مردویہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا قول ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئك هم خير البريّة سنا؟ وہ تو اور تیرے شیعہ لوگ ہیں میرے اور اُن کے وعدے کی جگہ حوض کوثر ہے، جب امتیں حساب کے لئے آئیں گی اِن لوگوں کو بلایا جائے گا تو ان کے چہرے اور اعضاءِ وضوء چمک رہے ہوں گے ۔

ایسے ہی بحوالہ ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مراد تو اور تیرے شیعہ ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش کئے ہوئے ہوں گے ۔ (روح المعانی ۳۰/۲۲۹)

اول: تو اِن روایات کی سندیں قابل اعتماد نہیں ہیں، امام ذہبی حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں:

و الجواب المطالبة بصحته و ان کنا جازمین بوضعه (المنتقیٰ ۱/۴۵۷) ہمارا مطالبہ ہے کہ اِس روایت کو صحیح ثابت کرو، ہمیں تو یقین ہے کہ یہ من گھڑت روایت ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں: ان هٰذا مما هو کذب موضوع (منهاج السنة ۷/۲۵۸) یہ جھوٹ اور من گھڑت ہے۔

دوسرے اگر بالفرض یہ روایتیں کسی درجہ میں صحیح ہوں تو شیعانِ علی سے مراد وہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ ہیں جو اُن کے حامی اور اُن کے ساتھ لڑائیوں میں شامل اور اُن سے واقعی ایسی محبت کرتے تھے جو شریعت میں مطلوب ہے، نہ کہ نام کے شیعانِ علی، اور ایسے شیعانِ علی الذین آمنوا و عملوا الصلحت میں سے ایک ہیں نہ یہ کہ صرف وہی ہی الذین آمنوا و عملوا الصلحت ہیں، بلکہ جو لوگ بھی ایمان و اعمال صالحہ کے جامع ہوں وہ جو اور جہاں کے اور جس زمانہ کے ہوں سب الذین آمنوا و عملوا الصلحت اولئك هم خير البريّة میں داخل ہیں۔

جزاء هم عند ربهم جنت عدن: ایمان واعمال صالحہ والوں کی جزاء کا بیان ہے کہ اُن کا بدلہ اُن کے رب کے پاس رہنے کے باغات ہیں، ''رب کے پاس'' کا مطلب ہے کہ آخرت کے عالم غیب میں یہ بدلہ موجود ہے۔ عدن کا مطلب یہ ہے کہ وہ باغات محض سیر وسیاحت کے لئے نہیں ہوں گے کیوں کہ سیر وسیاحت کے باغات میں رہائش گاہیں نہیں ہوتیں اور کچھ تھوڑے سے وقت کے لئے وہاں جاتے ہیں بلکہ یہ ایسے باغات ہوں گے جن میں رہائش گاہیں بھی ہوں گی، جنت میں کوئی رہائش گاہ ایسی نہیں ہوگی جس میں باغات نہ ہوں رہائش گاہ اور باغ لازم و ملزوم ہوں گے، اور ایسی رہائش گاہ خوب راحت رساں اور باعثِ سکون وخوش کن ہوتی ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ جنتِ عدن جنت کا خاص طبقہ ہے، اور یہ جنت کا درمیان کا حصہ ہے۔

تجری من تحتها الانہٰر: اُن باغات کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یعنی اُن کے درخت اونچائی پر اور اُن کی نہریں پستی میں جاری ہوں گی۔

خالدین فیھا ابدًا: وہ لوگ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، دنیا کے گھروں کی طرح نہیں کہ موت آ کر آدمی کو گھر سے جدا کر دیتی ہے یا گھر گر جاتے ہیں، بلکہ وہ گھر بھی ہمیشہ کے اور اُس کے رہائشی بھی ہمیشہ رہنے والے ہوں گے کہ نہ موت آئے گی، نہ بیماری، نہ بڑھاپا، وغیرہ۔

رضی اللہ عنھم: اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوں گے، یعنی ایسا نہیں ہوگا جیسے دنیا میں نافرمانوں کو خوب مال و دولت اور سامان عیش و عشرت دیا جاتا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی نہیں ہوتے، بلکہ اہل جنت کو عیش کا سامان خوب ملے گا اور اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوں گے۔

و رضوا عنہ: اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے، دنیا میں بعض اوقات حسرتیں رہ جاتی ہیں جن کے پورا نہ ہونے کے سبب دل میں ارمان سارہ جاتا ہے جنت میں کوئی حسرت نہ رہے گی سب خواہشیں پوری ہوں گی اس لئے ذرا بھی دل میں ایسی حسرت نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کیوں نہ دے دی؟

ذالك لمن خشی ربہٗ: یہ سب بدلہ اُس کے لئے ہوگا جو اپنے رب سے ڈرتا ہوگا، یعنی صرف ایمان و اعمال صالحہ مذکورہ مکمل کامیابی کے لئے کافی نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو جس کے سبب آدمی گناہوں سے بچتا ہے یعنی ایمان و عمل صالح کے ساتھ گناہوں سے پرہیز بھی ضروری ہے تب یہ کامیابیاں حاصل ہوں گی، ورنہ اگر عقیدہ صحیح ہو، فرائض وواجبات و سنن مؤکدہ وغیرہ جیسے اعمال کی پابندی بھی ہو مگر زنا، چوری، جھوٹ، غیبت، حرام آمدنی، رشوت وغیرہ گناہوں کا مرتکب ہو تو پوری کامیابی نہیں ہوگی، بلکہ اول سزا ہوگی۔

منسوخ حصہ:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم فرماتے ہیں کہ میں تیرے سامنے قرآن مجید پڑھوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بینہ پڑھی

اور اُس میں یہ بھی پڑھا:

ولو ان ابن آدم سأل واديًا من مال فاعطيه يسأل ثانيًا ولو سأل ثانيًا فاعطيه يسأل ثالثًا ولا يملأ جوف ابن آدم الا التراب و يتوب الله على من تاب و ان الدين عندالله الحنيفية غير الشركة و لا اليهودية و لا النصرانية و من يفعل ذالك فلن يكفر (روح المعانی ۲۴۰/۳۰ مسنداحمد، ترمذی، مستدرک حاکم۔ صححه الحاکم والذهبی)

ترجمہ: اگر آدمی ایک جنگل مال کا مانگے اور میں اُس کو دے دوں تو پھر دوسرا مانگے گا، اور اگر دوسرا مانگے اور میں اُس کو دے دوں تو تیسرا مانگے گا اور آدمی کا پیٹ نہیں بھر سکتی مگر مٹی اور اللہ تعالیٰ اُس پر مہربانی والی توجہ فرماتے ہیں جو توبہ کرے، اور بیشک دین تو اللہ کے نزدیک حنیفیت (توحید والا) ہے نہ شرک والا نہ یہودیت نہ عیسائیت، اور جو توحید والا دین اختیار کرے گا ہرگز اُس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔

یہ روایت اِنہی الفاظ میں یا اِن سے ملتے جلتے الفاظ میں متعدد کتبِ حدیث میں ہے (مستدرک ح۲۸۸۹، حلیۃ الاولیاء ۱۸۷/۴، ترمذی ۳۸۹۸، مسنداحمد ۲۱۲۰۳) وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اسی مضمون کی ایک روایت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے بھی ہے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی آیت کے لفظ اس طرح ہیں "انا انزلنا المال لاقام الصلوة و ايتاء الزكوة ولو كان لابن آدم واد لاحب ان يكون اليه ثان و لو كان له واديان لاحب ان يكون اليهما ثالث و لا يملأ جوف ابن آدم الا التراب ثم يتوب الله على من تاب"۔ (مسنداحمد ۲۱۹۰۶)

ایک روایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں پڑھایا یا میرے سامنے پڑھا "لو كان لابن آدم واديان من ذهب لابتغى الثالث و لا يملأ جوف ابن آدم الا التراب و يتوب الله على من تاب يا لو كان لابن آدم واديا من مال لابتغى اليه ثانيًا و لو كان له ثانيًا

لابتغی الیہ ثالثًا و لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب و یتوب اللہ علی من تاب. (مسند احمد ح ۲۱۱۱۱، ترمذی ۳۸۹۸ حدیث صحیح)

ایک روایت حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں ہم ایک سورت پڑھتے تھے جس کو لمبائی اور سختی میں سورہ برأت جیسا کہتے تھے وہ میں بھلادیا گیا ہوں صرف یہ حصہ اس کا یاد رہا۔

لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی وادیًا ثالثًا و لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب.

اور ایک سورت ہم پڑھتے تھے اس کو مسبحات کے مشابہ کہتے تھے وہ بھی مجھے بھلادی گئی صرف اتنا یاد رہا۔

"یاایھاالذین آمنوالم تقولون مالاتفعلون فتکتب شھادۃ فی اعناقکم فتسألون عنھا یوم القیامۃ (مسلم ح ۱۱۹۶/۱۰۵۰)

ان روایات کے بارے میں اول: تو یہ بات ہے کہ یہ اخبار احاد ہیں خبر واحد سے کسی حصے کا آیت قرآنی ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، جب کہ بعض راویوں نے قرآن ہونا بیان کیا ہے، اس لئے اہل سنت کے نزدیک یہ ذراجت نہیں ہیں۔

دوم: یا یہ حصے جن کے الفاظ ذکر ہوئے حدیث قدسی ہیں، راویوں سے غلط فہمی ہوئی مثلاً رسول اللہ ﷺ سے لفظ نقل کئے گئے قال اللہ تعالی. یقول اللہ تعالی تو بعض راویوں نے اُس کو قرآن کی آیت سمجھا حالانکہ رسول اللہ ﷺ حدیث قدسی بیان فرمارہے تھے، ظاہر ہے کہ یہ غلط فہمی اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد کے راویوں سے ہوئی ہوتو ناممکن نہیں، اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم راویوں سے ہوئی ہوتو کُل صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ غلط فہمی نہیں ہوئی صرف بعض سے ہوئی، اور اُن بعض کے مقابلے میں دوسرے کثیر تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو ذرا غلط فہمی نہیں ہوئی وہ قرآن مجید مکمل رسول کریم ﷺ کو سنا چکے تھے، اور حضور ﷺ سے مکمل قرآنی آیات کی تعلیم حاصل کر کے حافظ قرآن ہو چکے تھے ان کو قرآن اور غیر قرآن میں تمیز حاصل تھی اُنہی نے قرآن مجید جمع کیا تو جاننے کے سبب قرآن مجید میں صرف قرآن مجید لکھا غیر

قرآن خارج کیا چاہے حدیث قدسی ہو یا تفسیری الفاظ ہوں، اس لئے مذکورہ روایات میں ذکر کردہ الفاظ قرآن میں نہیں لکھے گئے، ان لفظوں کے قرآن نہ ہونے یا حدیث قدسی ہونے یا حدیث نبوی ہونے کے بہت سے قرائن ہیں مثلاً :

عطاء قال سمعتُ ابن عباس رضی اللہ عنہما یقول سمعتُ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول مثل ذالك قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہما فلا ادری امِنَ القرآن هو ام لا ؟. (فضائل القرآن لابی عبید ص ۳۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لو ان لابن آدم ملء واد مالا لاحب اليه مثله ولا يملأ جوف ابن آدم الاالتراب ويتوب الله على من تاب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے معلوم نہیں قرآن میں سے ہے یا نہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن اور علوم قرآن، تفسیر قرآن کے بڑے ماہر تھے اگر یہ حصہ قرآن میں سے ہوتا تو کیسے نہ جانتے؟

قتادة قال سمعت انسًا رضی اللہ عنہ يقول قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لو كان لابن آدم واديًا من مال لابتغى اليه ثانيًا و لو كان له ثانيًا لابتغى اليه ثالثًا و لا يملأ جوف ابن آدم الا التراب و يتوب الله على من تاب. قال انس رضی اللہ عنہ فلا ادری شیء انزل عليه او كان يقوله (مسند ابی داؤد طیالسی ۲۰۹۵، مسند احمد ۱۲۲۲۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، مجھے نہیں معلوم یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی یا خود ارشاد فرما رہے تھے، اگر یہ قرآن کا حصہ ہوتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آیت قرآنی ہونا کیسے معلوم نہ ہوتا جب کہ بعد میں حافظ قرآن بن گئے تھے۔

عن ابی واقد الليثی قال كنا نأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا انزل عليه فيحدثنا فقال لنا ذات يوم ان الله قال اناانزلنا المال الخ و لو كان لابن آدم وادا الخ. (مسند احمد ۲۱۹۰۶)

ابو واقد لیثی فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا اللہ تعالیٰ یوں

فرمارہے ہیں انا انزلنا المال لاقامة الصلوة و ایتاء الزکوة اورفرمارہے ہیں لو کان لابن آدم واد------

شاید ایسے ہی الفاظ سے بعض کو غلط فہمی ہوئی حالانکہ ان اللہ یقول یاقال اللہ سے الفاظ قرآن ہونا نہیں بلکہ حدیث قدسی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

اگر واقعی ایسی روایات میں مذکور حصہ کا قرآن میں سے ہونا مان لیا جائے تو پہلے یہ قرآن میں سے تھا بعد میں اُس حصے کی تلاوت منسوخ ہوگئی گو کہ حدیث کے درجے میں حکم باقی رہا

بحمدالله و توفيقه قد تم توضيح سورة البينة بيوم الاحد بعد الظهر لرابع عشر من شوال المكرم سنة ۱۴۳۸ھ و النظر الثانی لرابع وعشرين من الجمادی الثانية سنة ۱۴۴۰ھ

❁❁❁

سورة الزلزال مدنية

اس سورت میں 8 آیات، 35 کلمات، 149 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ
جب زمین ہلادی جائے گی اپنی حرکت سے، اور زمین نکال دے گی اپنے بوجھوں کو، اور آدمی کہے گا اِس
مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۗ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ
کو کیا ہوگیا؟، اُس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی، اس لئے کہ تیرے رب نے اُس کو حکم کیا ہوگا، اُس دن
النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۗ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۗ﴿۷﴾
لوگ واپس ہوں گے مختلف جماعتیں بن کر تا کہ اُنہیں اُن کے اعمال دکھائے جائیں، تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾
ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے گا

لغوی تحقیق:

زُلزِلَتْ: فعل ماضی مجہول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از باب فعلل ہلنا۔ آخرجَتْ: فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از افعال نکالنا۔ اثقال: ثِقل کی جمع، بوجھ۔ تُحدّثُ: مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از تفعیل خبر دینا، بتلانا۔ اخبار: خبر کی جمع، کوئی سی بات۔ اوحیٰ: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال، حکم دینا۔ وحی بھیجنا۔ یصدر: مضارع معلوم، از نصر، متعدی بہ عن واپس ہونا۔ اشتاتا: شتّ کی جمع، متفرق لوگ۔ لِیُرَوا: لام تعلیلیہ۔ یُرَوا: فعل مضارع مجہول، صیغہ جمع مذکر غائب، از فتح دیکھنا۔ اعمال: عمل کی جمع، کئے ہوئے کام۔ یعملْ: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از سمع، عمل کرنا۔ مثقال: وزن کی جانے والی چیز۔ ذرّۃ: معمولی چیز، سرخ رنگ کی چھوٹی چیونٹی، روشن دان میں سے نظر آنے والے اڑتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ذرات۔ خیرًا: بھلائی، نیکی۔ یَرَہٗ: ہٗ ضمیر منصوب متصل۔ یَرَ: فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از فتح دیکھنا۔ شرًّا: برائی۔

تفسیر:

ربط: سورہ بینہ میں مسلمانوں کا اچھا انجام اور کافروں کا برا انجام ذکر ہوا، اس سورت میں اُس انجام کے دن اور وقت کا ذکر ہے۔

زمین پر زلزلہ:

اذازلزلت الارض: جب زمین ہلادی جائے گی اپنی مضبوط حرکت سے زمین کے بار بار ہلنے کو زلزلہ کہتے ہیں، آیت میں جس زلزلے کا ذکر ہے اُس سے کونسا زلزلہ مراد ہے؟ اس بارے میں دو قول ہیں۔ اول: پہلا صور پھونکے جانے سے پہلے کا زلزلہ مراد ہے، جو علامات قیامت میں سے ہے، حلیمی وغیرہ نے اس کو راجح ٹھہرایا ہے۔ (مظہری)

دوم: جب دوسرا صور پھونکا جائے گا اُس وقت سخت زلزلہ برپا ہوگا جس سے زمین کے اندر کے مردے باہر نکل پڑیں گے، زمین برابر کردی جائے گی، میدان حشر ہموار ہوگا، علامہ

آلوسی، حضرت تھانوی اور ابن العربی رحمہم اللہ اور علماء کی ایک جماعت اِسی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(بیان القرآن، مظہری، روح المعانی)

واخرجت الارض اثقالھا: اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی، اِن بوجھوں سے مراد زمین میں مدفون مردے بھی ہیں، اور زمین کے اندر موجود خزانے بھی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے:

تلقی الارض افلاذ کبدھا امثال الاسطوانات من الذھب و الفضة فیجیء القاتل فیقول فی ھٰذا قتلتُ و یجیء القاطع فیقول فی ھٰذا قطعتُ رحمی و یجیء السارق فیقول فی ھٰذا قطِعَتْ یدی ثم یدعونہ فلا یأخذون منہ شیئًا (مسلم ۶۲/۱۰۱۳)

زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے چاندی بڑے بڑے ستونوں کی صورت میں اگل دے گی، تو قاتل آکر کہے گا اسی کی خاطر میں نے قتل کیا تھا، اور رشتہ داری توڑنے والا آکر کہے گا اسی کی خاطر میں نے رشتہ داری توڑی تھی، چور آکر کہے گا اسی کی خاطر میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا، پھر یہ لوگ اِن چیزوں کو چھوڑ دیں گے اِن میں سے کچھ نہیں اٹھائیں گے۔

زمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی تو کچھ باہر نکال دیتی ہے، کبھی آگ کے پہاڑ ظاہر ہوتے ہیں، زمین پھٹ جاتی ہے، اور انگارے اور آگ پھینکتی ہے، اور کبھی شہروں کے شہر اپنے اندر لے لیتی ہے، سنہ ۱۹۰۹ء میں اٹلی میں شہر ''مسینا'' کُل آبادی سمیت نگل گئی، پاکستان میں پہلا کوئٹہ زمین میں چلا گیا ہے، اور موجود کوئٹہ اُس کوئٹہ کے اوپر آباد ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے، قیامت میں زمین اپنے اندر کا سب اُگل دے گی۔

وقال الانسان مالھا: اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا؟ انسان عام ہے مسلمان کافر دونوں کو، مسلمان کا کہنا اُس حال کو عظیم و ہولناک سمجھ کر ہوگا اور کافر کا کہنا بطور تعجب ہوگا۔

(روح المعانی)

زمین ہماری حرکتیں سمجھتی ہے:

یومئذ تحدث اخبارھا بانّ ربك اوحی لھا: اس دن زمین اپنی خبریں بتائے

کی اس وجہ سے کہ تیرا رب اُس کو حکم کرے گا، مراد یہ ہے کہ زمین کے جس حصے پر کسی نے کوئی بھی عمل کیا نیک یا برا زمین وہ سب زبانِ قال سے بتائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ زمین کی خبریں کیا ہوں گی؟ عرض کیا اللہ و رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں، فرمایا

فان اخبارها ان تشهد علی کل عبد وامة بما عمل علی ظهرها تقول عمل یوم کذا کذا. (احمد، ترمذی)

زمین کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر بندے اور بندی پر گواہی دے گی جو عمل اُس نے زمین پر کیا ہو گا وہ کہے گی اِس نے فلاں دن فلاں عمل کیا۔

حضرت ربیعہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا زمین کا خیال رکھا کرو کہ یہ تمہارا ٹھکانہ ہے۔

وانه لیس من احد عمل علیها خیرًا او شرًّا الا وهی مخبرة.

(مظہری، طبرانی)

جو کوئی بھی اِس پر کوئی عمل کرے گا نیکی ہو یا برائی یہ زمین بتائے گی۔

نقل ہے کہ حضرت ابوامیہ نے مسجد حرام میں فرض نماز پڑھی، پھر ذرا آگے ہو گئے، مزید نماز کچھ ایک جگہ اور کچھ دوسری جگہ پڑھی، اس طرح کئی جگہوں پر نماز پڑھی، جب فارغ ہوئے، تو کہا گیا کہ یہ آپ کیا کرتے رہے؟ فرمایا میں نے یہ آیت پڑھی ہے یومئذ تحدث اخبارها تو میں چاہتا ہوں کہ روزِ قیامت میرے لئے گواہی دے۔

مزے کی بات ہے اُس شخص کے لئے جس کے لئے زمین نماز، ذکر تلاوت وغیرہ کی گواہی دے، اور ہلاکت ہے اُس کے لئے جس کے لئے زنا، شراب، چوری، اور برائی کی گواہی دے۔ (حدائق الروح والریحان ۳۲/۲۳۵)

معلوم ہوا کہ جمادات میں بھی کسی درجے کی زندگی ہے، اور اُن کو کسی درجے میں شعور ہے، اور اِن جمادات کو انسانوں کے اعمال کا پتہ چلتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے سی آئی ڈی

علماء نے لکھا ہے کہ آدمی کے اعمال پر سات گواہ ہیں، زمانہ، زبان، اعضاء، دوکراماً کاتبین فرشتے، نامہ عمل، اللہ تعالیٰ کی ذات، زمین (حدائق الروح والریحان)

یومئذ یصدر الناس اشتاتا: اُس دن لوگ نکلیں گے متفرق حالتوں میں، یعنی قبروں سے حساب کی جگہ کی طرف نکلیں گے متفرق حالتوں میں ہوں گے، بعضوں کے چہرے سیاہ اور بعضوں کے سفید ہوں گے، کوئی سوار، کوئی پیدل، کوئی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے، یا اُس دن لوگ واپس ہوں گے مختلف جماعتوں میں ہو کر، یعنی حساب دے کر اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹیں گے تو مختلف جماعتیں ہوں گے۔ **فریقٌ فی الجنۃ و فریق فی السعیر** ایک جماعت جنت میں جا رہی ہوگی، اور ایک جماعت دوزخ میں جا رہی ہوگی۔

لیُرَوا اعمالھم: اس لئے تا کہ اُن کو اُن کے اعمال دکھائے جائیں، نیک اعمال جنت کی نعمتوں کی شکل میں اور برائیاں جہنم کے عذابوں کی شکل میں نظر آئیں گے، بعض نے یوں تقریر کی ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای جزاء اعمالھم تا کہ اُن کو اُن کے اعمال کا بدلہ دکھایا جائے، بدعمل لوگوں کو دوزخ اور نیک عمل لوگوں کو جنت دکھائی جائے گی، دونوں قولوں کا حاصل ایک ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ: تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اُس برائی کو دیکھ لے گا۔

جنت کی نعمتیں اور دوزخ کے عذاب اعمال کی شکلیں ہیں:

لفظ یَرَہٗ کی ہٗ ضمیر منصوب عمل کی طرف راجع ہے جو یعمل کے ضمن میں ہے، جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جنت میں جو نعمتیں ملیں گی اور دوزخ میں جو عذاب ہوں گے وہ حقیقت میں بندے کے اعمال کی شکلیں ہوں گی، یعنی جنت کے باغات، پھل، حوریں، محلات وغیرہ نیکیوں کی شکلیں ہوں گی، دوزخ میں بچھو، سانپ، آگ وغیرہ یہ سب گناہوں کی شکلیں ہوں گی، یہی حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ؒ کی رائے ہے، جس کی تائید قرآن وسنت کی

بہت سی نصوص سے ہوتی ہے، کئی حضرات فرماتے ہیں قیامت میں خود اعمال ظاہر نہیں ہوں گے اُن کا بدلہ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوگا، وہ آیت ھٰذا میں مضاف محذوف مانتے ہیں۔

یَرَہٗ ای یَرَ جَزَاءَہٗ

انَّ مَن یعتدِی و یکسِبُ اِثمًا وزنَ مِثقالِ ذرۃٍ سیَرَاہُ
و یُجازِی بِفعلہِ الشرَّ شرًّا و بفِعل الجمیلِ ایضًا جَزَاہُ
ھکذا قولہٗ تبارك ربِّی فی اذا زلزلت و جلَّ ثناءہٗ

① بیشک جو حد سے نکلتا اور گناہ کرتا ہے، گو ذرہ کے وزن کے برابر ہو اُس کو دیکھ لے گا۔
② آدمی کے برا عمل کرنے پر برا اور اچھا عمل کرنے پر اُس کو اچھا بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا۔
③ یوں ہی فرمان ہے اللہ تعالیٰ کا سورۃ اذازلزلت میں۔

کئی نیکیاں اور گناہ اعمال نامے سے غائب ہو سکتے ہیں:

فائدہ: اگر مسلمان نیک اعمال کرتا رہا لیکن خدانخواستہ خاتمہ کفر پر ہوا وہ اعمالنامے میں کوئی نیک عمل نہیں دیکھے گا، اُس کی سب نیکیاں مٹادی جائیں گی، ایسے ہی ہر غیر مسلم جو کوئی نیکیاں کرتا رہا ہو مثلاً مخلوق سے ہمدردی وغیرہ وہ اعمالنامے میں درج نہیں ہوں گی، ایسے ہی مسلمان دکھاوے کے لئے نیکی کرے، یا کسی کے ساتھ احسان کر کے احسان جتلائے یہ نیکی درج نہ ہوگی، ایسے ہی کسی مسلمان کی غیبت سے بعض نیکیاں اعمالنامے سے مٹا کر اُس کے اعمالنامے میں درج ہوں گی جس کی غیبت کی ہوگی، اور اگر مسلمان کے اعمالنامے میں گناہ اور برائیاں ہوں مگر توبہ کر لے تو توبہ کی برکت سے وہ گناہ اعمالنامے سے مٹا دیئے جائیں گے آدمی وہ گناہ اعمالنامے میں درج نہیں پائے گا۔

فائدہ: ان دونوں آخری آیتوں میں ترغیب ہے کہ آدمی کوئی چھوٹی نیکی بھی نہ چھوڑے اور کسی چھوٹے گناہ کا بھی مرتکب نہ ہو۔

بحمد اللہ و توفیقہ قد تمّ توضیح سورۃ الزلزال بیوم الثلاثاء
لخامس عشر من شوال المکرّم سنۃ ۱۴۳۸ھ

سورۃ العٰدیٰت مکیۃ

اس سورت میں 11 آیات، 40 کلمات، 166 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝۳ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے، پھر چنگاریاں اڑاتے ہیں، پھر حملہ کرتے ہیں صبح کے وقت، پھر اُس وقت

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۝۷

غبار اڑاتے ہیں، پھر اُس وقت دشمن کی جماعت کے بیچ جا گھستے ہیں، بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، اور بیشک وہ خود بھی

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝۸ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِی

اِس سے واقف ہے، اور بیشک وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے، کیا وہ نہیں جانتا جب وہ مردے زندہ کئے جائیں گے جو قبروں

الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ۝۱۱

میں ہیں، اور وہ کچھ ظاہر کیا جائے گا جو دلوں میں ہے، بیشک اُن کا رب اُن سے اُس دن پورا باخبر ہوگا۔

لغوی تحقیق:

العادیٰت: اصل میں العادوات ہے، اسم فاعل، صیغہ جمع مؤنث، از نصر تیز دوڑنا، تیز دوڑنے والے جہادی گھوڑے مراد ہیں۔ ضبحًا: مصدر از فتح، تیز دوڑ کے وقت گھوڑے کا اُح اُح کرنا یعنی ہانپنا۔ الموریٰت: موریۃٌ کی جمع، صیغہ اسم فاعل، جمع مؤنث، از افعال آگ نکالنا۔ قدحًا: مصدر از فتح، گھوڑے کی ٹاپ۔ المغیرات: اسم فاعل، صیغہ جمع مؤنث غائب، از افعال اچانک حملہ کرنا، اثرنَ: ماضی معلوم، صیغہ جمع مؤنث غائب، از افعال غبار اڑانا۔ نقعًا: غبار۔ وسطن: ماضی معلوم، صیغہ جمع مؤنث غائب، از ضرب، بیچ میں بیٹھنا۔ جمعًا: جماعت۔ کنودٌ: صیغہ مبالغہ، از نصر، بڑا ناشکرا، احسان کا انکاری۔ شهید: گواہ، واقف۔ حب: اسم مصدر، محبت۔ الخیر: بھلائی کی چیز، مراد مال۔ شدید: صیغہ مبالغہ، بہت سخت۔ لایعلم: فعل

للی مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از سمع ۔ بُعثِرَ: ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر
غائب، از فعلل، مٹی ہٹا کر اندر کی چیز نکالنا۔ حُصِّلَ: ماضی مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب،
از تفعیل، ظاہر کرنا۔ الصدور: صدر کی جمع، سینہ، دل ۔ خبیر: صیغہ مبالغہ، خوب
واقف، خبر رکھنے والا۔

تفسیر:

ربط: سورہ زلزال میں قیامت کے حالات ذکر ہوئے اس سورت میں بھی انسان کی
ناشکری کے ذکر کے بعد قیامت کا حال ذکر ہوا۔

گھوڑوں کی اطاعت اور انسان کی ناشکری:

والعادیات ضبحًا: اللہ تعالیٰ نے جہادی گھوڑوں کی مختلف حالتوں اور صفات
کو ذکر کر کے اُن کی قسم اٹھا کر انسان کی انتہائی ناشکری کو بیان کیا، اول جب گھوڑے ہانپتے
ہوئے دوڑتے ہیں، یہ گھوڑوں کے اپنے مالک کی اطاعت کا ابتدائی حال ہے، آگے
گھوڑوں کی اطاعت کے اِس سے بڑھے ہوئے حالات ذکر ہیں، پھر ٹاپ مارتے ہوئے
پتھریلی زمین میں چنگاریاں اڑاتے ہیں، اور خاص صبح کے وقت دشمن پر اچانک حملہ کر کے
تباہی مچاتے ہیں، اور صبح کے وقت تو ہر طرح کا گرد زمین پر جما ہوا ہوتا ہے مگر گھوڑے اپنی
تیز رفتاری اور تیز حملے سے گرد و غبار اڑا دیتے ہیں، اور اطاعت کی سب سے بڑھیا حالت یہ
ہے کہ مالک کے حکم پر اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اسلحہ سے لیس دشمنوں کی صفوں کے
بیچوں بیچ گھس جاتے ہیں، یہ تو ہے اُس جانور کی فرماں برداری جس کا خالق اللہ ہے لیکن اللہ
نے انسان کو مجازی مالک بنایا، انسان نے اُس کی دیکھ بھال کی، خوراک دی، سنبھالا، اِس
کے مقابلہ میں عام طور پر انسان کا اور خصوصاً کافر انسان کا حال دیکھیں۔

انّ الانسان لربّہ لکنود: بیشک انسان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے، کہ اول
تو اپنے مالک کو بھی نہیں پہچانتا دوسرے اگر مالک کو پہچانتا ہے اور اُس کو مالک مانتا ہے
تو مالک کا کہا نہیں مانتا، اور عجیب بات تو یہ ہے کہ اپنے ناشکرا ہونے سے واقف اور خود گواہ
ہے مگر ایسا مریض ہے جو اپنے مریض ہونے سے واقف ہو کر مرض بڑھانے کے اسباب کرتا

ہے، مرض کی دوری کے اسباب نہیں کرتا، اس کی ناشکری کا سبب کیا ہے؟

وانہ لحب الخیر لشدید: بیشک وہ مال کی محبت میں سخت ہے، یہی حُب مال انسان کی غفلت کا سبب ہے، یا مال اکٹھا کرنے میں احکامِ الٰہی سے لاپروا ہو جاتا ہے، یا مال خرچ کرتے وقت جائز وناجائز کی پروا نہیں کرتا، اس لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حبّ الدنیا رأس کلّ خطیئۃ دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔

فکر آخرت غفلت کا علاج:

افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور: کیا انسان کو معلوم نہیں جب قبروں والے مردے زندہ کردیئے جائیں گے، یعنی انسان کو بعث بعد الموت معلوم ہے پھر یہ ایسی غلط حرکتیں کیوں کرتا ہے؟ آخرت کی فکر ایسی ہے جو دل میں پیدا ہو جائے تو آدمی احکامِ الٰہی سے غفلت نہ کرے۔

سوال: ہوتا ہے کہ اوپر مذکور الانسان سے کافر مراد ہے اور کافر لوگ تو بعث بعد الموت کے انکاری تھے تو ایسوں کو یہ کہنا مناسب نہیں لگتا کہ انسان کو وہ وقت معلوم ہے جب قبروں والے مردے زندہ کئے جائیں گے؟

جواب: یہ ہے کہ چاہے کافر بعث بعد الموت کے منکر ہوں مگر پیغمبر کے ذریعے اُن کو بعث بعد الموت کا علم ہو چکا ہے۔

اندر باہر کا سب ظاہر ہو جائے گا:

وحصل ما فی الصدور: اور بعث بعد الموت کے بعد وہ سب کچھ ظاہر ہو جائے گا جو دلوں میں مخفی ہے نیکی اور برائی کے ارادے اور غلط عقائد ونظریات،

سوال: صرف دلوں کی مخفی باتیں ظاہر نہیں ہوں گی بلکہ جوارح کے پوشیدہ اعمال بھی ظاہر ہو جائیں گے پھر **ما فی الصدور** کی تخصیص کیوں کی گئی؟

جواب: دل سب اعضاء کا بادشاہ اور بمنزلہ اصل کے ہے، اعضاء اُس کے لئے بمنزلہ رعایا اور فرع کے ہیں، جب اصل اور بادشاہ کا ذکر آ گیا تو فرع اور رعایا اُس میں خود بخود آ گئے۔ (روح المعانی)

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ: بیشک اُن کا رب اُس دن اُن کی خبر رکھنے والا ہوگا یعنی اُن کا کوئی عمل اُس سے مخفی نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کے ہر عمل کا بدلہ دیں گے اچھا ہو یا برا۔

بحمد الله و توفيقه تمّ توضيح سورة العاديات بيوم الخميس لسابع عشر من شوال المكرّم سنه ۱۴۳۸ھ والنظر الثاني لخامس و عشرين من الجمادى الثانية سنة ۱۴۴۰ھ

★★

سورة القارعة مكية

اس سورت میں 11 آیات، 36 کلمات، 152 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۗ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ
وہ کھڑکھڑانے والی، کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی، اور آپ کو کیا معلوم کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی، جس دن لوگ
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۗ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ
بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے، اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین روئی کی طرح ہوں گے، تو جس کی میزانیں
مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۗ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ
بھاری ہو جائیں گی، وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا، اور لیکن جس کی میزانیں ہلکی ہو جائیں گی، اُس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا،
فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۗ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۗ نَارٌ حَامِيَةٌ ۠
اور آپ کو کیا معلوم وہ کیا چیز ہے؟ آگ ہے دہکتی ہوئی

لغوی تحقیق:

القارعة: قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ قرع کا معنی ہے ایک چیز کو

دوسری چیز پر سختی سے مارنا جس سے سخت آواز پیدا ہو، قیامت میں بھی دوسرے صور پھونکے سے انتہائی سخت آواز پیدا ہوگی جو سب کے کان خوب کھول دے گی اس لئے اُس کو قارعہ کہتے ہیں ۔ الفراش : پتنگ ۔ المبثوث: اسم مفعول، صیغہ واحد مذکر، از نصر منتشر ہونا ۔ العھن: روئی ۔ المنفوش: اسم مفعول، صیغہ واحد مذکر، از نصر ، اون وغیرہ (صاف کرنے کے لئے) پھیلانا ۔ ثقُلتْ : ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از کرُم ، بھاری وزن ہونا ۔ موازین: میزان کی جمع، تولنے کی ترازو، تولی جانے والی چیز ۔ خفّتْ : ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از ضرب ، ہلکا ہونا ۔ اُمّ : ٹھکانہ، ماں بھی بچوں کے لئے ٹھکانہ ہوتی ہے اس لئے اُس کو امّ کہتے ہیں ۔ ھاویۃ: دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اصل معنی اوپر سے نیچے گرانے والی، شہوت کی طرف مائل نفس کو بھی ھاویۃ کہتے ہیں کیوں کہ وہ دوزخ میں گرانے والا ہے (مفردات) حامیۃ: گرمائش والی ۔

تفسیر:

ربط: ظاہر ہے کہ گذشتہ سورت میں بھی انسان کی ناشکری کے ذکر کے ساتھ قیامت کا ذکر ہے اِس سورت میں بھی قیامت کا ذکر ہے۔

القارعۃ: قیامت کے بہت سے نام ہیں ایک نام قارعۃ بھی ہے، بمعنی اپنی سخت آوازوں کے ذریعے انسانوں کو گھبراہٹ میں ڈالنے والی ، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ قارعۃ وہ سخت آواز ہے جس سے مخلوق مرجائے، تو قیامت کو قارعۃ اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے صور سے سب مخلوق مرجاتی ہے، قیامت کی سخت ہولناکی اور اُس کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اُس کو القارعۃ سے ذکر کر کے سوالیہ انداز میں کہا گیا ما القارعۃ وما ادراک ما القارعۃ۔

یوم یکون الناس: جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے منتشر پتنگ جو ایک دوسرے میں گھسے ہوئے اور ایک دوسرے کے اوپر پڑ رہے ہوتے ہیں، ایسے ہی انسان پہلے آدمی سے لے کر آخری تک جمع ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے میں گھسے ہوئے اور ایک دوسرے کے اوپر پڑ رہے ہوں گے ہر آدمی کو پاؤں رکھنے کی جگہ بمشکل ملے گی۔

وتکون الجبال کالعھن المنفوش: اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوں گے، چونکہ پہاڑوں کے کئی رنگ ہیں، خاکی، کالے، سرخ، نسواری، ریت کے رنگ کے وغیرہ، اس لئے جب وہ ریت کے ذرات اور روئی کی طرح نرم ہو جائیں گے تو وہ دھنی ہوئی کئی رنگا روئی جیسے نظر آئیں گے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا پہلے صور کے وقت ہوگا لیکن پہاڑوں کی یہ حالت کہ دُھنی ہوئی رنگین روئی کی طرح اڑتے ہوں گے اور زمین برابر ہوجائے گی، یہ دوسرے صور کے بعد ہوگا، جس طرح انسانوں کا پتنگوں کی طرح منتشر ہونا دوسرے صور کے بعد ہوگا۔ اور پہاڑوں کے باترتیب تین حال ہوں گے۔ اول: ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ دوم: رنگین روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ سوم: پھر اڑتی ہوئی گرد وغبار ہو جائیں گے۔ (حدائق الروح والریحان)

وزن اعمال:

فاما من ثقلت موازینہ فھوفی عیشۃ راضیۃ: تو جس کی میزانیں بھاری ہوجائیں گی وہ کامیاب ہوگا، اور اپنی پسندوالی زندگی میں ہوگا، کہ جنّت کا عظیم ٹھکانہ حاصل ہوگا، جہاں خوشی ہی خوشی، عیش ہی عیش ہوگا، وہ کچھ جس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں، دل خوش ہوں۔

واما من خفّت موازینہٗ فاُمُّہٗ ھاویۃ: اور جس کی میزانیں ہلکی ہو جائیں گی اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، میزانیں اس وقت ہلکی ہوں گی جب کوئی نیکی نہ ہوگی۔

مفسرین فرماتے ہیں قیامت کے دن دو قسم کی میزان لگیں گی۔ اول: میزان کے ذریعے مؤمن وکافر کو الگ کیا جائے گا، مؤمن بھاری ہوگا اور کافر ہلکا ہوگا، قرآن مجید میں متعدد مقامات میں زیادہ تر اِسی وزن کا ذکر ہوا ہے۔

دوم: پھر ہر مؤمن کے اعمال نیکیوں اور گناہوں کا وزن ہوگا، نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے ہوئے تو جنّت میں داخل ہوگا دوزخ میں نہیں جائے گا، اور اگر گناہ بھاری اور نیکیاں کم تو اول دوزخ میں جائے گا سزا کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا، اور اگر نیکیاں اور گناہ

برابر ہوئے تو اول اعراف میں داخل ہوگا بعد میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

سوال: اعمال کا جسم تو نہیں ہے پھر اُن کو کیسے وزن کیا جائے گا؟

جواب:اول: اگر چہ دنیا میں اعمال ذی جسم نہیں لیکن آخرت میں اعمال کو ذی جسم بنادیا جائے گا،دوم:وزن کے لئے جسم ہونا ضروری نہیں ہے، آج ایسے جدید ترازو ایجاد ہو گئے جن کے ذریعے غیر ذی جسم چیزیں مثلاً بخار،شوگر، بلڈ پریشر وغیرہ تولی جاتی ہیں، ایسے ہی اعمال بھی غیر ذی جسم ہوتے ہوئے تولے جاسکیں گے۔

سوال: اعمال تولنے کی ضرورت اُس کو ہے جس کو اُن کا وزن معلوم نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ تو سب جانتے ہیں پھر اعمال کا وزن کیوں ہوگا؟

جواب: اللہ تعالیٰ اس لئے اعمال کا وزن نہیں کرائیں گے کہ معلوم کریں کہ بندہ کتنے پانی میں ہے؟ بلکہ اس لئے وزن کرائیں گے کہ بندے کو علم ہو جائے کہ وہ کتنے پانی میں ہے؟

فامہ ھاویۃ: دوزخ بے حد گہرائی والی ہوگی،اور اُس کی گہرائی کی سطح بہت دور ہوگی،اس لئے اُس کو ھاویۃ کہتے ہیں،جہنمی آدمی کو جب گہرائی میں ڈالا جائے گا تو وہاں تک پہنچنے میں ستر سال لگ جائیں گے۔

والذی نفس ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ بیدہ انّ قعر جھنم سبعون خریفًا
(مسند البزار ۲۸۴۰،المستدرك مرفوعًا ۸۷۶۸)

اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت جتنی ہے۔

بحمد اللہ و توفیقہ تم توضیح سورۃ القارعۃ بیوم السبت بعد الظھر لتاسع عشر من شوال المکرم سنۃ ۱۴۳۸ھ،والنظر الثانی لخامس وعشرین من الجمادی الثانیۃ سنۃ ۱۴۴۰ھ

سورۃ التکاثر مکیۃ

اس سورت میں 8 آیات، 28 کلمات، 120 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ
تم کو غافل کر رکھتا ہے ایک دوسرے پر فخر کرنا، یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے ہو، ہرگز نہیں عنقریب تم جان لوگے، پھر ہرگز نہیں
تَعْلَمُوْنَ ؕ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا
عنقریب تم جان لوگے، ہرگز نہیں اگر تم جان لیتے یقینی علم کے ساتھ، ضرور ضرور تم جہنم کو دیکھوگے، پھر ضرور ضرور تم جہنم
لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۠
کو دیکھوگے یقین کی آنکھ کے ساتھ، پھر ضرور ضرور تم سے اُس دن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا

لغوی تحقیق:

اَلْهٰى: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال غافل کرنا۔ التکاثر: مصدر از تفاعل، ایک دوسرے سے بڑھنا، ایک دوسرے پر فخر کرنا۔ زُرْتُم: ماضی معلوم، صیغہ جمع مذکر حاضر، از نصر، دیکھنا، ملاقات کرنا۔ المقابر: مقبرۃ کی جمع، قبرستان، اموات دفن کی جگہ۔ علم الیقین: ایسا علم جو یقینی معاملے کے علم کے برابر ہو۔ عین الیقین: وہ علم جو مشاہدہ سے حاصل ہو، ایسا دیکھنا جو عین یقین ہے۔ لتُسْئَلُنَّ: فعل مستقبل مجہول مؤکد بالام ونون ثقیلہ، صیغہ جمع مذکر حاضر، از فتح پوچھنا۔ النعیم: نعمتیں، کھانے پینے کی ہر وہ چیز جو باعث لذت ہو۔

تفسیر:

ربط: ظاہر ہے دونوں سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے، سورہ تکاثر میں خصوصاً آخرت سے غفلت پر تنبیہ ہے۔

شانِ نزول:

اس سورت کے شانِ نزول کے متعلق کئی روایتیں آئی ہیں، علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس بارے میں اِس روایت کو پسند فرمایا کہ ابن ابی حاتم ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سورت انصار کے دو قبیلوں بنو حارثہ اور بنو حارث (یا بنو حرث) کے بارے میں نازل ہوئی، کہ انہوں نے ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کا اظہار کیا، ایک نے کہا ہم میں فلاں اور فلاں اور فلاں ہے، دوسرے نے بھی ایسا کہا، اول اپنے زندہ لوگوں پر فخر کیا، پھر کہنے لگے چلو قبروں کی طرف چلتے ہیں، ایک گروپ دوسرے کو کہنے لگا کیا تم میں فلاں اور فلاں قبر والے جیسا کوئی ہے؟ دوسرے گروپ نے بھی یہی کیا اور ایسی باتیں کہیں، تو اِس بارے میں یہ سورت نازل ہوئی۔

الهاکُم التکاثر: شانِ نزول کے مطابق ماضی کا صیغہ اپنے معنی میں ہوگا کہ تمہیں ایک دوسرے پر فخر کرنے نے غافل کیا یہاں تک کہ تم نے اپنے اپنے مردوں کی قبریں جا دیکھیں، یعنی قبریں تو زندوں کے لئے سامانِ عبرت ہیں، اِس کے بجائے تمہاری غفلت اتنی ہے کہ تم اپنے اہلِ قبور اہلِ قبیلہ کے ذریعے عبرت کے بجائے فخر وغرور میں مبتلا ہوئے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ماضی بمعنی مضارع حال ہو اور عام انسانوں کی غفلت پر تنبیہ ہو کیونکہ الفاظ میں عموم معتبر ہوتا ہے تو معنی ہوگا تمہیں ایک دوسرے پر فخر کرنا غافل رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستان پہنچ جاتے ہو یعنی موت کا شکار ہو جاتے ہو، اور موت تک یہ غفلت رہتی ہے۔

اس معنی کے لحاظ سے قبروں میں دفن ہونے کو قبروں کی زیارت سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے کہ موت کے بعد قبروں میں رہنا گویا محض اُن کی زیارت کو جانا ہے، مستقل رہائش نہیں ہے، بلکہ آگے کو سفر کرنا ہے، جس سے بعث بعد الموت کی طرف اشارہ ہے۔

التکاثر: کے دو معنی ہیں۔ اول: مال و دولت اور عزت وجاہ حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ دوم: ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کرنا۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا آپ ﷺ اِس سورت کو پڑھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آدمی کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالاں کہ تیرا حصہ تو بس وہ ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا، پہن کر بوسیدہ کر دیا، صدقہ کر کے آگے بھیج دیا، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ ضائع ہے اور تو اُس کو لوگوں کے لئے چھوڑ رہا ہے (مسلم ۴/ ۲۹۵۸، ترمذی ۳۳۵۴ احمد، ۱۶۳۰۵)

کلّا سوف تعلمون: ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیئے یعنی فضولیات میں مشغول ہو کر غافل نہ ہونا چاہیے، ضروری اور کام کی باتوں میں لگنا چاہیئے، عنقریب تم جانو گے کہ غفلت کا نتیجہ کیا ہے، پھر ہرگز ایسا نہ چاہیے عنقریب تم جان لوگے، دونوں جملے ایک جیسے ہیں یا تو دوسرا پہلے کے لئے تاکید ہے، یا دونوں کے مفہوم میں فرق ہے، کہ پہلا قبر سے متعلق ہے کہ قبر میں جا کر جان لو گے، دوسرا حشر سے متعلق ہے کہ حشر میں تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

دوسرا مطلب: ہرگز ایسا نہیں ہے کہ خاندان وقبیلہ کے لوگوں کی اور مال کی کثرت انسان کی فضیلت کی چیز ہو، ایسے فخر وافتخار سے باز آؤ، اِس کا انجام تو خسارہ کے سوا نہیں ہے، اگر یقین نہیں آتا تو مر کر قبر میں اور پھر حشر میں معلوم ہو جائے گا۔

فائدہ: حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْهَهٗ سے روایت ہے: ماز لنا نشك فی عذاب القبر حتّٰی نزلت الهاكم التكاثر. (سنن الترمذی ۳۳۵۵، اثبات عذاب القبر للبیہقی ۲۲۴)

ہمیں عذاب قبر میں شک رہتا تھا یہاں تک کہ سورہ الھاکم التکاثر نازل ہوئی (جس میں عذاب قبر کا ذکر ہے)۔

اس حدیث کے مطابق پہلے سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ سے مراد قبر میں اپنی غلط حرکتوں اور غلط عقائد ونظریات پر ہونے والے عذاب کی صورت میں انجام معلوم ہونا ہے۔

کلّا لو تعلمون علم الیقین: ہرگز ایسا نہ چاہیے اگر تم علم یقینی سے جان لیتے لَوْ کا جواب محذوف ہے لشغلكم ذالك عن التكاثر یعنی اگر تم علم یقین سے جانتے ہوتے تو یہ علم تمہیں ایک دوسرے پر فخر کرنے سے مشغول رکھتا اور تم ایسے غافل نہ بنتے، اور ایمان وعمل صالح کی کوشش کرتے۔

تو اِس آیت پر وقف کرنا چاہیے، اگلی آیت ساتھ نہ ملانی چاہیے۔

یقین کے تین درجے: ان آیتوں میں دولفظ ذکر ہوئے علم الیقین اور عین الیقین، علماء فرماتے ہیں کہ یقین کے تین درجے ہیں اول علم الیقین، دوم حق الیقین سوم عین الیقین۔

علم الیقین کسی چیز یا حال کا ایسا علم جو ثقہ آدمیوں سے یا تواتر کے طریقے سے حاصل ہو اور اُس میں ذرا بھی شک وشبہ نہ ہو، اور عین الیقین کسی چیز کی حقیقت و ماہیت کا ایسا علم جو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہو، اور حق الیقین یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیقت وماہیت تمام حواس کے ذریعے پورے طور پر معلوم ہوجائے، یہ یقین کا سب سے بڑھیا درجہ ہے۔ (غیاث اللغات مادہ یقین، ص۸۰۱)

لترونّ الجحیم ثم لترونہا عین الیقین: تم اگر غفلت میں رہے تو ضرور دوزخ دیکھو گے پھر ضرور ضرور یقینی مشاہدہ والے علم سے دیکھو گے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرو، غفلت سے باز آؤ، اور جو مال ودولت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھ کر اُس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا کرو، اُس کو نافرمانیوں میں خرچ نہ کرو۔

ثم لتسئلنّ یومئذ عن النعیم: پھر ضرور ضرور تم سے نعمتوں سے متعلق پوچھ ہوگی، کھانے، پینے، اور راحت کے سب سامانوں سے متعلق سوال ہوگا کہ اِن پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا؟ اور شکر چھوڑنے پر سزا ہوگی۔

بحمد اللہ و توفیقہٖ قد تم توضیح سورۃ التکاثر بیوم الاثنین لحادی عشرین من شوال المکرم سنۃ ۱۴۳۸ھ و النظر الثانی لخامس وعشرین من الجمادی الثانیۃ سنۃ ۱۴۴۰ھ

سورة العصر مكية

اس سورت میں 3 آیات، 14 کلمات، 68 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
قسم ہے زمانے کی، بیشک انسان خسارے میں ہے، سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾
کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی

لغوی تحقیق:

العصر: زمانہ، عصر کا وقت۔ خسر: مصدر از سمع، نقصان ہونا، تاجر کی اصل پونجی تک بھی ضائع ہوجانا۔ الحق: سچ۔ الصبر: ثابت قدمی۔

تفسیر:

ربط: سورہ تکاثر میں غافل بندوں کا ذکر ہے، اس سورت میں اُن کا ذکر ہے جو غافل نہیں۔

والعصر: عصر کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ اول: زمانہ، کیوں کہ زمانہ میں بہت سے عبرت کے سامان ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں،

دوم: مراد عصر کا وقت ہے، کیوں کہ اوقات میں عصر کا وقت بہت فضیلت والا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً درمیانی نماز کی جس سے عصر کی نماز مراد ہے،۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

يتعاقبون فيكم ملائكة بالليل و ملائكة بالنهار و يجتمعون فى صلاة الفجر و فى صلاة العصر ثم يعرجون اليه الذين كانوا فيكم فيسألهم و هو اعلم فيقول كيف تركتم عبادى ؟ فقالوا تركنا

هم يصلون و اتيناهم يصلون.

(السنن الكبرى للنسائى ۱۱۸۷۱، صحيح ابن خزيمة ۳۲۱، ابن حبان ۱۷۳)

رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تمہارے پاس باری باری آیا کرتے ہیں، اور فجر اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوجاتے ہیں، پھر جو تمہارے پاس ہوتے ہیں وہ اوپر کو چلے جاتے ہیں، تو جاننے کے باوجود اللہ تعالی اُن سے پوچھتے ہیں میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے؟ عرض کرتے ہیں ہم نے اُن کو چھوڑا تو اس حال میں کہ نماز پڑھ رہے تھے، اور اُن کے پاس حاضر ہوئے تو بھی نماز پڑھ رہے تھے ۔

حضرت عمارہ بن رویبہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سنا: لن يلج النار مَن صلى قبل طلوع الشمس وقبل غروبها.

(سنن النسائی صغری ۴۷۱)

جو شخص سورج نکلنے سے پہلے کی نماز فجر اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز عصر پڑھے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

کامیاب لوگوں کے اعمال:

انّ الانسان لفی خسر: بیشک انسان خسارے میں ہے، ہاں مگر جن میں چار صفات ہوں وہی خسارے سے محفوظ اور کامیاب ہوں گے۔

اول: ایمان اور صحیح عقائد ہوں، اللہ تعالی کی ذات اور صفات پر ایمان، اور یہ کہ وہ ذات اور صفاتِ خاصہ میں اور عبادت میں اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُس کے سب نبیوں رسولوں اور کتابوں اور فرشتوں پر ایمان، قیامت، اور تقدیر پر ایمان ہو، تو مشرک، وکافر اور گمراہ، بدعتی لوگ خسارے میں ہوں گے، اگر ایمان بالکل نہ ہو تو ہمیشہ کا خسارہ ہوگا، اور اگر ایمان تو ہو مگر ایمان میں کچھ درجہ کی گمراہی کفر سے کم درجہ مخلوط ہو تو اگر اللہ تعالیٰ نے فضل و رحمت نہ فرمائی تو کچھ وقت تک خسارے کا سامنا ہوگا۔

دوم: نیک اعمال کرنے والے ہوں، جو گندے کاموں کے بجائے اچھے اعمال کرتے رہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور فسق و فجور کے عادی مسلمان ابتداءً ناکام ہوسکتے ہیں۔

سوم: جو ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تاکید کریں، یعنی خود بھی حق پر ہوں دوسروں کو بھی حق کی دعوت دیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کریں، جو لوگ امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑیں گے ناکام ہوں گے، اس دور میں مسلمان ناکامی اور تنزلی کا شکار ہور ہے ہیں کیونکہ خود بھی نیکی سے دور ہور ہے ہیں، دوسروں کو بھی امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا چھوڑ رہے ہیں۔

چہارم: ایک دوسرے کو صبر کی بھی تاکید کرتے ہوں، صبر سے مراد کامل صبر ہے یعنی احکام الٰہی پر پابندی جس کو صبر علی الطاعت کہتے ہیں، گناہوں سے خوب احتیاط جس کو صبر عن المعصیت کہتے ہیں، اور آنے والی مصیبت پر صبر کرنا اللہ تعالیٰ کا شکوہ وشکایت نہ کرنا، جس کو صبر علی المصیبت کہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ صرف فرد کی اصلاح اور نیکی خسارے سے بچاؤ کا ذریعہ نہیں بن سکتی جب تک کہ معاشرہ اور اجتماعی حال میں مسلمان نیکی کرنے والے نہ ہوں۔ وما کان ربّك لیهلكَ القرٰی بظلم و اهلها مُصلِحُون فرمایا واهلها صالحون نہیں فرمایا

سوال: تواصی بالحق میں تواصی بالصبر داخل ہے، پھر اُس کو الگ سے کیوں ذکر کیا گیا؟

جواب(۱): تواصی بالصبر کی اہمیت بتانے کے لئے اُس کو الگ سے ذکر کیا گیا،

جواب(۲): دونوں میں ایک طرح سے فرق ہے، تواصی بالحق میں خصوصاً وہ عبادت ذکر ہے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے سے خوش ہوتے ہیں، اور تواصی بالصبر میں وہ عبادت ذکر ہے جس میں بندے اللہ تعالیٰ کے کیئے پر خوش اور راضی ہوتے ہیں۔

فائدہ: معتزلہ خوارج وغیرہ جیسے گمراہ فرقوں نے اِن آیات سے اِس پر استدلال کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہمیشہ کا دوزخی ہے، کیوں کہ جن کو خسارے سے مستثنیٰ کیا گیا وہ وہ ہیں جن میں چاروں صفات کا مجموعہ ہو، اور مرتکبِ کبیرہ میں چاروں کا مجموعہ نہیں رہتا، تو وہ خسارے سے مستثنیٰ لوگوں میں شامل نہ ہوا۔

جواب: یہ ہے کہ خسارے کی دو قسمیں ہیں دائمی خسارہ، اور جزوقتی خسارہ، اگر اللہ تعالیٰ نے گناہ کے عادی مؤمن سے مغفرت ورحمت کا معاملہ نہ فرمایا تو وہ کچھ وقت کے خسارے

کا سامنا کرے گا، دائمی خسارے سے بچا ہوا ہوگا، اس لئے اِن آیات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ کا جہنمی ہوگا۔

بحمدالله و توفيقه تم توضيح سورة العصر بيوم الثلاثاء بعد الظهر لثاني وعشرين من شوال المكرم سنة ١٤٣٨ھ و النظر الثاني لتاسع وعشرين من الجمادى الثانية سنة ١٤٤٠ھ

★★

سورة الهمزة مكية

اس سورت میں 9 آیات، 30 کلمات، 130 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢
بڑی ہلاکت ہے ہر اُس کے لئے جو پیٹھ پیچھے عیب نکالنے والا ہو اور جو منہ پر طعنہ مارنے والا ہو، وہ جو مال جمع کرتا ہو
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝٣ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۝٤ وَ
اور گنتا رہتا ہو، وہ خیال کرتا ہے کہ اُس کا مال اُس کے پاس ہمیشہ رہے گا، ہرگز نہیں وہ توڑ پھوڑ کردینے والی آگ میں ڈالا
مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى
جائے گا، اور آپ کو کیا معلوم وہ توڑ پھوڑ کرنے والی آگ کیا ہے؟، اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے، وہ جو دلوں تک جا پہنچے
الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩
گی، بیشک وہ آگ اُن پر بند کردی جائے گی، بڑے لمبے لمبے ستونوں میں ہوں گے

لغوی تحقیق:

همزة : غیبت کرنے والا، از نصر و ضرب پیٹھ پیچھے غیبت کرنا۔ لُمزة : طعن کرنے والا، از نصر و ضرب، عیب لگانا۔ جمع : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از فتح اکٹھا کرنا۔ عَدَّدَ: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل، گننا۔ اخلد :

ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال، باقی رکھنے والا۔ لَيُنۢبَذَنَّ: فعل مستقبل مجہول، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر، پھینکنا۔ الْحُطَمَةِ: از ضرب، کسی شیء کو توڑنا، بے حد توڑنے والی۔ الموقدة: اسم مفعول، صیغہ واحد مؤنث، از افعال آگ جلانا۔ تَطَّلِعُ: مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از افتعال جھانکنا۔ الافئدة: فُوادٌ کی جمع، دل۔ مؤصدة: اسم مفعول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از افعال ڈھکنا، بند کردینا۔ عَمَدٍ: عُمُود جمع آتی ہے، ستون۔ مُمَدَّدَة: اسم مفعول، صیغہ واحد مؤنث غائب، از افعال مضبوط باندھی ہوئی۔

تفسیر:

ربط: سورہ عصر میں جیسے خسارے سے بچنے والوں کا ذکر ہوا ضمن میں خسارے والے بندوں کا ذکر بھی ہوا، اِس سورت میں بھی خسارا پانے والے انسان کی بعض عادات ذکر ہوئیں۔

ہلاک ہونے والے کی عادتیں:

ویل لکلّ همزة لمزة: ہلاکت ہے ہر اُس کے لئے جس میں یہ صفات ہیں۔

اول: هُمَزَة: اِس کلمہ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں، امام راغب رحمہ اللہ نے اِس کا معنی کیا ہے غیبت کرنے والا، یہی حضرت سعید بن جبیر وقتادہ وابوالعالیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔

دوم: لمزة: منہ پر طعن کرنے والا، سعید بن جبیر وقتادہ رحمہما اللہ سے یہی معنی منقول ہے، قرآن مجید میں بھی یہ کلمہ اسی معنی میں آیا ہے ولا تلمزوا انفسکم.

سوم: جو مال جمع کرتا اور گنتا رہتا ہو، یعنی مال سے خوب محبت کرنے والا حریص ہے، اور اُس میں سے اللہ کا حق زکوۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا کہیں کم نہ ہو اور ختم نہ ہوجائے، اور جو مال و دولت کا ایسا حریص ہو، اور مالدار ہو، وہ عجب وتکبر کا شکار ہوتا ہے، اور عجب وتکبر سے آدمی دوسروں کو حقیر دیکھتا ہے، اور پھر دوسروں میں عیب لگاتا اور طعن کرتا ہے، منہ پر بھی اور پیٹھ پیچھے بھی اُس کی عیب گوئی میں کسر نہیں چھوڑتا۔

چہارم: اُس کا یہ بے فائدہ خیال ہے کہ یہ مال اُس کو ہمیشہ باقی رکھے گا، زندہ رکھے گا، یعنی اُس کا خیال ہے کہ جن کے پاس پیسہ نہیں ہوتا وہ بھوک سے مرجاتے ہیں اور مالدار کبھی نہیں مرتے۔ (تفسیر مظھری) اور پکے مکانات، اور کوٹھریاں بنانے کے لئے پیسہ لگا کر اپنے کو ہمیشہ دنیا میں رہانے کی تدبیریں بناتا ہے، جیسے اس نے مرنا ہی نہیں۔

(حدائق الروح والریحان)

کلا لینبذن فی الحطمة: ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا اِس شخص کا خیال ہے، اُس کی اِن غلط عادتوں اور مال کی محبت کا نتیجہ انتہائی برا ہے کہ یہ شخص جہنم میں ڈالا جائے گا، وہ جہنم جس کی آگ کا یہ حال ہے کہ اُس میں جو کچھ ڈالا جائے گا اس کا یہ حال کرے گی کہ وہ اُس کو خوب توڑ پھوڑ کر چورا چورا اور راکھ کر کے رکھ دے گی، تو اُس میں کمزور مخلوق انسان کا تو بہت ہی برا حال ہوتا ہے۔

جہنم کی آگ:

نار الله الموقدة: وہ حطمہ اللہ تعالی کی جلائی ہوئی آگ ہے۔ الموقدة: کے لفظ میں اشارہ ہے کہ وہ ایسی آگ ہے جو کبھی بجھنے والی نہیں ہے، بلکہ جلتی بھڑکتی رہے گی۔

اُس آگ کی اللہ تعالی کی طرف نسبت اُس کی ہولناکی ظاہر کرتی ہے، کہ اُس کو بہت بڑی طاقتور ہستی نے جلایا ہے تو وہ آگ کتنی بڑی طاقتور ہوگی؟

حضرت ابوہریرہ وابوسعید وغیرہم رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل ہے فرمایا:

نارکم هذه التی یوقد بنو آدم جزء واحد من سبعین جزأً من حر جهنم الحدیث. (ترمذی ح۲۵۸۹، ۲۵۹۰)

تمہاری یہ آگ جو انسان جلاتے ہیں جہنم کی آگ کی گرمائش کا سترواں حصہ ہے، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! یہی آگ ہی کافی تھی، فرمایا وہ آگ اِس آگ سے انہتر حصے بڑھائی گئی ہے ہر حصہ دنیا والی آگ کی گرمائش کے برابر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی آگ ایک ہزار سال جلائی گئی تو سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال جلائی گئی تو سفید ہوگئی، پھر

ایک ہزار سال جلائی گئی تو سیاہ ہوگئی اب وہ سخت سیاہ ہے۔ (ترمذی ح۲۵۹۱)

التی تطلع علی الافئدۃ: وہ آگ جو دلوں تک پہنچ جائے گی، یعنی خدانخواستہ دنیا کی آگ آدمی کو لگے تو وہ دل تک نہیں پہنچتی کہ اُس سے پہلے ہی آدمی مر جاتا ہے، جب کہ جہنم کی آگ دلوں تک پہنچے گی اور آدمی کے زندہ ہوتے ہوئے پہنچے گی کیوں کہ وہاں موت ہی نہیں ہوگی، تو ضعیف انسان کا کتنا برا حال ہوگا؟ اللہ بچائے، آمین۔

انھا علیھم مؤصدۃ: بیشک وہ آگ اُن پر بند کی ہوئی ہوگی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا ارشاد نقل ہے جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کہ جہنم میں جب صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جنھوں نے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے تو ان جہنمی لوگوں کو لوہے کی صندوقوں میں ڈال دیا جائے گا جن میں لوہے کی کیلیں لگی ہوں گی، پھر اُن صندوقوں کو لوہے کی اور صندوقوں میں ڈالا جائے گا پھر اُن کو جہنم کے سب سے نچلے حصے میں رکھ دیا جائے گا اور کوئی کسی کا عذاب نہیں دیکھ سکے گا۔ اعاذنا اللہ منھا

(صفۃ النار لابن ابی الدنیا ح۱۰۰، ۱۰۳، الدر المنثور ۶۸۱/۵)

فی عمد ممددۃ: یا یہ جملہ جہنم کی آگ کی طرف راجع اِنَّھَا کی ضمیر سے حال ہے، یعنی اللہ بچائے دوزخ کی آگ کے شعلے لمبے چوڑے ستونوں کی شکل میں ہوں گے، اور وہ چاروں طرف سے دوزخیوں کو اس طرح گھیر لیں گے کہ باہر نکلنے کا راستہ بند ہوگا۔

(آسان ترجمہ قرآن حضرت علامہ محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

یا یہ جملہ علیھم کی ضمیر مجرور سے حال ہے، اور مطلب یہ ہے کہ وہ لمبے لمبے ستونوں سے بندھے ہوئے ہوں گے۔

بحمد اللہ وتوفیقہ تم توضیح سورۃ الھمزۃ بیوم السبت قبیل العصر لسادس وعشرین من شوال المکرم سنۃ ۱۴۳۸ھ والنظر الثانی لتاسع وعشرین من الجمادی الثانیۃ سنۃ ۱۴۴۰ھ

★★

سورۃالفیل مکیۃ

اس سورت میں 5 آیات، 23 کلمات، 96 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝
کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے کیا معاملہ کیا ہاتھی والوں کے ساتھ؟ کیا اُن کی تدبیر کو غلط نہیں کر دیا؟
وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝
اور اُن پر پرندے بھیجے فوجوں کی فوجیں، جو پھینکتے تھے اُن پر پتھریاں کنکر کی
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝
تو اُن کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ

لغوی تحقیق:

لم تر: فعل جحد معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از فتح دیکھنا، جاننا۔ الفیل: ہاتھی۔ تضلیل: مصدر از تفعیل نشانہ خطاء ہونا۔ ارسَلَ: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال، بھیجنا۔ طیرًا: جمع طیور پرندہ۔ ابابیل: گروہ در گروہ۔ ترمی: فعل مضارع معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از ضرب، پھینکنا۔ حجارۃ: حجر کی جمع، پتھر۔ سجیل: گیلی مٹی جب آگ میں پکالی جائے۔ عصف: بھوسہ۔ مأکول: اسم مفعول، صیغہ واحد مذکر، از نصر، کھانا۔

تفسیر:

ربط: سورہ ھمزہ میں غیبت کرنے والے اور منہ پر طعن کرنے والے کا اور اُس کے لئے وعید کا ذکر ہے کفار مکہ میں ایسے کفار تھے جو یہ سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کرتے تھے، جس سے مقصود رسول اللہ ﷺ کے خلاف تدبیر تھی اِس سورت میں واقعہ اصحاب فیل ذکر کیا گیا جس سے اشارہ ہے کہ اہل مکہ کی ان تدبیروں کا نتیجہ ایسے ہوگا جیسے اصحاب فیل کی

تدبیروں کا نتیجہ ہوا کیوں کہ جیسے کعبۃ اللہ کا محافظ اللہ ہے ویسے بلکہ اُس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا محافظ اللہ تعالی ہے۔

واقعہ اصحاب فیل:

الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل: یہ ابرہہ بن الصباح اشرم حبشی حمیری کے لشکر کی طرف اشارہ ہے جو کعبے پر چڑھائی کرنے کے لئے ہاتھیوں پر سوار ہو کر آیا تھا، یہ یمن کا حکمران تھا، اُس نے یمن میں ایک عالیشان کلیسا تعمیر کر کے یمن کے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ آئندہ کوئی شخص حج کے لئے مکہ مکرمہ نہ جائے، اسی کلیسا کو بیت اللہ سمجھے، عرب کے لوگ اگر چہ بت پرست تھے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم و تبلیغ سے کعبے کی عظمت اُن کے دلوں میں پیوست تھی، اس اعلان سے اُنہیں غصہ آیا تو اُن میں سے کسی نے رات کو اُس کلیسے میں جا کر پاخانہ کر دیا، یا اُس کے کسی حصے میں آگ لگا دی، ابرہہ کو جب معلوم ہوا اُس نے بڑا لشکر تیار کر کے مکہ مکرمہ کا رخ کیا، لشکر میں آٹھ ہاتھی تھے، نواں ایک خاص ہاتھی محمود نامی تھا، راستے میں کئی عرب قبائل نے اُس سے جنگ کی لیکن اُس کے لشکر کے ہاتھوں اُنہیں شکست ہوئی، طائف کے قبیلہ ثقیف نے عرب کی مسلسل شکست سنی تو اُن سے مقابلہ کے بجائے اپنا سردار ابورغال مدد و رہنمائی کے لئے ساتھ کر دیا، آخر یہ لشکر مکہ مکرمہ کے قریب مغمس نامی جگہ تک پہنچ گیا، یہاں قریش کے اونٹ چر رہے تھے، اُس نے گرفتار کر لئے، اُن میں سے سو اونٹ جناب عبد المطلب کے تھے، عبدالمطلب ابرہہ سے ملے، اور کہا میرے اونٹ میرے حوالے کئے جائیں، اور کہا کہ میں اونٹوں کا مالک ہوں، کعبہ کا مالک عظیم ہستی ہے وہی اُس کی حفاظت کرے گا، اپنے اونٹ لے کر واپس ہوئے، اور قریش کی ایک جماعت سمیت بیت اللہ کے دروازے پر دعائیں کیں، پھر سب لوگوں کے ساتھ مختلف پہاڑوں پر چلے گئے، اگلی صبح ابرہہ نے بیت اللہ کی طرف بڑھنا چاہا اُس کے ہاتھی نے آگے جانے سے انکار کر دیا، اور اُسی وقت سمندر کی طرف سے عجیب قسم کے پرندوں کا ایک لشکر آیا اور پورے لشکر پر چھا گیا، ہر پرندے کی چونچ میں تین تین کنکر تھے، ایک چونچ میں دو پنجوں میں، پرندوں نے لشکر پر برسائے، اُن کنکروں نے

وہ کام کیا جو بارودی گولی بھی نہیں کر سکتی، جس کو کنکری لگتی، پورے جسم کو چیرتی ہوئی زمین میں گھس جاتی، یہ عذاب دیکھ کر سارے ہاتھی بھاگے، کچھ سپاہی وہیں ہلاک ہوئے اور کچھ بھاگے تو راستے میں ہلاک ہوئے، ابرہہ کے جسم میں ایسا زہر پڑ گیا کہ اُس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا، اسی حال میں یمن لایا گیا تو یہاں اُس کا سارا جسم بہہ بہہ کر ختم ہو گیا، اُس کے دو ہاتھی بان مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے وہ اپاہج اور اندھے ہو گئے تھے، یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت سے تھوڑا عرصہ پہلے ولادت والے سال ہی پیش آیا۔

اس واقعہ سے حضور ﷺ کو تسلی دی گئی کہ جو لوگ آپ ﷺ کی دشمنی میں لگے ہوئے ہیں آخر وہ بھی اصحاب فیل کی طرح ناکامی کا منہ دیکھیں گے۔ (معارف القرآن، وآسان ترجمہ قرآن)

الم تر کیف: رویت دو قسم کی ہے، رویت علمی اور رویت بصری، رویت بصری میں کسی واقعہ کا آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے، اور رویت علمی میں مشاہدہ نہیں ہوتا، بلکہ ایسا واقعہ زبانِ زد عام وخاص ہوتا ہے اور سب جانتے ہیں، یہاں بھی رویت علمی مراد ہے، رویت بصری مراد نہیں۔

الم تر: الم تعلم کے معنی میں ہے، چونکہ یہ قصہ متواتر اخبار سے سنا تھا، اور اُس کے آثار بھی مشاہدہ کئے تھے تو گویا کہ دیکھا تھا اس لئے الم تر فرمایا گیا۔

حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال اور جواب:

لفظ الم تر سے بعض اہل بدعت نے حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا، ان کے استدلال کا مدار یہاں رویت سے رویت بصری مراد ہونے پر ہے، اگر یہاں رویت بصری مراد لی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ اماں آمنہ کے گھر میں پیدا ہونے سے بھی پہلے حاضر و ناظر تھے کیوں کہ واقعہ اصحابِ فیل آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے پیش آیا ہے، اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ گو آپ ﷺ پیدا نہیں ہوئے تھے مگر واقعہ اصحاب فیل کو آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے تھے اور اس وقت موجود تھے۔ لاحول ولا قوة الا باللہ

اول: تو یہ سب خرافات ہے جس کی کچھ حقیقت نہیں، ایسی بات حقیقت تب ہوتی جب رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ثابت ہوتا کہ اصحاب فیل کے آنے کو اور اُن پر آنے

والے پرندوں کو اور پرندوں کے اُن پر کنکریاں پھینکنے کو دیکھنا آپ ﷺ کو حاصل ہوا، کوئی ایک روایت صحیح نہیں ضعیف نہیں موضوع قسم کی روایت بھی نہیں ملتی جس میں آپ ﷺ نے واقعہ کا مشاہدہ کرنا بیان کیا ہو۔

دوم: پھر تو آپ ﷺ کا اپنی پیدائش سے پہلے حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا، اس صورت میں آپ ﷺ اپنے والدین سے بھی بڑی عمر کے ہوئے، اور آپ کی ولادت افسانہ ہوئی، حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کا آپ ﷺ کے والدین ہونا بھی افسانہ ہوا؟

سوم: اگر یہاں الم تر سے حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے، تو دوسری آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے اولین مخاطب کافر و مشرک لوگ بلکہ ہر مخاطب بھی حاضر و ناظر تھا مثلاً الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات طباقاً یعنی سات آسمانوں کی پیدائش کے وقت سب مخاطبین حاضر و ناظر تھے۔ الم تر انّ الفلك تجری فی البحر یعنی دریاؤں سمندروں میں چلنے والی کشتیوں اور جہازوں کے پاس ہر مخاطب حاضر و ناظر ہوتا ہے۔

تو کیا سب انسان ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟ اگر ہاں تو پھر ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا حضور ﷺ کی خصوصیت کیسے رہے گی؟ اور اگر ہر انسان حاضر و ناظر نہیں (جب کہ تمہاری تقریر کے مطابق آیات یہی ظاہر کرتی ہیں) تو حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا کیسے ثابت ہوا

طیرًا ابابیل: پرندوں کی جماعتوں کو ابابیل کہتے ہیں، وہ ایسے خاص پرندے تھے جو نہ پہلے دیکھے گئے تھے نہ ہی بعد میں اُن کا کوئی نام و نشان پایا گیا۔ (عن عکرمۃ روح المعانی) کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے۔

من سجّیل: سجّیل وہ کنکری ہے جو گیلی مٹی کو آگ میں پکانے سے بنتی ہے۔

فجعلھم کعصف مأکول: اُن کو ایسے کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ، عصف یعنی وہ بھوسہ جس کو کسی جانور نے چبایا بھی ہو۔

بحمداللہ وتوفیقہ تم توضیح سورۃ الفیل بیوم الثلاثاء قبل الظھر لتاسع وعشرین من شوال المکرم سنۃ ۱۴۳۸ھ والنظر الثانی لثلاثین من الجمادی الثانیۃ سنۃ ۱۴۴۰ھ

سورۃ القریش مکیۃ

اس سورت میں 4 آیات، 17 کلمات، 73 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ
قریش کے عادی ہونے کے سبب، کہ وہ عادی ہیں سردی اور گرمی کے سفر کے، اس لئے انہیں چاہئے کہ اس
هٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤
گھر کے رب کی عبادت کریں، جس نے اُن کو بھوک کی حالت میں کھلایا اور بدامنی سے اُن کو امن دیا

لغوی تحقیق:

ایلاف: آءلَفَ از افعال سے مصدر، کسی جگہ کا شوقین بنادینا۔ قُرَیش: حضور ﷺ کا خاندان، اصح واثبت یہ ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔ رِحلة: ازفتح سفر کرنا، سفر کے لئے سواری پر کجاوہ وغیرہ کسنا۔ الشِتَاء: سردی کا موسم، از نصر کسی شہر میں سردی میں قیام کرنا۔ الصیف: گرمی کا موسم، از ضرب موسم کا گرمیوں میں داخل ہونا۔ فَلْيَعْبُدُوا: امر غائب معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از نصر، عبادت کرنا، غلامی کرنا۔ البیت: گھر، بیت اللہ۔ اَطعم: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال کھلانا۔ جوع: مصدر از نصر، بھوک لگنا۔ اٰمن: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از افعال امن دینا۔ خوف: مصدر از سمع، ڈرنا۔

تفسیر:

ربط: سورہ فیل میں واقعہ اصحاب فیل ذکر ہوا، اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان تھا اس سورت میں اہل مکہ کو اُس احسان پر شکر ادا کرنے کی ترغیب ہے۔

لایلف قریش: شروع میں لام جار ہے جو اپنے مجرور سے مل کر کسی فعل یا شبہ فعل کا متعلق ہوا کرتا ہے، یہاں کس کا متعلق ہے؟ بعض حضرات نے فرمایا کہ جملہ محذوفہ کا متعلق

ہے تقدیر عبارت ہے انه اهلك اصحٰب الفيل لايلاف قريش یعنی اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو قریش کی سردی گرمی کے سفر کی عادت کی وجہ سے ہلاک کیا تاکہ اُن کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ فليعبدوا کا متعلق مقدم ہے، یعنی اہلِ مکہ کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیئے، کیوں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسان ہیں، اگر اور احسانات کے سبب نہیں تو سردی و گرمی کے اِن دو سفروں کو جو اللہ تعالیٰ نے آسان کیا، اُس کے سبب صرف اُسی کی عبادت کریں۔

قبیلہ قریش کی فضیلت:

قریش: نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔ قُرَیْش: قَرْش کی تصغیر ہے۔ قَرش ایک طاقتور سمندری جانور یا مچھلی ہے جو دوسرے جانوروں کو کھا سکتا ہے کوئی جانور اُس کو نہیں کھا سکتا، وہ سب پر غالب آتا ہے اُس پر کوئی غالب نہیں آسکتا، قریش بھی شان کے اعتبار سے سب قبائل سے اونچا ہے، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انّ الله اصطفٰى كنانة من بني اسمعيل و اصطفٰى من بني كنانة قريشًا و اصطفٰى من قريش بني هاشم و اصطفاني من بني هاشم

(مسند احمد ح ۱۶۹۸۶، ابو یعلی ح ۷۴۸۷، شعب الایمان ۱۳۲۸)

اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو، کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شان (حکومت) میں سب لوگ قریش کے تابع ہیں، مسلمان مسلمانوں کے اور کافر کافروں کے تابع ہیں۔ (بخاری ح ۳۴۹۵، مسلم ۱/ ۱۸۱۸)

اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے افضل قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، بعد کے امتیوں میں سے بھی قریشی اولیاء غیر قریشی سے افضل ہیں۔ (تفسیر مظہری)

رحلة الشتاء و الصيف: مکہ مکرمہ بے آباد جگہ ہے، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے اہل مکہ کے لئے دعاء فرمائی تھی و ارزق اهله من الثمرات دعاء کی قبولیت کے آثار میں سے ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہر موسم کا پھل اور سبزیاں ملتی ہیں، پہلے حال یہ تھی کہ اہل مکہ فاقے کا شکار ہو کر مرجاتے، جس کو فاقے کی تکلیف پیش آتی، پورا گھرانہ کہیں الگ تھلگ ہو کر خیمہ لگا کر رہائش کرتا آخر موت کا شکار ہو جاتے، نبی کریم ﷺ کے دادے ہاشم نے اس عادت کو ختم کرنے کے لئے تجارت کی ترغیب دی، تو انہوں نے تجارت کو پیشہ بنایا، اور جو نفع کماتے، ہر خاندان کا مالدار تاجر اُس خاندان کے غریبوں پر بھی خرچ کرتا، اسلام آنے تک اُن کی یہ عادت مسلسل جاری رہی، ملک شام ٹھنڈا ہے گرمی کے موسم میں اہل مکہ شام کا سفر کرتے، اور یمن گرم ملک ہے سردی کے زمانے میں یمن کا سفر کرتے تھے۔

الذی اطعمهم من جوع: انہی دو تجارتی سفروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کو کھلایا کہ تجارت میں نفع ہوتا۔

و آمنهم من خوف: پہلے بھی عرب کی عزت تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعاء تھی، پھر خصوصاً واقعہ اصحاب فیل کے بعد تو ہر طرف کے لوگ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے سمجھتے تھے اس لئے ان سے احترام کا سلوک کرتے تھے کوئی انہیں تکلیف نہ پہنچاتا، ان پر ڈاکو چور وغیرہ حملہ نہ کرتے، اور وہ سفر و حضر میں نہ چھیڑے جاتے۔

بحمد الله و توفيقه تم توضيح سورة القريش بيوم الاربعاء لاول يوم من ذى القعدة سنة ۱۴۳۸ھ و النظر الثانى لاول اليوم من رجب سنة ۱۴۴۰ھ

۞۞۞

سورۃ الماعون مکیۃ

اس کو سورہ دین اور سورہ تکذیب اور سورۃ الیتیم بھی کہتے ہیں، 7 آیات، 25 کلمات، 125 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى
کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جو جزاء کے دن کو جھٹلاتا ہے، یہ وہ تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، اور محتاج کو کھانا
طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ
کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا، سو ہلاکت ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں کو بھلانے والے ہیں، وہ جو دکھاوا
سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝
کرتے ہیں، اور استعمال کی چیزیں مانگنے پر بھی روک رکھتے ہیں،

لغوی تحقیق:

يُكَذِّبُ: مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از تفعیل جھوٹا سمجھنا۔ **يَدُعُّ:** مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر دھکے دینا۔ **لا يحضُّ:** نفی مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر، ترغیب دینا۔ **طعام:** بمعنی اطعام: کھانا کھلانا۔ **المُصَلِّين:** مُصَلِّ کی جمع، صیغہ اسم فاعل، نماز پڑھنے والے۔ **ساهون:** ساهٍ کی جمع صیغہ اسم فاعل بھولنے والا۔ **يُراءون:** مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از افعال دکھلانا۔ **يمنعُون:** مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، از فتح روکنا، نہ دینا۔ **الماعون:** زکوۃ، ایک دوسرے سے مانگی جانے والی معمولی چیزیں۔

تفسیر:

ربط: سورہ قریش میں اللہ کا احسان ذکر ہوا کہ اللہ تعالی نے قریش کو بھوک سے کھلایا، اِس سورت میں اُس کی برائی بیان ہوئی جو محتاج کو کھلانے کی ترغیب نہ دے، یا سورہ قریش

میں فلیعبدوا رب ھذا البیت میں عبادت کی ترغیب ہے اِس سورت میں نماز جیسی عبادت سے غافل لوگوں کی برائی بیان ہوئی، یا سورہ قریش میں قریش پر ہونے والے احسان ذکر ہوئے، چوں کہ وہ قیامت اور جزاء سزا کے منکر تھے اس لئے اِس سورت میں جزاء سزا کی تکذیب کرنے والوں کے لئے وعید ہے۔

ارئیت الذی یکذب بالدین: کیا آپ نے اُس کو دیکھا جو جزاء سزا کو جھوٹا سمجھتا ہے، یہاں رویت سے رویت علمی مراد ہے یعنی آپ کو ایسا شخص معلوم ہے جو جزاء سزا کو جھٹلاتا ہے؟ یعنی یہ شخص قابل تعجب ہے۔

فذالك الذی یدع الیتیم: جزاء سزا کے انکاری کے کرتوت یہ ہیں۔

اول: یتیم کو دھکے دیتا ہے، ڈانٹتا ہے، اُس کا حق ادا نہیں کرتا حالاں کہ یتیم قابلِ ترس ہے، غیر یتیم کے مقابلہ میں اُس پر دل زیادہ نرم ہونا چاہیے، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ ابوجہل کا حال تھا کہ اس کو ایک یتیم بچے کا وصی بنایا گیا، ایک بار وہ بچہ ننگے حال میں آیا اور ابوجہل سے اپنا مال مانگا، اُس نے بچے کو سختی کے ساتھ دھکیل دیا، آخر بچہ کو مایوسی ہوئی، تو قریش کے سرداروں نے بچے کو کہا کہ تو (حضرت) محمد (ﷺ) کو کہے وہ ابوجہل سے تیری سفارش کردے، مقصود اُن کا نبی کریم ﷺ سے مذاق تھا، اور نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ کسی محتاج کو واپس نہیں کرتے تھے، تو آپ ﷺ اُس کے ساتھ ابوجہل کے پاس چل دیئے، ابوجہل آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑا ہوگیا، اور یتیم کو مال دیا، قریش نے اُس کو شرم دلائی، اور کہنے لگے تو صابی ہوگیا؟ اُس نے کہا صابی نہیں ہوا، لیکن بات یہ تھی کہ محمد ﷺ کے دائیں بائیں مجھے کئی جنگجو نظر آئے، مجھے ڈر لگا اس لئے اُس کی بات مان لی۔

(حدائق الروح والریحان)

یتیم کی کفالت :

ولا یحض علی طعام المسکین: دوم: محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا یعنی خود کھلانا مشکل معلوم ہوتا ہے وہ تو کرتا ہی نہیں، دوسروں کو کھلانے کی ترغیب بھی نہیں دیتا جو کہ خود کھلانے سے آسان ہے، حالاں کہ اِس میں خالی زبان چلانی پڑتی ہے، وجہ یہ

ہے کہ یہ اتنا بخیل ہے کہ محتاجوں کو خود کھلائے تو بھی برداشت نہیں دوسرے کھلائیں بھی برداشت نہیں ہے، حالاں کہ یہ بڑی فضیلت کا عمل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے:

من قبض یتیمًا من بین المسلمین الی طعامه وشرابه ادخله الله الجنة البتة الا ان یعمل ذنبًا لا یغفر له. (ترمذی ح۱۹۱۷)

جو شخص مسلمانوں میں سے یتیم کو اپنے کھانے پینے کی طرف پکڑ کر لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو جنت میں داخل فرمائیں گے ہاں مگر خدانخواستہ ایسا گناہ کرلے جس کی بخشش نہ ہو (کفر کرلے تو پھر جنت میں نہ جائے گا)۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا وکافل الیتیم فی الجنة کھاتین. (ترمذی ح۱۹۱۸)

میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اکٹھے ہوں گے (جیسے دو انگلیاں اکٹھی ہیں)۔

مگر اِس شخص کا حال ویسا ہے جیسے کہتے ہیں کہ ایک کنجوس گھر آیا تو پریشان تھا بیوی نے پوچھا کیوں پریشان ہو؟ کوئی پیسے گم ہو گئے ہیں یا کسی کو کچھ دے دیا ہے؟ کہا گم نہیں ہوئے نہ خود کسی کو دیئے بس ایک شخص کو دیتے دیکھا اس پر پریشان ہوں، ہمارے مظلوم مدارس کے متعلق بھی (جہاں اکثر غریب پڑھتے ہیں) آج کل اکثر اربابِ اقتدار کا یہی رویہ ہے، کہ مدارس سے تعاون تو کیا کریں گے تعاون کرنے والوں پر غصہ نکالتے ہیں، یعنی اُس کنجوس سے بھی بڑھ کر کنجوس ہیں۔

اور جب جزا سزا کا منکر غریب و قابلِ ترس انسانوں پر ترس نہیں کھاتا اُن کا حق مارتا ہے تو دوسروں کے حقوق بطریق اولیٰ کھائے گا، اور جو بندوں کے حقوق سے لاپروا ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بھی ادا کرنے والا نہیں ہوسکتا، آگے اللہ تعالیٰ کے حق سے لاپروائی ذکر ہے۔

نماز سے غفلت اور نماز میں غفلت:

فویل للمصلین: پس ہلاکت ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں، یعنی نماز پڑھتے تو ہیں مگر وقت پر نہیں پڑھتے قضاء کر دیتے ہیں، یا جماعت کی پروانہیں کرتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر نقل کرتے ہیں:

ھم الذین یؤخرونھا عن وقتھا۔ (مجمع الزوائد ح ۱۵۲۴ اطبرانی اوسط)

یہ وہ ہیں جو نماز کو وقت سے لیٹ کر کے پڑھتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں عَن صلاتھم فرمایا فِی صلاتھم نہیں فرمایا یعنی وہ جو نماز سے بالکل غافل رہتے ہیں وہ مراد ہیں، اور وہ مراد نہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور نماز کے اندر خیالات ووساوس کے سبب غفلت میں پڑ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں خیالات کے اندر پڑنے والوں کے لئے وعید بیان نہیں فرمائی، اُن کے لئے وعید بیان فرمائی ہے جو سرے سے نماز سے غافل رہتے ہیں۔

الذین ھم یراءون: اگر باجماعت (یا بغیر جماعت) پڑھتے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہوتی، محض دکھاوا کرتے ہیں، تاکہ لوگ ہمیں نمازی اور مسلمان سمجھتے رہیں، اور مسلمانوں کی طرح ہمارے جان و مال محفوظ رہیں، ورنہ مسلمان ہمیں کافر سمجھیں گے اور ہمارا جان و مال غیر محفوظ ہو جائے گا، یہ منافقین کا حال تھا۔

فائدہ: جو نیکی فرض کے درجہ کی ہو، اُس کو اعلانیہ کرنا ہی اُس کا حق ہے، کیوں کہ چھپ کر کرنے سے لوگوں کے طعن و تشنیع کا ڈر ہے، اور یہاں اظہار کر کے طعن سے بچنا ضروری ہے، اور جو نفل درجہ کی ہو اُس کو چھپا کر کرنا حق ہے، اور اگر اِس نیت سے آدمی اعلانیہ کرے کہ لوگ اُس میں اقتداء کریں تو بھی اچھا ہے، لیکن اُس کو اِس نیت سے اعلانیہ کرنا کہ لوگ تعریف کریں یہ ریا (دکھاوا) ہے جو ناجائز ہے۔

ویمنعون الماعون: ماعون کی دو تفسیریں ہیں۔ اول: زکوٰۃ یعنی زکوٰۃ نہیں دیتے، مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق روک رکھتے ہیں، حضرت علی اور کئی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم

نے یہ تفسیر کی ہے۔ دوم: ماعون سے مراد برتنے کی عام چیزیں جو معمولی حیثیت کی ہوتی ہیں اور لوگ بطور عاریت استعمال کرنے کے لئے ایک دوسرے سے لیتے دیتے ہیں، جیسے سوئی، دھاگہ، برتن، کلہاڑی، کدال وغیرہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر منقول ہے، یعنی یہ چیزیں مانگنے والوں کو استعمال کے لئے عاریۃً دے دینی چاہئیں، روک نہ رکھنا چاہیے، لیکن اگر کسی کی عادت ہو کہ مانگی ہوئی چیز کو ضائع اور خراب کر دیتا ہو، تو اُس کو نہ دینے میں حرج نہیں ہے۔

بحمدالله و توفيقه تم توضيح سورة الماعون بيوم الاثنين لسادس من ذى القعدة سنة ۱۴۳۸ھ والنظر الثانى لاثنين من رجب سنة ۱۴۴۰ھ

★★

سورة الكوثر مكية

اس سورت کو سورہ نحر بھی کہتے ہیں، اس سورت میں 3 آیات، 10 کلمات، 42 حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَؕ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡؕ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ
بیشک ہم نے آپ کو کوثر دی، تو آپ نماز پڑھو اپنے رب کے لئے اور قربانی کرو، بیشک آپ کا دشمن ہی
الۡاَبۡتَرُ۝۳
بے نام و نشان ہوگا

لغوی تحقیق:

اعطینا: ماضی معلوم، صیغہ جمع متکلم، از افعال، دینا۔ الکوثر: افضل پانی کا خاص حوض جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا۔ خیر کثیر۔ صلِّ: فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر

حاضر، از تفعیل، نماز پڑھنا۔ انحَرْ : فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از فتح اونٹ کو کھڑا کر کے ذبح کرنا۔ شانیء : دشمنی رکھنے والا، از فتح وسمع بغض رکھنا۔
الابتر : دُم کٹا، جس کی نسل آگے نہ چلے، از سمع کٹ جانا۔

تفسیر:

ربط: سورہ ماعون میں منافق کی بری عادتیں ذکر ہوئیں، اِس سورت میں اُن کے مقابلے میں اچھی عادتوں کا حکم ہے۔ و لا یحض علی طعام المسکین میں جو بخل کا ذکر ہے، اُس کے مقابلے میں اعطیناک الکوثر میں اللہ تعالی کے اعطاء کوثر کا ذکر ہے، جس سے اعطاء کی ترغیب ہے۔ الذین ھم عن صلاتھم ساھون کے مقابلہ میں فصلِّ ہے۔ الذین ھم یراءون کے مقابلے میں لِرَبِّكَ ہے۔ یمنعون الماعون کے مقابلے میں وانحَرْ ہے۔

شانِ نزول:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم فوت ہوئے مشرک لوگ ایک دوسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ رات یہ صابی (معاذ اللہ، حضرت محمد ﷺ) دُم بریدہ ہوگیا (آگے اُن کی نسل نہیں چلے گی، سلسلہ نسل ختم ہوگیا) تو اللہ تعالی نے یہ سورت نازل فرمائی۔ (مجمع الزوائد ح ۱۱۵۲۵، طبرانی)

بعض روایتوں میں ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ سے متعلق کہا آپ ﷺ کی کوئی اولاد باقی نہ رہے گی اور آپ ابتر ہیں، اِس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالی نے اس سورت میں اُن کی اِس بیہودہ بات کا جواب دیا۔

کوثر کیا ہے؟

انّا اعطیناك الکوثر: اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو کوثر عطا کی، کوثر سے کیا مراد ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معلوم ہے کہ کوثر کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور رسول ﷺ کیا جانتے ہیں، فرمایا

هو نهر اعطانيه ربي في الجنة عليه خير كثير ترد عليه امتي يوم القيامة آنيته عدد الكواكب. (احمد ۱۱۹۹۶)

وہ ایک نہر ہے جو مجھے میرا رب جنت میں عطا فرمائے گا، اُس پر خیر کثیر ہوگی، اُس پر قیامت کے دن میری امت آئے گی، اُس کے گلاس ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔

معتزلہ نہرِ کوثر کے وجود کے منکر ہیں، اِس بارے میں مروی متواتر احادیث ہیں جو اُن کے خلاف ہیں۔

کوثر کی ایک تفسیر خیر کثیر ہے، یہ تفسیر حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کسی نے اُن سے عرض کیا کہ حدیث میں تو کوثر کی تفسیر حوض کوثر سے کی گئی ہے؟ تو فرمایا وہ بھی خیر کثیر کا ایک فرد ہے۔ (روح المعانی)

فائدہ: مفسرین نے اس بارے میں بھی بحث کی ہے کہ نہرِ کوثر اور حوض ایک چیز ہے یا الگ الگ ہیں؟ کچھ حضرات نے الگ الگ ہونے کو ترجیح دی ہے، اور لکھا ہے کہ نہرِ کوثر جنت میں ہوگی، اور حوض پُل صراط سے پہلے ہوگا۔ (حدائق الروح والریحان)

فصلّ لربّك: پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں، یعنی کوثر ایک نعمت الٰہی ہے اُس کا شکر ادا کرنا لازم ہے اور اُس کے لئے جیسے زبان سے الحمدُ لله کہنا چاہیے، ایسے عمل سے بھی شکر کی ادائیگی ہو، یعنی اللہ تعالی کی عبادت میں لگنا چاہیے، عبادت دو قسم کی ہے۔ اول: عبادت بدنی جس کا اہم فرد نماز ہے، اُس کی پابندی کیا کریں، جیسا کہ پہلے بھی نماز ادا کرتے رہتے ہیں،

وانحرْ: دوسری: عبادت مالی جس کا ایک فرد بقرعید کے موقع میں جانور کی قربانی ہے، یہ قربانی کرتے رہا کرو اور اِس کے گوشت کے ذریعے محتاجوں بھوکوں کی مدد کیا کرو، نحر دراصل اونٹ ذبح کرنے کو کہتے ہیں مگر مقصود مطلق قربانی ہے، اُس کو نحر سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ اول مخاطب عرب تھے اور اُن کے علاقوں میں زیادہ تر اونٹ ہی ذبح کئے جاتے اور قربان کئے جاتے تھے، دوسرے جانور وہاں کم ہی پائے جاتے، نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کا پاؤں باندھ کر حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر خون بہا دیا جائے۔

یاد رہے کہ یہاں لربك کی قید جو صلّ کے ساتھ ہے و انحر کے ساتھ بھی ہے کہ قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے کیا کرو، کیوں کہ مکہ کے مشرک بھی قربانی کرتے تھے مگر وہ بتوں کے لئے کرتے تھے اس لئے حکم ہے و انحر لربك آپ اپنے رب کے لئے قربانی کیا کرو، جو مسلمان غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے چاہے ولی ہو جانور ذبح کرتے ہیں، یہ حرام ہے۔

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار میں اس آیت کی یہ تفسیر منقول ہے کہ و انحر یعنی نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھو، ایسے آثار صحیح سندوں سے ثابت نہیں ہیں، اس لئے ان روایتوں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی آیت کی تفسیر میں یہ بات درست ہے۔

آپ ﷺ کا دشمن بے نام ونشان ہوگا:

ان شانئك هو الابتر: بے شک آپ کا دشمن بے نام ونشان ہو جانے والا ہے، یعنی یہ دشمن جو خیال کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ بے نام ونشان ہونے والے ہیں، ان کا یہ خواب ہرگز پورا ہونے والا نہیں ہے، ہاں یہ دشمن خود یقیناً بے نام ونشان ہو جانے والے ہیں

سوال: ان شانئك هو الابتر میں آپ ﷺ سے بغض رکھنے والے وہ بھی داخل ہیں جو بعد میں ایمان لائے اور صحابی بن گئے جب کہ وہ ابتر نہیں ہوئے؟

جواب: ابتر ہونے کا حکم بغض رکھنے کی علت کے ساتھ مشروط ہے، اور جو حکم علت سے شروط ہو علت پائی جائے گی تو حکم پایا جائے گا علت نہیں پائی جائے گی تو حکم نہیں پایا جائے گا، چونکہ وہ شانی (بغض رکھنے والے) نہ رہے اس لئے ابتر نہ ہوئے لہٰذا وہ اس وعید کے مستحق ہی نہ رہے۔ (روح المعانی)

سوال: عاص بن وائل نبی کریم ﷺ کا دشمن تھا، اُس کے بیٹے حضرت عمرو اور ہشام رضی اللہ عنہما صحابی ہوئے، ابو جہل دشمنِ رسول تھا، اُس کا بیٹا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ صحابی ہوا، اور ان حضرات کا نام زندہ ہے، تو اِن دشمنانِ دین کا نام بھی زندہ ہے، تو پھر یہ دشمن بے نام ونشان نہ ہوئے؟

جواب: بے نام ونشان ہونے سے مراد یہ ہے کہ اِن لوگوں کے بعد اِن کا ذکرِ خیر نہیں

رہے گا، گو کسی درجہ میں ذکر باقی رہے، اور ظاہر ہے کہ وہ ذکر ذکرِ خیر تو نہیں ہے۔

(تفسیر مظہری مع اضافہ)

بحمداللہ و توفیقہ تم النظر الثانی الی ھٰذا المقام للرابع من رجب سنۃ ۱۴۴۰ھ

★★

سورۃ الکافرون مکیۃ

اس کو سورہ عبادت اور سورہ مقشقشہ (شرک سے بری کرنے والی) بھی کہتے ہیں، اس میں 6 آیات، 26 کلمات، 94 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ
آپ فرما دیں اے منکرو! نہ میں اُن کی عبادت کرتا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم اُس کی عبادت کرتے
مَاۤ اَعْبُدُ ۚ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ
ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں اُن کی عبادت کروں گا جن کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم عبادت
اَعْبُدُ ؕ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۠
کرو گے اُس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمہارے لئے تمہارا طریقہ ہے اور میرے لئے میرا طریقہ ہے

تفسیر:

ربط: سورہ کوثر میں فصل لربك کے اندر عبادت میں اخلاص کا یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لئے عبادت کا حکم ہے اس سورت میں بھی عبادت میں اخلاص کا یعنی خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم ہے۔

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو صلح کی دعوت دی

اور کہا آپ کہیں تو ہم آپ کو مال دیتے ہیں آپ اہل مکہ میں سے مالدار ہو جائیں گے، اور جو عورت پسند کریں ہم اُس سے آپ کی شادی کردیں، بس آپ ہمارے خداؤں کو برا کہنے سے باز آئیں، اور اگر آپ یہ نہیں مانتے تو چلو ہم آپ کے سامنے صلح کی ایک اور صورت پیش کرتے ہیں جس سے ہماری اور آپ کی صلح ہو جائے گی، فرمایا وہ کیا ہے؟ کہنے لگے ایک سال آپ ہمارے خداؤں لات وعزی کی عبادت کریں، اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں گے، آپ ﷺ نے وحی سے آنے والے جواب کی انتظار فرمائی تو یہ سورت نازل ہوئی۔ (معجم طبرانی صغیر ح۷۵۱، ج۱ ص۲۶۵، ابن جریر ۲۴ / ۷۰۳،

الدر المنثور ۸ / ۶۵۴)

قل یایھا الکفرون۔ لا اعبد ما تعبدون: اس میں نفی عبادت کا تکرار ہے، تو لا اعبد اور لا انا عابد دونوں میں کیا فرق ہے؟ مفسرین نے یہ فرق بیان کیا کہ ایک حال کے معنی میں ہے، اور دوسرا مستقبل کے معنی میں ہے، چاہے پہلا حال اور دوسرا مستقبل کے معنی میں لیں، یا پہلا مستقبل اور دوسرا حال کے معنی میں لیں، یعنی میں نے نہ ماضی میں اُن بتوں کی عبادت کی ہے، نہ حال میں اُن کی عبادت کرتا ہوں، نہ مستقبل میں اُن کی عبادت کروں گا جن کی تم عبادت کرتے ہو، یعنی جب اعلانِ نبوت سے پہلے اُن کی عبادت نہیں کی، تو حال یا مستقبل میں مجھ سے کیسے امید لگائی ہے کہ اُن کی عبادت کرلوں گا،

ولا انتم عابدون ما اعبدُ: اِس جملے کا بھی دو دفعہ ذکر ہوا ہے، تو اِس میں بھی ایک حال اور دوسرا مستقبل کے معنی میں ہوگا، یعنی نہ تم عبادت کرو گے اور نہ کرتے ہو اُس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

تو اس پر اشکال ہوا کہ بہت سے کافروں نے شرک چھوڑ کر توحید اختیار کی، مسلمان ہو گئے، جب کہ اِس میں آیا کہ وہ حال کی طرح مستقبل میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کریں گے؟

جواب: یہ ہے کہ اگرچہ الفاظ عام ہیں، لیکن اِس کے مخاطب وہ خاص کافر ہیں جن کا کفر و شرک پر مرنا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا

معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے ایسی صلح جائز نہیں جس میں اُن کے دین کے شعائر اختیار کرنے پڑیں، یا اپنے دینی ضروری اعمال چھوڑنے پڑیں، ہاں اپنے دین پر قائم رہ کر ان سے امن کی صلح کی جا سکتی ہے۔

بحمد اللہ و توفیقہ تم توضیح سورۃ الکافرون بیوم الثلاثاء بعد المغرب لسابع من ذی القعدۃ سنۃ ۱۴۳۸ھ، و النظر الثانی للرابع من رجب سنۃ ۱۴۴۰ھ

★★

سورۃ النصر مدنیۃ

اس سورت کو سورہ تودیع بھی [illegible] 3 آیات، 17 کلمات، 77 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲
جب آجائے اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح، اور آپ دیکھیں لوگوں کو کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں گروہ در گروہ، تو آپ اپنے
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳
رب کی تعریف کے ساتھ اُس کا پاک ہونا بیان کرو اور اُس سے معافی کی درخواست کرو، بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے

لغوی تحقیق:

نَصْر: مصدر از نَصَرَ يَنْصُرُ، مدد کرنا۔ الفتح: مصدر از فَتَحَ يَفْتَحُ، مشکلات دور کر دینا، بندشیں کھول دینا، مدد۔ يدخلون: از نصر، مضارع معلوم، صیغہ جمع مذکر غائب، اندر جانا۔ افواجا: فوج کی جمع، تیز رفتار جماعت۔ اِسْتَغْفِرْ: امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، بخشش مانگنا۔ تَوَّابًا: صیغہ مبالغہ، بندہ کے حق میں بمعنی گناہ سے بہت رجوع کرنے والا، اور اللہ تعالیٰ کے حق میں بمعنی بہت مہربانی و شفقت کا معاملہ کرنے

والا۔

تفسیر:

ربط: سورہ کافرون میں غیرُ اللہ کی عبادت سے براءت ہے اِس سورت میں بھی غیرُ اللہ کی عبادت کا زمانہ ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اذا جاء نصرُ اللہ والفتح: جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ ﷺ کی مدد اور فتح آئے۔

سوال: مدد تو مسلمانوں نے کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنی مدد کیوں فرمایا؟

جواب: مسلمانوں کا مدد کرنا دل کے جذبے سے ہوا، اور دل کا جذبہ پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف مدد منسوب ہوئی۔

اکثر مفسرین کے مطابق یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ الفتح سے فتح مکہ مراد ہے، اس میں خوشخبری دی گئی کہ مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام لائیں گے، اور ایسا ہی ہوا۔

ورأیت النّاس یدخلون فی دین اللہ افواجًا: لوگوں کی بہت بڑی تعداد اہل مکہ کے اسلام کے منتظر تھے کہ یہ لوگ مسلمان ہوں گے تب ہم مسلمان ہوں گے، کیوں کہ اہل مکہ سردار لوگ تھے، اور کئی لوگ اہل مکہ سے ڈرتے بھی تھے، اہل مکہ مسلمان ہوئے تو دوسروں کے لئے ایمان سے رکاوٹ ختم ہوئی تو آس پاس کے لوگ جوق در جوق گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوئے ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے دین کو دینُ اللہ فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا دین اللہ تعالیٰ کا دین ہے، آپ ﷺ کی شریعت اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شریعت ہے، آپ ﷺ کے بتائے ہوئے اور کئے ہوئے اعمال ہی دینِ خداوندی ہے، اُسے ہٹ کر کوئی عمل شریعت نہیں بن سکتا، نہ نیکی اور ثواب کہا جا سکتا ہے۔

فسبّح بحمد ربّك: جب یہ حال ہو جائے تو شکریہ میں اپنے رب کی حمد اور پاکی بیان کرو، اس لئے ہونے والی ہر نعمت کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کا حکم ہے کہ یہ نعمت کا زبانی شکر

-۴

وَاسْتَغْفِرْهُ: اور اللہ تعالی سے بخشش مانگو، استغفار کرو۔

نبی کریم ﷺ معصوم ہیں پھر استغفار کا حکم کیوں؟

سوال: ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گناہ ہی نہ تھے کیوں کہ نبی نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے تو استغفار تو گناہوں کے بعد ہوتا ہے تو نبی کو استغفار کا حکم کیوں ہوا؟

جواب: حضور ﷺ کو استغفار کا حکم کرنے میں کئی وجہیں ہوسکتی ہیں:

اول: تا کہ استغفار امت کے لئے سنت نبوی بن جائے۔

دوم: یہ بتانا مقصود ہے کہ گناہ نہ بھی ہوا ہو تو بھی استغفار کرنا چاہیئے، البتہ توبہ گناہ کے بعد ہوتی ہے۔

سوم: ہماری عبادتیں اور نیکیاں بھی ناقص بلکہ انقص طریقے پر ہونے کے سبب حسنات نہیں سیئات ہیں، اس لئے عابد اور نیک آدمی کو نیکی و عبادت کے بعد بھی استغفار کرنا چاہیے، اس لئے آپ ﷺ نماز کے بعد تین بار فرماتے استغفرُ الله، استغفرُ الله، استغفرُ الله

چہارم: حضور ﷺ کے حق میں استغفار بمعنی طلبِ غفران ہے اور غفران پردے کو کہتے ہیں یعنی اے میرے پیغمبر! اللہ تعالی سے یہ مانگا کریں کہ اللہ تعالی آپ ﷺ کے اور گناہ کے درمیان پردہ یعنی رکاوٹ ڈالے رکھے جیسا کہ آپ ﷺ کے اور گناہ کے درمیان پہلے رکاوٹ ڈالے ہوئے ہے جس کے سبب آپ ﷺ معصوم ہیں۔

آپ ﷺ کے انتقال کی خبر:

سورت میں اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ ﷺ جس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے وہ مقصد فتح مکہ اور اُس کے نتیجے میں لوگوں کے کثرت سے اسلام میں داخل ہونے سے پورا ہوگیا، اور آپ ﷺ نے گویا مکمل دین وشریعت کی تبلیغ فرمالی، اب آپ ﷺ کی دنیا سے رحلت قریب ہوگئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ سورت نازل ہوئی

آپ ﷺ نے فرمایا اِس سورت کے ذریعے مجھے میری وفات کی خبر دی گئی کہ میں اِس سال وفات پا جاؤں گا۔ (مجمع الزوائد ح ۱۱۵۲۸، طبرانی و احمد)

مبلغین کو چاہیے کہ بیان کے بعد استغفار کریں:

اس سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ مبلّغ جب بیان کر چکے تو اُس کو ذکرُ اللہ اور استغفار کا کثرت سے اہتمام کرنا چاہیئے جیسا کہ آپ ﷺ کو یہی حکم ہوا۔

اِس سے اُن مبلّغین اور واعظین کا بھی علاج کیا گیا جو وعظ و بیان درست ہو جانے پر اکڑتے اور فخر کرتے ہیں کہ اُنہیں اکڑ اور فخر کے بجائے استغفار کرنا چاہیئے، آخر اکڑنا کس بات پر؟ یہ توفیق اور یہ فن اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، آدمی کا اپنا کمال تھوڑا ہے کہ اکڑے؟ سب کمال اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہیں، اگر کوئی کمال ظاہر ہو تو اُس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے نہ اپنے منہ میاں مٹھو بننا چاہیئے، نہ لوگوں کے چند تعریفی کلمات سے پھول جانا چاہیے، ہاں اِس کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر شکر کے ساتھ طبعی طور پر خوشی ہونا اس سے مستثنٰی ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا: استغفار کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت تواب لانے میں اشارہ ہے کہ استغفار کا کامل فائدہ اُس وقت ہے جب توبہ بھی ساتھ ہو۔

★★

سورۃ اللھب مکیۃ

اس کو سورہ مسد، اور سورہ تبت اور سورہ ابی لھب بھی کہتے ہیں، اس میں 5 آیات، 20 کلمات، 77 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝
ابولہب کے ہاتھ برباد ہوں اور وہ برباد ہو گیا ہے، نہ اُس کا مال اُس کے کام آیا اور نہ وہ جو اس نے کمایا، عنقریب
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝
وہ ایسی آگ میں داخل ہوگا جو بھڑکتے شعلوں والی ہوگی، اور اُس کی بیوی بھی، جو لکڑیاں ڈھونے والی تھی، جس کی

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

گردن میں مونجھ کی رسی ہوتی

لغوی تحقیق:

تَبَّتْ : فعل ماضی معلوم، صیغہ واحد مؤنث غائب، از نصر ہمیشہ کا خسارہ ہونا۔ لھب: از سمع، آگ کا شعلے مارنا۔ ابولھب: آگ والا۔ کَسَبَ: ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب، کمانا۔ امرأۃ : عورت۔ حَمَّالۃ: صیغہ مبالغہ، بہت بوجھ اٹھانے والی عورت۔ الحطب : ایندھن، لکڑیاں۔ جِید: گردن، جمع اجیاد، حبل: رسی، جمع حبال ۔مَسَد: مونجھ، جمع امساد۔

تفسیر:

ربط: سورہ نصر میں اسلام میں داخل ہونیوالوں کا ذکر ہوا، اس سورت میں اسلام میں داخل نہ ہوکر ہلاک ہونے والے شخص کا ذکر ہے۔

شانِ نزول:

جب حضور ﷺ کو حکم ہوا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ تو آپ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر اپنے قبیلہ قریش کے لوگوں کو آواز دی، اے بنی عبدمناف، اے بنی عبدالمطلب! اے فلاں! تو سب قریش جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن چڑھ آیا ہے اور صبح یا شام تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا آپ ﷺ لوگ میری تصدیق کریں گے؟ سب نے بیک زبان کہا ضرور تصدیق کریں گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک سخت عذاب سے (ظاہر یہ ہے کہ اس کے ساتھ توحید کی دعوت دی، شرک سے منع فرمایا) تو آپ ﷺ کے سگا چچا ابولہب نے کہا تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا اور پتھر اٹھا کر مارنا چاہا، تو اُس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ (بخاری، مسلم)

رسول اللہ ﷺ سے ابولہب کی دشمنی اور ابولہب کا تعارف:

ابولہب کنیت ہے، نام عبدالعزّیٰ ہے، عزّیٰ ایک بت کا نام ہے، عبدالعزّیٰ کا معنی

عزّٰی بت کا بندہ، یہ جناب عبد المطلب کا بیٹا ہے، عبد المطلب رسول اللہ ﷺ کے دادا تھے، جناب عبد المطلب کے بہت سے بیٹے ہوئے، رسول اللہ ﷺ کے والد جناب عبداللہ بھی عبد المطلب کے بیٹے ہیں، اس لئے ابولہب رسول اللہ ﷺ کا حقیقی چچا ہے، جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی ابولہب کو بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری دی گئی، تو خوشی میں ابولہب نے خوشخبری دینے والی باندی کو آزاد کر دیا تھا، مگر جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا دعوی کیا تو پہلے پہل مارنے کے لئے ابولہب نے ہی پتھر اٹھایا ہے، پھر دن بدن اُس کی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی بڑھتی گئی۔

حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بازار ذی المجاز میں تھا کہ دیکھا کہ ایک نوجوان کہہ رہے تھے "اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو، کامیابی حاصل کرلو" ایک اور آدمی اُس کے پیچھے چل رہا ہے اور کہہ رہا ہے لوگو! یہ جھوٹا شخص ہے اس کی تصدیق نہ کرو، میں نے پوچھا یہ اگلا شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ (حضرت) محمد (ﷺ) ہے یہ دعوی کرتا ہے کہ نبی ہے، اور یہ پیچھے والا اُس کا چچا ابولہب ہے، جو اُس کو جھوٹا سمجھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۶۵۶۵، صحیح ابن حبان ۶۵۶۲)

تبّتْ یدا ابی لھب و تبّ: یدا اصل میں یدانِ ہے اضافت کے سبب نون تثنیہ حذف ہوگئی، یہ یدٌ کی تثنیہ ہے بمعنی دو ہاتھ، مراد ابولہب کے ہاتھ نہیں بلکہ ابولہب کی ذات ہے بطور مجاز یا بطور کنایہ، اس اعتبار سے بظاہر دونوں جملے ایک جیسے ہیں گویا تکرار ہے اور خود تکرار بغیر خاص نکتے اور فرق کے مفید نہیں ہے، تو دونوں میں فرق کیا ہے؟

اول: یہ کہ پہلا بددعاء ہے دوسرا اُس بددعاء کا اثر بیان کر رہا ہے، یعنی ہلاک ہوں ابولہب کے دونوں ہاتھ (یعنی وہ خود) اور واقعی وہ ہلاک ہو بھی گیا۔ دوم: پہلا جملہ جزء کی ہلاکت ظاہر کرتا ہے دوسرا جملہ کُل کی ہلاکت بتاتا ہے جیسا کہ ظاہر الفاظ سے واضح ہے۔

بہرحال ابولہب ہلاک ہوا جنگ بدر کے واقعہ کے سات دن بعد اُس کو طاعون کی گلٹی نکلی جس کو عرب عَدَسَہ کہتے ہیں، یہ مرض دوسروں کو لگ جانے کے خطرے سے اُس کے گھر والوں نے اُس کو الگ کر دیا، اور وہ اِسی بے کسی کی حالت میں مرا اور تین دن تک اُس کی

یونہی پڑی رہی جب سڑنے لگی تب مزدوروں سے اٹھوا کر اُس کو دبوایا گیا مزدوروں نے گڑھا کھود کر ایک لکڑی کے ذریعے لاش کو گڑھے میں ڈال دیا اور اوپر سے پتھر ڈال دیئے۔ (معارف)

ابی لھب: یہ عبدالعزیٰ کی کنیت ہے لھب یعنی آگ کے شعلوں والا، اُس کی اس کنیت کا سبب کیا ہے؟ کئی وجہیں بیان ہوئیں۔ اول: اُس کے دونوں رخسار خوب چمکتے اور روشن تھے۔ دوم: جہنمی ہونے کے سبب اُس کو ابولہب کہا گیا۔ (روح المعانی)

ابولہب کے نام عبدالعزیٰ کے بجائے کنیت ذکر کی گئی کیوں؟ وجہ اول: اس میں اشارہ ہے کہ ایسا نام جس میں عبد کی نسبت غیرُ اللہ کی طرف ہونا جائز ہے، اس لئے اصل نام نہ لیا گیا۔ دوم: نام کے بجائے کنیت سے زیادہ مشہور تھا، سوم: دوزخ کی آگ سے اُس کی مناسبت کے لئے کنیت ذکر ہوئی، یعنی جہنمی ہونے سے کنایہ ہے۔

مااغنٰی عنه مالهٗ: مالهٗ و ما کسب میں کیا فرق ہے؟ اول: مال سے مراد ظاہر ہے کہ مال ہے، اور مَا کَسَبَ سے مراد اُس کی اولاد ہے۔ دوم: مالهٗ سے مراد وہ مال ہے جو بطریق وراثت اُس کو حاصل ہوا، اور ما کسب سے وہ مال مراد ہے جو اُس نے خود کمایا۔ سوم: مالهٗ سے مراد تو مال ہے، اور ما کسب سے مراد اُس کے کئے ہوئے عمل ہیں۔ (روح المعانی) چہارم: ماله اصل مال، اور ما کسب اُسے حاصل ہونے والا نفع ہے، پنجم: ماله سے مراد مال، ما کسب سے مراد نبی کریم ﷺ کے خلاف جو تدبیریں کرتا تھا۔ (حدائق الروح)

منقول ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر میرے بھتیجے کی بات حق ہوئی تو میں اپنی جان کے فدیہ میں مال اور اولاد دے دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا شکار ہوگا یہ مال اور اولاد اُس کے کام نہیں آئیں گے۔

فائدہ: اولاد کو ما کسب کے ساتھ تعبیر کرنے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اولاد کی کمائی باپ کی کمائی کے حکم میں ہے، کیونکہ جب خود اولاد باپ کی کمائی ہے تو اُن کی کمائی بھی باپ کی کمائی ہے تو باپ کا اولاد کی کمائی میں تصرف کرنا جائز ہے۔

سیصلیٰ نارًا ذات لھب: حرف س اپنے مدخول کے جلد وجود میں آنے کو ظاہر کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابولہب شعلہ مارنے والی آگ میں جلد یعنی مرتے ہی داخل ہوگا کہ قبر اُس کے لئے دوزخ کا گڑھا بنے گا۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ ابولہب اور اُس کی بیوی اسلام قبول نہ کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا، دونوں کفر پر مرے، یہ حضور ﷺ کی سچائی کے دلائل میں سے دلیل ہوئی۔

اسم کا اثر مسمّٰی پر:

عبدالعزّٰی کی کنیت ابولہب ہے، اُس کے لئے عذاب کی صورت نارًا ذات لھب ہے، کنیت میں بھی لفظ لھب ہے اور نارا ذات لھب میں بھی لفظ لھب ہے، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ نام کا مسمّٰی پر اثر پڑتا ہے، اس لئے کسی بچے اور بچی کا نام رکھتے وقت خوب غور وفکر سے کام لینا چاہیے کہ ایسا نام نہ رکھا جائے جس میں برے معنیٰ ہوں، حضرت سعید ابن مسیب کے دادا کا نام حَزْن (غم والا) تھا رسول اللہ ﷺ نے اُس کا نام سَہْل سے تبدیل کرنا چاہا وہ اس تبدیلی پر خوش نہ ہوئے حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شاید اِسی نام کے سبب بعد میں ہمارے خاندان کو پریشانیاں پیش آئیں۔ (بخاری ۶۱۹۳، مسند احمد ۲۳۶۷۳)

تو نام کا مسمّٰی پر اثر ہوتا ہے۔

وامرأتہٗ: ابولہب کی بیوی اُم جمیل بنت حرب تھی، عوراء یا اروٰی نام تھا، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔

فائدہ: اس لفظ سے کئی ائمہ مجتہدین نے استدلال کیا ہے کہ کفار مردوں عورتوں کا نکاح شرعاً معتبر ہے کہ آیت میں ام جمیل کو ابولہب کی بیوی فرمایا، ایسے ہی نبی کریم ﷺ کے دور میں جو خاوند بیوی حضور ﷺ پر ایمان لائے آپ ﷺ نے کسی موقع پر اُن کو تجدید نکاح کا حکم نہیں فرمایا۔

حَمَّالۃ الحطب: اِس کلمہ کی کئی تفسیریں ہیں۔ اول: کانٹے دار لکڑیاں اکٹھا کر کے لاتی رات کو رسول اللہ ﷺ کے راستے پر ڈال دیتی تھی، لیکن وہ لکڑیاں رسول اللہ ﷺ کے لئے ریشم کی طرح ہو جاتی تھیں۔

دوم: آخرت میں جہنم میں اُس کا یہ حال ہوگا، کہ زقوم اور کانٹے دار جھاڑیوں کی لکڑیاں اٹھائے ہوگی، اور گردن میں جہنم کی زنجیریں ہوں گی۔

سوم: بطور مجاز مراد یہ ہے کہ چغل خوری کیا کرتی تھی۔

فی جیدها حبل من مسد: یا یہ دنیا میں اُس کا حال تھا کہ جب لکڑیاں ڈھو کر لاتی تو اُس کی گردن میں رسّی لپٹی ہوئی ہوتی تھی، یا آخرت میں یہ حال ہوگا کہ جب دوزخ میں داخل ہوگی اُس کے گلے میں مونجھ کی رسّی کا طوق ڈالا گیا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی ابولہب کی بیوی حضور ﷺ کے پاس آئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، جب اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا عرض کیا یارسول اللہ! بدگو عورت ہے، خطرہ ہے کہ آپ ﷺ کو تکلیف دے گی، میں کھڑا ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی، تو وہ آئی اور کہنے لگی ابوبکر! تیرا ساتھی کدھر ہے؟ اس نے میری ہجو کی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو شعر نہیں کہا کرتے (ہجو اشعار میں کی جاتی ہے) کہنے لگی میرے خیال میں تو بھی اس کو سچا مانتا ہے، پھر واپس چلی گئی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس نے آپ کو نہیں دیکھا، فرمایا ایک فرشتہ نے پروں کے ذریعے مجھ پر اس سے پردہ میں کیا ہوا تھا۔

(مجمع الزوائد ح۱۱۵۲۹، ابویعلی، بزار)

بحمد الله و توفیقه تم توضیح سورة اللهب بیوم الاثنین ۲۱ ذی القعدة سنة ۱۴۳۸ھ والنظر الثانی للخامس من رجب سنة ۱۴۴۰ھ

★★

سورة الاخلاص مكية

اس سورت کو سورۃ اخلاص، سورۃ توحید، سورۃ الاساس، سورۃ قُل هو الله احد، سورة المعرفة، سورة الجمال، سورة النجاة، سورة النور، سورة المعوذة، سورة المانعة، سورة البراة وغیرہ بھی کہتے ہیں، اس میں 4 آیات، 15 کلمات، 45 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ
فرمادیں وہ اللہ ایک ہے، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، نہ اُس نے کسی کو جنا ہے اور نہ کسی نے اُس کو جنا ہے،
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝
اور کوئی اُس کے برابر کا نہیں ہے۔

لغوی تحقیق:

قُلْ : فعل امر حاضر معلوم، صیغہ واحد مذکر حاضر، از نصر، کہنا۔ احد : ایک اکیلا۔ الصَّمد : جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب اُس کے محتاج ہوں۔ لم یلِدْ : فعل جحد معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب، بچہ جننا۔ کفوًا : برابر، ہم درجہ۔

تفسیر:

ربط : اس سورت کا ربط سورہ کافرون سے ہے، سورہ کافرون میں شرک سے برأت کا ذکر ہے، اس سورت میں توحید کا ذکر ہے، بعض مفسرین فرماتے ہیں، سورہ لہب میں بت پرستوں کے بڑے کی ہلاکت بیان ہوئی، جسے بت پرستی کی برائی خوب واضح ہے، اب اس سورت میں بت پرستی شرک کی ضد توحید ذکر ہے۔

شانِ نزول:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنے رب کا نسب بیان کرو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرما کر جواب دیا۔

(مظہری۔ بحوالہ ترمذی۔ حاکم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی حاضر ہوا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ کا نسب بیان کرو، تو اس بارے میں یہ سورت نازل ہوئی۔

(مجمع الزوائد ح ۱۱۵۴۲، ابو یعلی۔ طبرانی اوسط)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے عامر نے پوچھا اے محمد! آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، عامر نے کہا اللہ کے متعلق ہمیں بیان کرو کہ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا یا لوہے کا یا لکڑی کا؟ تو یہ سورت جواب میں نازل ہوئی، بعد میں اربد اس طرح ہلاک ہوگیا کہ اُس پر کڑک گری، اور عامر طاعون سے ہلاک ہوا۔

(مظہری بحوالہ بغوی)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ: فرمادیں وہ صرف ایک معبود ہے۔ ھو ضمیر مسئول عنہ کی طرف راجع ہے، اور لفظ اللہ معبود کے معنی میں ہے، یعنی وہ اکیلا معبود ہے، اور ہر لحاظ سے اکیلا ہے، کمال ذات میں، اور کمال صفات میں، کمال ذات یہ کہ وہ واجب الوجود ہے یعنی ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، اُس کے اجزاء اور حصے نہیں ہیں، متعدد جواہر اور اصول سے مرکب نہیں ہے، اور کمال صفات یہ ہے کہ اُس کی صفات علم و قدرت وغیرہ قدیم ہیں سب کو محیط ہیں اور اُس کی صفات کسی اور میں نہیں پائی جاتیں، عبادت اُس کے سوا کسی کا حق نہیں ہے۔

اِس میں اُن کا رد ہے جو ایک سے زیادہ خداؤں کے قائل ہیں جیسے عیسائیوں کا ایک فرقہ تین خدا مانتا ہے عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم یا روح القدس اور اللہ تعالیٰ۔

اللّٰهُ الصَّمَدُ: اللہ ہی صمد ہے یعنی اُس کو کسی کی ضرورت نہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، اور سب کو اُس کی ضرورت ہے، سب اُس کے محتاج ہیں، اُس کے پاس کوئی درخواست کرنے کے لئے جائے تو کسی کی سفارش پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اِس سے اُن لوگوں پر رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے ہیں۔

لَمْ يَلِدْ: اُس نے کسی کو نہیں جنا، اُس کی اولاد نہیں ہے، اِس سے مکہ کے مشرکین کا رد ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، اور یہود کا رد ہے جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے، اور اُن عیسائیوں کا رد ہے جو کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، اور اُن جاہل لوگوں کا بھی رد ہے جو مخلوق میں سے کسی کو خصوصاً اللہ تعالیٰ کے

بعض پیاروں کو اللہ تعالی کا جزو کہتے ہیں، نبی ولی اللہ تعالی کا جزو نہیں ، اولاد بھی باپ کا جزو ہوتی ہے جب اولاد نہیں تو اللہ تعالی کا کوئی جزو نہیں ہے، جزو مرکب کا ہوتا ہے اور مرکب کو فنا ہوتی ہے اور اللہ تعالی ترکیب اور فنا سے پاک ہے، اس لئے کوئی اُس کا جز نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اللہ تعالی نے لَمۡ یَلِدۡ فرمایا، اور سورہ بنی اسرائیل میں لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا فرمایا، دونوں میں فرق کیا ہے؟

فرماتے ہیں کہ عیسائیوں میں دو فرقے ہیں، ایک کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ تعالی کے حقیقۃً بیٹے ہیں۔ لَمۡ یَلِدۡ سے اُن پر رد ہے کہ اللہ تعالی کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں ہے، دوسرے فرقے کا نظریہ یہ ہے کہ عیسٰی علیہ السلام حقیقۃً تو اللہ تعالی کے بیٹے نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالی نے اُن کو بیٹے کی طرح عزت دی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے، تو لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا سے اُن پر رد ہے۔

ولم یُولد: اور نہ وہ جنا گیا ہے، یعنی اُس کا کوئی باپ نہیں کہ وہ کسی کی اولاد ہو، کیونکہ ایسا وہ ہوتا ہے جو پہلے نہیں ہوتا اور اس سے پہلے اُس کا باپ دادا وغیرہ ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالی پر کبھی عدم نہیں آیا اور اُس کی ابتداء نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی نہیں تھا، اللہ تعالی قدیم ہے اُس کے سوا کوئی قدیم نہیں ہے۔

ولم یکن لہٗ کُفُوًا احد: اور اُس کے برابر کا کوئی نہیں ہے ، نہ اُس کی مثل ہے ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں، اِس سے اُن پر رد ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کسی کو برابر کیا ہوا ہے مثلاً مجوسی کہتے ہیں کہ روشنی اور خیر کا خالق اللہ ہے اور اندھیرے اور شر کا خالق شیطان ہے، یہ صفت خالقیت میں شرک ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کو عالم الغیب اور مختار کُل اور ہر جگہ حاضر و ناظر کہنا شرک ہے ۔

تم النظر الثانی الی ھٰذا المقام للسادس من رجب سنة ۱۴۴۰ھ

★★

سورة الفلق مدنية

اس سورت میں 5 آیات، 20 کلمات، 74 حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا
کہا کرو کہ میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی، ہر اُس چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا کی، اور تاریک رات کے
وَقَبَ ۙ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ
شر سے جب وہ پھیل جائے، اور اُن کے شر سے جو گرہوں میں پھونک مارتی ہیں، اور حسد کرنے والے کے شر سے
اِذَا حَسَدَ ۝
جب وہ حسد کرے

لغوی تحقیق:

الفلق : مصدر از ضرب پھٹنا صبح۔ خَلَقَ : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از نصر پیدا کرنا۔ غاسِقٍ : صیغہ اسم فاعل، از ضرب، سخت تاریک ہونا، تاریک رات۔ وَقَبَ : ماضی معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از ضرب، داخل ہونا، گھسنا۔ النفّٰثٰت : نَفَّاثَةٌ کی جمع، پھونکنے والی عورتیں، از نصر، دم کرتے ہوئے پھونکنا۔ العُقَد : عُقْدَةٌ کی جمع ہے باندھی ہوئی گرہ۔ حاسِد : صیغہ اسم فاعل، از ضرب و نصر، کسی سے نعمت زائل ہونے کی تمنا کرنا۔ حَسَدَ : اِسی سے ماضی معلوم صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

تفسیر:

ربط: سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس کا معبود ہونا ذکر تھا اِس سورت میں عقائد و اعمال اور دوسرے حالات میں شریروں کے شر سے حفاظت کی دعا سکھائی گئی ہے۔

شانِ نزول:

مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کر دیا تھا جس کے اثر سے

آپ ﷺ بیمار ہو گئے، جبرئیل ؑ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی کہ آپ ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کیا ہے اور جس چیز میں جادو کیا گیا وہ فلاں کنوئیں کے اندر ہے، حضور ﷺ نے وہاں آدمی بھیجے وہ جادو کی چیز کنوئیں سے نکال لائے اُس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں، حضور ﷺ نے اُن گرہوں کو کھولا اُسی وقت تندرست ہو کر کھڑے ہو گئے۔

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کیا اُس کا آپ ﷺ پر یہ اثر تھا کہ بعض اوقات آپ ﷺ سمجھتے کہ میں نے فلاں کام کیا ہے جب کہ آپ ﷺ نے وہ نہ کیا ہوتا، پھر ایک دن آپ نے حضرت ام المؤمنین ؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ میری بیماری کیا ہے؟ فرمایا دو شخص خواب میں آئے ایک میرے سرہانے کی طرف اور دوسرا پاؤں کی طرف بیٹھ گیا سرہانے کی طرف والے نے دوسرے سے پوچھا حضور ﷺ کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے بتایا کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا، پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ جواب دیا لبید بن اعصم نے جو یہودیوں کا حلیف اور منافق تھا، پوچھا کس چیز میں جادو کیا گیا ہے؟ اُس نے بتایا کہ ایک کنگھے اور اُس کے دندانوں میں، پوچھا وہ کہاں ہے؟ اُس نے بتایا کہ کھجور کے اُس غلاف میں جس میں کھجور کا پھل پیدا ہوتا ہے، بیر ذروان کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے دفن ہے، تو آپ ﷺ اُس کنوئیں پر خود تشریف لے گئے اور نکالا اور فرمایا مجھے خواب میں یہی کنواں دکھایا گیا تھا، حضرت ام المؤمنین ؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے اسکی اطلاع کیوں نہ کر دی (کہ فلاں نے یہ حرکت کی ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے، اور مجھے پسند نہیں کہ کسی شخص کی تکلیف کا سبب بنوں۔

آپ ﷺ جادو کے سبب چھ ماہ تک بیمار رہے، اُس کے علاج کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں، آپ ﷺ جادو کی کنگھی کی ہر گرہ پر ایک ایک آیت پڑھتے اور گرہ کھولتے یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ ﷺ سے تکلیف دور ہو گئی۔

(ابن کثیر۔معارف القرآن)

نبی پر جادو کا اثر:

نبی پر جادو کا اثر ایسے ہوتا ہے جیسے بیماری کا اثر ہوتا ہے، جیسے بیماری نبی کی شان کے خلاف نہیں جادو کا کچھ درجے میں اثر ہونا بھی نبی کی شان کے خلاف نہیں ہے، جب آپ ﷺ آخری ایام میں سخت بخار سے تھے آپ ﷺ پر غشی سی طاری ہو جاتی تھی، اور یہ نبی کی عصمت کے خلاف نہیں، ایسے جادو کے سبب آپ ﷺ کا کچھ بھول جانا عصمت کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ اُس کا اثر وحی پر اور احکام شریعت پر عمل کرنے پر نہیں پڑا ہے، عصمت کے خلاف وہ حالت ہوتی ہے جس کا اثر وحی اور نبی کی عملی زندگی پر پڑے۔

حضور ﷺ پر جادو ہونے کی روایت صحیح ہے:

فائدہ: جدید دور کے کچھ متکلمین (نہ کہ محققین) ایسے پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں جو صحیحین میں نقل ہونے والے واقعہ سحر تک کا انکار کرنے لگے ہیں، یہ کسی بدعتی کے پیچھے چل رہے ہیں قال الامام الرازی قد انکر ذالك الحديث المبتدعة (یعنی امام رازی فرماتے ہیں کہ بدعتیوں نے اس حدیث کا انکار کیا ہے)۔ (روح المعانی ۳۲۶/۳۰)

ائمہ محققین نے بخاری شریف کی مسند تمام احادیث کی صحت پر اجماع کیا ہے۔

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بخاری شریف کی ایک حدیث پر کلام کرنے کو رد کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔

فهذا ينافي ما عليه العلماء من الحكم بتصحيح جميع ما اورده البخاري في كتابه ...... وهذا الذي قاله تخيل فاسد.

(فتح الباری ۲۲۵/۷ كتاب مناقب الانصار باب القسامة في الجاهلية)

بخاری کی روایت پر طعن علماء کے اس اتفاق کے خلاف ہے کہ بخاری کی سب مروی احادیث صحیح ہیں، لہٰذا تشکیک پیدا کرنے کا قول تخیل فاسد ہے (قائل کی دماغ کی خرابی ہے)۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ائمہ حدیث بر ایں امر اتفاق کردہ اند کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری باز صحیح مسلم

است وبریں امر ہم اتفاق کردہ اند کہ جملہ رواۃ صحیحین قابل قبول و مجمع شرائط قبول مستند الخ۔ (مجموعۃ الفتاوی برحاشیہ خلاصۃ الفتاوی طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۱/ ۶۰،۶۱)

محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد سب کتابوں سے اصح بخاری پھر مسلم ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ بخاری ومسلم کے سب راوی قابل قبول ہیں جن میں قبول کرنے کی سب شرطیں موجود ہیں، صرف چند راویوں پر جو جرح کی گئی ہے شارحین حدیث خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں ان جرحوں کو رد کیا ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس جی راوی ہشام بن عروہ نے غلط بیانی کی ہے۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ ذرا یہ لوگ اسماء الرجال کی کتابیں اٹھا کے تو دیکھیں کہ ہشام بن عروہ پر کسی بھی محدث نے کلام نہیں کیا بلکہ اس کو الامام الحافظ الحجة الفقیه کہتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۸،۱۰۹)

کہتے ہیں کہ جی آخر عمر میں عراق آئے تو اپنے باپ کی جو حدیثیں انہوں نے دوسروں سے سنی تھیں براہ راست باپ سے نہ سنی تھیں وہ اپنے اور باپ کے درمیان کے راوی کو چھوڑ کر باپ سے بیان کرنے لگے، جواب یہ ہے کہ اس سے کیا ہوا؟ یہ تو یقینی بات ہے کہ وہ روایات باپ سے ثابت تھیں انہوں نے گھڑ کر تو نہیں بیان کیں، پھر چوں کہ ان کا باپ سے سماع ثابت ہے تو ممکن ہے کہ باپ سے سنی ہوں، اور اس قسم کے طعن کو محدثین نے رد کیا ہے امام ذہبی ایسی باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں:

و مثل هذا يقع لمالك ولشعبة ولكبار الثقات فدع عنك الخبط و ذر خلط الائمة الاثبات بالضعفاء و المخلطين فهشام شيخ الاسلام . (میزان الاعتدال ۴/ ۳۰۲)

ایسے معاملات تو امام مالک، اور شعبہ اور بڑے بڑے ثقات کے لئے ہوئے ہیں، لہٰذا اپنے سے وہم کو دور کر اور مضبوط ائمہ کو ضعفاء اور ذہنی کمزوری کا شکار ہو جانے والوں کے ساتھ نتھی نہ کر، ہشام شیخ الاسلام ہے۔

پھر روایت سحر کی سند ایک نہیں ہے، مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

سے بھی صحیح سند کے ساتھ منقول ہے، دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، ابن مردویہ کے حوالے سے عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (الدر المنثور)

بعض کہتے ہیں کہ یہ روایت قرآن مجید کے خلاف ہے کہ قرآن مجید میں ہے و قال الظّالمون ان تتبعُون الا رجُلًا مّسحورًا ، ظالم یعنی کافر لوگ رسول اللہ ﷺ کو مسحور (جادو کیا ہوا) کہتے تھے۔

لیکن یہ محض مغالطہ ہے کافروں کا رسول اللہ ﷺ کو مسحور کہنا ایں معنیٰ نہیں کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا بلکہ بطور کنایہ مسحور بول کر مجنون کہنا مراد ہے۔

قُل اعوذُبربّ الفلق: الفلق بمعنی مفلوق ہے، ہر پھٹنے والی اور ظاہر ہونے والی چیز کو کہتے ہیں لیکن عرف میں فلق صبح کے ساتھ خاص ہے، صبح کی تخصیص میں اشارہ ہے کہ جو اس جہاں سے سخت تاریکیاں دور کر سکتا ہے وہ ہر خطرہ سے پناہ مانگنے والے کو پناہ دے سکتا ہے، اور جیسے رات میں آدمی طلوع فجر کی امید لگا تا ہے، ایسے ڈرنے والا کامیابی کی صبح طلوع ہونے کی امید رکھے۔ (حدائق الروح والریحان)

مِن شرّ مَا خَلق: جو مخلوق اللہ تعالی نے پیدا کی اُس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، مَا خَلق میں خود پناہ مانگنے والے کی اپنی ذات بھی داخل ہے اور اپنے سوا ساری مخلوق بھی داخل ہے، اپنی ذات میں تکبر، حسد، ریا، عُجب، غصہ، دوسروں سے بغض، اور دوسری روحانی بیماریاں شر ہیں، ایسے ہی جسمانی بیماری اگر چہ بذات خود شر نہیں لیکن وہ بھی شر تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے، ایسے ہی پریشانیاں، مالی تنگی وغیرہ بھی شر تک پہنچا سکتی ہیں، اور مَا خَلق میں اپنے سوا سب مخلوق بھی آتی ہے، کہ میں انسانوں اور حیوانوں اور درندوں حشرات الارض کیڑے مکوڑوں وغیرہ مخلوقات کے شر سے مانگتا ہوں۔

ومِن شرّ غاسقٍ اذا وقب: اور تاریک رات کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جب تاریکی خوب چھا جائے، رات کو جنات وشیاطین وحشرات الارض پھیل جاتے ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ نے رات کو سفر کرنے سے اور رات کو برتن کھلے رکھنے سے منع فرمایا ہے، برتن ڈھکنے

اور دروازے بند کرنے، مشکیزوں کا منہ بند رکھنے، اور بچوں کو روک رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ تو پناہ مانگنے سے اِن سب سے حفاظت ہو جائے گی۔

جادو تعویذ کا اثر ہوتا ہے:

ومن شرّ النّفّٰثٰتِ فی العُقد: گرہوں میں پھونکنے والوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، النفّٰثٰت کی ھُنَّ ضمیر میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اِس کا مرجع نفوس ہو، جو کہ اگرچہ لفظاً ذکر نہیں ہوا لیکن ضمناً مَا خَلَقَ میں ذکر ہوا ہے، اس صورت میں نفّٰثٰت مردوں عورتوں سب قسم کے دم تعویذ اور جادوں کرنے والوں کو عام ہوگا، دوسرا یہ کہ اس کا مرجع بنات یا نساء ہو اور شانِ نزول اِس کا قرینہ ہے، اس سورت میں خاص طور پر عورتیں مراد ہوں گی، مرد اصلاً داخل نہ ہوں گے (گو علت پائے جانے کے سبب داخل ہوں گے) اور خصوصاً عورتوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ جادو کے عمل میں لبید کے ساتھ اُس کی لڑکیاں بھی شامل تھیں۔

اِس جملہ سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ دَم تعویذ اور جادو کا انسان پر اثر پڑتا حق ہے، اگر اُس کا اثر نہ ہوتا تو نہ اُن کا شر ہوتا نہ اُن کے شر سے پناہ کا فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بے فائدہ کا حکم ہوگا، اور اللہ بے فائدہ کا حکم دینے اور ترغیب دینے سے پاک ہے۔

حسد کی برائی:

ومن شرّ حاسدٍ اذا حسد: اور حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جب وہ حسد کرے، حسد یہ ہے کہ کسی کی دینی یا دنیاوی عزت و شرافت دیکھ کر اُس سے جلنا اور یہ خواہش کرنا کہ اُس کی یہ عزت ختم ہو جائے چاہے مجھے یہ عزت ملے یا نہ ملے۔

حضرت انس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل ہے:

اِنّ الحسد لیأکُلُ الحسنات کما تأکُلُ النار الحطب. (سنن ابی داؤد ۴۹۰۳، ابن ابی شیبۃ ح ۲۶۵۹۴) حسد نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

انّ الحسد یطفیء نور الحسنات . (ابوداؤد ۴۹۰۴عن انس رضی اللہ عنہ) بیشک حسد نیکیوں کا نور بجھا دیتا ہے۔

اور اگر یہ خواہش ہو کہ اُس کی عزت بھی ختم نہ ہو اور مجھے بھی ویسی عزت مل جائے تو یہ حسد اور گناہ نہیں اِس کو غبطہ اور رشک کہتے ہیں، اور یہ جائز ہے۔

بحمدالله و توفیقه تم توضیح سورة الفلق بیوم الاثنین لثامن و عشرین من ذی القعدة سنة ۱۴۳۸ھ

★★

سورة الناس مدنية

اس سورت میں 6 آیات، 20 کلمات، 79 حروف ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِۙ مَلِكِ النَّاسِۙ اِلٰهِ النَّاسِۙ
کہا کرو میں پناہ مانگتا ہوں آدمیوں کے رب کی، آدمیوں کے بادشاہ کی، آدمیوں کے معبود کی،
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ
اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے کو ہٹ کر چھپ جاتا ہے، وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ
صُدُوْرِ النَّاسِۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۠
ڈالتا ہے، چاہے جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے ہو

لغوی تحقیق:

ربّ: مصدر بمعنی اسم فاعل مُرَبِّیْ، از تفعیل، پالنے والا ۔ مَلِكِ: صیغہ صفت، بادشاہ ۔ الٰه: بمعنی اسم مفعول مالوۃٌ، معبود ۔ شر: ہر وہ چیز جس سے سب منہ پھیریں۔ الوسواس: دل میں گھٹیا خیال ڈالنے والا ۔ الخنّاس: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر چھپ

جانے والا پیچھے ہوجانے والا۔ یُوَسوِسُ : مضارع معلوم، صیغہ واحد مذکر غائب، از فعللہ ،دل میں براخیال ڈالنا۔ صُدُور : صدر کی جمع ،سینہ،دل۔ الجِنّۃ: چھپی ہوئی مخلوق،جن۔

تفسیر:

ربط: سورۃ الفلق میں ظاہری مخلوقات کے شر سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہے ،اوراس سورت میں پوشیدہ مخلوقات کے شر سے پناہ کی تعلیم ہے۔

قل اعوذبرب الناس: رب کی نسبت الناس کی طرف ہے،حالانکہ اللہ تعالی ساری مخلوق کے رب ہیں ،یہ نسبت انسان کے شرف وفضیلت کے اظہار کے لئے ہے، کیونکہ مخلوقات میں سے فرشتے انسان کے خادم ہیں،اورزمین کا سب کچھ انسانوں کے لئے خادم بنایا گیا،اب اگرانسان اپنے ذمہ کا کام کریں گےتو دونوں جہان کی عزت پائیں گے، نہیں تو اسفل السافلین میں ڈالے جائیں گے،اورپھردرجے میں کتے اورخنزیر سے بھی گرے ہوئے ہوں گے،بہرحال جب اللہ تعالی اشرف المخلوق کے رب ہیں ،تودوسری مخلوق کے بھی رب ہیں۔

اورناس کی طرف اضافت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آگے وسواس خناس کے وسوسہ کا ذکر ہےاوروہ انسان کوپیش آتا ہے۔ (حدائق الروح والریحان)

اوراس طرف بھی اشارہ ہے کہ وسواس خناس کا ہونا بھی حکمتِ الٰہی سے خالی نہیں کہ اس سے اللہ تعالی انسانوں کی تربیت فرماتے ہیں، کہ جتناوسواس کا مقابلہ کرے گا،اتنادرجات عالیہ کی طرف ترقی حاصل کرے گا۔(ھذاماعندی ملھم من اللہ)

ملك النّاس: بادشاہ کا کام ہوتا ہے رعایا کے کاموں کاانتظام کرنا،اُن کواپنے احکام دینا،اورایسے قوانین لاگوکرنا جن میں اُن کی دونوں جہان کی کامیابی ہو،اوریہ سب کچھ اللہ تعالی نے بھی انسانوں کے لئے کیا ہے،اس لئے وہ بادشاہ ہے، یہاں بھی ناس کی طرف نسبت انسانوں کے شرف کے لئے ہے۔

الہ الناس: جو انسانوں کے معبود ہیں، یعنی کئی تربیت کرنے والے اور کئی بادشاہ تو ہیں لیکن عبادت کے لائق نہیں ہیں ،اللہ تعالی ایسا تربیت کرنے والا اور بادشاہ ہے جو عبادت کے لائق بھی ہے،اور وہی ہی عبادت کے لائق ہیں ،اللہ تعالی کی تربیت کے تحت پلنے والے اور اُس کی بادشاہی کے رعایا ہرگز ہرگز اُس کے غیر کی عبادت نہیں کر سکتے ۔

ربّ النّاس، ملك النّاس، اله النّاس کا فرق:

اعوذ برب الناس: ایک قول یہ ہے کہ رب النّاس خاص اُس وقت سے متعلق ہے جب انسان بچہ ہوتا ہے کیوں کہ انسان بچپن میں اللہ تعالی کی تربیت کے بہت محتاج ہیں۔ ملك النّاس خاص اس وقت سے متعلق ہے جب جوان ہوتا ہے کیوں کہ جوانوں میں سرکشی اور جوش زیادہ ہوتا ہے،تو وہ سمجھیں کہ اُن پر اللہ کی بادشاہی ہے۔ الہ النّاس خاص اُس وقت سے متعلق ہے جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے، کیونکہ وقتِ موت قریب ہوتا ہے،اس لئے انسان کو اُس حال میں عبادتِ الٰہی کا اہتمام زیادہ کرنا چاہیے۔

(حدائق الروح والریحان، مظھری)

حاصل یہ کہ گویا اللہ نے سمجھایا اے انسان! جب تو بچہ ہوتا ہے تیری پرورش اللہ کرتا ہے،اور جب تو جوان ہوتا ہے تیرے اوپر بادشاہ اللہ تعالی ہوتا ہے تو جوانی کے ناز میں نہ آجا،اور جب تو بوڑھا ہوجاتا ہے تب بھی تجھے اللہ تعالی کی غلامی کرنی چاہیئے،اِسی غلامی میں تجھے موت آئے ۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رب النّاس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی انسانوں کی تربیت کرنے والے ہیں۔ ملك الناس اللہ تعالی کا تربیت کرنا پوری ملکیت اور مکمل تصرف اور غلبہ والی بادشاہی حاصل ہونے کے سبب ہے۔ الہ النّاس اللہ تعالی کی ملکیت معبود ہونے کے طریقے پر ہے۔ (روح المعانی)

من شر الوسواس الخنّاس: یعنی اُس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو پوشیدہ طریقے سے دل میں برے خیال ڈالنے والا ہے۔الوسواس شیطان کے ناموں میں

سے نام ہے، واؤ اول کے کسرہ کے ساتھ مصدر ہوتا ہے، اور یہ واؤ کے فتحہ کے ساتھ ہے، اور وسوسہ کہتے ہیں پوشیدہ طریقے سے دل میں خیال ڈالنا، جب انسان غافل ہوتا ہے شیطان وسوسے ڈالتا ہے، اور جب ذکرُ اللہ کرتا ہے پیچھے ہو جاتا ہے۔

الذی یوسوس فی صدور الناس: وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے انسانوں کے سینوں میں یعنی سینوں میں موجود دلوں میں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان للوسواس خطما کخطم الطائر فاذا غفل ابن آدم وضع ذالك المنقار فی اذن القلب فان ذکر الله تعالی نکص و خنس فلذالك سمی الوسواس الخناس۔

(روح المعانی ۳۰ بحوالہ ابن شاھین. کنز العمال ح ۱۲۶۷)

بیشک وسواس شیطان کے لئے پرندے کی چونچ جیسی چونچ ہے، جب انسان غافل ہو شیطان وہ چونچ دل کے کان میں ڈال کر وسوسہ ڈالتا ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو تو پیچھے کی طرف ہٹتا ہے اس لئے اُس کو الوسواس الخنّاس کہتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: انّ الشیطان یجری من الانسان مجری الدم۔ (بخاری ۲۰۳۸، مسلم ۲۱۷۴) شیطان انسان کے اندر خون چلنے کی جگہوں میں چلتا ہے۔

علامہ محمد بن عبداللہ شبلی حنفی دمشقی (م ۷۶۹ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شیطان کی دعوت کے چھ درجے ہیں۔ اول: وہ کفر و شرک اور اللہ و رسول سے دشمنی کی دعوت دیتا ہے، اگر اس میں کامیاب ہو جائے تو دل میں خوش ہو جاتا ہے، اور مزید محنت کرنے سے اُس کو راحت حاصل ہو جاتی ہے،

ثانی: (اگر کفر و شرک کرانے میں کامیاب نہ ہو تو) دوسری چیز بدعت ہے، اور یہ شیطان کو دوسرے گناہوں سے زیادہ محبوب ہے، کیوں کہ آدمی دوسرے گناہوں کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے، تو کبھی اُن سے توبہ کر لیتا ہے، لیکن بدعت کو صحیح سمجھتا ہے اس لئے توبہ نہیں کرتا،

اور اس سے دین میں نقصان ہوتا ہے۔

ثالث: اگر بدعت میں مبتلا کرنے سے بھی عاجز ہو جاتا ہے، تو مختلف کبیرہ گناہوں میں لگا دیتا ہے۔

رابع: اگر کبیرہ گناہوں میں پھنسانے سے بھی عاجز ہو جاتا ہے تو چھوٹے چھوٹے گناہوں میں لگاتا ہے، کیوں کہ جب بہت سے چھوٹے گناہ جمع ہو جاتے ہیں تو آدمی کو ایسے ہی ہلاک کرتے ہیں جیسے چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے جمع ہونے سے بڑی آگ جل سکتی ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے معمولی سمجھے جانے والی غلطیوں سے منع فرمایا۔

خامس: اور اگر شیطان اِسے بھی ناکام ہو جاتا ہے تو اُن مباح (جائز) کاموں میں مصروف کر دیتا ہے جن کاموں پر گناہ بھی نہیں ہے اور ثواب بھی نہیں ہے (تاکہ نیکی نہ کمالے چاہے گناہ نہ کرے)

سادس: اور اگر اِسے بھی ناکام ہوتا ہے تو آخری درجہ میں افضل کام چھوڑ کر غیر افضل کام کرواتا ہے، تاکہ افضل کے اختیار کرنے سے جو زیادہ اجر ملتا اُسے محروم ہو جائے، اور تھوڑا اجر حاصل کرے۔ (آکام المرجان فی احکام الجان ص۲۲۵،۲۲۶)

گمراہ کرنے والے انسان اور جن:

من الجنة والناس: جنات میں سے ابلیس اور شیاطین ہیں جو وسوسے ڈالتے ہیں، ایسے ہی انسانوں میں سے وسوسہ ڈالنے والے وہ انسان ہیں جو گندے خیالات ڈالتے اور گناہوں کا شوق دلاتے اور ترغیب دیتے ہیں، چاہے زبانی ترغیب ہو یا عملی، اور وسوسے ڈالنے والوں میں سے وہ گمراہ رہبر بھی ہیں جو عقائد کفریہ، شرکیہ، اور بدعات علیہ واعتقادیہ کی دعوت دیتے ہیں، اور اِس کے لئے بڑی لچھے دار تقاریر کرتے اور لیکچر دیتے ہیں، جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے عیسائیت ویہودیت کی دعوت دینے والے رہبروں سے بھی زیادہ مُضِر ہیں، اُنہی میں سے انٹرنیٹ پر ایسے مختلف چینلز اور اُن کے چلانے والے بھی ہیں جن کا کام گمراہی اور ارتداد پھیلانا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انی لا اخاف علی امتی الا الائمة المضلین۔ (ابوداؤد ۴۲۵۲، ترمذی ۲۲۲۹)

مجھے اپنی امت پر کوئی خطرہ ہے تو بس گمراہ رہبروں کا ہے۔

ان اخوف ما اخاف علی امتی کل منافق علیم اللسان یجادل بالقرآن. (جامع بیان العلم ۲۳۶۰ ،مسند احمد ۱۴۳ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

مجھے اپنی امت سے متعلق سب سے زیادہ خطرہ ایسے منافق کا ہے جو زبان کا خوب ماہر (چرب اللسان) ہوگا، قرآن مجید سے حجت پکڑتے ہوئے بحث کرے گا۔

معوذتین اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ :

ان دو سورتوں سے متعلق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بعض روایات آئی ہیں جن کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اِن دو سورتوں کو قرآن میں سے ہونے کی نفی فرماتے تھے، چنانچہ:

حضرت عبد الرحمن بن یزید نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو قرآنوں سے مٹاتے اور فرماتے یہ دونوں کتاب اللہ میں سے نہیں ہیں۔

(مجمع الزوائد ح ۱۱۵۶۲، عبد اللہ بن احمد وطبرانی، ورجالہٗ ثقات)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بحوالہ احمد و بزار و طبرانی وغیرہم متعدد صحیح سندوں سے منقول ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن میں سے معوذتین مٹا دیتے تھے اور فرماتے قرآن میں غیر قرآن نہ ملاؤ۔ یہ کتاب اللہ میں سے نہیں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ ان کے ذریعے پناہ حاصل کریں۔

ایسی روایات سے متعلق کئی باتیں قابلِ غور ہیں:

اوّل: یہ کہ یہ اخبار واحدہ ہیں، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معوذتین کا قرآن مجید میں سے ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہے، وہ اس طرح کہ جو قرآن مجید عام چھپتے ہیں یہ روایت حفص کے مطابق ہیں اور حفص شاگرد ہیں امام عاصم کوفی کے اور عاصم شاگرد ہیں

زر بن حبیش کے اور زر بن حبیش شاگرد ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے، اور ان قرآنوں میں سورہ فلق وسورہ ناس لکھی ہوئی ہیں، تو معوذتین کا لکھا ہوا ہونا امام حفص سے لے کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک کے نزدیک قرآن میں سے ہونے کا متواتر ثبوت ہے، اور اخبار واحدہ متواتر کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متواتر نقل کے مقابلہ میں ان اخبار واحدہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ایسی روایات کو شاذ کہتے ہیں۔

دوم: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ظاہر کرتی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ یہ دو سورتیں بطور قرآنیت نازل نہیں ہوئیں بلکہ بطور تعوذ نازل ہوئی ہیں، یہ اُن کا اجتہاد تھا، بعد میں اِس رائے میں تبدیلی ہوگئی اور یقینی علم ہوگیا کہ واقعی یہ سورتیں بطور قرآنیت نازل ہوئیں، تو رجوع فرمایا اور یہ روایتیں رجوع سے پہلے کی ہیں۔

سوم: امام ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دو سورتوں کے قرآن کا حصہ ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے، وہ قرآن مجید (مصحف) میں لکھنے سے انکار کرتے تھے، اور سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لکھنے کی اجازت ہو تب لکھی جائیں، اور شاید اُن تک مصحف میں لکھنے سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہیں پہنچی تھی۔

(فتح الباری ۸/ ۷۴۳)

چہارم: علامہ ابراہیم بن عمر بن حسن بقاعی رحمہ اللہ (م ۸۸۵ھ) فرماتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نہ تو معوذتین کے قرآن مجید میں سے ہونے کے منکر تھے، نہ ہی قرآن مجید میں دونوں سورتوں کو لکھنے کے انکاری تھے، وہ تو صرف لفظ قُلْ شروع میں لکھنے کا انکار کرتے تھے، اور دونوں لکھے ہوئے قُلْ مٹا دیتے تھے، اُن کی قرات قُلْ کے بغیر تھی۔ (مصاعد النظر للاشراف علی مقاصد السور ۳/ ۳۱۳)

اور یہ ظاہر ہے کہ بعد میں جب قُلْ کی قرات کا اُنہیں پوری طرح علم ہوا تو اُنہوں نے رجوع کر لیا۔

پنجم: طبرانی اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لقد انزل علیّ آیات لم ینزل علیّ مثلهن المعوذتین .

(الدر المنثور ۸/ ۶۸۴)

تحقیق مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ اُن جیسی مجھ پر کوئی آیات نازل نہیں ہوئیں یعنی معوذتین۔

اِس روایت کے راوی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ،اور وہ حضور ﷺ سے معوذتین کا آیات قرآنی ہونا روایت کررہے ہیں ،لہٰذا اُن کی طرف معوذتین کے انکار کی نسبت درست نہیں ہے۔

بحمد الله وتوفیقه تم توضیح سورة النّاس بیوم الاربعاء لثلاثین من ذی القعدة سنة ۱۴۳۸ھ وبحمد الله وتوفیقه تم النظر الثانی للتاسع من رجب سنة ۱۴۴۰ھ

جزء فی اعراب الجزء الثلاثین

اعراب سورۃ النبأ

اعُوذُ باللہ من الشیطٰن الرجیم:

اعوذ فعل، اِس میں انا ضمیر متکلم فاعل، با جار، لفظ اللہ مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اول اعوذ کا، من جار، الشیطٰن موصوف، الرجیم بمعنی مرجوم صیغہ صفت، اس میں ھو ضمیر نائب فاعل، صیغہ صفت اپنے نائب فاعل سے مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ثانی ہوا اعوذ کا، اعوذ فعل اپنے فاعل و دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

باحرف جار، اسم مضاف، لفظ اللہ موصوف، الرحمن صیغہ صفت، اس میں ھو ضمیر فاعل، صیغہ صفت اپنے فاعل سے مل کر صفت اول، الرحیم صیغہ صفت، اس میں ھو ضمیر فاعل، صیغہ صفت اپنے فاعل سے مل کر صفت ثانی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ ہوا اسم کے لئے، مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا با جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ہوا محذوف اشرع کے لئے، اشرع فعل، اِس میں انا ضمیر متکلم فاعل، اَشرَعُ فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

عمّ یتسآءلون:

عن حرف جار، مَ استفہامیہ مجرور، جار مجرور مل کر ظرف لغو ہو کر یتسآءلون کا متعلق مقدم، یتسآءلون فعل مضارع معلوم، اس میں واؤ ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلقِ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ استفہامیہ ہوا۔

عن النبأ تا مختلفون:

عن حرف جار، النبأ موصوف، العظیم صفت اول، الذی اسم موصول، ھم ضمیر راجع بسوئے اہل مکہ مبتداء، فیہ میں فی حرف جار، ہ ضمیر راجع بسوئے الذی مجرور، جار مجرور مل

کر ظرف لغو ہو کر متعلق مقدم ہے مختلفون کا، مختلفون صیغہ اسم فاعل، اس میں ھم ضمیر فاعل، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ہے مبتداء ھم کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا الذی کے لئے، موصول صلہ مل کر صفت ثانی ہوئی النبأ کی، موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر مجرور ہوا عن کا، جار مجرور مل کر ظرف مستقر ہو کر متعلق ہوا فعل محذوف یتسآء لون کا، جس پر قرینہ یتساء لون مذکور ہے، یتساء لون فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

کلا تا ثانی سیعلمون :

کلا حرف ردع، سین حرف تقریب برائے استقبال، یعلمون فعل مضارع معلوم اس میں واؤ ضمیر فاعل راجع بسوئے اہل مکہ، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا، ثم حرف عطف، باقی ترکیب کلا سیعلمون کی ہو چکی۔

الم نجعل تا اوتاداً :

اَ ہمزہ استفہام، لم نجعل فعل جحد معلوم، اس میں نحن ضمیر فاعل، الارض مفعول بہ اول، مھاداً مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، الجبال مفعول بہ اول لم نجعل محذوف کا، او تاداً مفعول بہ ثانی، لم نجعل محذوف اپنے فاعل و دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

وخلقنا کم تا وھاجا :

واؤ حرف عطف، خلقنا فعل، اس میں نا ضمیر فاعل، کم مفعول بہ اول، ازواجاً مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل و دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا، آگے کے لئے معطوف علیہ بھی بنا سکتے ہیں، واؤ حرف عطف، جعلنا فعل، اس میں نا ضمیر فاعل، نوم مضاف، کم مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول بہ اول، سباتاً مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، واؤ عطف، جعلنا فعل، نا ضمیر فاعل، اللیل مفعول بہ

اول، لباساً مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، و جعلنا النہار معاشا کی ترکیب بھی ایسے ہی ہے، واؤ حرف عطف، بنینا فعل اس میں نا ضمیر فاعل، فوق مضاف، کم مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ بنینا کا، سبعاً موصوف، شداداً صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ بنینا کا، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا، واؤ حرف عطف، جعلنا فعل با فاعل، سراجاً موصوف وھاجاً صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ، فعل فاعل و مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا،

وانزلنا تا الفافا:

واؤ حرف عطف، انزلنا فعل، اس میں نا ضمیر فاعل، من جار، المعصرات مجرور، جار مجرور مل کر ظرف لغو ہو کر انزلنا کا متعلق، ماءً موصوف ثجاجا صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ انزلنا کا، لنخرج میں لام جار، نخرج فعل، اس میں نحن ضمیر فاعل، با حرف جار، ہ ضمیر مجرور، جار مجرور مل کر ظرف لغو ہو کر متعلق نخرج کے، حبا معطوف علیہ، واؤ عطف نباتا معطوف علیہ، واؤ عطف، جنت موصوف الفافا صفت، موصوف صفت مل کر معطوف، پھر تینوں معطوف و معطوف علیہ مل کر مفعول بہ نخرج کا، نخرج فعل اپنے فاعل اور متعلق و مفعول بہ سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مجرور لام جار کا، جار مجرور مل کر متعلق ثانی ہوا انزلنا کا، انزلنا فعل اپنے فاعل و متعلقوں و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

انّ تا سرابا:

انّ حرف مشبہ بفعل، یوم مضاف الفصل مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر آگے کے لئے مبدل منہ، کان فعل ناقص، اس میں ھو ضمیر محذوف اس کا اسم، میقاتا کان کی خبر، کان اپنے اسم و خبر سے مل کر انَّ کی خبر، یوم مضاف، ینفخ فعل مجھول، اس میں ھو ضمیر مستتر نائب فاعل، فی جار، الصور مجرور، جار مجرور مل کر ینفخ کا متعلق، ینفخ فعل مجھول اپنے نائب فاعل و متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ، فاء حرف عطف، تاتون فعل اس میں واؤ ضمیر جمع مذکر مخاطب ذوالحال، افواجاً حال، حال ذوالحال مل کر تاتون کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل

کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا ینفخ کے لئے، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر آگے کے لئے معطوف علیہ ہے، واؤ حرف عطف، فتحت، فعل مجہول السماء نائب فاعل، فعل مجہول نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہوکر پھر معطوف علیہ، فاعطف، کانت فعل ناقص اس میں ھی ضمیر کانت کا اسم، ابوابا کانت کی خبر، کانت فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر آگے کے لئے پھر معطوف علیہ، واؤ حرف عطف، سیرت فعل مجہول، الجبال نائب فاعل، فعل مجہول نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہوکر پھر معطوف علیہ، فاعطف، کانت سرابا (کانت ابوابا کی طرح) معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر معطوف ہوا پچھلے جملِ معطوفہ کے لئے، پھر سب معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ ہوا یوم ینفخ کے یوم مضاف کا، مضاف و مضاف الیہ مل کر بدل ہوا یوم الفصل سے، بدل و مبدل منہ مل کر اِنَّ کا اسم ہوا، اِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ جھنم تا احقابا:

اِنَّ حرف مشبہ بفعل، جھنم اِنَّ کا اسم، کانت فعل ناقص، اس میں ھی ضمیر کانت کا اسم، مرصاداً اسم ظرف، لام جار، الطاغین مجرور، جار مجرور مل کر ظرف لغو ہوکر مرصاداً کا متعلق، مرصاداً اپنے متعلق سے مل کر کانت کی خبر اول، مأبا صیغہ ظرف کانت کی خبر ثانی، لبثین صیغہ اسم فاعل، اس میں ھم ضمیر (فاعل) آگے کے لئے ذوالحال، فی جار ھا ضمیر جو جھنم کی طرف راجع ہے مجرور، جار مجرور مل کر ظرف لغو ہوکر متعلق لبثین کے، احقابا مفعول فیہ لبثین کا، لایذوقون فعل اس میں واؤ ضمیر فاعل، فیھا جار مجرور مل کر متعلق لایذوقون کے، بردا معطوف علیہ، واؤ عطف، لا زائدہ، شرابا معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر مستثنیٰ منہ، الّا حرف استثناء، حمیما معطوف علیہ واؤ عطف، غساقا معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ مل کر لایذوقون کا مفعول بہ، لایذوقون فعل اپنے فاعل اور متعلق و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر حال ہوا لبثین کی ضمیر سے حال و ذوالحال مل کر فاعل لبثین کا،

لٰبثین اپنے فاعل و متعلق و مفعول فیہ سے مل کر شبہ جملہ ہوکر کانت کی خبر ثالث، کانت اپنے اسم اور تینوں خبروں سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

جزاء وفاقا:

جزاء موصوف، وفاقا صفت، موصوف صفت مل کر مفعول مطلق ہے فعل محذوف جوزوا یا یُجزَونَ کا، یجزون یا جوزوا فعل مجہول، اس میں ضمیر نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل و مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ مستانفہ ہوا۔

انھم کانوا تا کذابا:

اِنّ حرف مشبہ بفعل، ھم ضمیر راجع بسوئے طاغین ان کا اسم، کانوا فعل ناقص، اس میں واؤ ضمیر کانوا کا اسم، لایرجون فعل نفی معلوم اس میں واؤ ضمیر فاعل، حسابا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، کذّبو افعل اس میں واؤ ضمیر فاعل، با جار، ایات مضاف، نا ضمیر متکلم مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، با جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق کذّبوا کے، کِذّابا مفعول مطلق کذّبوا کا، فعل اپنے فاعل اور متعلق و مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر کانوا کی خبر، کانوا اپنے اسم وخبر سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا،

وکل شیء تا کتابا:

واؤ عطف، کلّ مضاف، شیئٍ مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول بہ فعل محذوف احصینا کا، احصینا فعل اپنے نا ضمیر متکلم فاعل اور مفعول سے مل کر مفسَّر، احصینا مذکور فعل اس میں نا ضمیر متکلم فاعل، ہٗ ضمیر مفعول بہ، کتابا مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر تفسیر یا مفسِّر، مفسِّر و مفسَّر مل کر جملہ تفسیر یہ ہوا۔

فذوقوا تا عذابا:

فا عطف ہے معطوف علیہ مذکور کذبوا بأیاتنا کذابا ہے، ذوقوا فعل امر اس میں انتم ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ، فا حرف عطف، لن نزید فعل نفی

مستقبل معلوم، اس میں نحن ضمیر متکلم فاعل، کُم مفعول بہ، شیئاً محذوف مستثنیٰ منہ، الاحرف استثناء، عذاباً مستثنیٰ، مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ مل کر مفعول بہ ثانی لن نزید کا، لن نزید فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر مقولہ ہے قول محذوف قیل لھم کا، قیل فعل ماضی مجہول، اس میں ھو ضمیر نائب فاعل، لھم جار مجرور مل کر متعلق قِیلَ کا، قِیل فعل اپنے نائب فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا، قول و مقولہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر کذبو اباٰتنا کذابا والے جملہ پر عطف ہے، الخ۔

انّ للمتقین تا دھاقا:

اِنَّ حرف مشبہ بفعل، لام جار، المتقین صیغہ صفت، اس میں ھم ضمیر فاعل، صیغہ صفت اپنے فاعل سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر ظرف مستقر ہو کر متعلق ہے محذوف ثابت کے، ثابت صیغہ اسم فاعل اپنے ھو ضمیر فاعل اور متعلق سے مل کر انَّ کی خبر مقدم، مفازا مبدل منہ، حدائق معطوف علیہ، واؤ عطف، اعنابا معطوف علیہ، واؤ عطف، کواعب موصوف، اترابا صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، کأسا موصوف، دھاقا صفت، موصوف صفت مل کر معطوف، سارے معطوف و معطوف علیہ مل کر بدل ہے مفازا سے، بدل و مبدل منہ مل کر انَّ کا اسم مؤخر، انَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

لایسمعون تا کذابا:

لایسمعون فعل نفی معلوم، اس میں ھم ضمیر فاعل، فیھا جار مجرور مل کر متعلق لایسمعون کے، لغواً معطوف علیہ، واؤ عطف، لا زائدہ برائے تاکید، کذابا معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر لایسمعون کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل و متعلق و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، (یہ احتمال بھی درست ہے کہ المتقین کی ضمیر کو ذوالحال اور اِس جملہ کو اُسے حال بنالیں)۔

جزاءً تا الرحمٰن:

جزاءً موصوف اور مبدل منہ اول، من جار، رب مضاف، ک مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر مبدل منہ ثانی، عطاءً موصوف، حساباً صفت، موصوف صفت مل کر بدل

ہے جزاءً سے، جزاءً مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر موصوف، رب مضاف السموات معطوف علیہ، واؤ عطف، الارض معطوف علیہ، واؤ عطف، ما موصولہ، بین مضاف، ھما مضاف علیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف ہے محذوف ثابت کا، ثابت صیغہ صفت اپنے ھو ضمیر فاعل وظرف سے مل کر صلہ ہے ماموصولہ کا، موصول صلہ مل کر معطوف، تینوں معطوف و معطوف علیہ مل کر مضاف الیہ رب کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر ربک سے بدل اول، الرحمن بدل ثانی۔

(۲) یا رب السموات والارض ومابینھما موصوف، الرحمن صفت، موصوف صفت مل کر بدل (۳) یارب السموات میں لفظ رب مبدل منہ، الرحمن بدل، بدل ومبدل منہ مل کر پھر بدل ہوا مبدل منہ اول کا۔

بدل ومبدل منہ مل کر مجرور مِن جار کا، جار مجرور مل کر متعلق ثابتاً کے ہوکر صفت ہے جزاءً کی موصوف صفت مل کر مفعول مطلق ہے فعل محذوف جوزوا یایجزون کا، فعل اپنی ھم ضمیر نائب فاعل اور مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

لایملکون تا خطابا:

لا یملکون فعل نفی معلوم، اس میں واؤ ضمیر فاعل، منہ جار مجرور مل کر متعلق لا یملکون کا، خطابا مفعول بہ لا یملکون کے لئے، فعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا۔

یوم یقوم تا صوابا:

یوم مضاف یقوم فعل الروح معطوف علیہ، واؤ عطف، الملائکۃ معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر ذوالحال، صفا حال اول، لایتکلمون فعل نفی معلوم، اس میں ھم ضمیر مستثنیٰ منہ، الاحرف استثناء، من موصولہ، اذن فعل، لہٗ جار مجرور مل کر اذِن کے متعلق، الرحمن اذِن کا فاعل، اذِن فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، قال فعل، اس میں ھو ضمیر فاعل، صوابا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر

معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر صلہ ہوا مَن موصولہ کے لئے، موصول صلہ مل کر مستثنیٰ ہوا، مستثنیٰ ومستثنیٰ منہ مل کر فاعل ہوا لایتکلمون کا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر حال ثانی ہوا الروح والملائکۃ سے، ذوالحال دونوں حالوں سے مل کر فاعل ہوا یقوم کا، فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ ہوا یوم کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف (مفعول فیہ) ہے لایتکلمون کے لئے، یا لایملکون کے لئے، اگر لایتکلمون کے لئے ہوتو آگے ترکیب آسان ہے کہ لایتکلمون فعل فاعل ومفعول فیہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر حال ثانی ہوا الروح والملائکۃ سے الخ، اور اگر لایملکون کے لئے ظرف ہوتو لایملکون فعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول بہ ومفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ذالك اليوم تا مآبا:

ذالک اسم اشارہ مبتداء، الیوم موصوف، الحق صفت، موصوف صفت مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فا فصیحیہ من شرطیہ مبتداء، شاء فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوکر شرط، اتخذ فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، الی جار، رب مضاف، ہ مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اتخذ کے، مآبا مفعول بہ اتخذ کا، فعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

انّا تا ترابا:

انّ حرف مشبہ بفعل، نا ضمیر متکلم انّ کا اسم، انذرنا فعل اس میں نا ضمیر متکلم فاعل، عذابا موصوف قریبا صفت اول، یوم مضاف، ینظر فعل، المرء فاعل، ما موصولہ، قدمت فعل یدا مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل قدمت کا، فعل فاعل مل کر صلہ ہوا ما کے لئے، موصول صلہ مل کر مفعول بہ ینظر کا، ینظر فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واوَ عطف یقول فعل الکافر فاعل، فعل فاعل مل کر قول ہوا، یا حرف نداء برائے تنبیہ، لیت حرف تمنی مشبہ بفعل، نون وقایہ، ی متکلم لیت کا اسم، کنتُ فعل ناقص، اس میں

ی ضمیر متکلم اسم، ترابا کنتُ کی خبر، کنتُ اپنے اسم وخبر سے مل کر لیتَ کے لئے خبر، لیتَ اسم و خبر سے مل کر مقولہ ہوا قول کا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ ہوا یوم کا، یوم مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر صفت ثانی ہوئی عذاباً کی، عذاباً موصوف اپنی صفتوں سے مل کر مفعول بہٖ انذرنا کا، انذرنا فعل اپنے فاعل مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر انّ کی خبر ہوئی، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ النازعات

والنازعات غرقًا تا ابصارُها خاشعة :

واؤ جار قسمیہ، النازعات صیغہ اسم فاعل، اس میں ھنّ ضمیر مؤنث فاعل، غرقاً منصوب بنزع الخافض ای نزعَ غرقٍ، نزع مضاف وغرق مضاف الیہ مل کر مفعول مطلق نازعات کے لئے، نازعات صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل ومفعول مطلق سے ملکر معطوف علیہ واؤ عطف، الناشطات نشطًا و السابحات سبحًا . فالسابقات سبقاً تک والنازعات غرقًا کی طرح ترکیب ہوکر معطوف علیہ، فا حرف عطف، المدبراتِ کے لئے امراً مفعول بہٖ ہوکر [باقی ترکیب سابقہ جملوں کی طرح] معطوف ہوا، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور ہوا واؤ قسمیہ جار کا، جارو مجرور مل کر متعلق ہوا محذوف اُقْسِمُ کا، فعل اُقسِم اپنے فاعل ضمیر متکلم اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قسم ہوا۔

یومَ مضاف ترجف فعل، الراجفة ذوالحال، تتبع فعل ھا مفعول بہٖ مقدم، الرادفة فاعل مؤخر، تتبع فعل اپنے فاعل اور مفعول بہٖ سے مل کر حال ہوا الراجفة سے، حال وذوالحال مل کر ترجفُ کا فاعل ہے، ترجفُ فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ ہوا یوم کے لئے، یوم مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف ہوا فعل محذوف لتبعثنّ کا، لتبعثن فعل مستقبل مجہول مؤکد بالام ونون ثقیلہ، اِس میں انتم ضمیر مستتر نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل و ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جوابِ قسم ہے، قسم اور جوابِ قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

قلوب مبتداء، یومئذ مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف مقدم ہے واجفۃ کا، واجفۃ صیغہ اسم فاعل اِس میں ھیَ ضمیر جوراجع ہے قلوب کی طرف فاعل، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل اورظرف سے مل کر خبراول، ابصارھا مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء، خاشعۃ خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ثانی ہوئی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا ۔

یقولون ائنّا تا بالساھرۃ :

یقولون فعل اِس میں ھم ضمیر مستتر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا، أ ہمزہ استفہام انکاری، انّا میں انّ حرف مشبہ بفعل، نا ضمیر متکلم انّ کا اسم، لمردودون میں لام ابتدائیہ، مردودون صیغہ اسم مفعول اِس میں ھم ضمیر نائب فاعل، فی الحافرۃ میں فی جار، الحافرۃ مجرور، جار مجرور مل کر ظرف لغو ہوکر مردودون کا متعلق، صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ استفہامیہ ہوکر مقولہ اول۔

أ ہمزہ استفہام، اذا ظرفیہ مضاف، کنّا فعل ناقص، اِس میں نَا ضمیر متکلم اسم، عظاما موصوف، نخرۃً صفت، موصوف صفت مل کر فعل ناقص کنا کی خبر، کنّا اپنے اسم وخبر سے مل کر مضاف الیہ اذا کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر معمول وظرف ہوا مردودون کے مدلول مردودون یانرَدُّ محذوف کا، مردودون یانرَدُّ محذوف اپنے نائب فاعل وظرف معمول سے مل کر جملہ استفہامیہ ہوکر مقولہ ثانی ہوا یقولون کا، قول اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہے مبتداء محذوف ھم کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قالوا فعل اِس میں واؤ ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول ہوا، تلک اسم اشارہ مبتداء، اذاً حرف جواب وجزاء ہے جس کا کوئی عمل نہیں، کرۃ موصوف خاسرۃ صفت، موصوف صفت مل کر خبر ہے مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ ہے قول کا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوا،

فانما: ف جوابِ نہی محذوف، انما کلمہ حصر، ھی ضمیر راجع بسوئے رجعۃ کے مبتداء،

زجرۃ موصوف، واحدۃ صفت، موصوف صفت مل کر خبر ہے ھی مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب ہے نہی محذوف لاتستصعبو ھا کا، لاتستصعبو فعل نہی حاضر معلوم اس میں واؤ ضمیر فاعل، ھا ضمیر منصوب مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

فاذا: فا فصیحیہ، اذا مفاجاتیہ، ھم ضمیر مبتداء، ب جار، الساھرۃ مجرور، جار مجرور مل کر ظرف مستقر کائن کے متعلق ہو کر خبر ہے مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ھل اتاک حدیث موسٰی تا والاولٰی:

ھل استفہامیہ، اتا فعل ک ضمیر مخاطب مفعول بہ مقدم، حدیث مضاف، موسٰی مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مبدل منہ، اذ ظرفیہ مضاف، نادا فعل ہ ضمیر مفعول بہ مقدم، رب مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل ہوا نادا کا، ب جار، الواد موصوف المقدس صفت، موصوف صفت مل کر مبدل منہ، طوی بدل، بدل ومبدل منہ مل کر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور مل کر ظرف لغو ہو کر متعلق ہوا نادا فعل کا، نادا فعل اپنے فاعل ومفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ ہوا اذ کا، مضاف ومضاف الیہ مل کر بدل ہے حدیث موسٰی سے، بدل ومبدل منہ مل کر فاعل ہوا اتا کا، اتا فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا اگلے جملہ کے لئے،

اذھب فعل امر حاضر معلوم، اِس میں انت ضمیر مستتر فاعل، الی حرف جار، فرعون مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا اذھب فعل کا، اذھب فعل اپنے فاعل اور مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلَّل ہوا، انّ حرف مشبہ بفعل، ہ ضمیر انّ کا اسم، طغی فعل اپنی ھو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل ہوئی، معلَّل تعلیل مل کر جملہ تعلیلیہ ہو کر مقولہ ہے قول محذوف کا، تقدیر عبارت ہے فقال اذھب، فاعطف، قال فعل اپنی ھو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر قول ہوا، قول مقولہ مل کر پچھلے جملہ کے لئے معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

فقل: ف عطف، قُل فعل امر حاضر معلوم، اس میں انت ضمیر مخاطب مستتر فاعل، فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر قول ہوا، هل استفہامیہ، لَ جار، کَ ضمیر مخاطب مجرور، جار مجرور مل کر ظرف مستقر ہوکر متعلق ہوا محذوف کائن کا، کائن صیغہ صفت اپنے متعلق سے مل کر خبر مقدم، الی حرف جار، اَن مصدریہ ناصبہ، تزکّٰی فعل، اس میں انتَ ضمیر مخاطب مستتر فاعل فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، اهدی فعل مضارع معلوم اس میں انا ضمیر متکلم فاعل، کَ ضمیر مخاطب مفعول بہ، الی حرف جار، ر ب مضاف، کَ مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر الی کے لئے مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا اهدِیَ کا، اهدِیَ فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر معطوف علیہ، ف عطف، تخشٰی فعل اپنی انت ضمیر مخاطب مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہوکر معطوف ہوا، دونوں معطوف ومعطوف علیہ مل کر بتاویل مصدر ہوکر الی جار کا مجرور، جار مجرور مل کر متعلِق ہوا مصدر محذوف رغبة کا، رغبة مصدر اپنے متعلق سے مل کر مبتداء مؤخر ہوا، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ استفہامیہ انشائیہ ہوکر مقولہ ہوا قول کا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا،

فاراهُ: ف عطف، ارا فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر راجع بسوئے موسیٰؑ فاعل، ہٗ ضمیر راجع بسوئے فرعون مفعول بہ اول، الایة موصوف، الکُبرٰی صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اوردونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، ف عطف، کذّب فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر راجع بسوئے فرعون فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، عصیٰ فعل اپنی ھو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ثُم حرف عطف، ادبر فعل اس میں ھو ضمیر مستتر ذوالحال، یسعٰی فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہوکر حال ہوا، حال وذوالحال مل کر ادبر فعل کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا، ف عطف، حشر فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا، ف عطف، نادٰی فعل اپنی ھو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، ف عطف، قال فعل، اپنی ضمیر مستتر فاعل سے مل کر قول ہوا، انا ضمیر متکلم مبتداء، ر ب مضاف کُم مضاف

الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر موصوف، الاعلٰی صفت، موصوف صفت مل کر خبر ہے مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، ف عطف، اخذ فعل ہ ضمیر مفعول بہ اول، اللہ فاعل، نکال مضاف، الآخرۃ معطوف علیہ واؤ عطف، الاولٰی معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر مضاف الیہ ہوا نکال کا، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول ثانی ہوا اَخَذَ کا، اخذ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا، سارے معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر معطوف علیہ ہیں معطوف محذوف فذھب کے، فاعطف، ذھب فعل اپنے ہو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

ان فی ذالک تا یخشٰی:

اِنَّ حرف مشبہ بفعل، فی جار، ذالک مجرور، جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائنۃ کے ہو کر انَّ کی خبر مقدم، لام ابتدائیہ، عبرۃً مصدر، لام جار، مَن موصولہ، یخشٰی فعل اپنی ہو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا، مَن موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور لام جار کا، جار مجرور مل کر متعلق عبرۃً مصدر کا، عبرۃً مصدر اپنے متعلق سے مل کر انَّ کا اسم مؤخر، انَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا،

اانتم اشد خلقًا تا ولانعامکم:

اَ ہمزہ استفہام، انتم معطوف علیہ، ام حرف عطف، السماء معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر مبتداء، اشد ممیز خلقاً تمیز، ممیز تمیز مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ استفہامیہ ہوا۔

یاام حرف عطف، السماء مبتداء، جس کی خبر محذوف ہے ای اشد خلقاً جس پر قرینہ پہلا حصہ ہے، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر ماقبل جملے پر عطف ہے، الخ.

بنا فعل اس میں ہو ضمیر مستتر فاعل، ھا ضمیر مؤنث راجع بسوئے السماء کے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفسّر، رفع فعل اس میں ہو ضمیر مستتر فاعل

سمک مضاف، ھا ضمیر مؤنث مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر دفع کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، فا عطف، سوّا فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، اغطش فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، لیل مضاف، ھا ضمیر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، اخرج فعل با فاعل، ضحی مضاف، ھا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل با فاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، الارض مفعول فیہ فعل محذوف دحی کا، بعد مضاف ذالک مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ دحی محذوف کا، دحی فعل اپنے فاعل وظرف سے مل کر مفسَّر، دحی (مذکور) فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، ھا ضمیر مؤنث مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر تفسیر مفسّر تفسیر مل کر جملہ تفسیر یہ ہو کر پھر مفسَّر ہوا آگے کے لئے۔

اخرج فعل با فاعل، من جار ھا ضمیر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اخرج کے، ماء ھا مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف مرعٰھا مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر مفعول بہ اخرج کا، اخرج فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، الجبال مفعول بہ فعل محذوف ارسٰی کا، ارسٰی فعل اپنی ھو ضمیر مستتر فاعل اور مفعول سے مل کر مفسَّر، ارسٰی (مذکور) فعل با فاعل، ھا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر تفسیر ہے، مفسَّر تفسیر مل کر جملہ تفسیر یہ ہو کر پھر تفسیر ہے دحی کی، مفسر تفسیر مل کر جملہ تفسیر یہ ہو کر معطوف ہوا پچھلے معطوفات پر، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر تفسیر ہے بناھا مفسَّر کی، مفسر تفسیر مل کر جملہ تفسیر یہ ہوا،

بعض نے بناھا کو السماء سے حال بتایا ہے، مزید ترکیب پیچھے کی طرف لے جانا آسان ہے۔

متاعاً مفعول بہ ہے فعل محذوف فَعَلْنَاھَا یامَتَّعَ یامَتَّعْنَا کا، لام جار، کم معطوف علیہ، واؤ عطف، لام جارہ یا زائدہ برائے تاکید، انعام مضاف، کم مضاف الیہ، مضاف ومضاف

الیہ مل کر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہے اُسی فعل محذوف کا فعل اپنے فاعل و مفعول و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

بعض نے متاعالکم و لانعامکم کو ماقبل میں مذکور فعلوں کا مفعول لہٗ بنایا ہے۔

فاذاجاءت تایژی :

ف عطف برائے استیناف، اذا شرطیہ، جاءت فعل، الطامۃ موصوف، الکبری صفت، موصوف و صفت مل کر مبدل منہ، یوم مضاف، یتذکر فعل، الانسان فاعل، ما موصولہ، سعی فعل اپنی ھو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا، موصول و صلہ مل کر مفعول بہ ہے یتذکر کا، یتذکر فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، برزت فعل ماضی مجہول، الجحیم نائب فاعل، لام جار، من موصولہ، یری فعل اپنی ھو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ مَن کا، موصول صلہ مل کر مجرور ہوا لام جار کا، جار مجرور مل کر متعلق ہوا برزت کا، فعل برزت اپنے نائب فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ ہوا یوم کے لئے، یوم مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر بدل ہے الطامۃ الکبری سے، بدل و مبدل منہ مل کر فاعل ہے جاءت کا، جاءت فعل اپنے فاعل سے مل کر شرط ہے، جزا یا محذوف ہے یکون من عظام الامور ما لایخطر ببال، یکون فعل تام، من جار زائدہ، عظام الامور مضاف و مضاف الیہ مل کر موصوف، ما موصولہ، لایخطر فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، ببال جار مجرور مل کر لایخطر کا متعلق، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر صلہ ہوا ما موصولہ کا، موصول صلہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر یکون کا فاعل، یکون فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے، شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا یا اگلا حصہ جزا ہے۔

ف جزائیہ، اَمّا شرطیہ، مَن موصولہ، طغی فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، اٰثر فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، الحیوۃ موصوف الدنیا صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہٖ اٰثر کا، اٰثر فعل اپنے فاعل و مفعول بہٖ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ ہوا مَن

کا،موصول صلہ مل کر شرط ہے، یا مبتداء متضمن معنی شرط ہے۔

ف جزائیہ ،انّ حرف مشبہ بفعل ،الجحیم ،انّ کا اسم ،ھی ضمیر فصل برائے حصر ،المأوٰی انّ کی خبر، یا ھی ضمیر فصل مبتداء، المأوٰی خبر، مبتداء خبر مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزاء، یا خبر متضمن معنی جزاء کو، شرط و جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہو کر یا مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف ،امّا شرطیہ، مَن موصولہ، خاف فعل ،اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، مقام مضاف ،رب مضاف، ہ ضمیر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مضاف الیہ مقام کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ ہوا خاف کا، خاف فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف ،نھی فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل ،النفس مفعول بہ ،عن جار، الھوٰی مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا نھی فعل کا، نھی فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ ہوا مَن کا، موصول صلہ مل کر شرط ، یا مبتداء متضمن معنی شرط، فانّ الجنۃ ھی المأوٰی کی ترکیب فان الجحیم ھی المأوٰی کی طرح ہو کر جزاء ہوئی، یا خبر متضمن معنی جزاء کو، شرط و جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہو کر یا مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

یسئلونَکَ تا ضحٰھا:

یسئلون فعل ،اِس میں واؤ ضمیر فاعل، کَ ضمیر مخاطب مفعول بہ ،عن جار، الساعۃ مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا یسئلون کا، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفسَّر، ایّان استفہامیہ ظرف کائن محذوف کا، کائن صیغہ صفت ظرف سے مل کر خبر مقدم ، مرسٰی مضاف، ھا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفسِّر یا تفسیر، مفسَّر ومفسِّر مل کر جملہ تفسیریہ ہوا۔

یا ایّان مرسٰھا مفعول بہ ثانی یسئلون کے لئے ،یسئلون فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فیم: فی جار، م اصل میں ما استفہامیہ مجرور، جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائنٌ کے، انت مبتداء مؤخر، من جار، ذکری مضاف، ھا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور من جار کا، جار مجرور مل کر متعلق ثانی کائنٌ محذوف کا، کائنٌ صیغہ صفت اپنے متعلقوں سے مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

الی جار، رب مضاف، کَ مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائنٌ محذوف کے ہو کر خبر مقدم، منتھا مضاف، ھا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انما کلمہ حصر، انتَ مبتداء، منذرُ صیغہ اسم فاعل مضاف، مَن موصول، یخشٰی فعل، اس میں ضمیر مستتر ھُوَ فاعل، ھا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا، موصول صلہ مل کر مضاف الیہ منذر کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر ہے مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

کأنَّ حرف مشبہ بفعل، ھُم کأنَّ کا اسم، یوم مضاف یرونَ فعل، اِس میں واؤ ضمیر فاعل، ھا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ یوم کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ مقدم لم یلبثوا کے لئے، لم یلبثوا فعل جحد معلوم، اس میں واؤ ضمیر فاعل، الّا حرف استثناء، عشیۃً معطوف علیہ، اوحرف عطف، ضحٰھا مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر مستثنٰی ہے مستثنٰی منہ محذوف زماناً کے لئے، مستثنٰی ومستثنٰی منہ مل کر مفعول فیہ ہے لم یلبثوا کا، لم یلبثوا فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر کأنَّ کی خبر ہے، کأنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

★★

اعراب سورة عبس

عبس تاالاعمٰی:

عبس فعل ماضی معلوم، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ

ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، تولّٰی فعل ماضی معلوم، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، اَن مصدریہ ناصبہ، جاء فعل ماضی معلوم، ہٗ ضمیر منصوب مفعول بہ، الاعمٰی فاعل، جاء فعل اپنے مفعول بہ مقدم اور فاعل مؤخر سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر مفعول لہٗ ہے تولّٰی کا، تولّٰی فعل اپنے فاعل اور مفعول لہٗ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

ومایدریك تا الذکرٰی:

واؤ عطف، ما بمعنی اَیُّ شَیئٍ کے ہوکر مبتداء، یُدری فعل مضارع معلوم، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، کَ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ اول، لَعَلّ حرف ترجی، ہٗ ضمیر لعلّ کا اسم، یزکّی فعل مضارع معلوم، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، اَوْ حرف عطف، یذکّر فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فاء حرف عطف، تنفع فعل مضارع معلوم، ہٗ ضمیر منصوب متصل مفعول بہ مقدم الذکرٰی فاعل مؤخر، تنفع فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا، دونوں معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر لعلّ کی خبر ہوئی، لعلّ اپنے اسم وخبر سے مل کر مفعول بہ ثانی ہوا یُدرِی کے لئے، یُدرِی فعل اپنے فاعل ودونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہے مَا کے لئے، مَا استفہامیہ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا،

اَمّامن استغنٰی تا تلھّٰی:

اَمَا حرف شرط برائے تفصیل، مَن موصولہ، استغنٰی فعل ماضی معلوم، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر مبتداء (متضمن معنی شرط) فاء جزائیہ برائے رابطہ، انتَ ضمیر مخاطب مبتداء، لہٗ جار مجرور مل کر متعلق مقدم تصدّٰی کا، تصدّٰی فعل، اِس میں انتَ ضمیر مستتر ذوالحال، واؤ حالیہ مَا نافیہ، علیک جار مجرور مل کر متعلق محذوف بأس کے ہوکر خبر مقدم، اَن مصدریہ، لایزکّی فعل نفی معلوم، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر

مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر حال ہوا ذوالحال کے لئے، حال وذوالحال مل کر فاعل ہوا تصدّی کا، تصدّی فعل اپنے فاعل ومتعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی مبتداء انت کے لئے، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر معطوف علیہ ہوا آگے کے لئے، واؤ عطف، اما حرف شرط برائے تفصیل، من موصولہ، جاء فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر ذوالحال، ک ضمیر منصوب متصل مفعول، یسعٰی فعل اس میں ھو ضمیر مستتر ذوالحال واؤ حالیہ، ھو مبتداء، یخشٰی فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ھو کے لئے، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہوا یسعٰی کی ضمیر فاعل کے لئے، حال وذوالحال مل کر فاعل ہوا یسعٰی کا، یسعٰی فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے جاء کی ضمیر مستتر ھو سے، ھو ضمیر ذوالحال اپنے حال سے مل کر جاء کا فاعل ہوا، جاء فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا من کا، موصول صلہ مل کر مبتداء ہوا (متضمن معنی شرط) فاء جزائیہ برائے رابطہ، انت مبتداء عنہ جار مجرور مل کر متعلق مقدم ہوا تلھّٰی کا، تلھّٰی فعل، اس میں انتَ ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل ومتعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے انتَ مبتداء کے لئے، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر خبر (متضمن معنی جزاء) ہے مبتداء اول (مَن جاء ک الخ) کے لئے، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر معطوف ہوا معطوف علیہ (امامن استغنٰی الخ) کے لئے، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہے۔

کلا انھا تابررۃ:

کلّا حرف ردع، انّ حرف مشبہ بفعل، ھا ضمیر انّ کا اسم، تذکرۃ انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

فاء عطف، مَن موصولہ، شاء فعل اپنے ھو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر شرط، ذکر فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر راجع بسوئے مَن فاعل، ہ ضمیر منصوب مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

فی حرف جار، صحف موصوف، مکرّمۃ صیغہ صفت مع اپنے فاعل ضمیر کے صفت

اول، مرفوعۃ صیغہ صفت مع اپنے فاعل ضمیر کے صفت ثانی، مطھرۃ صیغہ صفت مع اپنے فاعل ضمیر کے صفت ثالث، موصوف اپنی تینوں صفتوں سے مل کر مجرور فی جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائنۃ کے ہوکر خبر ہے مبتداء محذوف ھی کی، یا پچھلی آیت میں انہا میں مذکور انَّ کی خبر ثانی ہے، بایدی میں باء حرف جار، ایدی مضاف، سفرۃ موصوف، کرام صفت اول بررۃ صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ ایدی کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور ہوا باء جار کا، جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائنۃ کے ہوکر خبر ثانی ہے مبتداء محذوف ھی کی، یا خبر ثالث ہے انھا کے انَّ کے لئے، ھی مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، انَّ کی خبریں ہوں تو انَّ اپنے اسم وسب خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

قتل الانسان تا انشرہٗ:

قُتِل فعل ماضی مجہول، الانسان نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ دعائیہ مستانفہ ہے۔

مااکفرہ: ما استفہامیہ بمعنی ای شییٍٔ مبتداء، اکفرہٗ فعل وفاعل ومفعول بہٖ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ استفہامیہ ہوا۔

مِن جار، ای مضاف، شییٍٔ مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور مِن جار کا، جار مجرور مل کر متعلقِ مقدم ہے خلق کا، خلق فعل، اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، ہٗ ضمیر مفعول بہٖ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہٖ ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ استفہامیہ انشائیہ ہوا۔

مِن جار، نطفۃ مجرور، جار مجرور مل کر متعلقِ مقدم ہے خلق کا، خلقہٗ فعل اِس میں ھو ضمیر مستتر فاعل ہٗ ضمیر مفعول بہٖ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہٖ ومتعلقِ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، فاء حرف عطف، قَدَّر فعل بافاعل ہٗ ضمیر مفعول بہٖ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہٖ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، ثمّ حرف عطف، السبیل مفعول بہٖ فعل محذوف یَسّر کا، یسّر فعل اپنے ھو ضمیر فاعل ومفعول مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مفسَّر، مذکورہ یسّر فعل، اپنے ھو ضمیر مستتر فاعل اور ہٗ ضمیر مفعول بہٖ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر تفسیر، مفسَّر تفسیر مل

کر جملہ تفسیر یہ ہو کر معطوف علیہ، ثم حرف عطف، اماتہ فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، ہ ضمیر منصوب مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، فاء حرف عطف، اقبرہ فعل اپنے ھو ضمیر مستتر فاعل اور ہ ضمیر مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثم حرف عطف، اذا شرطیہ، شاء فعل اپنے ھو ضمیر مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، انشرہ فعل با فاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

کَلّا لما یقضِ تا ولانعامکم:

کلّا حرف ردع، لمایقض فعل با فاعل، مَا موصولہ، امرہ فعل با فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مَا موصولہ کے لئے صلہ، موصول صلہ مل کر مفعول لمایقض کا، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فاء حرف عطف استینافیہ، لینظر فعل امر غائب معلوم، الانسان فاعل، الی حرف جار، طعامہ مضاف ومضاف الیہ مل کر مبدل منہ، انّا میں انّ حرف مشبہ بفعل نا ضمیر متکلم اسم، صببنا فعل با فاعل، الماء مفعول بہ صبًا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل ومفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ، ثم حرف عطف، شققنا فعل با فاعل، الارض مفعول بہ، شقًا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل ومفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، فاء حرف عطف، انبتنا فعل با فاعل، فیھا جار مجرور مل کر متعلق انبتنا فعل کے، حبًا معطوف علیہ، واؤ عطف عنبًا معطوف علیہ، واؤ عطف، قضبًا معطوف علیہ، واؤ عطف، زیتونًا معطوف علیہ، واؤ عطف، نخلًا معطوف علیہ، واؤ عطف، حدائق موصوف، غلبًا صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، فاکھۃ معطوف علیہ، واؤ عطف، ابًا معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مفعول بہ انبتنا کے لئے، انبتنا فعل اپنے فاعل ومفعول بہ ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا پچھلے جملہ پر، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر بدل اشتمال ہوا طعامہ سے، بدل ومبدل منہ مل کر مجرور ہوا الٰی جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ہوا لینظر کا، لینظر فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ

ہوا، متاعاً لکم و لانعامکم کی ترکیب گذشتہ سورت میں گزر گئی۔

فاذا جاءت الصاخة تا یغنیه:

فاء عطف استینافیہ، اذا شرطیہ، جاءت فعل، الصاخة فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے، جزا محذوف ہے اشتغل کُلُّ انسانٍ بنفسہ جس پر اگلا جملہ دال ہے، اشتغل فعل کُلُّ انسانٍ مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل بنفسہ جار مجرور مل کر متعلق اشتغل کے، اشتغل فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط و جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

یومَ مضاف، یفر فعل، المرء فاعل، مِن جار، اخیہ مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف علیہ واؤ عطف، امہ معطوف علیہ، واؤ عطف، ابیہ معطوف علیہ، واؤ عطف، صاحبتہ معطوف علیہ، واؤ عطف، بنیہ معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مِن جار کے لئے مجرور، جار مجرور مل کر متعلق یفرّ کا، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ یومَ کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف ہے اَغنِیَ کے لئے، اعنی فعل با فاعل وظرف مل کر جملہ فعلیہ ہو کر الصاخة کی تفسیر، الصاخة مفسَّر تفسیر مل کر جاءت کا فاعل، جاءت فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا، یوم یفرّ المرء الخ الصاخةُ سے بدل بھی بن سکتا ہے۔

لکلّ میں لام جار، کُل مضاف امریء موصوف، منھم جار مجرور مل کر متعلق کائن محذوف کے ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مضاف الیہ کُلّ کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور لام جار کا، جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائن یا حاصل کے ہو کر خبر مقدم، یومئذ مضاف و مضاف الیہ مل کر ظرف مقدم یغنِی کے لئے، شانٌ موصوف یغنیہ فعل با فاعل ومفعول، پھر فعل اپنے فاعل ومفعول وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت شأن کی، موصوف صفت مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وجوهٌ یومئذ تا الفجرة:

وجوہ مبتداء، یومئذ مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف مقدم مسفرۃ کے لئے، مسفرۃ

صیغہ اسم فاعل اپنی ھی ضمیر فاعل وظرف مقدم سے مل کر خبر اول، ضاحکۃ خبر ثانی مستبشرۃ خبر ثالث، مبتداء تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف وجوہ مبتداء، یومئذٍ مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف شبہ فعل محذوف ثابتۃ کے لئے، علیھا جار مجرور مل کر متعلق ثابتۃ کا، غبرۃ فاعل ثابتۃ کے لئے، شبہ فعل کائنۃ اپنے فاعل وظرف ومتعلق سے مل کر خبر اول، ترھق فعل، ھا ضمیر مؤنث مفعول بہ مقدم، قترۃ فاعل مؤخر، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ثانی، مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

اولائک اسم اشارہ مبتداء، ھم مبتداء ثانی، الکفرۃ خبر اوّل، الفجرۃ خبر ثانی، مبتداء ثانی دونوں خبروں سے مل کر خبر مبتداء اول کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

★

اعراب سورۃ التکویر

اذا الشمس تا احضرت:

اذا شرطیہ، الشمس نائب فاعل ہے فعل محذوف کُوِّرت کا، کوّرت فعل ماضی مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہوکر مفسَّر، مذکور کُوِّرَت فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہوکر تفسیر، مفسَّر تفسیر مل کر جملہ تفسیریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، اذا شرطیہ مکرر برائے تاکید، النجوم فعل محذوف انکدرَتْ کا فاعل ہوکر مفسَّر، انکدرت مذکور فعل ماضی معلوم، اس میں ھی ضمیر مستتر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر تفسیر، مفسَّر تفسیر مل کر جملہ تفسیریہ ہوکر معطوف علیہ، اگلے جملے بھی معطوف علیہ ہیں، واذا النفوس زوجت تک ترکیب ایسے ہی ہے، واذا الموؤدۃ میں الموؤدۃ سُئِلَتْ محذوف کا نائب فاعل ہوکر مفسَّر، سئلت مذکور فعل مجہول مع نائب فاعل، بِا جار، ایّ مضاف، ذنب مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور باء جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق مقدم قُتِلت کے لئے۔ قتلت فعل مجہول ھی ضمیر مستتر نائب فاعل ومتعلق سے مل کر سئلت کے لئے قائم مقام مفعول ہے، سئلت فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومفعول سے مل کر شبہ جملہ ہوکر تفسیر، مفسَّر تفسیر مل کر جملہ تفسیریہ ہوکر آگے کے لئے معطوف علیہ، و

اذاالصحف سے واذاالجنۃ اُزلفت تک ترکیب پہلے جملوں کی طرح ہے، یہ سارے جملے معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط، عِلِمت فعل، نفس فاعل، مَا موصولہ، احضرت فعل بافاعل (مع ضمیر مفعول محذوف) جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہے، موصول صلہ مل کر عِلِمت کے لئے مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

فلااُقسِمُ بالخنس تا ثمر امین:

فاء حرف عطف استینافیہ، لا زائدہ، اُقسِم فعل، انا ضمیر متکلم مستتر فاعل، باء حرف جار، الخنّس صفت اول برائے موصوف محذوف الکواکب، الجوار صفت ثانی، الکنّس صفت ثالث، موصوف اپنی صفتوں سے مل کر مجرور باجار کا، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِمُ مذکور کا، اُقسم فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر قَسمِ اول۔

واو قسمیہ جار، اللیل مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِمُ محذوف کے، اذا ظرفیہ مضاف، عسعس فعل اپنے ھو ضمیر مستتر فاعل سمیت مضاف الیہ اذا کے لئے مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ اُقسِمُ کا، اُقسِم فعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول فیہ سے مل کر قسمِ ثانی۔

والصبح اذاتنفس واللیل اذاعسعس کی طرح ترکیب ہوکر قسمِ ثالث ہوئی۔

انّ حرف مشبہ بفعل، ہ ضمیر انّ کا اسم، لقول میں لام تاکید، قول مضاف، رسول موصوف، کریمٍ صفت اول، ذی قوۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت ثانی، عند مضاف، ذی مضاف، العرش مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر عند کے لئے مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ مکین کے لئے، مکین صیغہ صفت اپنے فاعل ومفعول فیہ سے مل کر صفت ثالث مطاع صفت رابع، ثمّ یامطاع کے لئے یاامین کے لئے ظرف ہے، امین صفت خامس، موصوف اپنی سب صفتوں سے مل کر مضاف الیہ قول کے لئے قول مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جواب قسم، قسم وجواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

وماصاحبکُم تا شیطنٍ رجیم :

واؤ عطف، ما مشابہ بہ لیس، صاحبکم مضاف ومضاف الیہ مل کر ما کے لئے اسم، با جار، مجنون مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائن کے ہو کر ما کے لئے خبر، ما اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، لقد حرف تاکید وتحقیق، راہ فعل و فاعل ومفعول بہ، با جار، الافق موصوف المبین صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق را کے، رأی فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، ما مشابہ بہ لیس، ہو ما کا اسم، علی الغیب جار مجرور مل کر متعلق مقدم ضنین کے لئے، باء جار زائدہ برائے تعدیہ، ضنین صیغہ صفت اپنے متعلق سے مل کر ما کی خبر، ما اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، ما مشابہ بہ لیس، ہو ما کا اسم، با جار، قول مضاف، شیطن موصوف، رجیم صفت، موصوف صفت مل کر مضاف الیہ قول کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور با جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق کائن محذوف کے ہو کر ما کی خبر، ما اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فأین تذھبون تا ربُّ العالمین :

فا عطف، اینَ ظرف مقدم تذھبون کے لئے، تذھبون فعل اپنے فاعل ضمیر مستتر اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اِن نافیہ ہو مبتداء، الا حرف استثناء برائے حصر، ذکرٌ مصدر، لام جار، العالمین مبدل منہ، لمن میں لام جار مکرر زائدہ، مَن موصولہ شاء فعل، اِس میں ضمیر مستتر ھُوَ راجع بسوئے مَن فاعل، منکم جار مجرور مل کر متعلق شاء کے، أن ناصبہ مصدریہ، یستقیم فعل اپنے فاعل ھو ضمیر مستتر سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر شاء کے لئے مفعول بہ، شاء فعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَن کے لئے، موصول صلہ مل کر العالمین سے بدل، بدل ومبدل منہ مل کر مجرور لام جار کا، جار مجرور مل کر متعلق ذِکز کا، ذِکز مصدر اپنے متعلق

سے مل کر ھو مبتداء کی خبر ہے، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہے۔
واؤ عطف، ماتشاؤن فعل نفی معلوم مع ضمیر فاعل، مفعول محذوف ہے الاستقامۃ، الا حرف استثناء برائے حصر، ان مصدریہ ناصبہ، یشاء فعل، اللہ مبدل منہ، ربّ العالمین مضاف ومضاف الیہ مل کر بدل، بدل ومبدل منہ مل کر یشاء کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہے مضاف محذوف وقتَ کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف ہے تشاؤن کے لئے، تشاؤن فعل اپنے فاعل وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

**

اعراب سورۃ الانفطار

اذا السماء انفطرت تا واخّرت:

اذا السماء انفطرت سے بعثرت تک ترکیب بعینہ اذا الشمس کوّرت الخ جیسی ہے، (اذا شرطیہ، السماء فاعل ہے فعل محذوف انفطرت کا، انفطرت فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفسَّر، مذکور انفطرت فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر تفسیر، مفسَّر تفسیر مل کر جملہ تفسیریہ ہو کر معطوف علیہ الخ) سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر شرط، علِمَتْ فعل نفسٌ فاعل، ما موصولہ، قدّمت فعل، اس میں ھی ضمیر مؤنث راجع بسوئے نفس فاعل، فعل فاعل مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، اخّرت فعل با فاعل، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر ما موصولہ کے لئے صلہ، موصول صلہ مل کر علِمت کا مفعول بہ، علِمت فعل اپنے فاعل و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء ہوئی، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

یاایہا الانسان تا رکبک:

یا حرف نداء، ای مضاف، ھا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مبدل منہ، الانسان بدل، بدل ومبدل منہ مل کر منادیٰ، حرف نداء ومنادیٰ مل کر نداء ہوا، ما استفہامیہ بمعنی ای شیءٍ کے، ای شیءٍ مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء، غرّکَ فعل با فاعل ومفعول، ب جار، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر موصوف، الکریم صفت اول، الذی اسم موصول، خلقک فعل،

فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، ف عطف، سوّاک فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، ف عطف، عَدَلَکَ فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہو کر مبیَّن، فی حرف جار، ایّ صورۃ ما مضاف ومضاف الیہ(ما زائدہ ہے) مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق مقدم شاء کے لئے، شاء فعل با فاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مقدم، ر کّبک فعل با فاعل ومفعول جملہ فعلیہ خبریہ بتاویل مفرد ہو کر مبتداء مؤخر، مبتدا خبر مل کر جملہ خبریہ ہو کر بیان ہوا عدلک کا، مبیَّن وبیان مل کر معطوف ہوا، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر صلہ ہوا الذی کا، موصول صلہ مل کر صفت ہوئی ربک کے لئے، موصوف صفت مل کر مجرور ہوا با جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ہوا غرّک کے لئے، غرّک فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہو کر خبر ہوئی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جوابِ نداء ہوا، نداء وجوابِ نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

کلّا بل تکذبون تا ماتفعلون :

کلّا حرف ردع، بل اضراب کے لئے، تکذّبون فعل، اِس میں ضمیر مخاطب ذوالحال، بالدّین جار مجرور مل کر متعلق تکذّبون کا، واوٗ حالیہ، انّ حرف مشبہ بفعل، علیکم جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائنون وغیرہ کے ہو کر انّ کے لئے خبر مقدّم، لام تاکید، حافظِین موصوف، کراما صفت اول، کاتبین صفت ثانی، یعلمون فعل با فاعل، مَا موصولہ، تفعلون فعل اپنے فاعل ضمیر مخاطب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا، موصول وصلہ مل کر یعلمون کے لئے مفعول بہ یعلمون فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ثالث ہوئی، حافظین موصوف اپنی تینوں صفتوں سے مل کر انّ کے لئے اسمِ مؤخر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے تکذبون کی ضمیر مخاطب ذوالحال کے لئے، ذوالحال وحال مل کر تکذّبون کا فاعل، تکذّبون فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

انّ الابرار تا بغائبین :

انّ حرف مشبہ بفعل، الابرار انّ کے لئے اسم، لام تاکید، فی نعیم جار مجرور مل کر متعلق

محذوف کائنون کے ہوکر انَّ کے لئے خبر، انَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، انَّ الفجار لفی جحیم کی ترکیب ان الابرار لفی نعیم کی طرح ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

یصلون فعل بافاعل، ھا ضمیر مفعول بہ، یوم الدین مضاف ومضاف الیہ مل کر یصلون کے لئے مفعول فیہ، یصلون فعل اپنے فاعل ومفعول بہ ومفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا، واؤ عطف، ما مشابہ بلیس، ھم ما کا اسم، عنھا جار مجرور مل کر متعلق مقدم غائبین کے لئے بغائبین میں باز ائدہ ہے بغائبین ما کی خبر ہے، ما اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، ما استفہامیہ بمعنی ای شیئ کے ہوکر مبتدا، ادری فعل، اس میں ھو ضمیر راجع بسوئے ما فاعل، کَ مفعول بہ اول، ما استفہامیہ بمعنی ای شیئ کے ہوکر مبتدا، یوم الدین مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر ادرا کے لئے مفعول ثانی، فعل ادرا اپنے فاعل ودونوں مفعولوں سے مل کر ما کے لئے خبر، ما مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ، ثم حرف عطف، ماادراک مایوم الدین کی ترکیب پہلے کی طرح ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

یوم مضاف، لا تملک فعل، نفس فاعل، لنفس جار مجرور مل کر متعلق لاتملک کے لئے، شیئاً لا تملک کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ یوم کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف یعنی مفعول فیہ فعل محذوف یُجَازُوْنَ یا اُذْکُرْ کے لئے، فعل اپنے نائب فاعل (اذکر ہو تو فاعل) وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

واؤ عطف استینافیہ، الامر مبتداء، یومئذ مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف کائن محذوف کے لئے، للہ جار مجرور مل کر متعلق کائن کے لئے، کائن شبہ فعل اپنے ھو ضمیر فاعل وظرف ومتعلق سے مل کر خبر مبتداء کے لئے، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

★★

اعراب سورۃ المطففین

ویل للمطففین تا یخسرون :

ویل مبتدا، لام جار، المطففین موصوف، الذین اسم موصول، اذا شرطیہ، اکتالوا فعل وفاعل، علی الناس جارمجرورمل کرمتعلق اکتالوا کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر شرط، یستوفون فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، اذا شرطیہ، کالو فعل وفاعل، ھم مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، او عطف، وزنو فعل وفاعل ھم مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط ہوا، یخسرون فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ جزاء ہوئی، شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہوکر پھر معطوف ہوا پچھلے معطوف علیہ پر، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر صلہ ہوا الذین کے لئے، موصول صلہ مل کر صفت ہوئی المطففین کے لئے، موصوف صفت مل کر مجرور، لام جارومجرور مل کر متعلق محذوف کائنٌ کا، کائن صیغہ صفت اپنے متعلق سے مل کر خبر ہوئی مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الایظن تا رب العالمین:

أ ہمزہ استفہام، لایظن فعل نفی معلوم، اولائک فاعل، انّ حرف مشبہ بفعل، ھم انّ کا اسم، مبعوثون صیغہ اسم مفعول، اس میں ضمیر نائب فاعل، لام جار، یوم عظیم موصوف صفت مل کر مبدل منہ، یوم مضاف، یقوم فعل، الناس فاعل، لام جار، رب العالمین مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جارمجرور مل کر متعلق یقوم کا، یقوم فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر مضاف الیہ یوم کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر پہلے یوم کے لئے بدل، بدل ومبدل منہ مل کر مجرور لام جار کا، جارمجرور مل کر مبعوثون کے متعلق، مبعوثون صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ بتاویل مفرد ہوکر لایظن کا مفعول، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ استفہامیہ ہوگیا۔

کلّا تا بیوم الدّین :

کلا حرف ردع، ان حرف مشبہ بفعل، کتاب الفجار مضاف ومضاف الیہ مل کر ان کا اسم، لام ابتدائیہ، فی سجین جار مجرور مل کر متعلق کائن وغیرہ کا ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، واؤ عطف، ماادراک ماسجین کی ترکیب ماادراک مایوم الدین کی طرح ہے، کتاب مرقوم موصوف صفت مل کر خبر ہے مبتداء محذوف ھو کے لئے، جملہ اسمیہ خبریہ، ویل مصدر مبتداء، یومئذ ویل کے لئے ظرف، لام جار، المکذبین موصوف، الذین اسم موصول، یکذبون فعل با فاعل، باء جار، یوم الدین مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق یکذبون کا، یکذبون فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا الذین کے لئے، موصول صلہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور لام جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق کائن محذوف کے ہوا (یومئذ کائن کے لئے بھی ظرف بن سکتا ہے) کائن اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر خبر مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا،

ومایکذّب تا تکذبون:

واؤ عطف، ما نافیہ، یکذب فعل، بہ جار مجرور مل کر متعلق یکذب کے لئے، الا حرف استثناء برائے حصر، کلّ مضاف، معتد موصوف، اثیم صفت اول، اذا شرطیہ، تتلی فعل مجہول، علیہ جار مجرور مل کر متعلق تتلی کا، ایاتنا مضاف ومضاف الیہ مل کر تتلی کا نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قال فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول، اساطیر الاولین مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر مبتداء محذوف ھی کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا، قول مقولہ مل کر جزا ہوئی شرط کی، شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ بتاویل مفرد ہو کر صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ ہوا کلّ کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر یکذب کا فاعل، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، [اذا تتلی تا الاولین کو مستقل جملہ شرطیہ بھی بنایا جا سکتا ہے]۔

کلا حرف ردع، بل اضراب کے لئے، ران فعل، علی جار، قلوبھم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار ومجرور مل کر متعلق ران کا، ماموصولہ، کانوا فعل ناقص، اس میں واؤ

ضمیر اسم، یکسبون فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر کانوا کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر ان کا فاعل، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

کلا حرف ردع، انّ حرف مشبہ بفعل، ھم انّ کا اسم، عن جار، ربھم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق مقدم محجوبون کے لئے، یومئذ مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف محجوبون کے لئے، لام تاکید، محجوبون صیغہ اسم مفعول، صیغہ اسم مفعول اپنے ضمیر نائب فاعل وظرف ومتعلق سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، ثم حرف عطف، انّ حرف مشبہ بفعل، ھم اسم، لام تاکید، صالوا الجحیم مضاف ومضاف الیہ مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، ثم حرف عطف، یقال فعل مجہول اپنے نائب فاعل ضمیر سے مل کر قول، ھذا اسم اشارہ مبتداء، الذی اسم موصول، کنتم فعل ناقص ضمیر اس کا اسم، بہ جار مجرور متعلق مقدم تکذبون کے لئے، تکذبون فعل اپنے ضمیر مخاطب فاعل ومتعلق سے مل کر کنتم کی خبر، فعل ناقص اسم وخبر سے مل کر صلہ الذی کے لئے، موصول صلہ مل کر خبر مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

کلّا انّ تا المقربون:

کلا انّ کتاب الابرار لفی علیین، وماادراک ماعلیون ۔ کی ترکیب کلاانّ انّ کتاب الفجار لفی سجین وماادراک ماسجین کی طرح ہے، کتاب موصوف، مرقوم صفت اول، یشھد فعل ہ ضمیر مفعول، المقربون فاعل، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر خبر مبتداء محذوف ھو کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، الابرار انّ کا اسم، لفی نعیم جار مجرور مل کر متعلق کائنون محذوف کے کائنون میں واؤ ضمیر ذوالحال، علی الارائک جار مجرور مل کر متعلق مقدم ینظرون کے لئے، ینظرون فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ حال ہے کائنون کی ضمیر فاعل سے،

حال ذوالحال مل کر فاعل ہوا، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر خبر ہوئی ان کے لئے، انّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تعرف فعل با فاعل، فی جار، وجوھھم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار و مجرور مل کر متعلق تعرف کا، نضرۃ النعیم مضاف ومضاف الیہ مل کر تعرف کا مفعول، تعرف فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

یسقون فعل مجہول مع نائب فاعل، من جار، رحیق موصوف، مختوم صفت اول، ختامہ مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء، مسک خبر، مبتداء وخبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر مجرور من کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق یسقون کے لئے، یسقون اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

واؤ عطف، مزاجہ مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء، من جار، تسنیم ذوالحال، عینا موصوف، یشرب فعل، بہا جار مجرور مل کر متعلق یشرب کے، المقربون فاعل، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر حال، حال وذوالحال مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائن وغیرہ کے ہو کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ الذین تا یفعلون آخر سورت:

انّ حرف مشبہ بفعل، الذین اسم موصول، اجرموا فعل وفاعل، جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر انّ کا اسم، کانوا فعل ناقص مع اسم، من جار، الذین موصول، آمنوا فعل وفاعل مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق مقدم یضحکون کے لئے، یضحکون فعل وفاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، واؤ عطف، اذا شرطیہ، مروا فعل با فاعل، بہم جار مجرور مل کر متعلق مروا کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، یتغامزون فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا، واؤ عطف، اذا شرطیہ، انقلبوا فعل با فاعل، الی جار، اھلھم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار ومجرور مل کر متعلق انقلبوا کے، انقلبوا فعل، اِس میں واؤ

ضمیر ذوالحال، فکھین صیغہ صفت اپنے ضمیر فاعل سے مل کر حال، حال وذوالحال مل کر انقلبوا کا فاعل، فعل وفاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی، شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا، واؤ عطف، اذا شرطیہ، رأو فعل با فاعل، ھم مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قالوا فعل، ضمیر ذوالحال، انّ حرف مشبہ بفعل، ھؤلاء اسم، لضالون خبر، انّ اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، واؤ حالیہ ما نافیہ، ارسلوا فعل مجہول، اس میں واؤ ضمیر ذوالحال، علیھم جار مجرور مل کر متعلق أرسلوا کے، حافظین حال، حال وذوالحال مل کر نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال قالوا کی ضمیر سے، حال وذوالحال مل کر قالوا کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر قول ہوا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

فاعطف، الیوم ظرف مقدم یضحکون کے لئے، الذین اسم موصول، آمنوا فعل وفاعل مل کر صلہ ہے، موصول صلہ مل کر مبتداء، من الکفار جار مجرور مل کر متعلق مقدم یضحکون کے لئے، یضحکون فعل، اس میں واؤ ضمیر فاعل ذوالحال، علی الارائک جار مجرور مل کر متعلق مقدم ینظرون کے لئے، ینظرون فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال یضحکون کی ضمیر سے، حال وذوالحال مل کر فاعل یضحکون کے لئے، فعل اپنے فاعل و ظرف ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا،

ھل بمعنی قد حرف تحقیق، ثوب فعل مجہول، الکفار نائب فاعل، ما موصولہ، کانوا فعل ناقص، اس میں واؤ ضمیر اسم، یفعلون فعل وفاعل، جملہ فعلیہ ہو کر کانوا کے لئے خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مفعول ثوب کے لئے، فعل مجہول اپنے نائب فاعل (مفعول بہ اول) ومفعول ثانی سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

★★

اعراب سورۃ الانشقاق

اذا السماء تا وحُقّت:

اذا شرطیہ، السماء فاعل ہے فعل محذوف انشقت کا، انشقت فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ

ہوکر مفسَّر، مذکور انشقَت فعل بافاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر تفسیر، مفسَّر وتفسیر مل کر جملہ تفسیریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، اذنت فعل بافاعل، لام جار، ربہا مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر اذنت کا متعلق، فعل فاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، حقت فعل مجہول و نائب فاعل مل کر شبہ جملہ ہوکر معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر پھر معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط اول ہوئی، واؤ عطف، اذا شرطیہ، الارض نائب فاعل ہے فعل محذوف مُدَّتْ کا، محذوف مُدَّتْ اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مفسَّر، مُدَّت مذکور فعل ونائب فاعل مل کر تفسیر، مفسَّر تفسیر مل کر جملہ تفسیریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، القت فعل وفاعل، ما موصولہ، فیہا جار مجرور مل کر متعلق کائن کے ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر القت کا مفعول بہ، فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، تخلت فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واذنت لربہا وحقت جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط ثانی، دونوں کی ایک جزاء محذوف ہے، فملاقیہ کا مدلول لاقی کُلُّ انسانٍ عملَہٗ جزا ہے۔

یٰاَیُّہاالانسان تا سعیرًا:

یاایہاالانسان کی ترکیب گذرگئی، یہ نداء ہوا، انَّ حرف مشبہ بفعل، کَ اسم، کادح صیغہ اسم فاعل، الی جار، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کادح کے، کدحاً مفعول مطلق کادح کے لئے، کادح صیغہ اسم فاعل اپنے متعلق ومفعول مطلق سے مل کر انَّ کے لئے خبر، انَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ، فاء عطف ملاقی صیغہ اسم فاعل مضاف، ہٖ ضمیر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر مبتداء محذوف انتَ کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جواب نداء ہوا، نداء اور جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

فا حرف عطف برائے استیناف، امّا حرف تفصیل، مَن موصولہ، اُوتِی فعل مجہول و

ضمیر مستتر نائب فاعل، کتابۂ مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ ، ب جار، یمینہ مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق أوتی کے، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومفعول و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر شرط، فاء جزائیہ ، سوف حرف تقریب، یحاسَب فعل مجہول ونائب فاعل، حساباً یسیراً موصوف صفت مل کر مفعول مطلق یحاسَب کا، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ینقلب فعل ، اِس میں ھو ضمیر ذوالحال، الی جار، اھلہٖ مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ینقلب کا، مسروراً حال ینقلب کی ضمیر سے، حال وذوالحال مل کر فاعل ینقلب کا، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر جزاء ہوئی، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

واؤ عطف، امّا حرف تفصیل، من اوتی کتابہ کی ترکیب گذر گئی، وراء مضاف، ظھرہٖ مضاف ومضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وراء کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ اوتی کے لئے، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومفعول بہ ومفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر شرط، فاء جزائیہ، سوف حرف تقریب، یدعوا فعل وفاعل، ثبوراً مفعول بہ، جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، یصلٰی فعل وفاعل، سعیراً مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل و مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، دونوں معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

انّہ کان تا بصیرًا:

انّ حرف مشبہ بفعل، ہٗ ضمیر اسم، کان فعل ناقص، اِس میں ضمیر ھو اسم، فی جار، اھلہٖ مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق مقدم مسروراً کے لئے، مسروراً صیغہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل ضمیر ومتعلق سے مل کر کانَ کی خبر، کانَ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر انّ کے لئے خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، ہٗ ضمیر اسم، ظنّ فعل وفاعل، اَن مصدریہ، لن یحور فعل نفی مستقل معلوم و

فاعل مل کر بتاویل مصدر ہو کر مفعول ظنَّ کے لئے، ظنّ فعل و فاعل و مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر انَّ کے لئے خبر، انَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

بلٰی حرف جواب، انّ حرف مشبہ بفعل، ربّہ مضاف و مضاف الیہ مل کر انّ کے لئے اسم، کان فعل ناقص، اس میں ضمیر اسم، بہ جار مجرور مل کر متعلق بصیراً کے لئے، بصیراً صیغہ صفت اپنے متعلق سے مل کر کان کی خبر، کان اپنے اسم و خبر سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، پھر قسم محذوف و اللہ مان کر اس کا جواب بھی بنا سکتے ہیں، اور بلٰی جواب کے جس مضمون کو شامل ہے اس کی علت بھی بنا سکتے ہیں۔

فلا اُقسِمُ تا عن طبق:

فا فصیحیہ، لا اقسم فعل، اِس میں ضمیر متکلم فاعل، با جار، الشفق معطوف علیہ، واؤ عطف، اللیل معطوف علیہ، واؤ عطف، ما موصولہ، وسق فعل اپنی ھو ضمیر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، القمر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اُقسم کے، اذا ظرفیہ مضاف، اتسق فعل اپنے ضمیر فاعل سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ اذا کے لئے، مضاف و مضاف الیہ مل کر ظرف اقسم کا، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قسم، لترکبنّ فعل مستقبل معلوم مؤکد بالام و نون ثقیلہ، اس میں ضمیر فاعل، طبقاً موصوف، عن طبق جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائنٌ کے ہو کر صفت طبقاً کے لئے، موصوف صفت مل کر مفعول بہٖ فعل کے لئے، لترکبنّ فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب قسم، قسم اور جواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

فما لھم تا غیر ممنون:

ف حرف عطف استینافیہ، ما استفہامیہ مبتداء، لام جار، ھم ذوالحال، لا یؤمنون فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر حال، حال و ذوالحال مل کر لام جار کے لئے مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائنٌ محذوف کے ہو کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ استفہامیہ ہوا۔

واؤ عطف، اذا شرطیہ، قرئ فعل مجہول، علیھم جار مجرور مل کر متعلق قرئ کے، القرآن نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لا یسجدون فعل

نفی معلوم اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

بل اضراب کے لئے، الذین اسم موصول، کفروا فعل، اس میں واؤ ضمیر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مبتدا، یکذبون فعل، اس میں واؤ ضمیر (فاعل) ذوالحال، واؤ حالیہ، اللہ مبتداء، اعلم صیغہ اسم تفضیل، اس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، با جار، ما موصولہ، یوعون فعل و فاعل مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اعلم کے، صیغہ اسم تفضیل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر خبر مبتدا کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال یکذبون کی ضمیر سے، حال ذوالحال مل کر یکذبون کا فاعل، یکذبون فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا کی، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فا فصیحیہ، بشر فعل، اس میں انت ضمیر مستتر فاعل، ھم ضمیر مستثنیٰ منہ، باجار، عذاب الیم موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق بشر کے، الا حرف استثناء، الذین اسم موصول، آمنوا فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، عملوا الصلحت فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مبتدا اول، لھم جار مجرور مل کر متعلق کائن محذوف کے ہو کر اگلے مبتدا کے لئے خبر مقدم، اجر موصوف، غیر ممنون مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مبتدا ثانی مؤخر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مبتدا اول کے لئے خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مستثنیٰ، مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ مل کر بشر کا مفعول بہ، بشر فعل اپنے فاعل ومفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

یابشرھم بعذاب الیم کو مستقل جملہ بنایا جائے، اور ھم ضمیر مفعول کو مستثنیٰ منہ نہ بنایا جائے، بس مفعول بہ کہا جائے، اور الا الذین میں الا بمعنی لکنّ ہوگا، اور الذین آمنوا عملوا الصلحت لھم اجر غیر ممنون مستقل جملہ مستانفہ ہوگا۔

اعراب سورۃ البروج

والسّمآء ذات البروج تا شھود:

واؤ قسمیہ جار، السماء موصوف، ذات البروج مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف

صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، الیوم الموعود موصوف صفت مل کر معطوف علیہ
و شاهد و مشهود دونوں معطوف ہیں، سب معطوف و معطوف علیہ مل کر مجرور واؤ جار کے لئے
، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِمُ محذوف کے، اُقسِمُ فعل اپنے فاعل ضمیر متکلم و متعلق سے مل کر جملہ
فعلیہ ہو کر قسم، جواب قسم یا تو اگلا جملہ قُتِلَ الخ لَقَدْ محذوف ہونے کے سبب جواب قسم ہے، یا
محذوف ہے انّ اهل مكة ملعونون كمالعن اصحاب الاخدود، قسم و جواب قسم مل
کر جملہ قسمیہ ہوا۔

قُتِلَ فعل مجہول، اصحاب مضاف، الاخدود مبدل منہ، النار موصوف، ذات الوقود
مضاف و مضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر بدل، بدل و مبدل منہ مل کر نائب
فاعل، اذ ظرفیہ مضاف، هم ذوالحال، علیها جار مجرور مل کر متعلق مقدم قعود کا، قعود صیغہ
صفت اپنے متعلق سے مل کر خبر، واؤ حالیہ هم مبتدا، علیٰ جار، ما موصولہ، یفعلون فعل
وفاعل، بالمؤمنین جار مجرور مل کر متعلق یفعلون کا، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل
کر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور علیٰ جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق مقدم شهود کے لئے
، شهود صیغہ صفت اپنے متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر حال ہے، حال
وذوالحال مل کر مضاف الیہ اذ کے لئے، مضاف و مضاف الیہ مل کر قُتل کے لئے ظرف، قتل فعل
مجہول نائب فاعل و ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا، اگر قُتِلَ بمعنی لُعن ہو تو جملہ فعلیہ انشائیہ دعائیہ
ہے، اور اگر بمعنی خبر ہو تو فعلیہ خبریہ ہے۔

ومانقموا تا شهيد:

واؤ عطف، مانقموا فعل ماضی منفی معلوم، واؤ ضمیر فاعل، منهم جار مجرور مل کر متعلق نقموا
کے، الا حرف استثناء بمعنی لکنّ برائے حصر، ان مصدریہ، یؤمنوا فعل وفاعل، با جار، اللہ
موصوف العزیز صفت اول، الحمید صفت ثانی، الذی اسم موصول، له جار مجرور مل کر متعلق
کائن یا ثابت کے ہو کر خبر مقدم، ملک مضاف، السموات والارض معطوف و معطوف
علیہ مل کر مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر مبتداء موخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر
صلہ، موصول صلہ مل کر صفت ثالث، موصوف تینوں صفتوں سے مل کر مجرور، با جار اپنے مجرور سے

مل کر متعلق یؤمنوا کے، یؤمنوا فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر بتاویل مصدر ہو کر مفعول ہے نقموا کے لئے، فعل اپنے فاعل و متعلق و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، اللہ مبتداء، علی جار، کلّ شیء مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق مقدم شھید کے لئے، شھید صیغہ صفت اپنے فاعل و متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ الذین تا الفوز الکبیر:

انّ حرف مشبہ بفعل، الذین اسم موصول، فتنوا فعل و فاعل، المؤمنین و المؤمنات معطوف و معطوف علیہ مل کر فتنوا کا مفعول ہے، فعل اپنے فاعل و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، ثم حرف عطف، لم یتوبوا فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر انّ کا اسم، فا جزائیہ برائے رابطہ، لھم متعلق کائن محذوف کے ہو کر خبر مقدم، عذاب جھنّم مضاف و مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ولھم عذاب الحریق بھی ایسے ہی خبر مقدم و مبتداء مؤخر مل کر جملہ ہو کر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، الذین اسم موصول، آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر انّ کا اسم، لھم خبر مقدم، جنّٰت موصوف تجری فعل، من جار، تحتھا مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق تجری کے، الانھر فاعل تجری کا، فعل و فاعل و متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت جنّٰت کی، موصوف صفت مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ذالک اسم اشارہ مبتداء، الفوز موصوف، الکبیر صفت، موصوف صفت مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ بطش تا لما یرید:

انّ حرف مشبہ بفعل، بطش مضاف، ربک مضاف و مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بطش

کے لئے ،مضاف ومضاف الیہ مل کر انّ کا اسم ،لشدید انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، ہٗ انّ کا اسم، ھو ضمیر فصل برائے حصر، یا آگے کے لئے مبتداء، یبدیٔ فعل با فاعل، جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، یعید فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر پھر معطوف علیہ، واؤ عطف ،ھو مبتداء، الغفور خبر اول، الودود خبر ثانی، ذوالعرش مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر ثالث، المجید خبر رابع، فعّال صیغہ مبالغہ کا، اس میں ضمیر مستتر فاعل، لام جار، ما موصولہ ،یرید فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جارمجرور مل کر متعلق فعّال کے، فعّال اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر خامس، مبتداء اپنی سب خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ھل اتاك تا لوح محفوظ:

ھل برائے استفہام تقریری، اتا فعل، کَ مفعول بہٖ مقدّم، حدیث مضاف، الجنود مبدل منہ فوعون وثمود معطوف ومعطوف علیہ مل کر بدل، بدل ومبدل منہ مل کر مضاف الیہ حدیث کے لئے ،مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل اتا کا، فعل اپنے فاعل ومفعول بہٖ سے مل کر جملہ فعلیہ لفظاً انشائیہ معنیً خبریہ ہوا۔

بل اضراب کے لئے، الذین اسم موصول، کفروا فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر مبتدا، فی تکذیب جار مجرور مل کر متعلق کائنون محذوف کے ہوکر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، اللہ مبتداء ،من جار، ورائھم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جارمجرور مل کر متعلق مقدّم محیطٌ کے، محیط صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل ضمیر مستتر و متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ و اللہ میں واؤ حالیہ ہو، اس صورت میں فی تکذیب کے متعلق محذوف کائنون کی ضمیر ذوالحال ہوگی، اور اللہ من ورائھم محیط سارا مل کر حال، پھر حال وذوالحال مل کر کائنون کا فاعل، پھر خبر الخ ۔

بل اضراب کے لئے ،ھو مبتداء ،قرآن موصوف ،مجید صفت اول،فی جار،لوح محفوظ موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائن یا ثابت محذوف کے ہو کر صفت ثانی،موصوف دونوں صفتوں سے مل کر خبر، یا قرآن مجید خبر اول،فی لوح محفوظ خبر ثانی،مبتداء خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

★★

اعراب سورۃ الطارق

والسماء تا حافظ :

واؤ قسمیہ جار،السماء معطوف علیہ،واؤ عطف،الطارق معطوف،معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق محذوف أقسِمُ کے،أقسِمُ فعل اپنے ضمیر متکلم فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قسم،ان نافیہ کلّ نفس مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء،لمّا بمعنی الا برائے حصر،علیہا جار مجرور مل کر متعلق کائنٌ محذوف کے ہو کر خبر مقدم ،حافظٌ مبتداء مؤخر،مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر مبتداء اوّل کی،مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم،قسم اور جواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

وما ادراک ما الطارق کی ترکیب وما ادراک مایوم الدین وغیرہ جیسی گذشتہ آیات کی طرح ہے،النجم الثاقب موصوف صفت مل کر خبر ہے مبتداء محذوف ھو کی،مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فلینظر تا والترائب :

ف فصیحیہ ،لینظر فعل،الانسان فاعل ،من جار،م بمعنی ایّ شیء کے مجرور جار مجرور مل کر متعلق خلق کے،خلق فعل و نائب فاعل و متعلق مل کر بتاویل مفرد ہو کر لینظر کا مفعول (تقدیر عبارت ہے لینظر الانسان أنَّ تخلیقَہ من ای شیء؟)لینظر فعل اپنے فاعل ومفعول و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

خلق فعل مجہول و نائب فاعل،من جار،ماء موصوف،دافق صفت اول ،یخرج فعل وفاعل،من جار،بین مضاف ،الصلب والترائب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مضاف الیہ

،مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار ومجرور مل کر متعلق یخرج کے،یخرج فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ثانی ،موصوف دونوں صفتوں سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق خلق کے،فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

انّہ علیٰ تا لاناصر:

انَ حرف مشبہ بفعل، ہٗ انَ کا اسم ،علیٰ جار، رجع مصدر مضاف، ہٖ مضاف الیہ،یوم مضاف، تبلی فعل مجہول، السرائر نائب فاعل ،فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ،ف عطف، ما نافیہ، لہٗ جار مجرور متعلق محذوف کائن کے ہو کر خبر مقدم، مِن جار زائدہ ،قوۃ معطوف علیہ ،واؤ عطف، لا زائدہ برائے تاکید نفی، ناصر معطوف ،معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ثابت محذوف کے ہو کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ بتاویل مفرد ہو کر مضاف الیہ یوم کے لئے ،مضاف ومضاف الیہ مل کر رجع مصدر کے لئے ظرف، رجع مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ وظرف سے مل کر مجرور علیٰ کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق مقدم قادر کا، لام تاکید ،قادر صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر انَ کی خبر، انَ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا،

والسّماء ذات تا رویدًا:

واؤ قسمیہ جار، السماء موصوف ،ذات الرجع مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف ،الارض موصوف ذات الصدع مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت ،موصوف صفت مل کر معطوف ،معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور واؤ قسمیہ کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِمُ محذوف کے ہو کر قسم ،انَ حرف مشبہ بفعل، ہٗ اسم ،لام ابتدائیہ ،قول فصل موصوف صفت مل کر معطوف علیہ ،واؤ عطف ، ما نافیہ ،ھو مبتداء ، بالھزل جار مجرور مل کر متعلق کائن محذوف کے ہو کر خبر ،مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف ،معطوف و معطوف علیہ مل کر انَ کی خبر، انَ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جوابِ قسم ،قسم اور جواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

انَ حرف مشبہ بفعل، ھم اسم ،یکیدون فعل وفاعل، کیدًا مفعول مطلق ،فعل فاعل ومفعول

مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ، اکید فعل وفاعل، کیدا مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر ان کی خبر، ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ف فصیحیہ، مہل فعل، با فاعل، الکفرین مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مؤکد، امہل فعل وفاعل، ھم مفعول بہ رویدا صفت ہے موصوف محذوف امہالا کی، موصوف صفت مل کر مفعول مطلق امہل کے لئے فعل اپنے فاعل ومفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر تاکید، مؤکد تاکید مل کر جملہ تاکیدیہ ہوا۔

★★

اعراب سورۃ الاعلی

سبح اسم تا احوی:

سبح فعل وضمیر مستتر مخاطب فاعل، اسم مضاف، ربک مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف، الاعلی صفت اول، الذی اسم موصول، خلق فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عاطفہ، سوی فعل وفاعل مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ الذی کے لئے، موصول صلہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ، الذی اسم موصول، قدر فعل وفاعل مل کر معطوف علیہ، فاء عاطفہ، ھدی فعل وفاعل مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر پھر آگے کے لئے معطوف علیہ، واؤ عاطفہ، الذی اسم موصول، اخرج فعل وفاعل، المرعی مفعول بہ، فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عاطفہ، جعل فعل وفاعل، ہ مفعول بہ اول، غثاء مفعول بہ ثانی، احوی مفعول بہ ثالث (یا غثاء موصوف، احوی صفت، موصوف صفت مل کر مفعول ثانی) فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر صفت ثانی ربک کے لئے، موصوف اپنی صفتوں سے مل کر مضاف الیہ اسم کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ سبح کے لئے، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سنقرئك تا لليسرٰی:

س حرف تقریب برائے تاکید، نقرئک فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ فاء عطف، لاتنسی فعل وفاعل، الّا حرف استثناء برائے حصر، ماموصولہ، شاء اللہ فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر مفعول تنسی کے لئے، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معلّل، انّ حرف مشبہ بفعل، ہٗ اسم، یعلم فعل و فاعل، الجھر معطوف علیہ، واؤ عطف، ماموصولہ، یخفی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر مفعول یعلم کے لئے، فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر تعلیل، معلّل تعلیل مل کر جملہ تعلیلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا،

واؤ عطف، نیسّرک فعل فاعل، مفعول بہ، لليسرٰی جار مجرور مل کر متعلق نیسّر کے لئے، فعل فاعل ومفعول ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

فذکّر انْ تا لایحییٰ:

ف جزائیہ، ذکّر فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر جزاء مقدّم، ان شرطیہ، نفعت فعل، الذکرٰی فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط مؤخر، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

س حرف تقریب، یذّکّر فعل، من موصولہ، یخشٰی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر یذّکّر کا فاعل، فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، یتجنّب فعل ھا مفعول بہ مقدّم، الاشقٰی موصوف، الذی اسم موصول، یصلی فعل وفاعل، النار موصوف، الکبرٰی صفت، موصوف صفت مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل ومفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، ثمّ حرف عطف، لایموت فعل وفاعل، فیھا جار مجرور مل کر متعلق لایموت کے، فعل فاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، لا یحییٰ فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، دونوں معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر صلہ ہوا الذی کے لئے، موصول صلہ مل کر صفت الاشقی کی، موصوف صفت مل کر یتجنّب

کا فاعل، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

قد افلح تا وموسٰی:

قد افلح فعل، من موصولہ، تزکّٰی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ذکر فعل وفاعل، اسم ربہ مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عطف، صلّٰی فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر مَن کے لئے صلہ، موصول صلہ مل کر افلح کا فاعل، فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

بل اضراب کے لئے، تؤثرون فعل فاعل، الحیوۃ موصوف، الدنیا موصوف صفت مل کر ذوالحال، واؤ حالیہ، الاخرۃ مبتداء، خیر وابقٰی معطوف ومعطوف علیہ مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، حال وذوالحال مل کر مفعول بہ تؤثرون کے لئے، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، ھٰذا اسم، لام ابتدائیہ برائے تاکید، فی جار، الصحف الاولٰی موصوف صفت مل کر مبدل منہ، صحف مضاف، ابراھیم وموسٰی معطوف ومعطوف علیہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائن یا ثابت محذوف کے ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الغاشیۃ

ھل اتاك تا جوع:

ھل حرف استفہام بمعنی قد برائے تحقیق، اتا فعل، کَ مفعول بہ مقدم، حدیث الغاشیۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر اتا کا فاعل مؤخر، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ لفظاً انشائیہ معنیً خبریہ ہوا۔

وجوہ مبتداء، یومئذ مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف مقدم خاشعۃ کے لئے، خاشعۃ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل ھی ضمیر اور ظرف سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر اول، عاملۃ خبر ثانی،

ناصبة خبر ثالث، تصلی فعل، اس میں ھی ضمیر فاعل، نارا حامیة موصوف صفت مل کر تصلی کا مفعول، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر رابع، تسقٰی فعل مجہول، اس میں ھی ضمیر نائب فاعل، من جار، عین جاریة موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق تسقٰی کا، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر خامس، مبتداء اپنی سب خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

لیس فعل ناقص، لھم جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائناً کے ہوکر لیس کی خبر مقدم، طعام مستثنیٰ منہ، الاحرف استثناء، من جار زائدہ، ضریع موصوف، لا یسمن فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، لایغنی فعل وفاعل، من جوع جار مجرور مل کر متعلق لا یغنی کے، فعل وفاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر ضریع کے لئے صفت، موصوف صفت مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ ومستثنیٰ منہ مل کر لیس کا اسم مؤخر، لیس اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

وجوہ تا مبثوثة:

وجوہ مبتداء، یومئذ ناعمة کے لئے ظرف مقدم، ناعمة صیغہ اسم فاعل، اپنے ھی ضمیر فاعل وظرف سے مل کر خبر اول، لام جار، سعیھا مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار ومجرور مل کر متعلق مقدم راضیة کے لئے، راضیة صیغہ اسم فاعل اپنے ھی ضمیر فاعل ومتعلق سے مل کر خبر ثانی، فی جار، جنة موصوف، عالیة صفت اول، لاتسمع فعل وفاعل، فیھا لا تسمع کا متعلق، لاغیة مفعول، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صفت ثانی، فیھا جار مجرور مل کر متعلق کائنة محذوف کے ہوکر خبر مقدم، عین جاریة موصوف صفت مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صفت ثالث، فیھا جار مجرور متعلق کائنة محذوف کے ہوکر خبر مقدم، سرر مرفوعة موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، اکواب موضوعة موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، نمارق مصفوفة موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، زرابیّ مبثوثة موصوف صفت مل کر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صفت رابع، جنة موصوف اپنی چاروں

مقتوں سے مل کرفی جار کے لئے مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائنون محذوف کے ہوکر خبر ثالث، مبتداء اپنی تینوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

افلا ینظرون تا حسابهم:

ا ہمزہ استفہام، ف حرف عطف، لا ینظرون فعل وفاعل، الی جار، الابل مبدل منہ، کیف حال مقدم، خُلِقت فعل، اس میں ھی ضمیر ذوالحال، حال وذوالحال مل کر نائب فاعل، فعل ونائب فاعل مل کر بدل، بدل ومبدل منہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، الی جار زائدہ برائے تاکید، السماء کیف رُفعت (الابل کیف خلقت کی طرح ترکیب) بدل ومبدل منہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور اول الی جار کا، جار مجرور مل کر لا ینظرون کا متعلق، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا معطوف علیہ محذوف پر، معطوف علیہ محذوف ینکرون البعث ہے (ای اینکرون البعث فلا ینظرون الخ)، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ استفہامیہ ہوا۔

ف فصیحیہ، ذکّر فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معلّل، انما کلمہ حصر، انت مبتداء، مذکّر صیغہ اسم فاعل اپنے ھو ضمیر فاعل سے مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مؤکد، لست فعل ناقص، اس میں ضمیر مخاطب اسم، علی جار، ھم مستثنیٰ منہ، الّا حرف استثناء، مَن موصولہ، تولی فعل وفاعل مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، کفر فعل وفاعل مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مبتدا متضمن معنی شرط کو، فاء جزائیہ، یعذّب فعل، ہٗ مفعول بہ مقدم، اللّٰہ فاعل، العذاب الاکبر موصوف صفت مل کر مفعول مطلق، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر متضمن معنی جزاء کو، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مستثنیٰ، مستثنیٰ ومستثنیٰ منہ مل کر مجرور ہوا علی جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق مقدم مصیطر کا، باء جار زائدہ، مصیطر صیغہ اسم فاعل اپنے ضمیر فاعل ومتعلق سے مل کر لست کی خبر، لستَ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر تاکید، مؤکد تاکید مل کر جملہ تاکیدیہ ہوکر تعلیل ہوئی، معلّل تعلیل مل کر جملہ تعلیلیہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، الینا جار مجرور مل کر متعلق کائن کے ہوکر انّ کی خبر مقدم، ایابھم

مضاف و مضاف الیہ مل کر اسمِ مؤخر، انّ اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، ثم حرف عطف، انّ علینا حسابھم (ان الینا ایابھم کی طرح ترکیب) معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الفجر

والفجر تا لذی حجر:

واؤ قسمیہ جار، الفجر معطوف علیہ، واؤ عطف، لیال عشر موصوف وصفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، الشفع و الوَتر دونوں معطوف علیہ، واؤ عطف، اللیل معطوف، اذا ظرفیہ مضاف، یسر فعل وضمیر مستتر فاعل مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ اذا کے لئے، مضاف و مضاف الیہ مل کر ظرف ہوا اُقْسِمُ کا، سب معطوف و معطوف علیہ مل کر مجرور واؤ قسمیہ جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق محذوف اُقسِمُ کا، فعل اپنے فاعل و متعلق وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قسم، جواب قسم محذوف ہے لنجازینَ کُلَّ احدٍبما عمل، لنجازینّ فعل ضمیر متکلم فاعل، کل احد مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہٖ، با جار، ما موصولہ، عمل فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق لنجازینّ کا، فعل و فاعل ومفعول و متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جواب قسم، قسم و جواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

ھل استفہامیہ، فی ذالک جار مجرور مل کر متعلق کائنٌ محذوف کے ہوکر خبر مقدم، قسم موصوف، لام جار، ذی حجر مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کاف کے ہوکر قسم کی صفت، موصوف صفت مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ استفہامیہ انشائیہ ہوا۔

الم تر کیف تا سوط عذاب:

أ ہمزہ استفہام، لم تر فعل جحد معلوم وفاعل، کیف بمعنی ایَ فِعلٍ کے ہوکر صفت ہے موصوف محذوف فعلاً کی، موصوف صفت مل کر مفعول مطلق ہے فعلَ فعل مذکور کا، فعَل فعل، ربُّک مضاف و مضاف الیہ مل کر فاعل، با جار، عاد مبدل منہ، ارم بدل، بدل و مبدل منہ

مل کر موصوف، ذات العماد مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت اول، التی اسم موصول، لم یخلق فعل مجہول، مثلھا مضاف ومضاف الیہ مل کر نائب فاعل، فی البلاد جار مجرور مل کر متعلق لم یخلق کا، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا، التی اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ثمود موصوف، الذین اسم موصول، جابوا فعل وفاعل، الصخر مفعول بہ، با جار، الواد مجرور، جار مجرور مل کر متعلق جابوا کے، فعل وفاعل ومفعول ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، فرعون موصوف، ذی الاوتاد مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر معطوف، سب معطوف و معطوف علیہ مل کر آگے کے لئے موصوف ہوئے، الذین اسم موصول، طغوا فعل وفاعل، فی البلاد جار مجرور مل کر متعلق طغوا کے، فعل وفاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عطف، اکثروا فعل وفاعل، فیھا جار مجرور مل کر متعلق اکثروا کے، الفساد مفعول بہ اکثروا کا، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، فاء عطف، صبّ فعل، علیھم متعلق صبّ کے، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، سوط مضاف، عذاب مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول صبّ کا، فعل وفاعل ومتعلق ومفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر صلہ الذین کے لئے، موصول صلہ مل کر صفت موصوف کی، موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور ہوا با جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق فَعَلَ کا، فعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول لم تَرَ کا، لم تر فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ استفہامیہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر انّ کا اسم، لام ابتدائیہ برائے تاکید، بالمرصاد جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائن کے ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فامّا الانسان تا اھانن:

فا عطف برائے استیناف، امّا شرطیہ برائے تفصیل، الانسان مبتدا، اذا شرطیہ، ما زائدہ، ابتلا فعل، ہٗ مفعول مقدم، ربّہٗ مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ

فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فاعطف، اکرم فعل وفاعل ہ مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف نعمہ فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط، فاء جزائیہ، یقول فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ربی مضاف و مضاف الیہ مل کر مبتداء، اکرم فعل وفاعل، ن نون وقایہ، ی ضمیر متکلم محذوف مفعول بہ، فعل و فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ہوا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوکر خبر مبتدا کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ۔

واؤ عطف، اما شرطیہ برائے تفصیل، اذا شرطیہ، ما زائدہ، ابتلاہ فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فاعطف، قدر فعل وفاعل، علیہ جار مجرور مل کر متعلق قدر کے، رزقہ مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل وفاعل ومفعول ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط، فاجزائیہ، یقول ربی اھانن (یقول ربی اکرمن کی طرح) قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

کلّابل تا حبا جمّا:

کلا حرف ردع، بل اضراب کے لئے، لاتکرمون الیتیم فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، لاتحضّون فعل وفاعل، علی جار، طعام المسکین مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق لاتحضون کے، فعل و فاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، تاکلون فعل وفاعل التراث مفعول بہ، اکلا موصوف لمّا صفت، موصوف صفت مل کر مفعول مطلق تاکلون کے لئے، فعل وفاعل ومفعول بہ و مفعول مطلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، تحبّون فعل وفاعل، المال مفعول بہ، حبا جمّا موصوف صفت مل کر مفعول مطلق، فعل اپنے فاعل و دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

کلا اذا تا الذکری:

کلا حرف ردع، اذا ظرفیہ متضمن معنی شرط، دُکّت فعل مجہول، الارض نائب

فاعل، دکاد کا مؤکد تاکید مل کر مفعول مطلق ،فعل مجہول نائب فاعل ومفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ،واؤ عطف، جاء فعل ، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف ، الملک ذوالحال، صفاصفا مؤکد تاکید مل کر حال ،حال ذوالحال مل کر معطوف ،معطوف ومعطوف علیہ مل کر جاء کا فاعل ،فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ،واؤ عطف، جیء فعل ماضی مجہول ،یومئذ مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ جیء کے لئے ،بجھنم میں باجارزائدہ ،جھنم نائب فاعل،فعل مجہول نائب فاعل ومفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ،سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط ،یومئذ مفعول فیہ مقدم یتذکر کے لئے ، یتذکر فعل ،الانسان آگے کے لئے ذوالحال ، واؤ حالیہ ،انی استفہامیہ خبر مقدم ،لہ جار مجرور مل کر متعلق مفیدۃ کے ،الذکری مفیدۃ کا فاعل ،مفیدۃ صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر مبتداء مؤخر ،مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال ہوا، حال وذوالحال مل کر فاعل یتذکر کا ،یتذکر فعل فاعل ومفعول فیہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء ،شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

یقول یلیتنی تا آخر:

یقول فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قول ،یا حرف تنبیہ ،لیت حرف مشبہ بفعل ،نون وقایہ ،ی متکلم لیت کا اسم ،قدمت فعل وفاعل ، لام جار ،حیاتی مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور ،جار مجرور مل کر متعلق قدمت کے ،فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر لیت کی خبر ،لیت اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ انشائیہ ہوکر مقولہ ،قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

فاستیئنافیہ ،یومئذ مفعول فیہ مقدم لایعذب کے لئے ،لایعذب فعل ،عذابہ مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول مطلق ،احد فاعل ،فعل وفاعل ومفعول مطلق ومفعول فیہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ،واؤ عطف ،لایوثق فعل ،وثاقہ مفعول مطلق احد فاعل ،فعل وفاعل ومفعول مطلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ،معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

یا حرف نداء ،ایتھا مضاف ومضاف الیہ مل کر مبدل منہ ،النفس موصوف ،المطمئنۃ صفت ،موصوف صفت مل کر بدل ، بدل ومبدل منہ مل کر منادٰی ، ارجعی فعل ،اس میں انت

ضمیر مستتر ذوالحال، الی جار، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ارجعی کے ، راضیۃ حال اول، مرضیۃ حال ثانی، ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے مل کر ارجعی کا فاعل، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ، فا عطف، ادخلی فعل و فاعل، فی جار، عبادی مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ادخلی کے ، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ، واؤ عطف ، ادخلی فعل و فاعل ، جنتی مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول، فعل و فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ انشائیہ ہو کر جواب نداء، نداء اور جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

اعراب سورۃ البلد

لاأُقسِم بهٰذاالبلد تا كبد:

لا زائدہ ، اقسم فعل و فاعل، با جار، هذاالبلد اسم اشارہ ومشار الیہ مل کر ذوالحال، واؤ حالیہ، انت مبتداء، حل مصدر، با جار، هذاالبلد اسم اشارہ ومشار الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق حلّ کے ، مصدر اپنے متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال، حال و ذوالحال مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف ، والد معطوف علیہ، واؤ عطف، ما موصولہ ، ولد فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ، موصول صلہ مل کر معطوف ، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور با جار کے لئے ، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِمُ کے ، اُقسِم فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قسم ، لقد حرف تاکید، خلقنا فعل و فاعل، الانسان مفعول بہ ، فی کبد جار مجرور مل کر متعلق خلقنا کے ، خلقنا فعل اپنے فاعل ومفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جوابِ قسم، قسم وجواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

ايحسَبُ ان لن تا لم يرهٗ احد:

اَ ہمزہ استفہام، یحسب فعل و فاعل، ان مخفف من المثقل، لن یقدر فعل نفی مستقبل معلوم، علیہ جار مجرور مل کر متعلق لن یقدر کے ، احد فاعل، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ

ہو کر اَنَّ کی خبر، اَنَّ کا اسم محذوف ضمیر ہے ای اَنَّهٗ، اَن اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر یحسبُ کا مفعول بہ، یحسبُ فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ استفہامیہ انشائیہ ہوا۔

یقول فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول، اھلکتُ فعل وفاعل، مالاً موصوف لُبداً صفت موصوف صفت مل کر مفعول بہ، اھلکتُ فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ ہوا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

اَ ہمزہ استفہام، یحسب فعل وفاعل، اَنْ مخفف من المثقل، اِس کا اسم ضمیر محذوف، لم یرَ فعل جحد معلوم، ہٗ ضمیر مفعول بہ مقدم، احدٌ فاعل مؤخر، فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر اَنْ کی خبر، اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر یحسبُ کا مفعول بہ، یحسبُ فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ استفہامیہ انشائیہ ہوا۔

الم نجعل لهٗ تا النجدين :

اَ ہمزہ استفہام، لم نجعل فعل جحد معلوم وفاعل، لهٗ جار مجرور مل کر متعلق لم نجعل کے، عینین معطوف علیہ، واؤ عطف، لساناً معطوف علیہ، واؤ عطف، شفتین معطوف، تینوں معطوف ومعطوف علیہ مل کر لم نجعل کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ لفظاً انشائیہ معنیً خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ھدینا فعل وفاعل، ہٗ مفعول بہ اول، النجدین مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل ودونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

فلا اقتحم العقبة تا نار مؤصدة:

فا عطف برائے استیناف، لا نافیہ، اقتحم فعل وفاعل، العقبۃ مفعول بہ، فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وما ادراک ما العقبۃ کی ترکیب وما ادراک مایوم الدین وغیرہ جیسے جملوں کی طرح ہے، فکُ رقبۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، او عطف، اطعام مصدر فی جار، یوم موصوف، ذی مسغبۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اطعام کے، یتیماً موصوف، ذامقربۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت

مل کر معطوف علیہ، او عطف، مسکیناً موصوف، ذامتربۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر مفعول بہ ہے مصدر اطعام کا، اطعام مصدر اپنے متعلق ومفعول سے مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر خبر ہے مبتداء محذوف ھی کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر پھر معطوف علیہ، ثم حرف عطف، کان فعل ناقص، اِس میں ھو ضمیر مستتر اسم، مِن جار، الذین اسم موصول، آمنو فعل وفاعل مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، تواصوا فعل وفاعل، بالصبر جار مجرور مل کر تواصوا کا متعلق، فعل وفاعل و متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، تواصوا بالمرحمۃ معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جُمَل معطوفہ ہو کر الذین کا صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور مِن جار کا، جار مجرور مل کر متعلق محذوف کائنٌ کے ہو کر کان کی خبر، کان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

اولائک اسم اشارہ مبتداء، اصحٰب المیمنۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، الذین اسم موصول، کفروا فعل وفاعل، با جار أیاتنا مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کفروا کے، کفروا فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مبتداء اول، ھم مبتداء ثانی، اصحٰب المشئمۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر مبتداء ثانی کی، مبتداء خبر مل کر خبر مبتداء اول کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا،

علیھم جار مجرور مل کر متعلق کائنۃٌ محذوف کے ہو کر خبر مقدم، نار مؤصدۃ موصوف صفت مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الشمس

والشمسِ تا دسّٰھا:

واؤ قسمیہ جار، الشمس معطوف علیہ، واؤ عطف، ضحٰھا مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، القمر معطوف علیہ، اذا ظرفیہ مضاف، تلٰی فعل وفاعل، ھا مفعول بہ،

فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر اُقْسِمُ محذوف کا ظرف، واؤ عطف، النھار اذا جلّٰھا القمر اذا تلٰھا کی طرح ترکیب ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، اللیل اذا یغشٰھا بھی ایسے ہی معطوف علیہ، واؤ عطف، السماء معطوف علیہ، واؤ عطف، ما موصولہ، بنٰی فعل وفاعل، ھا مفعول بہ، فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ایسے ہی والارض وما طحٰھا، واؤ عطف، نفس معطوف علیہ، واؤ عطف، ما موصولہ، سوّٰ فعل وفاعل، ھا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فا عطف، الھمھا فعل وفاعل ومفعول بہ اوّل، فجورھا وتقوٰھا (ہرایک مضاف ومضاف الیہ) مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل ومفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر صلہ ما موصولہ کے لئے، موصول صلہ مل کر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور واؤ قسمیہ جار کا، جار مجرور مل کر متعلق اُقْسِمُ محذوف کے، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل ومتعلق وظروف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قسم، قد افلح فعل، مَن موصولہ، زکّٰھا فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر افلح کا فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، وقد خاب من دسّٰھا ایسے ہی ترکیب ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر قسم، قسم وجوابِ قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

کذبت ثمود تا عقبٰھا:

کذبت فعل، ثمودُ فاعل، با جار، طغوٰھا مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر کذبت کا متعلق، اذ ظرفیہ مضاف، انبعث فعل، اشقٰھا مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فاء عطف، قال فعل، لھم جار مجرور متعلق قال کے، رسول اللہ مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، فعل فاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ناقۃ اللہ مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، سقیٰھا مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر مفعول بہ فعل محذوف ذروا یا احذروا کا، ذروا یا احذروا فعل امر حاضر معلوم، اس میں انتم ضمیر مستتر فاعل، فعل فاعل ومفعول ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ہوا قول کے لئے، قول مقولہ مل کر (جملہ فعلیہ ہوکر) معطوف، معطوف [illegible] علیہ مل کر جملہ معطوفہ

ہوکر مضاف الیہ اذ کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف کذبت کے لئے، کذبت فعل اپنے فاعل ومتعلق وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، فاء عطف، کذبوہ فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فا عطف، عقروھا فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فاء عطف، دمدم فعل، علیھم جار مجرور مل کر متعلق، ربھم مضاف و مضاف الیہ مل کر فاعل، فعل وفاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فاعطف، سوّاھا فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، لایخاف فعل وفاعل عقبھا مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورة الليل

والليل تا لشتّٰی:

واؤ قسمیہ جار، اللیل مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اُقْسِمُ کا، اذا ظرفیہ مضاف، یغشی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ، اذا مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر ظرف اُقْسِمُ کا، واؤ عطف، النہار معطوف اول ، اذا تجلّٰی ، اذا یغشی کی طرح ظرف اُقْسِمُ کا ، واؤ عطف، ما موصولہ ، خلق فعل وفاعل، الذکر و الانثی معطوف ومعطوف علیہ مل کر مفعول ، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر معطوف ثانی (دوسری ترکیب) یا ما مصدریہ ، خلق الذکر و الانثی جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر معطوف ، سب معطوف و معطوف علیہ مل کر بذریعہ عطف مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِم محذوف کے ہوکر قسم۔

انّ حرف مشبہ بفعل، سعیکم مضاف ومضاف الیہ مل کر انّ کا اسم، لشتی انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جواب قسم، قسم وجواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

فامّا من تا للعسرٰی:

فا حرف تفصیل، اما شرطیہ، مَن موصولہ ، اعطٰی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، اتقٰی فعل فاعل جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ، واؤ عطف، صدق فعل وفاعل

بالحسنٰی جار مجرور مل کر متعلق صدق کے، فعل و فاعل و متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، سب معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ من کے لئے، موصول صلہ مل کر شرط، فاجزائیہ، سین حرف تقریب، نیسر فعل و فاعل ہ مفعول بہ، للیسری جار مجرور مل کر متعلق نیسر کا، فعل فاعل و مفعول و متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط و جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ، و امامن بخل واستغنٰی و کذب بالحسنٰی فسنیسرہ للعسرٰی کی ترکیب بھی ایسے ہی ہوکر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

ومايغني عنه تا الاولى :

واؤ عطف برائے استیناف، مایغنی فعل مضارع منفی معلوم، عنہ جار مجرور مل کر متعلق یغنی کے، مالہ مضاف و مضاف الیہ مل کر فاعل، اذا ظرفیہ مضاف، تردٰی فعل و فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ ہوا اذا کے لئے، مضاف و مضاف الیہ مل کر ظرف ہوا یغنی کے لئے، فعل و فاعل و متعلق و ظرف مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، علینا جار مجرور مل کر متعلق ثابت کے ہوکر خبر مقدم، لام تاکید، الھدٰی اسم مؤخر، انّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا (یا جملہ ہوکر معطوف علیہ) واؤ عطف، انّ حرف مشبہ بفعل، لنا جار مجرور مل کر متعلق ثابت یا حاصل کے ہوکر خبر مقدم، للاٰخرۃ معطوف علیہ واؤ عطف، الاولٰی معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر انّ کا اسم مؤخر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فانذرتُكُم تا يرضىٰ :

ف استینافیہ، انذرتُ فعل وفاعل، کُم مفعول بہ اول، نارا موصوف، تلظّٰی فعل وھی ضمیر فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل و دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

لایصلٰی فعل، احد محذوف مستثنٰی منہ، ھا مفعول فیہ، الا حرف استثناء، الاشقٰی موصوف الذی اسم موصول، کذب فعل و فاعل مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، تولّٰی فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر صفت اشقی کے لئے، موصوف صفت مل کر مستثنٰی، مستثنٰی و مستثنٰی منہ مل کر لایصلٰی کا فاعل، فعل و فاعل و مفعول فیہ مل

کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا (یا جملہ ہو کر معطوف علیہ)۔

واؤ عطف، س حرف تقریب، یجنب فعل مجہول، ھا مفعول بہ، الاتقی موصوف، الذی اسم موصول، یؤتی فعل، اس میں ھو ضمیر ذوالحال، مالہ مفعول بہ، یتزکّی فعل، اس میں ھو ضمیر ذوالحال ثانی، واؤ حالیہ، ماشابہ بلیس، لاحد جار مجرور مل کر متعلق ثابت کے، عندہ مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف ثابت کے لئے، ثابت صیغہ اسم فاعل اور فاعل وظرف ومتعلق سے مل کر ما کی خبر مقدم، من جار زائدہ، نعمۃ موصوف، تجزی فعل مجہول ونائب فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر ما کا اسم مؤخر، ما اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ منہ، الا حرف استثناء، ابتغاء مضاف، وجہ مضاف ربہ مضاف ومضاف الیہ مل کر موصوف، الاعلی صفت، موصوف صفت مل کر مضاف الیہ وجہ کے لئے، پھر مضاف ومضاف الیہ مل کر ابتغاء کے لئے مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ ومستثنیٰ منہ مل کر جملہ استثنائیہ ہو کر حال ہوا یتزکّی کی ضمیر سے، حال ذوالحال مل کر یتزکّی کا فاعل، فعل فاعل مل کر پھر حال ہوا یؤتی کی ضمیر سے، حال وذوالحال مل کر یؤتی کا فاعل، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ الذی کے لئے، موول صلہ مل کر صفت الاتقی کی، موصوف صفت مل کر یجنب کا نائب فاعل، یجنب فعل اپنے نائب فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

واؤ عطف، لام تاکید، سوف حرف تقریب، یرضی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الضحٰی

والضحٰی تا ماقلٰی:

واؤ قسمیہ جار، الضحی معطوف علیہ، واؤ عطف، اللیل معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِمُ کا، اذا ظرفیہ مضاف، سجی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف اُقسِمُ کا، اُقسِمُ فعل اپنے فاعل ومتعلق سے وظرف سے مل کر قسم، ما نافیہ، ودع فعل ک مفعول بہ مقدم، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل مؤخر، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ما

نافیہ، قلٰی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر جواب قسم ہوا، قسم وجواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

وللآخرۃ تا فترضٰی:

واؤ عطف، لام ابتدائیہ، الآخرۃ مبتداء، خیر صیغہ اسم تفضیل، لک جار مجرور مل کر متعلق اول خیر کا، مِنَ الاولی جار مجرور مل کر متعلق ثانی خیر کا، خیر اپنے دونوں متعلقوں سے مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، لام تاکید، سوف حرف تقریب، یُعطِی فعل، کَ مفعول بہ مقدم، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، فا عطف، ترضٰی فعل، اِس میں انت ضمیر مستتر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

الم یجدك تا فاغنٰی:

ا ہمزہ استفہام انکاری، لم یجد فعل وفاعل، کَ مفعول بہ اول، یتیما مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل ودونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فا عطف، اٰوٰی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

واؤ عطف، وجد فعل وفاعل، کَ اور ضالاً دونوں مفعول، فعل وفاعل ودونوں مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فا عطف، ھدٰی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا، ووجدک عائلاً فاغنٰی کی ترکیب بھی ایسے ہی ہے۔

فا عطف، امّا شرطیہ اصل میں ہے مہما یکن من شیئٍ، مھما حرف شرط، یکن فعل من جار زائدہ، شیء یکن کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، الیتیم مفعول بہ مقدم لَا تَقْھَرْ کا، فا جزائیہ، لاتقھر فعل وفاعل، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا، واما السائل فلاتنھر کی ترکیب بھی ایسے ہے۔

واؤ عطف، امّا بتاویل مھما یکن من شیء ہوکر شرط، با جار، نعمۃ ربک دونوں مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق مقدم حدِّث کے لئے، فاء جزائیہ، حدِّث فعل اپنے

فاعل انتَ ضمیر و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء، شرط و جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

اعراب سورۃ الم نشرح

أ ہمزہ استفہامیہ، لم نشرح، فعل جحد معلوم، اس میں ضمیر متکلم فاعل، لک جار مجرور مل کر متعلق لم نشرح کا، صدرَ ک مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ لم نشرح کے لئے، لم نشرح فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ (لفظاً) انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، وضعنا فعل و فاعل، عنک جار مجرور مل کر متعلق وضعنا کے، وزرک مضاف ومضاف الیہ مل کر موصوف، الذی اسم موصول، انقض فعل و فاعل، ظهرک مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول بہ وضعنا کے لئے، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، رفعنا فعل و فاعل، لک جار مجرور مل کر متعلق رفعنا کے، ذکرک مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ رفعنا کے لئے، رفعنا فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، تینوں معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

فا عطف، انّ حرف مشبہ بفعل، مع العسر مضاف ومضاف الیہ مل کر انّ کا اسم، یسرا خبر انّ اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مؤکد، انّ مع العسرِ یسرا تاکید، مؤکد تاکید مل کر جملہ تاکیدیہ ہوا، فا عطف، اذا شرطیہ، فرغتَ فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف جزائیہ، ارغب فعل امر اپنے فاعل ضمیر مخاطب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء، شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، الٰی جار، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلقِ مقدم فارغب کے لئے، ارغب فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ التین

واؤ قسمیہ جار، التین معطوف علیہ، واؤ عطف، الزیتون معطوف علیہ، واؤ عطف، طور

سینین موصوف صفت مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ھٰذا اسم اشارہ، البلد موصوف، الامین صفت، موصوف صفت مل کر مشار الیہ، اسم اشارہ و مشار الیہ مل کر معطوف، سب معطوف و 1
معطوف علیہ مل کر مجرور واؤ جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِمُ محذوف کے لئے، اُقسِم فعل اپنے انا ضمیر متکلم فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قسم، لقد حرف تاکید، خلقنا فعل و فاعل، الانسان مفعول بہ، فی جار، احسن مضاف، تقویم مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر صفت ہے موصوف محذوف تقویم کی، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق خلقنا کے لئے، خلقنا فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب قسم، قسم و جواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

ثم حرف عطف، رددنا فعل و فاعل، ہٗ ضمیر مفعول بہ، اسفل مضاف، سافلین مضاف الیہ، مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الا حرف استثناء لکنَّ کے معنی میں ہے، الذین اسم موصول، آمنو فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، عملو فعل و فاعل، الصلحت مفعول بہ، فعل و فاعل و مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مبتداء متضمن معنی شرط، فاء جزائیہ، لھم جار مجرور مل کر متعلق کائن کے ہو کر خبر مقدم، اجر موصوف، غیر ممنون مضاف و مضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فاعطف، ما بمعنی ایّ شیءٍ کے ہو کر مبتداء، یکذّب فعل و فاعل، کَ مفعول بہ، بعد مفعول فیہ، بالدّین جار مجرور مل کر متعلق یکذّب کے، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و مفعول فیہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

اَ ہمزہ استفہام، لیس فعل ناقص، اللہ لیس کا اسم، با جار، احکم الحاکمین مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائنا محذوف کے ہو کر لیس کی خبر، لیس اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ استفہامیہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ العلق

اِقرأ فعل امر حاضر معلوم، اس میں ضمیر مخاطب فاعل، با جار، اسم مضاف، ربک مضاف و مضاف الیہ مل کر موصوف، الذی اسم موصول، خلق فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مبدل منہ یا مؤکد، خلق فعل و فاعل، الانسان مفعول بہ، مِن علق جار مجرور مل کر متعلق خلق کے، خلق فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر بدل یا تاکید، بدل و مبدل منہ یا مؤکد و تاکید مل کر صلہ الذی کے لئے، موصول صلہ مل کر صفت ربک کے لئے، موصوف صفت مل کر مضاف الیہ اسم کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور با جار کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق اقرأ کا، اقرأ فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مؤکد، اقرأ فعل، اس میں ضمیر مخاطب ذوالحال، واؤ حالیہ، ربک مضاف و مضاف الیہ مل کر موصوف، الاکرم صفت اول، الذی اسم موصول، علّم فعل و فاعل، بالقلم متعلق علّم کے، علّم فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مبدل منہ یا مؤکد، علّم فعل و فاعل، الانسان مفعول بہ اول، ما موصولہ، لم یعلم فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مفعول بہ ثانی علّم کے لئے، علّم فعل اپنے فاعل و دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بدل یا تاکید، بدل و مبدل منہ یا مؤکد و تاکید مل کر صلہ ہوا الذی کے لئے، موصول صلہ مل کر صفت ثانی ہوئی، ربک موصوف دونوں صفتوں سے مل کر حال ہوا، حال و ذوالحال مل کر اقرأ کا فاعل ہوا، فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر تاکید، مؤکد تاکید مل کر جملہ تاکیدیہ ہوا۔

کلّا حرف ردع، انّ حرف مشبہ بفعل، الانسان اسم، لام تاکید، یطغیٰ فعل و فاعل، اَنْ مصدریہ، رأ فعل و فاعل ہٗ ضمیر مفعول بہ، استغنیٰ فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہو کر رأ کا مفعول ثانی، فعل اپنے فاعل و دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر مفعول لہٗ یطغی کے لئے، فعل اپنے فاعل و مفعول لہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، الٰی جار، ربک مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق

کائناً کے ہوکر ان کی خبر مقدم، الرجعی اسم مؤخر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

أ ہمزہ استفہام، رٔیتَ فعل وفاعل، الذی اسم موصول، ینھی فعل وفاعل، عبداً مفعول بہ، اذا ظرفیہ مضاف، صلّٰی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف زمان (مفعول فیہ) ینھی کے لئے، ینھی فعل اپنے فاعل ومفعول بہ ومتعلق وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر رٔیتَ کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ استفہامیہ انشائیہ ہوا۔

أ ہمزہ استفہام، رٔیتَ فعل وفاعل، ان شرطیہ، کان فعل ناقص، اس میں ضمیر محذوف اسم، علی الھدٰی جار مجرور مل کر متعلق کائناً کے ہوکر خبر، کان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، او حرف عطف، امر فعل وفاعل، بالتقوی جار مجرور مل کر متعلق امر کا، امر فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر شرط، جزاء محذوف ہے، جس پر اگلا جملہ دال ہے یعنی فلمْ یعْلَم ذالک النّاھی بانّ اللّٰہ یراہٗ، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ بتاویل مفرد ہوکر رٔیت کا مفعول بہ، رٔیت اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

أرٔیتَ (پہلے کی طرح) ان شرطیہ، کذّب فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، تولّٰی فعل وفاعل جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ بتاویل مفرد ہوکر شرط، جزاء محذوف ہے، فَلمْ یَعْلَم ذالک النّاھی بانّ اللّٰہ یراہٗ، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوکر رٔیتَ کا مفعول، الخ۔

أ ہمزہ استفہام، لم یعلم فعل جحد معلوم، ھو ضمیر مستتر فاعل، با جار، انّ حرف مشبہ بفعل، اللّٰہ اسم، یرٰی فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق لم یعلم کا، لم یعلم اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ استفہامیہ ہوا۔

کلّا حرف ردع، لام تاکید، ان شرطیہ، لم ینتہ فعل جحد وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لنسفعن فعل مستقبل معلوم مؤکد، اس میں ضمیر جمع متکلم فاعل، با جار، الناصیۃ مبدل

منہ، ناصیۃ موصوف، کاذبۃ صفت اول، خاطئۃ صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر بدل، بدل ومبدل منہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق لنسفعن کا، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

فا حرف عطف، لیدع فعل امر غائب معلوم، ضمیر مستتر فاعل، نادیۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سین حرف تقریب، ندع فعل، اس میں ضمیر متکلم فاعل، الزبانیۃ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

کلّا حرف ردع، لاتطع فعل نہی معلوم، اس میں ضمیر مخاطب فاعل، ہٗ ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، واوٗ عطف، أسجد فعل امر حاضر معلوم، اس میں ضمیر مخاطب مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ، واوٗ عطف، اقترب فعل اپنے انت ضمیر مخاطب مستتر فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف، تینوں معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

اعراب سورۃ القدر

انّ حرف مشبہ بفعل، نا ضمیر متکلم انّ کا اسم، انزلنا فعل وفاعل، ہٗ ضمیر مفعول بہ، فی جار، لیلۃ القدر مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق انزلنا کا، انزلنا فعل اپنے فاعل ومفعول بہ ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واوٗ عطف، ما بمعنی ایّ شیء کے، ایّ شیء مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء، ادریٰ فعل، اس میں ھو ضمیر مستتر فاعل، کَ مفعول بہ اول، ما بمعنی ایّ شیء کے ہو کر مبتداء، لیلۃ القدر مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر مفعول بہ ثانی، ادریٰ فعل اپنے فاعل ودونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

لیلۃ القدر مضاف ومضاف الیہ مل کر مبتداء، خیر صیغہ اسم تفضیل، اس میں ضمیر مستتر

فاعل، من جار، الف شھر مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق خیز کے، صیغہ اسم تفضیل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

تنزّلُ فعل، الملائکة معطوف علیہ، واؤ عطف، الروح معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر فاعل، فیھا جار مجرور مل کر متعلق اول تنزّلُ کے، با جار، اذن مضاف، ربّھم مضاف و مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اذن کے لئے، پھر مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ثانی تنزّلُ کے، مِن جار، کلِّ امرٍ مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ثالث تنزّلُ کے، تنزّلُ فعل اپنے فاعل اور تینوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

سلامٌ خبر مقدّم، ھی مبتداء، حتّی جار، مطلع الفجر مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق سلامٌ کے، سلامٌ خبر مقدم اپنے متعلق و مبتداء سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ البیّنة

لم یکن فعل جحد معلوم ناقص، الذین اسم موصول، کفروا فعل وفاعل، مِن جار، اھل الکِتاب مضاف و مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، المشرکین معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کفروا کے، کفروا فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر لم یکن کا اسم، مُنفکّین صیغہ اسم فاعل، اس میں ضمیر جمع فاعل، حتی جار، تأتی فعل ھم مفعول بہ مقدّم، البیّنة مبدل منہ، رسولٌ موصوف، من اللہ جار مجرور مل کر متعلق کائن محذوف کے ہو کر صفت اول، یتلو فعل وفاعل، صحفاً موصوف، مطھرة صفت اول، فیھا جار مجرور مل کر متعلق کائن کے ہو کر خبر مقدم، کتب قیمة موصوف صفت مل کر مبتدا مؤخر، مبتدا خبر مل کر صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر یتلو کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ثانی رسولٌ کی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر بدل، بدل و مبدل منہ مل کر تأتی کا فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد

منفکین صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر متعلق منفکین کے، جار مجرور مل کر مجرور حتی کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق منفکین کے، لم یکن کی خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، ماتفرق فعل، الذین اسم موصول، اوتو فعل مجہول، اس میں ضمیر جمع مذکر غائب نائب فاعل، الکتاب مفعول بہ، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومفعول سے مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر ذوالحال، الاحرف استثناء برائے حصر، من حرف جار، بعد مضاف، ما مصدریہ جاءت فعل، ھم مفعول بہ مقدم، البینۃ فاعل، فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر مضاف الیہ بعد کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور من جار کا، جار مجرور مل کر متعلق تفرق کا، واؤ حالیہ، ماأمزوا فعل مجہول، اس میں ضمیر نائب فاعل، الاحرف استثناء برائے حصر، لیعبدوا میں لام کئی جار، یعبدوا فعل، اس میں واؤ ضمیر ذوالحال، اللہ مفعول بہ، مخلصین صیغہ اسم فاعل، اس میں ضمیر فاعل، لہ جار مجرور مل کر متعلق مخلصین کا، الدین مخلصین کا مفعول بہ، مخلصین صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول سے مل کر حال اول، حنفاء حال ثانی، ذوالحال دونوں حالوں سے مل کر یعبدوا کا فاعل، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر مجرور لام کا، جار مجرور مل کر متعلق أمزوا کا، امروا فعل اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، یقیموا فعل وفاعل، الصلوۃ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عطف، یؤتوا فعل وفاعل، الزکوۃ مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر حال ہوا تفرق کے فاعل سے، حال وذوالحال مل کر فاعل ہوا تفرق کا، تفرق فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عطف، ذالک اسم اشارہ مبتداء، دین القیمۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ان حرف مشبہ بفعل، الذین اسم موصول، کفروا فعل، اس میں واؤ ضمیر فاعل ذوالحال، من جار، اھل الکتاب مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، المشرکین

معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائنین محذوف کے ہوکر حال ،حال وذوالحال مل کر کفروا کا فاعل، کفروا فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر انّ کا اسم، فی جار، نار جهنّم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور ،جار مجرور مل کر متعلق کائنون محذوف کے، کائنون صیغہ اسم فاعل، اس میں ھم ضمیر ذوالحال خالدین صیغہ اسم فاعل، اس میں ضمیر فاعل، فیھا جار مجرور مل کر متعلق خالدین کا، خالدین اپنے فاعل و متعلق سے مل کر حال ذوالحال کے لئے، حال و ذوالحال مل کر کائنون کا فاعل، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اولٰئک اسم اشارہ مبتداء، ھم مبتداء ثانی، شرّ البریّة مضاف ومضاف الیہ مل کر خبر مبتداء ثانی کی، پھر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر مبتداء اول کی، ،مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، الذین اسم موصول، آمنوا فعل و فاعل مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، عملوا الصلحٰت فعل و فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر انّ کا اسم، اولٰئک ھم خیر البریّة اولٰئک ھم شرّ البریّة کی طرح ترکیب ہوکر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

جزاء مصدر مضاف، ھم ذوالحال، عند مضاف، ربّھم مضاف مضاف الیہ مل کر عند کے لئے مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر حال، حال وذوالحال مل کر مضاف الیہ جزاء مصدر کے لئے، جزاء مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء، جنّت عدنٍ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف، تجری فعل، من تحتھا جار مجرور مل کر متعلق تجری کا، الانھٰر فاعل، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت، موصوف صفت مل کر خبر اوّل خالدین صیغہ اسم فاعل، اس میں ضمیر فاعل، فیھا خالدین کا متعلق، ابداً خالدین کا ظرف، خالدین اپنے فاعل و متعلق وظرف سے مل کر حال ہے ذوالحال محذوف کا، تقدیر عبارت ہے دخلوا خالدین الخ ،دخلوا فعل ، اس میں واؤ ضمیر ذوالحال، حال وذوالحال مل کر

فاعل دخلوا فعل کا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ثانی، مبتداء دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

رضی فعل، اللہ فاعل، عنھم متعلق فعل و فاعل و متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، رضوا فعل و فاعل وعنہ متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، جملہ معطوفہ ہوا۔

ذالک اسم اشارہ مبتداء، لام جار، مَن موصولہ، خشی فعل و فاعل، ربّہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق حاصلٌ محذوف کے ہوکر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الزلزال

اذا شرطیہ، زُلزِلت فعل مجہول، الارض نائب فاعل، زلزالھا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول مطلق، فعل اپنے نائب فاعل ومفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، اخرجت فعل، الارض فاعل، اثقالھا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، قال فعل، الانسان فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ما بمعنی ایُّ شیء کے ہوکر مبتدا، لھا جار مجرور مل کر متعلق حصل کے ہوکر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوکر مقولہ، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط، یومئذٍ مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ مقدم تُحَدِّث کا، تُحدِّث فعل، اس میں ھی ضمیر فاعل، اخبارَھا مضاف مضاف الیہ مل کر تحدث کا مفعول بہ، باجار، انّ حرف مشبہ بفعل، ربّک مضاف مضاف الیہ مل کر انّ کا اسم، اوحٰی فعل و فاعل، لھا جار مجرور مل کر اوحٰی کا متعلق، اوحی فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق تحدث کا، تحدث فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر شرط کی جزاء اول، یومئذ مفعول فیہ مقدم یصدر کا، یصدر فعل، النّاس

ذو الحال، اشتاتا حال، حال وذو الحال مل کر یصدر کا فاعل، لام جار، یُرَوْا فعل مجہول، اس میں ضمیر نائب فاعل، اعمالھم مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومفعول سے مل کر شبہ جملہ ہوکر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق یصدر کا، یصدر فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء ثانی، شرط اپنی دونوں جزاءوں سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

فاء عطف تفریعیہ، مَن موصولہ، یعمل فعل وفاعل، مثقال ذرۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر ممیّز خیرا تمیز، ممیز تمیز مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر شرط، یرہٗ فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہٗ کی ایسے ہی ترکیب ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

اعراب سورۃ العادیات

واؤ قسمیہ جار، العادیات صیغہ اسم فاعل، اس میں ھنَّ ضمیر ذو الحال، ضبحاً حال، حال وذو الحال مل کر فاعل، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر معطوف علیہ، فا عطف، ایسے ہی الموریات قدحا معطوف علیہ، واؤ عطف، المغیرات اسم فاعل وضمیر جمع مؤنث فاعل، صبحا مفعول فیہ، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ، فا عطف، اثرن فعل وضمیر ھُنّ فاعل، بہٖ متعلق، نقعاً مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فا عطف، وسطنَ فعل وفاعل، بہٖ وسطنَ کے متعلق، جمعاً مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر مجرور واؤ جار کا، جار مجرور مل کر متعلق اُقسِمُ کا، اقسم فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر قسم، انّ حرف مشبہ بفعل، الانسان اسم، لربہ لکنود کا متعلق مقدم، لام تاکید، کنود صیغہ صفت اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر انّ کی خبر، انّ اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، انّ حرف مشبہ بفعل، ہٗ اسم، علی ذالک متعلق مقدم شھید کا، لام تاکید، شھید اپنے متعلق سے مل کر انّ کی خبر، انّ اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، انّ حرف مشبہ بفعل، ہٗ ضمیر اسم، لحب الخیر متعلق مقدم، لشدید اپنے متعلق مقدم سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف

،تینوں معطوف ومعطوف علیہ مل کر جواب قسم، قسم وجواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

أ ہمزہ استفہام، ف عطف، لایعلم فعل وفاعل، اذا ظرفیہ مضاف، بعثِر فعل مجہول، ما موصولہ، فی القبور متعلق کائن کے ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر بعثر کا نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، حُصِّل فعل مجہول، ما موصولہ، فی الصدور جار مجرور مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر حُصِّلَ کا نائب فاعل، فعل مجہول نائب فاعل سے مل کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ بتاویل مفرد ہوکر مضاف الیہ اذا ظرفیہ کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف لایعلمُ کا، فعل اپنے فاعل وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا معطوف علیہ محذوف کے لئے، معطوف علیہ محذوف یَفعَلُ الْاِنْسَانُ مَایَفعلُ مِنَ الْقَبَائِحِ ہے، یفعل فعل، الانسان فاعل، ما موصولہ، یفعل فعل وفاعل، من القبائح متعلق، فعل وفاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر یفعل کا مفعول بہ، فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ استفہامیہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، ربّھم انّ کا اسم، بھم متعلق مقدم خبیر کا، یومئذ ظرف خبیر کے لئے، لام تاکید، خبیر اپنے متعلق وظرف سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ القارعۃ

القارعۃ مبتداء، ما بمعنی ایّ شیئٍ کے ہوکر مبتداء ثانی، القارعۃ خبر مبتداء ثانی کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر مبتداء اول کی، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، ما ادراک ماالقارعۃ مادراک مایوم الدین وغیرہ جملوں کی طرح کی ترکیب ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

یوم مضاف، یکون فعل ناقص، الناس اسم، کاف حرف تشبیہ جار، الفراش المبثوث موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائنین کے ہوکر یکون کی خبر، فعل ناقص اپنے

اسم وخبر سے مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، تکون فعل ناقص، الجبال اسم، کالعھن المنفوش (کالفراش المبثوث کی طرح) خبر، فعل ناقص اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر مضاف الیہ یوم کے لئے، مضاف ومضاف الیہ مل کر ظرف ہے فعل محذوف اُذکُرْ یاتَفْزَع القُلُوبُ بأَھْوالِھَا کا (تَفْزَع فعل، القلوب فاعل، با جار، اھوال مضاف، ھا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق تفزع کا) فعل اپنے فاعل وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

فاتفصیلیہ، امّا شرطیہ، مَن موصولہ، ثقُلت فعل، موازینہٗ مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ مل کر شرط، فا جزائیہ، ھو مبتداء، فی جار عیشۃ راضیۃ موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائن کے ہوکر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، امامَن خفّت موازینہٗ شرط، فا جزائیہ، امہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء، ھاویۃ خبر، جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جزاء، شرط و جزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

وماادراک ماھیہ کی ترکیب گذشتہ کی طرح ہے، ناز حامیۃ موصوف صفت مل کر خبر ہے مبتداء محذوف ھی کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ التکاثر

اَلْھَا فعل، کُم مفعول بہٖ، التکاثر فاعل، حتّٰی جار، زرتم فعل وفاعل، المقابر مفعول بہٖ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہٖ سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مفرد ہوکر مجرور حتی کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق اَلْھَا کے، اَلْھَا فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

کلّا سوف تعلمون ثم کلّا سوف تعلمون کی ترکیب کلّا سیعلمون ثم کلّا سیعلمون کی طرح ہے۔

کلّا حرف ردع، لو شرطیہ، تعلمون فعل وفاعل، علم الیقین مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول مطلق تعلمون کا، فعل اپنے فاعل ومفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، جزاء

محذوف ہے لَمَا اَلْهَا كُمُ التكاثر ،لام تاکید، ماالھا فعل، کم مفعول مقدم، التکاثر فاعل موخر، فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

لترؤنَّ فعل وفاعل، الجحیم مفعول بہ، جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثم عطف، لترؤنَّ فعل وفاعل، ھا مفعول بہ، عین الیقین مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل و دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، ثم عطف، لتُسئلُنَّ فعل مجہول، اس میں ضمیر مخاطب نائب فاعل، یومئذ ظرف لتسئلن کا، عن النعیم جار مجرور مل کر متعلق لتسئلنَّ کا، لتسئلنَّ فعل اپنے نائب فاعل وظرف ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ العصر

واؤ قسمیہ جار، العصر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق محذوف أقسِمُ کا، أقسِم فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قسم، انَّ حرف مشبہ بفعل، الانسان مستثنیٰ منہ، لام تاکید، فی خسر جار مجرور متعلق کائن کے ہو کر انَّ کی خبر، الاحرف استثناء، الذین اسم موصول، آمنو افعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، عملوا الصلحت فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، تواصوا فعل وفاعل، بالحق متعلق، فعل وفاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، تواصوا بالصبر معطوف، سب معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ ومستثنیٰ منہ مل کر انَّ کا اسم، انَّ اپنے اسم وخبر سے مل جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جواب قسم، قسم وجواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الھُمَزَۃ

ویل مبتداء، لام جار، کُلّ مضاف، ھمزۃ مبدل منہ، لمزۃ بدل اول، الذی اسم موصول، جمع فعل وفاعل، مالا مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، عدّد فعل

،اس میں ضمیر فاعل ذوالحال، ہٗ مفعول بہ،یحسب فعل وفاعل، انّ حرف مشبہ بفعل، مالہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم، اخلدہٗ فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر یحسب کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال، حال وذوالحال مل کر عدّدہٗ کا فاعل، عدّدہٗ فعل وفاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ الذی کے لئے، موصول صلہ مل کر بدل ثانی ہوا ھمزہ سے، مبدل منہ اپنے دونوں بدل سے مل کر بدل ہوا لفظ کُلٌ سے، بدل ومبدل منہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائنٌ کے ہو کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

کلّا حرف ردع، لینبذنّ فعل مجہول، اس میں ھو ضمیر نائب فاعل، فی الحطمۃ جار مجرور مل کر متعلق فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

وما ادراک ما الحطمۃ کی ترکیب وما ادراک ما القارعۃ جیسی ہے۔

نار اللہ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف، الموقدۃ صفت اول، التی اسم موصول، تطّلع فعل، اس میں ھی ضمیر فاعل، علی الافئدۃ جار مجرور مل کر متعلق تطّلِعُ کا، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا، موصول صلہ مل کر صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر خبر ہے مبتداء محذوف ھی کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

انّ حرف مشبہ بفعل، ھا اسم، علی جار ھم ذوالحال، مؤصدۃ صیغہ اسم مفعول، اس میں ضمیر مؤنث نائب فاعل، فی جار، عمدٍ ممدّدۃٍ موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر کائنین کا متعلق ہو کر حال، حال وذوالحال ہو کر مجرور علی کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق مقدم مؤصدۃ کا، مؤصدۃ صیغہ اسم مفعول، اپنے ھی ضمیر نائب فاعل ومتعلق سے مل کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الفیل

أ ہمزہ استفہام، لم تر فعل جحد معلوم وفاعل، کیف بمعنی ایَّ فِعلٍ کے ہو کر صفت ہے

موصوف محذوف فعلاً کی، موصوف صفت مل کر مفعول مطلق ہے فَعَلَ فعل مذکور کا، فَعَلَ فعل، ربک مضاف ومضاف الیہ مل کر فاعل، با جار، اصحٰب الفیل مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق فَعَل کا، فَعَل فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ استفہامیہ ہوکر لم تر کا مفعول بہ فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا،

أ حرف استفہام، لم یجعل فعل وفاعل، کیدھم مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ، فی تضلیل، متعلق، فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، ارسل فعل وفاعل، علیھم ارسل کا متعلق، طیر اً موصوف، ابابیل صفت اول، ترمی فعل وفاعل، ھم مفعول بہ، با جار، حجارۃ موصوف، من سجّیل متعلق کائن کے ہوکر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ترمی کے، فعل فاعل ومفعول بہ ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، فاعطف، جعل فعل فاعل، ھم مفعول بہ، کَ جار، عصف ماکول موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق جعل کے، فعل فاعل ومفعول بہ ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر صفت ثانی طیراً کی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر مفعول بہ ارسَلَ کا، ارسَلَ فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، سب معطوف معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ قریش

لام جارہ، ایلاف قریش مضاف مضاف الیہ مل کر مبدل منہ، ایلاف مصدر مضاف، ھم مضاف الیہ، رحلۃ مضاف، الشتاء والصیف معطوف ومعطوف الیہ مل کر مضاف الیہ رحلۃ کیلئے، مضاف مضاف الیہ مل کر ایلاف مصدر کا مفعول بہ، مصدر مضاف اپنے مضاف الیہ ومفعول بہ سے مل کر بدل، بدل ومبدل منہ مل کر مجرور لام جار کا، جار مجرور مل کر متعلق مقدم فلیعبُدوا کا (یا متعلق فعل محذوف کا تقدیر عبارت ہے فَعَلَ بِاَصحابِ الفیل مَافَعَلَ لایلافِ قریش، فَعَلَ فعل اپنے فاعل ومتعلق ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا)۔

فلیعبدوا، فاء تفریعیہ، لیعبدوا فعل وفاعل، رب مضاف، ھذا البیت اسم اشارہ ومشار الیہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر موصوف، الذی اسم موصول، اطعمھم فعل وفاعل ومفعول بہ، من جوع متعلق، فعل اپنے فاعل ومفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، وعاطفہ، امنھم من خوف ایسے ہی معطوف، معطوف علیہ ومعطوف مل کر صلہ الذی کا، موصول اپنے صلہ سے مل کر صفت، رب ھذا البیت موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الماعونَ

اَ ہمزہ استفہام، رئیتَ فعل وفاعل، الذی اسم موصول، یکذّب فعل وفاعل، بالدّین متعلق، جملہ فعلیہ ہوکر الذی کے لیے صلہ، موصول صلہ مل کر رئیت کا مفعول، فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ فاجزائیہ، ذالک اسم اشارہ مبتدا، الذی اسم موصول، یدعّ فعل و فاعل، الیتیم مفعول بہ، جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واوَ عاطف، لایحضّ فعل وفاعل، علی جار طعام المسکین مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار ومجرور مل کر لَایَحُضّ کا متعلق، فعل و فاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف معطوف ومعطوف علیہ مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جزا ہے شرط محذوف کی، تقدیر عبارت ہے ان لم تعرفہٗ فذالک الخ اِن شرطیہ، لم تعرف فعل وفاعل، ہٗ مفعول بہ، فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

فااستینافیہ، ویل مبتداء، لام جار، المصلّین موصوف، الذین اسم موصول، ھم مبتدا، عن جار، صلاتھم مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق مقدم ساھون کے لئے ساھون صیغہ اسم فاعل، اس میں ضمیر فاعل، ساھون اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا، موصول صلہ مل کر صفت اول ہوئی، الذین اسم موصول، ھم مبتدا یُراءون فعل وفاعل، جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واوَ عطف، یمنعون فعل وفاعل، الماعون مفعول بہ، فعل فاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف

علیہ مل کر خبر مبتداء کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر صفت ثانی المصلین کی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر مجرور لام جار کا، جار مجرور مل کر متعلق کائن محذوف کے ہو کر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الکوثر

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، نا ضمیر اس کا اسم، اعطینٰک میں اعطینا فعل و فاعل ک مفعول بہ اول، الکوثر مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر انَّ کی خبر، انَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فاء نتیجیہ، صل فعل و فاعل، لام جار، ربک مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور، جار و مجرور مل کر صل کا متعلق، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واو عاطفہ، انحر فعل و فاعل مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

انَّ حرف مشبہ بالفعل، شانئک مضاف و مضاف الیہ مل کر اس کا اسم، ھو مبتداء، الابتر خبر، مبتداء خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر انَّ کی خبر، انَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الکافرون

قل فعل و فاعل مل کر قول، یا حرف نداء، ایھا مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف، الکٰفرون صفت، موصوف صفت مل کر نداء، لا اعبد فعل و فاعل، ما موصولہ، تعبدون فعل و فاعل مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مفعول بہ، فعل و فاعل و مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، لا نافیہ، انتم مبتدا، عابدون صیغہ اسم فاعل و فاعل، ما اعبد موصول صلہ مل کر مفعول، فعل فاعل مفعول مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ایسے ہی و لا انا عابد ما عبدتم و لا انتم عابدون ما اعبد کی ترکیب ہو کر معطوف، سب معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر جواب نداء، نداء و جواب نداء مل کر مقولہ ہوا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

لکم متعلق کائن کے ہوکر خبر مقدم، دینکم مبتداء موخر، جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ ولی دین معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ مستانفہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ النصر

اذا شرطیہ، جاء فعل، نصر اللہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، الفتح معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، رئیتَ فعل وفاعل، الناس ذوالحال، یدخلون فعل، اس میں واؤ ضمیر ذوالحال، فی جار، دین اللہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق یدخلون کا، افواجاً ضمیر فاعل سے حال، حال وذوالحال مل کر فاعل، فعل فاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر حال ہوا الناس سے، حال وذوالحال مل کر مفعول بہ رئیتَ کا، فعل فاعل ومفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر شرط، فاء جزائیہ، سبح فعل وفاعل، با جار، حمد ربک مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق سبح کا، فعل فاعل ومتعلق مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عطف، استغفرہ فعل وفاعل ومفعول مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف، معطوف ومعطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہوکر معلّل، انّ حرف مشبہ بفعل، ہٗ اسم، کان فعل ناقص، ہو ضمیر مستتر اسم، توّابا خبر، کان اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر انّ کی خبر، انّ اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر تعلیل، معلّل تعلیل مل کر جملہ تعلیلیہ ہوکر جزاء، شرط وجزاء مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ اللھب

تبت فعل، یدا مضاف، ابی لھب مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ یدا کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل تبت کا، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ دعائیہ انشائیہ ہوا واؤ عطف مستانفہ، تبّ فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ماا غنٰی فعل، عنہ جار و مجرور مل کر متعلق، مالہ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، ما موصولہ، کسب فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر معطوف، معطوف و معطوف علیہ مل کر فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

سین حرف تقریب، یصلی فعل، اس میں ھو ضمیر معطوف علیہ، نار اً موصوف، ذات لھب مضاف مضاف الیہ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مفعول، واؤ عطف، امر أتہ مضاف مضاف الیہ مل کر ذوالحال، حمالۃ الحطب مضاف مضاف الیہ مل کر حال اول، فی جار، جیدھا مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق کائن کے ہو کر خبر مقدم، حبل موصوف، من مسد جار مجرور مل کر متعلق کائن کے ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال ثانی، ذوالحال دونوں حالوں سے مل کر معطوف ہوا یصلی کی ضمیر پر، معطوف معطوف علیہ مل کر فاعل ہوا یصلی کا، فعل فاعل و مفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الاخلاص

قُل فعل فاعل مل کر قول، ھو مبتداء اول، اللہ مبتداء ثانی، احد خبر مبتداء ثانی کی، مبتداء خبر مل کر خبر مبتداء اول کی، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر مقولہ اولٰی ہوا، اللہ الصمد مبتداء خبر مل کر مقولہ ثانیہ ہوا، لم یلد فعل و فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، لم یو لد فعل مجہول و نائب فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عطف، لم یکن فعل ناقص، لہ جار مجرور مل کر متعلق لم یکن کا، کفوا خبر مقدم لم یکن کی، احد اسم مؤخر، لم یکن فعل ناقص اپنے متعلق و اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، سب معطوف و معطوف علیہ مل کر جملہ معطوفہ ہو کر مقولہ ثالثہ ہوا، قول اپنے سب مقولوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ الفلق

قُل فعل فاعل مل کر قول، اعوذ فعل فاعل، با جار، رب الفلق مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور

جار مجرور مل کر متعلق اول اعوذ کا، من جار، شرِّ مضاف، ما موصولہ، خلق فعل فاعل ومفعول (ضمیر) محذوف مل کر صلہ، موصول صلہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ۔ واؤ عطف، مِن جار زائدہ، شر مضاف، غاسق صیغہ اسم فاعل، اس میں ھو ضمیر فاعل، اذا ظرفیہ مضاف، وقب فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ اذا کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر غاسق کے لئے ظرف، غاسق اپنے فاعل وظرف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، مِن جار زائدہ، شر مضاف، النفّٰثٰتِ صیغہ صفت، اس میں ھنّ ضمیر فاعل، فی العقد جار مجرور مل کر متعلق، النفثٰت اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ، واؤ عطف، من جار زائدہ، شر مضاف، حاسد صیغہ اسم فاعل، اس میں ھو ضمیر فاعل، اذا حسد (اذا وقب کی طرح) حاسد کے لئے ظرف، صیغہ اسم فاعل اپنے فاعل وظرف سے مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، سب معطوف ومعطوف علیہ مل کر مجرور پہلے مِن کے لئے، جار مجرور مل کر متعلق ثانی اعوذ کا، اعوذ اپنے فاعل ومتعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

☆☆

اعراب سورۃ النّاس

قل فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول، اعوذ فعل و فاعل، با جار، رب النّاس مضاف مضاف الیہ مل کر مبیَّن یا مبدل منہ، ملک النّاس بیان اول یا بدل اول، الٰہ النّاس بیان ثانی یا بدل ثانی، مبیَّن یا مبدل منہ دونوں بیانوں یا بدلوں سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق اول اعوذ کا، من جار، شر مضاف، الوسواس موصوف، الخنّاس صفت اول، الذی موصول، یوسوس فعل، اس میں ضمیر فاعل ذوالحال، فی جار، صدور الناس، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق یوسوس کا، من الجنۃ و النّاس متعلق کائناً کے ہو کر حال، حال و ذوالحال مل کر یوسوس کا فاعل، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر صلہ، موصول وصلہ مل کر صفت ثانی، موصوف دونوں صفتوں سے مل کر مضاف الیہ شرّ کے لئے، مضاف مضاف الیہ مل کر

مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ثانی اعوذ کا، اعوذ فعل اپنے فاعل و متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ہوا، قول مقولہ مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

و بہ تم بحمد الله و توفیقه النظر الثانی علی اعراب الجزء الثلاثین

یوم الخمیس بعد الظهر لحادی وعشرین من رجب سنة ۱۴۴۰ھ

ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وتب علینا انك

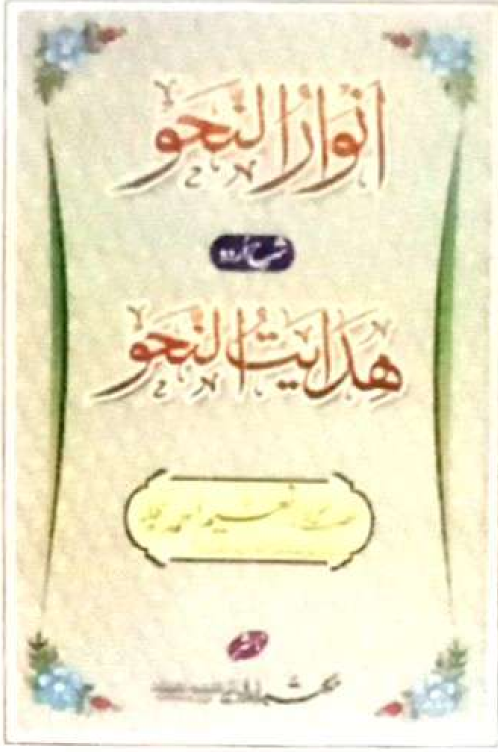
انت التواب الرحیم. و اغفر لنا و لوالدینا و لاساتذتنا

و لمشائخنا و لمن سعی فی طباعته آمین.

و انا العبد الضعیف مجیب الرحمن عفا عنه الرحمن

خادم دار العلوم الاسلامیة (ماهره) اقلیم دیره اسماعیل خان، الباکستان

ملاحظہ: ارادہ ہے کہ اس انداز سے پورے قرآن مجید کی درسی آسان تفسیر منظر عام پر لاؤں، اگر طلباء و اہل علم مدرسین نے حوصلہ افزائی فرمائی تو ان شاء اللہ اُس کو بھی شروع کیا جائے گا، اہل علم سے اصلاح کی درخواست ہے۔





Scanned with AnyScanner